فقیر ظہور الٰہی ابن حاجی میاں محمد آف [illegible] تحصیل چکوال ضلع جہلم

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ

اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں ...

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرۂ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزء اول موسوم بہ

فضائل صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع اُمت کی روشنی میں

تالیف :

مہر محمد میانوالوی

ناشر : مکتبہ عثمانیہ نور باوا ماں گوجرانوالہ (پاکستان)

فَبَشِّرْ عِبَادِ ٱلَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُۥٓ
زمر ۱۷-۱۸
کتابخانه عقیده
www.aqeedeh.com

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝١

ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝٢ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ ۝٣

مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ ۝٤ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝٥

ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ ۝٦ صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ ۝٧

یہ کتاب، عقیدہ لائبریری

(www.aqeedeh.com)

سے ڈانلوڈ کی گئی ہے۔

• — اصحاب رسول کو اللہ کے معاف کر چکنے کے بعد بھی ان کو طعن دینے والا شخص در حقیقت
انکار بر بقا کا فرع ص ۱۱۲ (از مصنف) ص ۱۶۳ (از قسطری) ص ۵۳ (از سرخسی) و مزید تفصیل ص ۲۴۳ تا ص ۲۵۱ جلد دوم

۲۱۷ حصہ ... ص

• — معتزلہ کا مذہب ہے کہ حضرت علیؓ سے قتال کرنے والے عادل نہیں ص ۱۶۷ (از نعمانی سیوطی) و ص ... (از ...)

• — جمل و صفین میں شامل ہونے والے اور ~~...~~ عادل نہیں ص ۱۹۸ ص ۱۴۷ و ص ۱۶۹ (از تاسع سوجانی)
و ص ۱۶۹ ص ۱۷۲ (از ملا قاری)

• — صاحب فواتح الرحموت کا غلط قول اور تردید ص ۸۹ و ص ۱۷۱ ۔

• — امیر یمانی کا غلط قول کہ عبداللہ سے ولید بن عقبہ و بسر بن ارطاۃ مستثنیٰ ہیں ص ۱۷۵

• — اصحاب رسول [illegible] سب صحیح ہیں جبکہ حالت [illegible]
[illegible] ص ۱۷۲

• — اصحاب رسول [illegible] کہہ سکتا ہے مگر [illegible]
[illegible] ص ۱۲۴ [illegible]

• حق بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا شمار خلفائے راشدین میں ہے ص ۱۱۳

فقیر الی اللہ ابن حاجی میاں محمد [illegible] تحصیل [illegible] ضلع جہلم

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرۂ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزو اول موسوم بہ

فضائل صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف:

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور باوا گوجرانوالہ (پاکستان)

میرے علماء کا کوئی فرد دوسرے صحابہ کے متعلق نامناسب بات نہ کرے [illegible]

حضرت حذیفہ [illegible]

[illegible]

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

[illegible]

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر
شہرہ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا
جزو اول موسوم بہ

فضائل صحابہؓ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف :-

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور باوا گوجرانوالہ (پاکستان)

مذہب اہل سنت کے تحفظ و فروغ کے جدید تقاضے

۱۔ سنی برادران اسلام! پاکستان اور مسلم دنیا میں آپ ۹۰، ۹۵ فیصد آباد ہیں کسی خاص شخص یا نظریہ کے نام پر فرقہ نہیں بلکہ کلمہ طیبہ قرآن و سنت اور تمام اصحاب نبیؐ سے مروی مکمل اسلام کے وارث سواد اعظم جماعت ہیں، اپنی قدر و قیمت پہچانیں، قومی شعار اپنائیں، مخالف کی مجالس، جلوس اور مذہبی تقریبات اور نعرہ بازی سے اجتناب کریں۔ اپنے ریڈیو اور ٹیپ سے ان کے مذہبی گیت نہ سنیں۔

۲۔ ایسی تمام رسوم اور بدعات سے بچیں جو آپ میں فرقہ داریت اور انتشار کا باعث ہوں۔ ایک دوسرے کی تکفیر اور تذلیل سے مکمل کنارہ کریں۔

۳۔ مسلم کی حیثیت سے آپ کا نعرہ "اللہ اکبر" اور "ختم نبوت زندہ باد" ہے سنی کی حیثیت سے "حق چار یار" ہے براہ کرم ان پر اکتفا کر کے اپنی اسلامی وحدت برقرار رکھیں۔

۴۔ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور اسکے محافظ خلفاء راشدین و عشرہ مبشرہ بالجنۃ کا پرچار عصر حاضر میں از حد ضروری ہے جو یہ ہیں: حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین چار یا دس ناموں کے کتبوں، طغروں، کیلنڈروں سے اپنے مکانوں اور بیٹھکوں کو سجائیں جیسے مسجد نبوی کے در و دیوار پر مکتوب ہیں۔ اپنی مساجد، قرآنی مکاتب و مدارس، مزارات، خانقاہوں، ملبوس، عید کارڈ، لیٹر پیڈ اور ہر دیدہ زیب باادب جگہ پر ان مقدس ناموں کو لکھیں اور چھپوائیں۔ اپنے پینٹروں اور قلم کاروں کو بھی ادھر متوجہ کریں۔ (وما علینا الا البلاغ المبین)

کتاب	فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
صفحات	۱۷۶
تالیف	مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی
قیمت	بارہ روپے ۰۰/۱۲ پندرہ روپے
تعداد	ایک ہزار ۱۰۰۰
مطبع	

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ عثمانیہ تھبے والی ضلع میانوالی
۲۔ مکتبہ عثمانیہ مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی ضلع میانوالی
۳۔ دفتر تحریک خدام اہل سنت مدنی مسجد چکوال
۴۔ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۵۔ مکتبہ شان اسلام چوک اردو بازار۔ لاہور
۶۔ مکتبہ مدنیہ جامع مسجد اقصےٰ بادشاہی روڈ کراچی ۳
۷۔ مکتبہ صدیقیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
۸۔ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ طبع دوم

فضائل ومناقب صحابہ کرام پر یہ بے نظیر وعظیم الشان تحقیقی کتاب بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ راقم الحروف نے ۱۹۷۲ء میں کراچی سے طبع کرائی تھی جو معمولی کتابت وطباعت کے باوجود عوام و خواص میں مقبول ہوئی، علماء وطلباء، اہل سنت کے مناظرین اس کے قیمتی دلائل وحوالہ جات پر جھک پڑے۔ ملک کے نامور ادیبوں اور صحافیوں نے اسے خراج تحسین پیش کیا اور ماہنامہ "الحق"، البلاغ بینات، خدام الدین، تعلیم القرآن، ترجمان القرآن، ایشیا، وغیرہ نے بہترین تبصرے کیے اور تھوڑی مدت میں یہ کتاب نایاب ہوگئی۔ عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ دوبارہ شائع ہو مگر راقم فرصت و وسائل میسر نہ ہونے سے اس آرزو کی تکمیل سے قاصر رہا۔

بحمداللہ ۱۹۸۱ء میں چند اضافوں اور معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ دوبارہ حاضر خدمت ہے۔ نصف اول (مقدمہ، قرآن، حدیث اور اجماع امت) کے چار باب الگ بلا جلد شائع کیے ہیں تاکہ عام فہم طبقہ بھی اسے پڑھ سمجھ سکے اور مخیر حضرات ضرورتمند حلقوں تک اسے پہنچا کر اس دور فتن میں بیداری اور غیرت ملی کا ثبوت دیں مکمل ضخیم کتاب یکجا مجلد ہے نصف دوم الگ نہیں ہے۔ توقع ہے کہ تاجر حضرات اور لائبریریوں اور ملأ اعلیٰ کے ذمہ دار حضرات تک پہنچانے والے مخیر احباب ہمارے ساتھ ضرور تعاون فرمائیں گے۔ شام وایران میں وسیع پیمانے پر اہل سنت کا قتل عام اور اسلام آباد پر جارحانہ چڑھائی سے ہماری آنکھیں کھلنی چاہئیں صحافت کا ایران نواز انداز بدلنا چاہیئے کیونکہ ابن زیاد ومختار ثقفی، ہلاکو خاں وعلقمی، تیمور و نادر شاہ رافضی، اسد وخمینی جیسے لوگ تاریخ اور حقائق کی شہادت سے جہاں بھی برسر اقتدار آئے مسلمان کٹے ممالک تباہ ہوئے تو اہل سنت کے تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، وہابی، کو ہر محاذ پر منظم ہو کر ایک سُنی مسلمان کے ذہن و تشخص سے اپنے مذہب، قوم وملک کا تحفظ کرنا ہوگا اور اپنے فرقہ وارانہ اختلافات بھلانے ہونگے، کمیونسٹوں سے بچنا ہوگا۔

میں ان تمام مسلمانوں کا ممنون وشاکر ہوں جو تائید اہل سنت میں میری یا دیگر کتابوں کو پڑھتے پھیلاتے اور احترام صحابہؓ آرڈیننس کے ذریعے اپنے مذہب کا تحفظ ودفاع کرتے ہیں۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔

محتاج دعا مہر محمد گوجرانوالہ ۸۱-۸-۲۷

نذرانہ عقیدت

والسبقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجرى تحتها الانهر خلدين فيها ابدًا ط ذلك الفوز العظيم ۰ القرآن

احقر الانام مجسمۂ آثام اپنی اس تالیف کو دربار رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں پیش کرنے کی جسارت تو نہیں کرسکتا ؎

ادب گاہیست زیرآسمان ازعرش نازک تر　　نفس گم کردہ مے آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

تاہم بعد از انبیاء کائنات ارض وسماء کے مقدس ترین گروہ خدا کے عاشقوں آپ کے جانثاروں اور دنیا کے عظیم الشان ہادیوں کی جماعت حضرات مہاجرین وانصار کے دربار عالی میں پیش کرنا باعث سعادت سمجھتا ہوں جن کے عشق ومحبت کے طفیل احقر اس تالیف سے عہدہ برآ ہوا اور بہشت میں ان کے قرب وجوار کا متمنی ہے۔

اس حزب اللہ کے حضور میں جس کا ورد یہ ہوتا تھا ؎

نحن الذين بايعوا محمدًا　　على الجهاد ما بقينا ابدًا

ان محبوبان خداوندی کی سرکار میں جن کا لسان رسالت یوں استقبال کرتی تھی ؎

اللهم لا عيش الا عيش الاخره

فاغفر الانصار والمهاجره

مؤلف

تصدیقات علماء کرام

۱۔ برصغیر کے محدث شہیر و عالم نحریر صدر مجلس عمل ختم نبوۃ

حضرت علامہ محمد یوسف البنوری نور اللہ مرقدہٗ

۲۔ جامع المنقولات استاذ تخصص فی الحدیث مولانا محمد ادریس میرٹھی مدظلہ کی رائے گرامی

(تعارف مؤلف وتالیف)

بسم الله الرحمن الرحيم ۰ نحمده ونصلى على رسوله الكريم اما بعد

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مولانا مہر محمد میانوالوی فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ وشاگرد رشید حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی۔ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) کے درجہ تخصص فی الحدیث میں شوال ۱۳۸۶ھ میں داخل ہوئے اور کامل دو سال نصاب کے تحت کام کیا اور آخر میں "الکوفۃ وعلم الحدیث" کے عنوان پر فل اسکیپ سائز کے ۳۳۵ صفحات پر علمی اور تحقیقی مقالہ (عربی میں) لکھکر پیش کیا اور مدرسہ ہذا سے تخصص فی علوم الحدیث کی سند حاصل کی۔

مولانا کو علمی مقالات پر مضامین لکھنے اور تصنیف وتالیف کا خاص ذوق حاصل ہے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے ماہنامہ بینات میں بھی ان کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ اب فضائل صحابہؓ کے موضوع پر عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کے نام سے تقریباً ۴۰۰ صفحہ کی مستقل علمی وتحقیقی کتاب بھی لکھی ہے۔ جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔

مولانا مہر محمد نہایت ملنسار اور صلح پسند عالم ہیں۔ تقریر وتحریر دونوں پر اچھی دسترس حاصل ہے۔ مدرسہ اور اساتذہ نے ان کے اخلاق اور کردار کو پسندیدہ پایا ہے کبھی کوئی شکایت ان سے پیدا نہیں ہوئی۔

(مولانا) محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ　　　الاستاذ المشرف

مدیر المدرسۃ العربیۃ الاسلامیۃ کراچی نمبر ۵۔　　(مولانا) محمد ادریس غفرلہ ۲۶ شعبان ۱۳۹۱ھ

۳- استاذ العلماء محقق العصر شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر مدظلہ العالی

صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی جامع تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے والوں نے دو طریقوں سے تنقید کی ہے۔ اول ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھ کر ان پر تنقید اور ان کی تنقیص کی ہے (العیاذ باللہ) گو یہ طریق بھی برا اور قبیح ہے مگر اس کا اثر صرف ان لوگوں تک محدود رہتا ہے جو پہلے ہی ان پاک نفوس سے کینہ اور کدورت رکھتے ہیں اور ایسے کھلے دشمن کے پھندے میں آنے والے نسبتاً بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔

اور دوسرا طریق یہ ہے کہ ان کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے امت کے ساتھ بزعم خویش شفقت اور غم خواری کا دعویٰ رکھتے ہوئے چن چن کر ان کی غلطیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے حالانکہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ و صریحہ سے ان لغزشوں پر ان حضرات کے لیے معافی اور مغفرت کی بشارتیں موجود ہیں اور جن میں صراحت موجود نہیں ان میں عمومات قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ کے پیش نظر مغفرت اور معافی کی امید قوی لازم اور ضروری ہے۔ پھر نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں تاریخ کی ان رطب و یابس روایات سے استدلال کرنا جن میں عموماً کذاب و ضاع راوی موجود ہوں تو ظلم صریح ہے۔ لیکن لعن طعن کرنے والے تو تنکوں کا پل بنا کر اس پر اپنے گھناؤنے نظریات کی گاڑی کو گذارنے کی قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ سوچنے والا مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں یہ کہے

ع الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت یہ ماجرا کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے تزکیہ عدالت اور اسلامی خدمات کے سلسلے میں قدیماً و حدیثاً بے شمار زبانوں میں لاتعداد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جس طرح کہ ان پر ناروا جرح کرنے والے تازہ دم ہو کر حملہ آور ہوتے ہیں اسی طرح صحابہ کرامؓ کی طرف سے مدافعت کرنے والے بھی بحمد اللہ ان کی پوری خبر لیتے ہیں اور مقدور بھر عقلی و نقلی دلائل و براہین کو احسن طریقہ سے بیان کر کے اصل حقیقت کو بے نقاب

کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز تاقیامت کرتے رہیں گے۔

اسی مبارک سلسلہ کی ایک تازہ کڑی پیش نظر کتاب "عدالت صحابہ کرامؓ" ہے جو فاضل نوجوان فائق علی الاقران الحافظ المولوی مہر محمد صاحب فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل تخصص فی الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی کی تالیف لطیف ہے۔ جس میں قرآن کریم، احادیث اور کتب دینیہ کے صریح اور بر محل حوالے موتیوں کے طرح چمکتے ہیں۔ جس میں انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ پر کیے گئے بے بنیاد اعتراضات کا علمی اور تحقیقی طور پر جائزہ لیا ہے اور معترضین کو جواب دیئے ہیں اور مدافعت کا بفضلہ تعالیٰ حق ادا کیا ہے۔

فاضل مولف نے اس پہلو پر زریں حوالوں سے خوب روشنی ڈالی ہے اور بعض ایسی کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں جو کافی محنت اور بڑی جستجو کے بعد مہیا ہو سکتے ہیں۔ علماء کرام اور طلباء عظام کے لیے یہ ایک بیش بہا نادر تحفہ ہے اور انمول موتی ہیں۔ اس میں بہت زیادہ علمی سرمایہ موجود ہے اور یہ اہل علم کے لیے ان شاء اللہ العزیز بہت ہی مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ العزیز وہ طبع دوم میں اغلاط کی اصلاح اور سلاست و ترتیب تام کو زیادہ ملحوظ رکھیں گے (بفضل اللہ غور سے نظر ثانی کر کے حتی المقدور اصلاح اور مزید اضافوں سے طبع دوم کو مزین کیا گیا ہے۔ مولف)

ہماری دعا ہے کہ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ
وجمیع متبعیہ الیٰ یوم الدین۔ آمین یارب العالمین۔

احقر الناس ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۹ شعبان ۱۳۹۱ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۷۱ء

۴- بطلِ جلیل مجاہد لامثیل

حضرت العلامہ مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

سابق جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام وصدر قومی اتحاد پاکستان کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً مصلیاً مسلماً۔ اما بعد، عزیز محترم مولانا مہر محمد میانوالوی کی تصنیف "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کے معتد بہا اجزا نظر سے گزرے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین براہ راست علم نبوت سے فیض یاب ہوئے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، کے اولین مخاطب تھے دین اسلام کے اصول و فروع کو امت تک پہنچانے میں انہیں مستحکم رابطہ کا مقام حاصل ہوا۔ نبوت اور امت میں واسطہ بنے، معارف نبوت کے معتمد امین تھے بموجب حدیث نبوی نجوم ہدایت تھے۔ حدیث "مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ" کے عین مطابق معیار حق و صداقت تھے۔ پوری امت کے لیے پیشوا اور واجب الاطاعت قرار دیئے گئے۔ شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور اُمَّةً وَّسَطًا کا خطاب ملا۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کا وثیقہ محکم عنایت ہوا اور انہیں وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى کا سنہری تاج پہنایا گیا۔

فرشتوں کے بلند مقام پر فائز یہ نورانی انسان اولین و آخرین میں اپنی مثال آپ ہیں۔ خاتم النبیین رسول الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے قرن کو خیر القرون قرار دے کر ان کی افضلیت و برتری پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ایسی نورانی مخلوق کی عیب جوئی اور ان پر مطاعن و مثالب کا فتح باب کرنا ان کی عدالت کو مجروح کرنا دنیا و آخرت میں ذلت رسوائی خیبۃ و خسران کا سبب تو بن سکتا ہے مگر ایسی کوئی کوشش سعی مقبول کے زمرہ میں یقیناً شامل نہیں کی جا سکتی۔

کچھ نامسعود لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ کے آپس کے مشاجرات زلات اور اجتہادی قسم کے خطایا

کے آڑ میں اپنی بد باطنی اور بغض صحابہؓ کے خفیہ جذبات کو آشکارا کرنے کا بہانہ تراشتے ہیں اور اجماع امت کے برعکس ان نفوس قدسیہ کی عدالت کو کج استدلالی سے قابل بحث اور محل نزاع بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے ملحدانہ نظریات سے امت مسلمہ کو شکوک و شبہات کے دلدل میں پھنسانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا مہر محمد صاحب کو جن کی شبانہ روز کی محنتوں سے ایسی تالیف ترتیب پذیر ہوئی جس میں صحابہ کرام کی عدالت کو قرآن کریم کی آیات بینات، احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ سے مبرھن کر کے ان کی پاکیزہ سیرت اور مقام عالی کو امت کے سامنے واضح کر کے پیش کر دیا گیا اور ملحدین کے بے بنیاد مطاعن کا علمی و تحقیقی جواب مہیا کر دیا گیا۔

میں مولانا موصوف کے علمی استدلالات حوالہ جات اور مولانا کے معتدل طرز بیان سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرما کر ایسی خدمات ماجورہ کی توفیق سے نوازتا رہے۔ وما ذالك على الله بعزيز۔

وانا العبد الحقير محمود عفا الله عنه خادم الحديث بمدرسه قاسم العلوم في ملتان
والامين العام لجمعية علماء اسلام في باكستان ٩ رمضان المبارك ١٣٩١ھ

۵- حضرت علامہ مفتی اعظم پاکستان

مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ

۱۹۷۲ء میں راقم کتاب "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ" کا ہدیہ دینے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں دار العلوم لانڈھی کراچی پہنچا۔ آپ گھر سے دفتر آرہے تھے کتاب دی تو خوشی سے مسکرانے لگے اور فرمایا۔

" اچھا آپ نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے اور بڑی ضخیم لکھی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے"۔ دھیمی رفتار سے چلتے ہوئے دیر تک اوراق الٹتے گئے۔ ان دنوں میں آپ کا رسالہ "مقام صحابہؓ" پریس گیا ہوا تھا تو ایسا فرمایا تھا۔ چونکہ حضرت نحیف و علیل رہتے تھے اس لیے پوری کتاب پڑھ کر مفصل تحریر لینے کا نہ ادباً اصرار کیا خلف الرشید صاحبزادوں سے اس خواہش کی تکمیل ...

۶۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان
وشیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل
وحال صدر شعبہ تفسیر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

محترم القدر زید فضلہ

بعد از سلام مسنون عرض آنکہ بوجہ بیماری خط دیر سے لکھ رہا ہوں کتاب کے متعلق تقریظ حسب ذیل ہے:

میں نے کتاب عدالتِ حضراتِ صحابہ کرامؓ تالیف مولانا مہر محمد صاحب فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ وفاضل تخصص فی علوم الحدیث مدرسہ عربیہ کراچی کے اہم مواضع کو دیکھا۔ مسئلہ عدالت صحابہؓ اسلام کے لیے اساس کی حیثیت رکھتا ہے ہم تک حضرت حق جل مجدہٗ کی طرف سے اسلام پہنچنے میں صرف دو انسانی واسطے ہیں (۱) حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام (۲) حضراتِ صحابہؓ دین حق کو حضرت حق جل مجدہٗ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا اور بتوسط صحابہؓ تمام امت اور تمام انسانوں کو پہنچایا اگر ابلاغ و روایت دین حق کی یہ دو کڑیاں مشکوک و مخدوش یا ناقابلِ اعتماد ہوں تو دین کی پوری عمارت دھڑام سے گر جائے گی اس لیے بقاء دین کے لیے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت اور حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت ضروری ہے کہ یہی عقیدہ قطعیتِ دین کا سنگِ بنیاد ہے۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب میں کتاب وسنت واقوال ائمہ دین سے اس مقصد کو مدلل کیا اور مطاعن کا بھی جواب دیا ہے یہ مسئلہ روایۃً ودرایۃً بالکل صاف ہے صحابہ کرامؓ کے متعلق عالم الغیب والشہادہ کی شہادت یہ ہے جو کل تقہ عالمی شہادتوں سے بڑھ کر ہے۔ سورۃ توبہ پارہ گیارہ میں صحابہؓ کی دونوں جماعتوں یعنی مہاجرین و انصار بلکہ ان کے فیض یافتگان یعنی تابعین کے متعلق ارشاد ہے: والسبقون الاولون من المھجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنٰت تجری تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ط ذلک الفوز العظیم ۔ توبہ ۱۲ع۔ اس میں اللہ نے مہاجرین و انصار جو دیگر امت کے اعتبار سے سابقون ہیں اور جن حضرات نے اخلاص کے ساتھ صحابہ کی تابعداری

کی ہے تمغۂ رضاء خداوندی در رضاء بندگی یعنی رضاء جانبین عطا کیا۔ دوم جنت، سوم فوز العظیم تنہا اللہ کی رضاء عدالت صحابہؓ کے لیے کافی ہے۔ ورضوان من اللہ اکبر ط۔ اللہ عادل سے راضی ہے غیر عادل سے راضی نہیں۔ جنت و فوز العظیم ثمرہ ہے عدل کا نہ عدم عدل کا۔ درایت کے لحاظ سے حضورؐ دین کے آب حیات کا سرچشمہ ہیں جو نلکوں کے ذریعہ تمام امت کو پہنچا ہے صحابہ پہلا حصہ ہے۔ باقی اُمت پچھلا جیسے دریائے سندھ میں روہڑی سے سکھر پہلے اور آپ ہے اور روہڑی زیر اور ڈاؤن ہے اگر دریائے سندھ میں بمقام سکھر پانی نہ ہو تو روہڑی میں پانی کہاں سے آئیگا لہٰذا اگر صحابہؓ میں عدالت نہ ہو تو باقی امت میں عدالت کہاں سے آئے گی بہرحال کتاب مفید اور اپنے موضوع میں کامیاب ہے اللہ مقبول اور نافع بنائے۔ آمین!

۷۔ حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی نوراللہ تعالیٰ مرقدہٗ

مؤلف اعلاء السنن وشیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار سندھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی کتاب عدالتِ صحابہؓ موصول ہوئی میری طبیعت اکثر ناساز رہتی ہے اس لیے جواب میں دیر ہوئی۔ پوری کتاب دیکھنے کی ہمت کہاں؟ اور ضرورت بھی نہیں بڑے بڑے علماء کی تصدیقات موجود ہیں۔ بندہ نے جستہ جستہ بعض مقامات سے کتاب کو دیکھا۔ دل خوش ہوا اور مؤلف سلمہٗ کے لیے دل سے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو مقبول فرمائیں اور امتِ محمدیہ کو اس سے پورا نفع پہنچائے۔ آمین!

والسلام

ظفر احمد عثمانی ۳۰ صفر ۱۳۹۲ھ

٨- عارف کامل محقق مناظر حضرۃ مولانا دوست محمدؐ قریشی نوّر اللہ مرقدہٗ

حضرت قریشی صاحبؒ کو کتاب ہدیہ بھیجی تھی ان کا جواب مجھے نہ ملا۔ ۷۳ء میں وہ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ راقم اس وقت تعلیم القرآن کا ایڈیٹر تھا میں نے جوابی خط اور تاثرات نہ لکھنے کی شکایت کی تو فرمایا "جواب دیا تھا آپ کی کتاب سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور ہر وقت ساتھ رکھتا ہوں پھر اپنی کتابوں کے بیگ سے نکال کر دکھائی۔

٩- رائے گرامی مصنف بارع حضرت مولانا علامہ محمد اسحٰق صاحب صدیقی مدظلہٗ

سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ حال مدیر شعبہ تصنیف و تالیف جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرامؓ کی جانب سے دفاع اور ان کی عظمت کا اظہار دین کی بہت بڑی خدمت ہے اللہ تعالیٰ نے مولوی مہر محمد صاحب کو اس کی توفیق عنایت فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ میں نے پوری تو نہیں دیکھی لیکن بعض مقامات دیکھے ہیں توقع ہے کہ پوری کتاب ایسی ہی ہوگی اللہ تعالیٰ مصنف صاحب کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائیں اور ان کی کتاب کو ذریعہ ہدایت بنائیں۔ آمین۔

محمد اسحاق صدیقی عفا اللہ عنہ، ٢٢ رمضان ١٣٩١ھ

١٠- تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے ایک فعال ممتاز رکن، غلام مصطفیٰ آف ڈھڈیال ایک مکتوب میں راقم کو لکھتے ہیں "آپ کی کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ سب سے اچھی کتاب ہے اس میں تو آپ نے موتی پرو دیئے ہیں۔ میں نے شیعہ احباب کو دکھائی ہے تو انہوں نے پسند کی ہے۔"

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	١٧
امم سابقہ کا اپنے انبیاء علیہم السلام کے اصحاب کے متعلق عقیدہ	١٨
انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کا قرآن کریم میں ذکر	١٩
اصحاب انبیاء علیہم السلام کی عام امت پر فضیلت کی اہم وجہ	٢١
حضرات صحابہ کرامؓ کی قربانیاں	٢٢
حضرات صحابہ کرامؓ کے مخالفین	٢٥
مخالفین کی اصولی غلطی	٢٧
احترام صحابہؓ پر ٦ خاص دلائل	٢٨
اہل سنت وجماعت کا صحابہ کرامؓ پر متفقہ عقیدہ	٣٠
صحابہ کرامؓ سے عقیدت کی عقلی وجہ	٣٠
صحابہ کرامؓ سے بغض کے نتائج	٣٤
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شخصی مناقب پر ایک اجمالی نظر	٣٥

عنوان	صفحہ
باب اوّل	٣٩
صحابیت اور عدالت کا مفہوم ومصداق	″
صحابی کی تعریف شیعہ علماء سے	٤١
کیا صحابیت کے لیے تمیز وبلوغ شرط ہے؟	٤٣
صحابیت کا مرتبہ	٤٤
افضلیت صحابہؓ پر عقلی دلائل	٤٧
حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت	٤٩
عدالت کا لغوی معنیٰ، اصطلاحی معنیٰ	٥٠
عدالت کے چند معانی اور استعمالات	٥١
الصحابۃ کلہم عدول کا معنیٰ	٥٢
تعمیم عدالت پر دلائل	٥٦
اغلاط صحابہؓ پر ایک تنبیہ	٥٩
باب دوم	٦١
قرآن کریم اور عدالت صحابہ کرامؓ (٥٠ آیات)	″
کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ	٦٢
وکذالک جعلنٰکم امۃ وسطاً ″	٦٤

عنوان	صفحہ
لقد رضی اللہ عن المومنین الآیہ	۶۵
والسابقون الاولون من المہاجرین ″	۶۶
والسابقون السابقون ″	۶۷
یا یہا النبی حسبک اللہ ″	۶۷
للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا ″	۶۸
والذین تبوء الدار والایمان ″	″
رفاقت و معیت نبویؐ قرآن کے آئینہ میں (والذین معہٗ والی دس آیات)	۷۰
ایمان و یقین کی پختگی اور سیرت و کردار کی پاکیزگی	۷۳
واعلموا ان فیکم رسول اللہ الآیہ	″
والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا ″	۷۴
لاتجد قوما یومنون باللہ ″	۷۵
فضائل و مناقب	۷۶
ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت الآیہ	″
محمد رسول اللہ والذین معہ ″	۷۷
الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا ″	۸۰
ارتداد سے محفوظیت	
واذکروا نعمۃ اللہ علیکم الآیہ	۸۱
لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث ″	″
خصائل حمیدہ و عواقب محمودہ ″	۸۳
والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء ″	″

عنوان	صفحہ
ان اللہ اشتری من المومنین الآیہ	۸۳
التائبون العابدون الحامدون ″	۸۴
یسبح لہ فیہا بالغدو والآصال رجال ″	۸۵
الذین یقولون ربنا اننا آمنا ″	″
الصابرین والصادقین ″	″
مسلمانان فتح مکہ ″	۸۶
اذا جاء نصر اللہ والفتح ″	″
والذین آمنوا من بعد وہاجروا ″	″
لایستوی منکم من انفق ″	۸۷
دشمنان صحابہ کا نفاق	۸۹
واذا قیل لہم آمنوا کما آمن الناس الآیہ	۹۰
کتب مخالفین سے مدعیٰ پر چند حوالہ جات	″
معیاریت حق	۹۲
فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ الآیہ	″
ومن یشاقق الرسول من بعد ″	″
نیک انجام اور حسن سیرت کا دوام	۹۵
انی لا اضیع عمل عامل منکم الآیہ	″
یا یہا الذین آمنوا من یرتد منکم ″	″
آیات مذکورہ کے متعلق معاندین صحابہ کرامؓ کی تاویلات	۹۷
تاویل اول اور اس کا بطلان	۹۸
تاویل دوم اور اس کا جواب	۹۹

عنوان	صفحہ
تکفیر صحابہؓ کے نتائج	۱۰۱
تاویل سوم اور اس کا حشر	۱۰۳
بداء کی حقیقت	۱۰۶
علم خداوندی کے متعلق شیعہ کا نظریہ	۱۰۷
حضرات صحابہ کرامؓ کو تنبیہ والی آیات پر ایک نظر	۱۰۹
زلات صحابہؓ کا عقلی جواب	″
آیات عتاب قصہ غزوہ احد	۱۱۱
قصہ حنین	۱۱۴
فرار و ہزیمت کا ایک نکتہ	۱۱۵
آیت وما محمد الا رسول	۱۱۶
ترک خطبہ جمعہ کا واقعہ	۱۱۸
حضرات صحابہ کرامؓ کی جمیع خطاؤں کا مغفور ہونا	۱۱۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنبیہ والی پانچ آیات	۱۲۲
باب سوم	
احادیث نبویؐ اور عدالت صحابہ کرامؓ (۵۰ احادیث)	۱۲۵
حضرات صحابہ کرامؓ کی برکات	″
مناقب حضرات صحابہ کرامؓ	۱۳۰
حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت	۱۳۴

عنوان	صفحہ
حضرات صحابہ کرامؓ کی بدگوئی اور سب وشتم کی ممانعت	۱۳۷
دشمنان صحابہ کے متعلق احادیث میں پیشین گوئی	۱۳۸
حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنے کا درجہ	۱۴۲
حضرات صحابہ کرامؓ نجوم ہدایت ہیں	۱۴۳
حضرات صحابہ کرامؓ مبلغ اسلام ہیں	۱۴۶
حضرات صحابہ کرامؓ کی پیروی واجب ہے	۱۴۸
حضرات صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں	۱۵۰
حق چاریارؓ خلفاء راشدین کے متعلق مشترکہ احادیث	۱۵۲
فائدہ در بیان طبقات صحابہ کرامؓ	۱۵۵
کمالات صحابہؓ میں مشاہیر کی جدا جدا فہرست	۱۵۸
باب چہارم	۱۵۹
اجماع امت اور عدالت صحابہ کرامؓ	″
(اکابر علماء امت کی تیس شہادات)	″
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے	″
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے	۱۶۰
حضرت امام شافعیؒ سے	۱۶۱
حضرت امام مالکؒ سے	″
حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے	″

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
امام سفیان ثوریؒ سے	۱۶۲	مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ سے	۱۶۹
امام سہل بن عبداللہ تستریؒ سے	//	شیخ محمد خضریؒ سے	۱۷۰
علامہ ابن اثیر جزریؒ سے	۱۶۳	علامہ بہاریؒ سے	//
شارح مسلم امام نوویؒ سے	//	علامہ ابن حاجبؒ سے	//
علامہ ابن عبدالبرؒ سے	//	صاحب فواتح الرحموت مولانا عبدالعلیؒ سے	//
حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن حزمؒ سے	۱۶۴	محقق ابن ہمامؒ سے	۱۷۱
حافظ خطیب بغدادیؒ سے	۱۶۶	حافظ تاج الدین سبکیؒ سے	//
اسد الغابہ لابن اثیرؒ سے	۱۶۷	حافظ ملا علی قاریؒ سے	۱۷۲
علامہ قرطبی مفسرؒ سے	//	کمال الدین ابن شریف ابن ہمامؒ سے	//
حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے	//	علامہ ابن حجر ہیتمیؒ سے	۱۷۳
سید قاسم الاندجانیؒ سے	۱۶۸	امیر یمانی کے استناد کی تردید	۱۷۴
علامہ ابن الصلاحؒ سے	//	تاریخی اخبار کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا فیصلہ	۱۷۶
علامہ سخاویؒ سے	۱۶۹		
حافظ امیر یمانیؒ سے	//		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد نذیر للعالمین وخاتم الانبیاء المعصومین وسیّد المرسلین۔ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ الذین کلھم عدول فی الدّین ونجوم الھدایۃ للعالمین وافضل البریۃ بعد النبیّین۔ وعلیٰ اتباعھم بالاحسان اجمعین الیٰ یوم الدّین۔

امّا بعد۔ آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے جب دنیائے آب وگل ظلمت کدہ اور کفر اور شرک کا گہوارہ تھی۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے سوا لاکھوں معبودان باطلہ کی پرستش ہوتی تھی۔ تہذیب وتمدن اور اخلاقیات کا نام ونشان نہ تھا۔ جزیرۃ العرب کی حالت اور ناگفتہ بہ تھی بیت اللہ جیسے مقدس مقام میں ۳۶۰ بتوں کی پرستش کے علاوہ ملک میں قتل وغارت ظلم وتعدی، بدکاری شراب نوشی جوا۔ بازی اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ جوش میں آئی اور اس عالم کی اصلاح وہدایت کے لیے امام الانبیاء سرور کونین، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

آپؐ کے دعویٰ نبوت کے آغاز ہی سے ایک مختصر سی جماعت آپ پر ایمان لے آئی۔ جو رفتہ رفتہ بڑھ کر ایک عظیم قوت اور حزب اللہ خدائی لشکر میں تبدیل ہوگئی۔ اس جماعت نے آپؐ کے نصب العین کی تکمیل کی خاطر تن من دھن کی بازی لگادی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس جانباز جماعت کی معیت سے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ دی اور ایک عالم گیر انقلاب عظیم برپا کردیا۔ کسی نبی کے دعویٰ نبوت پر جو حضرات بلاواسطہ ایمان

لاتے ہیں اور دینی تحریک کے عروج کے لیے اپنی جان عزت دولت بلکہ زندگی کا ایک ایک دن اس کے اشاروں پر قربان کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا رتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ بعد میں آنے والی ساری امت بھی مجموعی طور پر اور تقویٰ اور اتباع کے مراتب عالیہ طے کرنے کے باوجود بھی ان اصحاب نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔

چنانچہ ہر امت میں یہ قانون مسلم رہا ہے کہ وہ اپنے نبی پر اولاً براہ راست ایمان لانے والی جماعت کو۔ جو اس کے اصحاب اور حوارین کہلاتے تھے۔ سب امت سے افضل قابل احترام اور واجب الاقتداء سمجھتی تھی اور ان سے اپنے نبی پر نازل شدہ شریعت، اس کی تعلیمات اور رشد و ہدایت کے جملہ اصول سیکھتی تھی۔ انہیں قابل اعتماد اور ثقہ سمجھ کر ان سے دین حاصل کرتی اور انہیں اپنے اور اپنے نبی برحق کے درمیان ہدایت کا واسطہ سمجھتی تھی۔ یہود سے جب پوچھا گیا کہ تمہاری امت میں سب سے افضل لوگ کون تھے تو سب نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سب امت سے افضل تھے۔ اور جب نصاریٰ سے یہی سوال ہوا تو انہوں نے بھی بالاتفاق کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور اصحاب سب امتِ عیسوی سے افضل تھے۔

قرآن کریم میں کئی جگہ تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو فرعون کی غلامی سے نجات ملی اور علم و فضل میں ان کو اس وقت کے سب جہان والوں پر برتری دی گئی مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ	بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب حکمت اور
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ	نبوت عطا کی اور ان کو پاکیزہ رزق دیئے۔ اور
الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (جاثیہ ع ۲)	سب جہان والوں پر ان کو برتری عطا کی۔

پاکیزہ رزق سے مراد من و سلویٰ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو چالیس برس تک میدان تیہ میں ملتا رہا (کذا فی الجلالین) بقیہ سب امت پر ان کی فضیلت واضح ہے۔ کیونکہ سب جہان والوں پر ان کی فضیلت کا معنیٰ یہ ہے کہ اس وقت جتنے لوگ تھے اور امت بنی اسرائیل کے جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت کے اختتام تک پیدا ہونے والے تھے ان سب سے افضل آپ کے اصحاب تھے۔

ے روافض سے جب پوچھا گیا کہ تمہاری امت امت کے بدترین لوگ کون ہیں تو کہنے لگے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۱۷

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کا قرآن میں ذکر

قرآن کریم میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اصحاب کرام کا امتیازی طور پر ذکر فرماتے ہیں جیسے ان کے معاندین کے تباہ ہونے کی خبر دیتے ہیں ایسے ہی ایمان داروں کے ناجی ہونے کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

۱۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے اصحاب کے متعلق ارشاد ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ	پس ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں
الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ (شعراء ع ۶)	کو بھری ہوئی کشتی کے ذریعہ نجات دی اور پھر اوروں کو غرق

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے بارے میں ارشاد ہے۔

فَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ	پس ہم نے موسیٰ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (شعراء ع ۴)	نجات دی اور دوسروں (فرعونیوں) کو غرق کر دیا۔

۳۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اصحاب کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا	جب ہمارے عذاب کا وقت آپہنچا تو ہم نے ہود
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا	اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے
وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (ھود ع ۵)	نجات دی اور سخت عذاب سے ان کو بچایا۔

۴۔ حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق قرآنی شہادت ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا	جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے صالح اور اس
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا	پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور
وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ط (ھود ع ۶)	وہ اس دن کی رسوائی سے بچ گئے۔

۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی فرمانبردار جماعت کے بارے میں ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا	جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے حضرت شعیب
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (ھود ع ۸)	اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا

۶۔ حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لانے والے صرف ایک گھرانے کے متعلق فرمان ایزدی ہے

صحابہ رسولؐ کے متعلق معیت کی ۱۰ آیات باب دوم میں ملاحظہ کریں۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ (پ ۲۷ ع ۱)

پس اس بستی میں سے مومنوں کو ہم نے محفوظ طور پر نکال لیا پایا۔ گھرانے کے سوا اس بستی میں کوئی مسلمان نہ پایا۔

۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا کئی مقام پر تذکرہ کیا گیا ہے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ۔ (پ ۲۸ ع ۱۰)

(حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت الی اللہ پر) آپ کے خاص اصحاب بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو ایمان لے آئی اور ایک نے کفر کیا۔ پس ہم نے ایمان والوں کی مدد کی چنانچہ وہ اپنے دشمن پر غالب ہو گئے

۸۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی دعائے مغفرت میں اپنے اصحاب کو شریک کرتے ہیں جو آپ پر ایمان لا کر آپ کے اہل بیت میں داخل ہو گئے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (پ ۲۹ ع ۱۰)

اے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ اور میرے گھر میں ایمان لا کر داخل ہونے والوں اور جملہ مومنین اور مومنات کو بخش دے

بہر حال اس قسم کی بہت سی آیات میں حضرات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کا تذکرہ خیر اس بات پر دال ہے کہ فضل و منقبت میں ان کا درجہ عام مومنین اُمت سے بہت بڑھ کر ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا تو بتاتی ہے کہ جو شخص کسی نبی پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے اہل بیت میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ بیت سے مراد اینٹ گارے کا مکان نہیں بلکہ ایمانی دعوت کا دائرہ ہے اور جو نبی کے گھر میں رہنے کے باوجود اس پر ایمان نہیں لاتا جیسے کنعان بن نوح وہ اہل بیت میں سے نہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوی ہونا گوشت پوست کے رشتے سے نہیں بلکہ ایمان و اسلام کے رشتے سے ہے جیسے حضرت سلمان فارسیؓ کو آپؐ نے اپنے اہل بیت کا فرد بتایا ہے۔ اور خدا نے وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔ فرما کر حضرت نوحؑ کے امتیوں کو اہل (بیت) نوح فرمایا ہے۔ (انبیاء ع ۶)

اصحاب انبیاء علیہم السلام کی عام امت پر فضیلت کی اہم وجہ

اصحاب انبیاء علیہم السلام کی بقیہ عام امت پر فضیلت کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ کسی نبی کی بعثت کے وقت اس کی جمیع امت اس کے سامنے یا روئے زمین پر موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے جو لوگ اس نبی پر اولاً ایمان لاتے ہیں اور آپ کے ساتھ تبلیغی میدان میں جانی مالی قربانیاں دیتے ہیں تو نبی وقت اپنے ان اصحاب اور اہل ایمان حضرات کا ہر قسم کی روحانی اور اخلاقی برائیوں سے تزکیہ نفس فرما دیتا ہے اور انہیں تعلیم و تربیت دے کر آئندہ نسلوں اور بقایا امت کے لیے دین الٰہی کا مبلغ اور معلم تیار کر کے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے نبی کی امانت یعنی تعلیمات ربانی کو بلا کم و بیش باقی امت تک پہنچاتے ہیں تو در حقیقت یہی حضرات اپنے نبی اور اس کی بقیہ امت کے درمیان تبلیغ دین کا ایک اہم واسطہ اور مضبوط کڑی ہوتے ہیں۔

امت کے ذمے لازم ہوتا ہے کہ وہ ان پر اعتماد کر کے ان کی بات غور سے سنے۔ اور ان کے نقش قدم پر چل کر راہ ہدایت پر مستقیم رہے۔ اگر اس واسطے سے وہ امت اعتبار اٹھا لے یا تعلیمات نبوی کے ان اولین راویوں پر نقد و جرح شروع کر دے تو وہ امت اپنے نبی کی تعلیمات ہرگز حاصل نہ کر سکے گی۔ بلکہ اس امت کے سارے دین کی عمارت بنیاد ہی سے منہدم ہو جائے گی اور وہ کبھی بھی اصحاب نبی پر اس بد اعتمادی اور ان کی عدالت و ثقاہت پر نقد و جرح کی وجہ سے راہ حق نہیں پا سکتی۔

قرآن حکیم اور تاریخ امم سے مستنبط اسی اصل اور قاعدہ سے امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا سواد اعظم اور عظیم اکثریت عہد نبوی سے لے کر تا ہنوز یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ رکھتی ہے "کہ جن لوگوں نے ایمان کی حالت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ قدس کی شعاعوں سے اپنی آنکھوں کو منور و مشرف فرمایا اور ایمان سے رخصت ہوئے وہ تمام تا دم زیست عادل اور ثقہ تھے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام خلائق سے افضل تھے" کیونکہ مزکی اعظم اور معلم کائنات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم اور تربیت اور تزکیہ نفس کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور کفر و شرک، حسد و بخل، ریاکاری و جاہ طلبی، حب دنیا و طمع مال، ظلم و تعدی و خود غرضی، بے وفائی، بدنیتی اور نفاق وغیرہا جملہ امراض قلبیہ

سے ان کے قلوب کو پاک اور مصفیٰ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان ان کے دلوں کی تختی پر کندہ کر دیا۔ اور ان کے قلوب کو ایمان ہی سے مزین و منقش فرمایا۔ ایمان ہی ان کی محبوب ترین متاع تھی کفر اور فسق اور نافرمانی سے طبعاً نفرت اور بیزاری تھی۔ رب العزت نے ان کو راشد، نیکوکار اور ہدایت یافتہ ہونے کی سند دے دی۔ ان کو حزب اللہ کا تمغہ دیا اور انہیں "مومنون حقاً" اور "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کے القاب سے سرفراز فرمایا۔ اور اس طرح ان پر اپنی ظاہری اور باطنی دنیوی اور اخروی تمام نعمتوں کا اتمام فرمایا۔

یقیناً حضرات صحابہ کرام رض مذکورہ بالا صفات سے موصوف تھے اور تادم زلیست موصوف رہتے۔ کیونکہ ان اوصاف کی خبر علام الغیوب خالق نے دی ہے۔ اور وہ علیم و خبیر ذات جانتی تھی کہ ان قدسیوں سے کوئی ایسی خطا آخر دم تک سرزد نہیں ہو گی جو اس کی رضامندی اور جنات النعیم کی بشارتوں کو باطل کر سکے یا ان کی ثقاہت و عدالت پر اثر انداز ہو۔ ورنہ وہ کبھی پلٹ جانے والوں کے متعلق ایسی خبریں نہ دیتا کیونکہ اس کے علم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

صحابہ کرام رض کی قربانیاں :

چونکہ ان کا باطن ایمان و ہدایت کا منبع تھا اور وہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کے پرستار پاک باز اور پاک سیرت تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کی مکمل اطاعت پر کمربستہ تھے۔ انہوں نے خدا اور رسول کے حکم پر سرفروشی کی اور نہایت ہی پرخطر اور سنگین حالات میں ایمان قبول کیا۔ چنانچہ اس کی پاداش میں وہ مدت دراز تک کفار کے گوناگوں مظالم سہتے رہے۔ بالآخر دین و ایمان کے بچاؤ کے لیے اپنے اعزہ و اقارب اہل و عیال اور وطن و جائیداد کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی اور ہر دم آپ کی معیت اختیار کی۔ جنگوں میں آپ کی رفاقت کی۔ بغض فی اللہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا۔ اپنی جانیں اور عزتیں قربان کیں۔ اسلام کی اشاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا۔

مکافات عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان بے مثال قربانیوں کے صلہ میں ان کو جنات عالیہ اور مغفرت تامہ کی خوشخبری دی اور ہمیشہ کے لیے ان کو اپنی رضامندی کا پروانہ دے دیا۔ ان کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ اپنے دین کی اشاعت

کے لیے ان کو مبلغ و مفسر بنایا۔ باقی سب امت کے ذمے ان کی اقتداء لازم کر دی۔ ان کے اسلام و ایمان کو اوروں کے اسلام و ایمان کے پرکھنے کے لیے کسوٹی اور معیار قرار دیا۔ ان کی عدالت و ثقاہت اور اخلاص و نیک نیتی پر بے شمار آیات و احادیث ارشاد فرمائیں اور ان کے تمام اعمال کی حقانیت اور مقبولیت پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کر دی۔

جب عالم دنیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ان کو ہادی منتخب فرمایا تو ان کے تبلیغی میدان کی وسعت کے لیے سینکڑوں شہر اور قلعے اور بیسیوں ممالک ان کے ہاتھ پر فتح کیے۔ حتی کہ روم و ایران جیسی عظیم اور سوپر مستحکم قوتیں ان کی قوت ایمانی کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ کفر نے ہر طرف ذلیل ہو کر شکست فاش کھائی۔ اور ان کے ایوانوں پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔

شاعر مشرق انہی پر ناز کرتے ہوئے خدا کے حضور کہتا ہے

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے؟ شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟ کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟
کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کو؟
کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزدان کو؟

یہ حضرات چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ شمشیر و لسان سے جہاد فی سبیل اللہ جاری رکھا اپنی خدا داد حرارت ایمانی سے کفر و شرک اور مخالف اسلام طاغوتی قوتوں کے غلیظ ڈھیروں کو خاکستر کر ڈالا۔ اطراف عالم میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ حق گونجنے لگا اور بت خانوں میں خاک اڑنے لگی۔

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے۔
منہ کے بل گر کر ھو اللہ احد کہتے تھے

جو دنیا ظلمت کدہ اور ویران تھی وہ آج ان شمع محمدی کے پاک نفوس پروانوں کی بدولت نور ایمان سے منور اور عدل و انصاف سے معمور ہو گئی۔ جو لوگ شمس و قمر، نجوم و کواکب اور انبیاء و اولیاء کی یادگاروں میں اختراع کردہ مجسموں اور مورتیوں کی عبادت کرتے تھے آج وہ صرف خدائے واحد قہار کے سامنے سربسجود تھے۔ جو لوگ جبر و استبداد سے دنیا کے حاکم بن بیٹھے تھے وہ آج صحابہ

کی تعلیم کے طفیل خالق حقیقی کی غلامی میں جکڑے گئے۔ جن اقوام نے صدیوں سے معرفت خداوندی کو بھلا دیا تھا۔ انہیں درسگاہ محمدی کے فیض یافتگان نے معرفت الہٰی کا وہ سبق پڑھایا کہ وہ باقی دنیا کو خدائے عزوجل سے ملانے والے بن گئے۔

ان کے چہروں پر نور ایمان اور صداقت کے دلائل نمایاں تھے کہ دیکھنے والے بے ساختہ پکار اٹھتے تھے کہ یہ چہرے کاذب نہیں ہو سکتے۔ ان کی سیرت اور کردار باقی امت کیلئے اسوۂ حسنہ بن گیا اور وہ اب تک ضرب المثل ہے بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم ؎

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی   نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

الغرض سب دنیا کو انہوں نے قرآن کریم اور ارشادات نبوی کا تعلیمی نصاب پڑھایا اور انہیں کی مبارک مساعی سے کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے اور عالم دنیا میں توحید و ایمان کا سراج وہاج ضیا پاشی کرنے لگا۔ تمام ادیان باطلہ مٹ گئے یا مغلوب ہو گئے اور صرف اسلام کا نیر تاباں آفتاب نصف النہار بن کر درخشندہ عالم بنا اور مشرق سے لے کر مغرب تک لا الٰہ الا اللہ کا طوطی بولنے لگا۔

اس طرح اسلام کی غالبیت کا جو وعدہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ وہ آپؐ کے تلامذہ اور خلفاء صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تبلیغ اور حیرت انگیز کوششوں کے ذریعے پورا فرما دیا جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى	اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ	ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام
كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔	ادیان پر غالب کر دے اس قول کی صداقت پر اللہ
(سورۃ فتح رکوع ۴)	ہی گواہ کافی ہے

چنانچہ صحابہ کرامؓ کی اس پاکیزہ جانباز فوج ۔ حزب اللہ ۔ نے تبلیغ اسلام کیلئے جس خطے کا رخ کیا وہ فتح ہوتا چلا گیا۔ عہد صدیقی کی فتوحات کے علاوہ شام مصر عراق عجم خوزستان آرمینیہ آذربائیجان فارس کرمان خراسان مکران دور فاروقی میں اور شمالی افریقہ روم قوقاز جزیرہ قبرص اور روڈس دور عثمانی میں اور قسطنطنیہ غزنی بلخ قندھار تا دریائے

سندھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوئے

شاعر مشرق نے کیا خوب ان کی زبان حال سے ترجمانی کی ہے ؎

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے   مئے توحید کو لیکر صفت جام پھرے
کوہ میں دشت میں لیکر ترا پیغام پھرے   اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرات صحابہ کرامؓ کے مخالفین۔

الاشیاء تعرف باضدادھا (کسی چیز کی صحیح معرفت اس کی ضد کے جاننے سے ہوتی ہے)، کے تحت حق و باطل کی ٹکر ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔ دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی صداقت اور حقیقت ایسی نہیں جس کے منکر اور مخالف موجود نہ ہوں۔ توحید باری تعالیٰ سے بڑھ کر واضح اور بین صداقت اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر لاکھوں بدبخت اس کے منکر ہیں۔ قرآن کریم اور رسالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسی ٹھوس حقیقتوں کے منکر موجود ہیں۔

صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اس کلیہ سے کب مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔ پہلی صدی ہی کے وسط سے منافقین نے معاذاللہ راویان قرآن کریم اور حاملین سنن نبویہ حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت و امانت پر انگشت نمائی کی۔ ان کے تقویٰ و طہارت اور اخلاص پر معاندانہ حملے کیے۔ ان کی تمام دینی کوششوں اور قربانیوں کو فاسد اغراض پر محمول کر کے اپنے لیے ضلالت اور جہنم کی راہ اختیار کی۔ اور یوں قرآن عظیم کی تعلیمات پر سے اعتماد اٹھانے اور سنت نبوی کو پامال کرنے کی مکروہ سازش کی اور آج تک کچھ بدنصیب اسی ورطہ ضلالت میں گم گشتہ چلے آرہے ہیں۔

مگر ہمیں ان پر اتنا تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے توبظاہر اسلام اور محبت اہل بیتؓ عظام کا خوشنما لبادہ ہی اس لیے اوڑھا ہے تاکہ درپردہ قرآن عظیم اور سنت نبوی اور ان کے رواۃ صحابہ کرامؓ حقیقی اہل بیت نبوی امہات المومنین، ازواج مطہرات کو تحریف اور طعن و تشنیع کا ہدف بنا کر ناقابل اعتماد کیا جائے اور بزرگان اہل بیت کی طرف وہ خود ساختہ اسلام

منسوب کیا جائے جس میں ہر خواہش نفسانی کا جواز موجود ہو۔

البتہ ان لوگوں پر ضرور تعجب اور صد افسوس ہے جو تقیۃً اہل سنت سے منسلک ہیں مگر صحابہ کرامؓ کی عیب گیری اور طعن و تشنیع ان کا دل چسپ مشغلہ بن چکا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ "رسولِ خدا کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے اور کسی کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کی ذہنی غلامی (تقلید) میں مبتلا نہ ہو[1]۔ حالانکہ اس کی زد میں صحابہ کرامؓ کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام بھی آجاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ بسا اوقات صحابہ پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے تھے[2]۔ کبھی کہتے ہیں کہ "صحابہ کی قلب ماہیت نہیں ہوئی تھی[3]۔ کبھی کہتے ہیں" کہ اگرچہ ان کے اندر سے صلاحیت کذب جبلی طور پر سلب تو نہ ہوتی۔ ان کے اندر سے دوسرے ذنوب بھی معدوم نہ ہوتے مگر آنحضورؐ پر جھوٹ بولنا بالکل معدوم اور قطعی طور پر ملیا میٹ ہوگیا[4]،، یعنی صحابہؓ صرف روایت عن الرسول تک عادل اور سچے ہیں بقیہ سب امور میں عام امت جیسے ہیں۔ ہر قسم کے گناہ ان میں بھی پائے جاتے تھے۔

پھر ایک قدم آگے بڑھایا اور ۱۹۶۵ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن کے مسلسل چند شماروں میں حضرت عثمان حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ولید بن عقبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کو ملوکیت کا بانی قرار دیتے ہوئے ان پر ایک طویل بھیانک الزامات کی فہرست جڑ دی جس کا ایک نمونہ آپ کتاب ہذا کے پانچویں باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں گے اور ضعیف و موضوع روایات کو چن چن کر صحابہ کرامؓ کی زندگی کا نقشہ اس قدر غلط اور بھیانک انداز میں ترتیب دیا کہ عبداللہ بن سبا لعین کے پیروکار خوشی سے کھلکھلا اٹھے اور یوں معلوم ہوا کہ گویا بدقسمتی سے ہمارا زمانہ تحریک سبائیت کا دورِ جدید ہے۔ جس کے سرپرست ایک طویل عرصہ تک بغض صحابہ کو تقیۃً چھپاتے رہے اور پھر سیاسی مصلحت سے خاص منصوبہ کے تحت صحابہ کرامؓ پر تنقید و تنقیص کے ذریعے اس کا اظہار شروع کر دیا ہے۔

پھر اسی پر اظہار بغض کا اختتام نہیں کیا بلکہ اس سب شائع شدہ مواد کو "خلافت سے

[1] - جماعت اسلامی کا دستور عقائد دفعہ ۶ - [2] تفہیمات ص ۲۹۴ چہارم [3] خلافت و ملوکیت باب چہارم

[4] ترجمان القرآن ج ۶۳ عدد ۲ ص ۱۱۲ از ملک غلام علی

ملوکیت تک" کے نام سے بمعہ اضافات تالیف کی شکل میں پیش کر دیا تو علماء اہل سنت کی غیرت ایمانی بھڑک اٹھی چنانچہ اس مکذوبہ روایات پر مشتمل اور رسوائے زمانہ کتاب "خلافت و ملوکیت" کے مختلف حضرات نے جوابات[1] لکھے اور حقیقت حال واضح کر دی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰه۔

مگر امیر جماعت نے ان پر توجہ کرنے یا اس نظریہ و رویہ سے توبہ کرنے کے بجائے الٹا علماء کو کوسا۔ ان کے حواریوں نے مطاعن صحابہؓ پر جتنا مواد جمع کر سکتے تھے۔ سبائی روایات سے جمع کر کے اپنے امیر کی تائید کی۔ چنانچہ آج اکتوبر ۱۹۷۱ء تک سینکڑوں صفحات صرف اسی پر سیاہ کیے گئے کہ ان صحابہ کرامؓ پر جو الزامات امیر جماعت اسلامی نے لگائے وہ سب صحیح اور ثابت ہیں اور اس کے برعکس جو کچھ علماء نے لکھا ہے وہ غلط اور باطل ہے

اس کے پس پردہ جو حقیقت جھلکتی ہے وہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں رہی۔ سنیت کے بھیس میں مذہب اہل سنت والجماعت کی بیخ کنی ہے۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم | کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

مخالفین کی اصولی غلطی :-

اس طرز نگارش میں مخالفین چند سنگین غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں جن کی کسی نام نہاد سنی سے توقع نہیں کی جاسکتی۔ چہ جائیکہ تجدید و احیائے دین کی مدعی جماعت اسے اپنا مشغلہ بنالے

اوّل :- صحابہ کرامؓ پر مطاعن سے متعلق جزوی روایات و واقعات کے اثبات کے درپے ہو کر وہ اس کے بدترین عواقب سے غافل ہو گئے۔ کہ بالفرض ان واقعات کی کچھ اصل ہو بھی تب بھی انکو اچھالنا منصوبہ کے تحت نشر و اشاعت کرنا ان کی زندگی کو ان روایات سے داغدار ثابت کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت مضر ہے اور رفض و تشیع کی بلاشبہ ترویج و اشاعت ہے۔ آج ہماری غلطیوں کی

[1] راقم کی اس اصولی کتاب کے علاوہ مقام صحابہؓ۔ عادلانہ دفاع - اظہار حقیقت۔ خلافت و ملوکیت۔ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق جیسی خلافت و ملوکیت کی تردید میں وقیع علمی کتابیں بار بار چھپتی ہیں۔ محب صحابہؓ جمہور مسلمانوں کو سنی ذہن سے ان کتابوں کی زیادہ قدر و اشاعت کرنی چاہیئے۔ جیسے جماعت اسلامی ایک تحریک و تنظیم کے تحت افسانہ نویسی اور ہجو نگاری کا مرقع مخالف عقیدہ اہل سنت۔ کتاب "خلافت و ملوکیت" کو بار بار چھاپتی ہے۔

بدولت لوگ اسلام سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اگر امت کے افضل اور اولین طبقہ حضرات صحابہ کرامؓ کے عیوب کی فہرستیں شائع کی جائیں اور اس پر خوب اصرار کیا جائے اور جن بعض اسلاف سے سہواً یا خطأً یا کسی خاص سیاق و سباق میں ایسا فقرہ نکل گیا جس سے بزعم خود اس مذموم طرز عمل کو تقویت ملے تو اسے خوب اچھالا جائے۔ اسلاف کی ایسی شاذ و نادر غلطیوں کو چن چن کر اپنا مسلک بنا لیا جائے اور ان کی دیگر تصریحات کی خوب خلاف ورزی کی جائے جو آپ باب پنجم میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے لوگ اسلام سے اور متنفر و بیزار ہی ہوں گے۔ اور بزرگان سلف کا احترام بلکہ ان پر سے اعتماد اٹھ جائے گا چنانچہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس سے اسلام اور مسلمانوں کو تو مضرت کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہاں امیر جماعت کے متعلق یہ عقیدہ ذہنوں میں خوب جمانے کی سعی کی گئی کہ موصوف خطا و لغزش سے تقریباً معصوم ہیں اور آپ کی تحریر نوشتہ تقدیر سے کم نہیں ہوتی ورنہ مسلسل سات سال سے بے جا وکالت کرنے اور معایب صحابہؓ کی مزید فہرستیں گنوانے اور دفاع کرنے والوں سے تحریری کشتی لڑنے کی ہرگز حاجت نہ تھی۔

دوم :- غیر صحاح غلط سلط روایات اور تاریخی اخبار سے بے دھڑک حضرات صحابہ کرامؓ پر ہر قسم کے گناہوں کا الزام لگاتے جانا کتاب اللہ کے صریح خلاف ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔ — تمہیں کفر بے حکمی اور نافرمانی سے بیزار کر دیا ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ نیکوکار ہیں۔

لازمہ بشریت کے تحت قرآن کریم نے جہاں ان کی چند خطائیں ذکر کی ہیں وہ وعظ اور تنبیہ کے علاوہ ان حضرات کی مدح و مغفرت پر بھی مشتمل ہیں (ملاحظہ ہو باب دوم کا آخر) لہٰذا وعظ و تنبیہ کے منصب سے عاری افراد کا مدح و مغفرت ذکر کیے بغیر صرف غلطیاں گننا اور مطاعن کی صورت پیدا کرنا نصوص قرآنیہ کی رو سے حرام ہے۔

سوم :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں بھی ایک متحرک اور حساس قلب موجود ہے۔ آپؐ کے جاں نثاروں اور دوستوں کی برائی اور بدگوئی کرنے سے یقیناً آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے جس کی حرمت واضح ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱- لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ۔ (رواہ ابوداود، مشکوٰۃ ص۴۱۲) — میرے صحابہ کا کوئی فرد دوسرے صحابی کے متعلق نامناسب بات میرے علم میں نہ لائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ صاف دل ہو کر تمہارے پاس آیا جایا کروں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی صحابی کے متعلق کوئی شکایت اور عیب خواہ صحیح ہو یا غلط آپؐ سننا ہی نہیں چاہتے اور اپنے دل کو اس غبار سے صاف رکھنا چاہتے ہیں۔

۲- ایک دفعہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ میں کچھ تیز کلامی ہو گئی۔ حضرت خالدؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں شکایت کی تو آپ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہو۔ کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کی مقدار سونا خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ صحابہؓ کے ایک مد (تین پاؤ) بلکہ اس کی نصف مقدار اناج کے انفاق کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری و مسلم)

غور کرنے کا مقام ہے کہ آپؐ نے حضرت خالدؓ کو جھٹلایا نہیں اور نہ ہی آپ سے گواہ طلب کیے۔ بلکہ واقعہ کی صحت اور غلطی سے اعراض کرتے ہوئے ایک فیصلہ کن اصولی ہدایت تعلیم فرمائی کہ میرے صحابہؓ کی شکایت مت کرو اور شکایت کو بدگوئی اور سب سے تعبیر فرمایا جس سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ مثالب کے جزوی و تاریخی واقعات سب غلط ہوں یا کچھ صحیح بھی ہوں ان کو نشر کرنا اور ان کے ذریعے صحابہؓ کرام پر طعن کرنا شکایت کرنا اور دوسروں تک پھیلانا، سب حرام ہے اور سب و شتم میں داخل ہے۔

۳- اکرموا اصحابی فانھم خیارکم۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۴) — لوگو! میرے صحابہؓ کی عزت کرتے رہنا کیونکہ بلاشبہ وہ تم سے بہتر ہی ہیں۔

۴- اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کو میرے بعد طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے

اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِىْ وَمَنْ اٰذَانِىْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ.	محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے دراصل میرے ساتھ اپنے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انہیں طعن وتشنیع سے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو ایذا دی (یعنی ناراض کیا) اور
ہذا حدیث غریب ۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۶ واللفظ له وموارد الظمان ملخص صحیح بن حبان ص ۵۶۹	

جس نے اللہ کو ناراض کیا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اچک لے گا۔ (برا عذاب دے گا۔)

اس حدیث میں آپؐ نے صحابہؓ کی شان میں تنقیص گستاخی اور ان کی عیب جوئی پر بار بار خدا کا خوف دلایا ہے۔ ان کو ہدف طعن بنانے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ اپنے ساتھ محبت کی نشانی صحابہ کرامؓ کی محبت کو قرار دیا ہے۔ اور اپنے ساتھ بغض کی نشانی ان کے ساتھ بغض کو قرار دیا ہے (یعنی محب صحابہؓ محب رسولؐ ہے اور مبغض صحابہ درحقیقت مبغض رسول ہے) ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اپنی ایذا کو اللہ کی ایذا قرار دیا ہے۔

حضرت معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرات خلفاءِ اربعہ وامہات المومنین رضی اللہ عنہم ہوں۔ کسی گروہ یا کسی فرد سے بغض رکھنا یا ان کے عیوب شمار کرنا شیعہ ونیم شیعہ مورخین اور رواۃ وضاعین کی اخبار وروایات پر بالاصرار اعتماد کرنا اور ان پر طعن وعیب گیری کرنا یقیناً حدیث بالا کا مصداق اور ان کو نشانہ بنانا ہے ایسے شخص یا گروہ کا رشتہ اہل سنت والجماعت سے کٹ کر روافض سے ہو جاتا ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔

۵ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ اَوْصٰى بِهِمْ ۔ الصواعق المحرقہ ص ۵	سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگو! اپنے نبی علیہ السلام کے صحابؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا۔ کیونکہ آپؐ نے ان کے حفظِ حقوق کی وصیت فرمائی ہے۔

۶۔ صحابہؓ پر حضورؐ کی تنقید کی حکایت بھی اکابر صحابہؓ کے ہاں ممنوع تھی۔ چنانچہ ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۸۴ میں ہے" کہ عہد فاروقی میں حضرت حذیفہؓ اور سلمان فارسیؓ مدائن میں عہدوں پر تھے

حضرت حذیفہؓ مجلس احباب میں ایسی باتیں سناتے جو کبھی غصہ کی حالت میں حضورؐ نے اپنے بعض صحابہؓ سے کہی تھیں حضرت سلمانؓ کو ان کا پتہ چلتا وہ ناپسند کرتے اور تصدیق نہ کرتے تھے حضرت حذیفہؓ نے شکایت کی کہ میری روایت عن الرسولؐ کی آپ تصدیق کیوں نہیں کرتے تو حضرت سلمانؓ نے فرمایا کہ حضورؐ غصہ سے کبھی صحابہؓ سے بولتے تو خوش بھی ہو جاتے تھے۔ کیا آپ اس سے باز نہ آئیں گے کہ کچھ صحابہؓ کے متعلق بغض اور کچھ کے متعلق محبت لوگوں میں پیدا کر کے اختلاف اور فرقہ بندی ڈالیں۔ حالانکہ میں نے حضورؐ کا خطبہ سنا ہے" فرمایا کہ میری امت کے جس آدمی کو میں نے برا بھلا کہا یا غصہ میں لعنت کی تو میں بھی آدم کا بیٹا ہوں ان کی طرح غصہ آتا ہے اے اللہ تو نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا تو قیامت کے دن اس بدگوئی کو ان پر رحمت بنا دے۔ خدا کی قسم حذیفہؓ! اب اگر تم باز نہ آئے تو میں عمرؓ کو شکایت لکھوں گا۔

(باب النہی عن سب اصحاب رسول اللہ)

چہارم:۔ حضرات صحابہ کرامؓ پر تنقید ان کی عیب جوئی اور اسکی اشاعت کا یہ رویہ عہد صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز امت مسلمہ حقہ کے مسلّمہ اس اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے" کہ سب صحابہؓ کا ذکر بھلائی سے کرنا واجب ہے ان پر طعن وتشنیع حرام ہے۔ مولانا عبد العزیز فرہارویؒ (من علماء القرن الثالث عشر) الناہیہ عن طعن معاویہؓ ص ۵ پر لکھتے ہیں سلف سے لے کر خلف تک تمام علماء اہل سنت والجماعۃ کا متفقہ اجماع چلا آرہا ہے کہ سب صحابہؓ کرام کا ذکر صرف اچھائی سے کرنا واجب ہے اور تمام اہل سنت والجماعۃ اس پر متفق ہیں کہ مشاجرات کی بعض ثابت روایات کی بھی تاویل کی جائے تاکہ عوام وسوسہ اور شکوک سے محفوظ رہیں اور جو قابل تاویل نہ ہوں تو وہ مردود ہیں کیونکہ صحابہ کرامؓ کی فضیلت، حسن سیرت اتباع حق نصوص قطعیہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے تو اخبار آحاد خصوصاً متعصب افترا پرداز روافض کی روایات اس کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہیں۔ حافظ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ المتوفی ۷۰۲ھ اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں۔

ومانقل فیما شجر بینهم و اختلفوفیه فمنه ما هو باطل وکذب فلا یلتفت الیه	صحابہ کرامؓ کے آپس میں جو اختلافات منقول ہیں ان کا ایک حصہ بالکل باطل اور جھوٹ ہے۔ جو قابل توجہ ہی نہیں اور جو کچھ صحیح ہے اس کی ہم

وما كان صحيحا اولناه تاويلا حسنا لان الثناء عليهم من الله سابق وما نقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل والمشكوك والموهوم لا يبطل المحقق والمعلوم۔ هذا

بہتر تاویل ہی کریں گے کیونکہ رب تعالیٰ کی جانب سے ان کی تعریف مقدم ہے اور مابعد کا منقول کلام قابل تاویل ہے۔ مشکوک اور موہوم چیز ثابت شدہ اور یقینی چیز کو باطل نہیں کرسکتی۔ یہ عقیدہ محفوظ کرلو۔

اس سلسلے میں محققین علماءِ امت کی اور بیسیوں تصریحات باب چہارم اور پنجم میں ملاحظہ فرمائیں۔

اہل سنت والجماعت کا صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ عقیدہ

بہرحال ناجی اور حق پرست سوادِ اعظم مسلمانانِ اہل سنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ سب صحابہؓ عادل اور ثقہ ہیں۔ کسی مومن کو ان کی عدالت و دیانت پر شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ ہر کام میں مخلص پاکباز اور نیک نیت تھے۔ محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے سب کچھ کرتے تھے۔ ان کے کسی اجتماعی یا انفرادی کام میں ہوا نفسانی کو دخل نہ تھا ان کا نزاع واختلاف بھی محض صدق واخلاص پر مبنی تھا۔ اس لیے امت کے ہر فرد کے ذمے واجب ہے کہ ان کا تذکرہ صرف بھلائی سے کرے۔ ان کی برائی و بدگوئی کرنا، ان پر طعن وتشنیع وعیب گیری کرنا سب حرام ہے۔ ان پر تنقید وگرفت کرنا یا ان کی خطایا وزلات کا مجموعہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کرنا اور اس کی تشہیر کرکے لوگوں کو ان سے بدظن کرنا سب حرام ہے۔

ان کی سیرت وکردار بے داغ اور امت کے لیے مثالی نمونہ تھا۔ تاریخ کی ایسی رطب اور یابس روایات — جن سے ان کی پاکیزہ سیرت پر حرف آتا ہو — کی تردید یا کم ازکم تاویل کرنی واجب ہے اور ان کے ظاہر کے موافق عقیدہ رکھنا یا کسی صحابیؓ سے بدظن رہنا حرام ہے۔

ان کے آپس کے جو مشاجرات اور اختلافات مروی ہیں وہ سب خطا اجتہادی کے تحت داخل ہیں اور وہ گناہ نہیں نیز ان کی بخشش یقینی اور قطعی ہے۔

صحابہ کرامؓ سے عقیدت کی عقلی وجہ :-

حضرات صحابہ کرامؓ سے حسن عقیدت رکھنا اور ان پر طعن وتنقید سے روکنا واجب ہے

اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطۂ عرب میں انہی صحابہ کرامؓ کو کتاب وحکمت کی تعلیم وتربیت دے کر اور تزکیۂ نفس کرکے تمام دنیا اور آنے والی نسلوں کے لیے مبلغ تیار کیا اور انہوں نے ہی وحی ربانی اور تعلیمات نبوی کو تمام دنیا میں پھیلایا۔ وہ قرآن وحدیث کی صداقت کے عینی گواہ اور اول راوی ہیں۔ اگر ان کی عدالت مشکوک وغیر معتبر ہو یا ان پر طعن وتشنیع کا دروازہ کھولا جائے تو یقیناً اس کی لپیٹ میں سارا دین اسلام آجائے گا کیونکہ وہ اولین گواہوں اور اصل رواۃ کی مجروحیت کی وجہ سے مجروح اور ناقابل اعتبار ٹھہرے گا۔ ہم اپنی طرف سے یہ وجہ بیان نہیں کرتے محدث جوینیؒ اور دیگر کئی اکابر محدثین نے بیان کیا ہے۔

محدث جلیل حافظ ابوزرعہ رازیؒ المتوفی ۲۶۰ھ نے کیا خوب ہی کہا ہے۔

قال ابوزرعة اذا رءيت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق وذالك ان الرسول صلى الله عليه وسلم حق والقرآن حق وانما ادى الينا هذا القرآن والسنن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم اولى وهم زنادقة۔

(الكفاية في علم الرواية ص۴۹ للخطيب البغدادي ورد ذكره كثير من اصحاب اصول الحديث)

امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابیؓ پر تنقید یا تنقیص کرتے دیکھو تو یقین کرلو کہ وہ زندیق اور بداعتقاد ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے اور ہم تک تو قرآن کریم اور سنن نبویہ صحابہ کرامؓ نے پہنچائی ہیں تو یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کردیں تاکہ کتاب وسنت سے اعتماد اٹھ جائے حالانکہ یہ خود جرح کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ زنادقہ اور بے دین ہیں۔ یہ قول بہت سے علماء اصول حدیث نے نقل کیا ہے

امام ابوزرعہؒ کی اس بات کی صداقت مندرجہ ذیل عقلی مثالوں سے واضح ہے۔

۱۔ ایک عارف ربانی کامل مرشد کے لاکھوں مریدین ہوں جس نے مدت دراز تک ان کا تزکیۂ نفس کرکے ہر قسم کی روحانی امراض اور رذیل خصائل سے ان کو پاک کیا ہو مگر ان لاکھوں میں

سے اپنے خاندان کے دو چار افراد کے سوا سب کو ہی خود غرض دنیا کے حریص اور برائیوں کے دلدادہ تصور کیا جائے تو یہ دراصل عارف ربانی کی سب محنت اور تزکیہ نفس پر پانی پھیرنا اور اسے نااہل ثابت کرنا ہے۔

۲۔ ایک جید عالم اور تدریس میں تجربہ کار معلم نے مدت مدید تک ایک معیاری درسگاہ میں ہزاروں شاگردوں کو کئی علوم پڑھاتے ہوں مگر جب نتیجہ برآمد ہو تو معلم کے چند رشتہ داروں اور متعلقین کے سوا سب فیل اور ناکام ہو جائیں تو اس معلم کا کیا حشر ہوگا۔ قوم کو کیا منہ دکھائے گا۔ طلباء کی ناکامی استاد کی ناکامی ہوگی۔ محکمہ تعلیم معلمین کی فہرست سے اس معلم کا نام خارج کر دے گا اور ادارے کی بدنامی اس پر مستزاد ہوگی۔

۳۔ کروڑوں روپے کے شاہی مصارف سے ایک کئی منزلہ بلند اور حسین و منقش عمارت تعمیر کی جائے جسے دنیا کے سب سے بڑے معمار اور انجینئر نے زمانہ طویل میں تعمیر کیا ہو۔ مگر تعمیر ہو چکنے کے بعد چند معمار کے رہائشی کمروں کے سوا سب عمارت ہی دھڑام سے نیچے آ رہے تو سب مال و محنت کی بربادی کے علاوہ معمار کو تو منہ چھپانے کی جگہ نہ ملے گی۔

۴۔ ریاست کا سب سے عمدہ ہسپتال ہو۔ قابل ترین ڈاکٹر نے لاکھوں مریضوں کا مدت دراز تک معالجہ کیا ہو مگر وہ لاکھوں مریض صحت کا سرٹیفکیٹ لے کر جب فارغ ہوں تو معالج کے چند رشتہ داروں اور دو چار متعلقین کے سوا سب بدستور بیمار ہوں۔ تو دنیا اس ہسپتال معالجہ اور اس ڈاکٹر کے متعلق کیا رائے قائم کرتے گی؟ یہی کہ خود غرض و نالائق تھا حرام تنخواہ لی اور قوم کا مال اور وقت برباد کیا۔

بغض صحابہ کرامؓ کے نتائج :-

اب ان مثالوں کی روشنی میں دیکھیے کہ خالق انسانیت نے تمام عالم کی ہدایت تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی معلم اور مزکی و مصلح بنا کر بھیجا۔ انسانیت کی تعمیر و تکمیل آپ کے سپرد کی۔ چنانچہ معلم ہونے کی حیثیت سے آپؐ نے لاکھوں افراد کو کتاب و سنت کی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا۔ مزکی اور مصلح کی حیثیت سے ان کا تزکیہ نفس کیا۔ معالج ہونے کی حیثیت سے ان کو ہر قسم کی روحانی اور قلبی امراض سے شفا یا

---

[1] ان امثلہ میں روافض پر تعریض ہے۔

یا۔ معمار انسانیت کی حیثیت سے انسانی سوسائٹی کی ایک بہترین عمارت تعمیر فرمائی الغرض اپنے جملہ مناصب کما حقہٗ ادا کیے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جملہ کارنامے اور صفات عالیہ دنیا اسی وقت تسلیم کرے گی اور آپؐ اپنے مقاصد میں اس وقت دنیا کی نظر میں کامل کامیاب متصور ہوں گے جبکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقدس لشکر آپؐ کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت کا پورا مظہر ہوگا اور تقویٰ و اخلاص، عدالت و پاکبازی اور دیانت و امانت میں دوسروں کے لیے کامل نمونہ اور یگانہ روزگار ہوگا۔

لیکن اگر کوئی گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی ایک داماد دو نواسوں اور ان کے تین چار احباب کے سوا سب صحابہ کرامؓ ہی کو معاذ اللہ منافق، خود غرض، ظالم اور جاہل تصور کرے تو وہ دراصل حضور علیہ السلام کے ان مناصب عالیہ ۔ معلم، مزکی، مصلح، ہادی اور فائز المرام ۔ کا منکر ہے۔

جو آدمی دو چار حضرات کے سوا سب صحابہ کرامؓ کو مرتد، منافق یا غاصب سمجھتا ہو تو وہ قرآن کریم کی حقانیت و اعجاز اور رسالت محمدی کا کھلا منکر ہے اور اس کا قرآن و رسالت پر دعویٰ ایمان یا تقیہ ہے یا محض ہذیان ہے۔ اسی طرح جو جماعت صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت پر خود غرضی اور ملوکیت کا الزام لگاتی ہے اور ہر قسم کے بھیانک گناہ ان کی طرف منسوب کرنے میں بے باک ہے اور ان کی عیب چینی کرتی اور ان کی برائیاں گنتی رہتی ہے۔ وہ غیر شعوری طور پر آپؐ کی تعلیم و تزکیہ میں کیڑے نکالتی اور راہ ضلالت اختیار کرتی ہے۔ (العیاذ باللہ)

صحابہ کرامؓ کے شخصی مناقب پر ایک نظر :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت طیبہ اور تزکیہ و تربیت نے حضرات صحابہ کرامؓ میں بارش کی طرح متعدد اثرات اور صفات پیدا کیں۔ چنانچہ شخصی طور پر ایک ایک صحابیؓ کی زندگی پر آپ نگاہ ڈالیں اس میں کوئی نہ کوئی امتیازی وصف آپ ضرور پائیں گے۔ آپؐ کے یار غار و مزار حضرت ابوبکرؓ اگر صدیقین کے امام اور عتیق ہیں تو حضرت عمرؓ عادلوں کے سرتاج اور

فاروق اعظم ہیں حضرت عثمان غنیؓ سب امت سے بڑھ کر سخی، حیادار اور ذوالنورین سے ملقب ہیں تو حضرت علیؓ شجاعت و قضا میں ضرب المثل ہیں۔ حضرت زبیر بن عوامؓ حواری رسولؐ سے مشرف ہیں تو حضرت طلحہؓ آپؐ کے محافظ اور پاسبانی میں ممتاز ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اگر اسلام کے سب سے پہلے تیر انداز، شہسوار اسلام اور فاتح کسریٰ ہیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ امانت دار تاجروں میں سے ہو کر آپؐ کے مصاحب خاص ہیں۔ فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اس امت کے امین سے ملقب ہیں تو عشرہ مبشرہ کی ایک اور شخصیت حضرت سعید بن زیدؓ تقویٰ و عبادت میں عالی مقام ہے۔

حضرت سلمانؓ فارسی، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ کی جنت مشتاق ہے تو حضرت حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار اور حضرت بلال بن ابی رباحؓ جنت میں چہل قدمی کرنے والے اور موذن رسول ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اللہ کی ننگی تلوار اور فاتح اسلام ہیں تو فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت زیاد بن ابی سفیانؓ تدبیر و سیاست میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

حضرت ابوالدرداؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ زہاد اور متقیوں کے امام ہیں تو عم رسول حضرت حمزہؓ سید الشہدا ہیں۔ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت خبابؓ بن ارت حضرت صہیب رومیؓ اسلام کی راہ میں اذیتیں اٹھانے والے مشہور ہیں تو حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہم حضرات رواۃ حدیث اور مبلغین صحابہؓ میں صف اول پر ہیں۔

حضرات خلفاء اربعہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ علما و فقہا کے امام ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبر امت اور ترجمان القرآن ہیں۔ عام صحابہ کرامؓ نے تبلیغ اسلام کی خاطر اگر دشت و جبل کی خاک چھانی ہے تو اہل بیت نبوی امہات المومنین ازواج مطہراتؓ نے اپنے گھروں میں درسگاہیں کھول کر دین کے ایک تہائی حصہ کی امت کو تعلیم دی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ ثرید کے کھانے کی طرح افضل النساء ہیں تو خدیجہ الکبریٰؓ مخصوص خدمات کی وجہ سے خیر النساء کہلاتی ہیں۔

اگر مہاجرین سبقت الی الایمان اور ہجرت و معیت رسولؐ کی بدولت اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندوں میں سے ہیں تو انصار مدینہؓ بھی نصرت رسالت مآبؐ اور دین کی خاطر بیش بہا قربانیوں کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور لاڈلے صحابہ ہیں۔ تین سو تیرہ حضرات اصحاب بدرؓ اگر جنت کی بشارت سے سرفراز ہیں تو سات سو شرکاء احد کا دامن بھی عفو و مغفرت خداوندی سے مالا مال ہے۔ جہاں سے حدیبیہ والے ۱۵۰۰ یا ۱۸۰۰ سو صحابہ کرامؓ کو قطعی جنت اور مغفرت الٰہی کا پروانہ ملا ہے وہیں سے فتح مکہ میں شریک ہونے والے دس ہزار قدسیوں کو تورات و انجیل کی شہادت ... اللہ اور اہل جنت ہونے کا تمغہ ملا ہے۔

فتح مکہ سے اسلام لانے والے اگرچہ درجہ جنت اور رضوان خداوندی کی بشارتوں سے سعادت مند ہیں تو فتح مکہ کے بعد تا وفات نبوی اسلام لانے والوں کے ساتھ "وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"[1] کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا"[2] کا مصداق ہیں۔ اگر تیس ہزار یا بروایت دیگر ستر ہزار غزوہ تبوک کے شرکاء جنت کے عوض اپنی جانوں اور مالوں کو راہ خدا میں بیچنے والے جہاد کرنے والے شہادت کے لیے بے تاب، توبہ کرنے والے عبادت گزار رب تعالیٰ کے حمد کناں، روزہ دار، رکوع و سجدہ کرنے والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، اللہ کی حدود کے محافظ اور جنت کی بشارت سے سرفراز مومن ہیں[3] تو حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ارشادات سے متمتع ہونے والے سوا لاکھ صحابہ کرامؓ بھی اتمام نعمت اور اکمال دین کے شرف سے ممتاز ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو نیک اعمال اور نصرت و معیت نبوی کی وجہ سے بار بار نعیم جنت اور رضوان خداوندی کا تمغہ دیا ہے۔ ایسے ہی ان سے صادر ہونیوالی چند خطاؤں اور لغزشوں کے متعلق عفو و مغفرت کی بار بار خبر دے کر انہیں معافی کا پروانہ

---

[1] (فتح مکہ سے پہلے کے مومن ہوں یا بعد کے) ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی رضوان و جنت کا وعدہ فرمایا ہے (حدید ع ۱) [2] جب اللہ کی مدد آ جائے اور مکہ فتح ہو اور آپؐ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھیں۔ الخ نصر پ ۳۰۔ [3] ماخوذ از سورۃ توبہ ع ۱۴

دے دیا ہے ۔ ؎

اولٰئک اٰبائی فجئنی بمثلھم ۔ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

ان کے کارناموں سے ہمیں کیا نسبت؟ اور ان کے مراتب عالیہ سے ہمیں کیا واسطہ؟

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب موازنہ کیا ہے۔ ؎

خودکشی شیوہ تمہارا اور وہ غیور و خوددار ۔ تم اخوت سے گریزاں وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار ۔ تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستان بکنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

رضی اللہ عنہم وارضاھم وجمیع متبعیھم الی یوم الدین

واللہ الہادی

باب اول

صحابیت اور عدالت کا مفہوم و مصداق

ان تمہیدی گزارشات کے بعد اب ہم حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت و تزکیہ پر چند ابواب کے تحت قرآن کریم احادیث نبویہ آئمہ احادیث و سیر کے ارشادات اور علماء عقائد کی تصریحات پیش کریں گے اور بعض شبہات کا انشاء اللہ ازالہ بھی کریں گے۔ مگر اس سے پہلے صحابی کی تعریف اور عدالت کا معنی و مصداق سمجھ لینا مناسب ہے۔

صحابیؓ کی تعریف :-

جمہور امت مسلمہ اور محدثین کرامؒ فرماتے ہیں ۔ کہ جس شخص کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات ہوئی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوتی ہو اگرچہ وہ العیاذ باللہ درمیان میں مرتد بھی ہو گیا ہو وہ مسلمان صحابیؓ ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی (۹۱۱ھ) تدریب الراوی شرح تقریب النووی ص ۳۹۶ پر صحابیت کی تعریف میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیتے ہیں۔

فالاولی ان یقال من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومات مسلما۔ اما من ارتد فقال العراقی فی دخولہ فیھم نظر فقد نص الشافعی وابوحنیفۃ علی ان الردۃ محبطۃ للعمل

صحابیؓ کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے۔ کہ جس شخص کی ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور اسلام پر فوت ہوا وہ صحابیؓ ہے۔ ہاں جو درمیان میں مرتد ہو گیا تو اس کے متعلق حافظ تقی الدین عراقی کہتے ہیں کہ اس کا صحابہؓ میں داخل ہونا محل نظر ہے۔ کیونکہ

قال والظاھر انھا للصحبۃ السابقۃ کقرۃ بن ملیرۃ والاشعث بن قیس اما من رجع الی الاسلام فی حیاتہ کعبد اللہ بن ابی سرح فلا مانع من دخولہ فی الصحبۃ وجزم شیخ الاسلام فی ھذا والذی قبلہ ببقاء الصحبۃ لہ ۔

امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ارتداد سے عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ اس قول کا متبادر معنی یہی ہے کہ ارتداد نے سابقہ صحبت کو باطل کیا جیسے قرۃ بن میسرہ اور اشعث بن قیس (کہ وفات نبوی کے بعد مرتد ہوئے تھے) اور جو شخص مرتد ہو کر پھر حضورؐ کی زندگی ہی میں اسلام لے آیا جیسے حضرت عبد اللہ بن ابی سرح تو اس کے صحابہ میں شمار ہونے میں کچھ مانع نہیں۔

مگر شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے اس صورت میں اور وفات نبوی کے بعد ارتداد پھر قبول اسلام دونوں صورتوں میں اس کو صحابی کہا ہے۔

چنانچہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور علامہ بدر الدین عینی نے بھی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اسی تعریف کو اختیار کیا ہے اور اسے جمہور کا مسلک بتایا ہے پھر لکھتے ہیں

فلو ارتد ثم عاد الی الاسلام لکن لم یرہ ثانیا فالصحیح انہ معدود فی الصحابۃ لاطباق المحدثین علی عد الاشعث بن قیس ونحوہ ممن وقع لہٗ ۔

پس اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر پھر اسلام لے آیا لیکن پھر حضورؐ کو دیکھ نہ سکا تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ صحابہؓ میں شمار ہوگا کیونکہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اشعث بن قیسؓ اور اس جیسے جن لوگوں سے ارتداد ہوا تھا وہ صحابیؓ ہیں

(فتح الباری ج ۷ ص ۳ واللفظ لہ وعمدۃ القاری ج ۷ ص ۵۸۴)

نیز حافظ ابن حجر الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۸ پر رقم طراز ہیں۔

جس صحیح ترین فیصلہ پر میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ صحابیؓ وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر فوت ہوا ہو۔ پس ہر وہ شخص صحابیؓ ہوگا جس کو طویل عرصہ آپ کی صحبت نصیب ہوئی ہو یا تھوڑی دیر اور جس نے آپؐ سے حدیث روایت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور جس نے آپؐ کی رفاقت میں جہاد کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور وہ بھی جس نے ایک ہی بار آپؐ کو دیکھا ہو اور اسے آپؐ کے پاس بیٹھنا نصیب نہ ہوا ہو۔ اور وہ بھی جو کسی عارضے مثلاً اندھے پن کی وجہ سے آپؐ کو دیکھ نہ سکا ہو" انتہیٰ۔

صحابیؓ کی تعریف علماء شیعہ سے :-

۱۔ شیعہ کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس ثالث صحابیت کی بحث میں لکھتے ہیں۔ " جاننا چاہیئے کہ بنا بر ظاہر ترین اقوال کے صحابی وہ مسلمان ہے جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی ہو جبکہ ایمان لا چکا ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو اگرچہ اس کے ایمان لانے اور اسلام پر وفات میں کبھی ردّت بھی ہوئی ہو۔ ملاقات سے مراد عام ہے۔ پاس بیٹھنا۔ ساتھ چلنا ایک دوسرے کے پاس جانا خواہ آپؐ سے بات نہ کر سکا ہو یا (اندھا ہونے کی وجہ سے) نہ دیکھ سکا ہو۔ پھر احترازی مثالیں دے کر تعداد کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔

۲۔ مولف روضۃ الاحباب (شیعہ کی مستند کتاب) نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی معین تعداد معلوم نہیں لیکن بعض سفروں اور جہادوں سے ان کی تعداد معلوم ہوتی ہے جیسے تبوک اور حجۃ الوداع میں۔ تبوک میں ۳۰ ہزار یا ۴۰ ہزار یا ۷۰ ہزار اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ حضور علیہ السلام کے ملازم خاص تھے۔

۳۔ اور خاتم المجتہدین شیخ زین العابدین علی آملی نے اپنی تالیف شرح درایہ اصول حدیث میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ ایک لاکھ چودہ ہزار تھے مولف (نور اللہ) یہ کہتا ہے کہ جس نے ۷۰ ہزار یا ایک لاکھ تعداد بتائی ہے اس نے مطلق صحبت کا لحاظ کیا ہے اور جس نے کم بتائی ہے اس نے صحابی کی تعریف میں سابقہ خاص قیود کلیہ یا جزیہ کا اعتبار کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ اسلام و ہجرت میں سبقت۔ حضورؐ کی معیت۔ آپؐ کے ساتھ جہاد میں شرکت۔ آپؐ کے جھنڈے کے نیچے شہادت، آپؐ سے تحصیل معرفت و علم، مشاہدہ و مکالمہ اور آپؐ کے ساتھ رفاقت کے اعتبار سے مختلف درجات کے مالک ہیں اگرچہ شرف صحابیت (اور احترام) میں یکساں ہیں۔ صحابی کی پہچان تواتر سے، مشہوری سے اور

کسی معتبر آدمی کے خبر دینے سے ہو جاتی ہے (بلفظہ مجالس المومنین ج ۱ ص ۱۵۲ ، ۱۵۳)

۴۔ حافظ معتزلی کا قول ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے طویل عرصہ آپ ؐ کی صحبت کی ہو اور آپ ؐ سے روایت بھی کی ہو۔ ایک قول میں سعیدؒ بن المسیب سے دو سال کی صحبت یا ایک دو لڑائیوں میں شرکت منقول ہے۔ امام مالکؒ سے بھی ایک ایسا قول منقول ہے۔ مگر یہ اقوال حافظ تقی الدین عراقی وسیوطی کے بیان کے مطابق ضعیف ہیں۔ صحابی کی تعریف میں غیر معتبر و مرجوح ہیں بالفرض مانے جائیں تو یہ صحبت کاملہ کی تعریف ہیں ورنہ زیر بحث اصطلاحی تعریف کے یہ حضرات منکر نہیں ہیں۔

۵۔ تیرھویں صدی کے شیعہ محقق شیخ عباس قمی صحبت نبوی اور صحابہ کرامؓ کے اوصاف میں فرماتے ہیں "حضورؐ کی محفل اصحاب بردباری، حیا، سچائی اور امانت داری کی مجلس تھی اس میں آواز بلند نہ ہوتی، کسی کو برا نہ کہا جاتا تھا۔ اس محفل کی برائی کہیں نہ کی جاتی تھی۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو صحابہ کرامؓ اسے آگے نقل نہیں کرتے تھے

وہمہ بایکدیگر در مقام عدالت وانصاف واحسان بودند ویکدیگر را بتقویٰ وپرہیزگاری وصیت مے کردند بایکدیگر در مقام تواضع وشکستگی بودند پیراں را توقیر مے کردند وبر خرد سالاں رحم مے کردند وغریباں را رعایت میکردند الخ۔ (منتہی الآمال ج ۱ ص ۲)

وہ سب ایک دوسرے کے حق میں عادل پاکباز منصف اور محسن تھے ایک دوسرے کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ متواضع اور فروتنی سے سلوک کرتے تھے بوڑھوں کی عزت کرتے چھوٹوں پر رحم کرتے اور غریبوں کا لحاظ کرتے تھے۔

بس عدالت صحابہؓ کی یہی تشریح ہے۔ قرآن وسنت کی گواہی ان کے حق میں یہی ہے اور اس پر ہم سب مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں اور انکے خلاف کچھ سننا سنانا برداشت نہیں کرسکتے حافظ خطیب بغدادی قاضی محمد بن طیبؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قال لاخلاف بین اھل اللغۃ فی ان القول (صحابی) مشتق من الصحبۃ وانہ لیس بمشتق من قدر منھا مخصوص

اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ لفظ صحابی "صُحبۃ" سے مشتق ہے اور اس کی کسی معین مقدار سے مشتق نہیں بلکہ ہر

بل ھو جار علی کل من صحب غیرہ قلیلا کان او کثیرا (کفایہ فی علم الروایہ ص ۵۱)

اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے کسی کی تھوڑی یا بہت صحبت نصیب ہوتی ہو (پس حضور علیہ السلام کی تھوڑی یا بہت صحبت پانے والا صحابیؓ ہے۔)

حضرت امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں۔

کل من صحبہ سنۃ او شھرا او یوما او ساعۃ او راٰہ فھو من اصحابہ لہ من الصحبۃ علی قدر ما صحبہ وکانت سابقتہ معہ ونظر الیہ۔ (کفایہ ص ۵۱)

ہر وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک گھڑی صرف آپ ؐ کی مصاحبت کی ہو یا صرف زیارت کی ہو تو وہ صحابی ہے اس کو اپنی صحبت حضورؐ کے ہمراہ اعمال صالحہ میں سبقت اور زیارت کی مقدار ثواب ملیگا۔

الغرض سب سے اصح اور جامع مانع تعریف یہی ہے کہ جس خوش نصیب کو لمحہ بھر بھی ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوئی ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو وہ صحابی ہے اور صحبت کے تمام فضائل ومناقب علی قدر مراتب اسے حاصل ہوں گے۔

کیا صحابیت کے لیے تمیز وبلوغ شرط ہے؟

کیا صحابی ہونے کے لیے آپ ؐ کی زیارت کے وقت تمیز وپہچان اور بلوغ بھی شرط ہے یا نہیں؟ تو صحیح یہ ہے کہ تمیز تو شرط ہے چنانچہ جن بچوں کو آپ ؐ نے شیر خوارگی کے زمانے میں دیکھا یا گھٹی پلائی تو وہ صحابی نہیں (البتہ عام تابعین سے وہ افضل ہیں) ہاں بلوغ شرط نہیں۔ چنانچہ حضرت حسن وحسین، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے صغار حضرات ضرور صحابہ کرامؓ میں داخل ہیں۔

حافظ تقی الدین عراقی "نکت" میں فرماتے ہیں۔

"ابن معین ابو زرعہ ابو حاتم اور ابو داؤد وغیرہم رحمہم اللہ محدثین کے ظاہر کلام سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ صحابیت کے لیے تمیز شرط ہے کیونکہ علمائے محدثینؒ نے ان بچوں پر صحابیت کا حکم نہیں لگایا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی پلائی یا ان کے چہروں پر ہاتھ لگایا۔ یا ان کے منہ میں لعاب مبارک ڈالا۔ جیساکہ محمد بن ابی حاطب، عبدالرحمن بن عثمان التیمی اور عبداللہ بن ابی معمر وغیرہ۔"

حافظ عراقیؒ کہتے ہیں کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ صحابیت کے لیے بلوغ بھی شرط نہیں ورنہ حضرت حسن حسین، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے وہ حضرات صحابہؓ سے خارج ہو جائیں گے جن کی صحابیت پر تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ صحابیت کے لیے آپؐ کی زیارت وصحبت کی شرط بھی عالم شہادت میں ہے۔ لہذا آپؐ کی زیارت کرنے والے ملائکہ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صحابیت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ (بحوالہ تدریب الراوی ص ۳۹۷)

اسی طرح عام مومنین جو خواب میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوں وہ صحابی نہ ہوں گے البتہ آپؐ کی زندگی میں زیارت کرنے والے مومن جنات چونکہ مکلف بالایمان تھے اس لیے وہ صحابہؓ میں شمار ہوں گے۔

صحابیت کا مرتبہ :-

اس بات پر تمام امت مسلمہ متفق ہے کہ جس شخص کو ایمان واخلاص کی حالت میں عمر بھر میں ایک لمحہ بھی آپؐ کی زیارت وصحبت نصیب ہوگئی وہ نگاہ نبوت کی منور شعاعوں کی بدولت ولایت عظمیٰ کے اس کامل درجے کو پہنچ گیا جہاں بعد میں آنے والا شخص، خواہ کتنا ہی بڑا غوث قطب، عالم، زاہد اور مقبول خداوندی کیوں نہ ہو۔ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ غالباً ایسے مقام ہی کی طرف عارف رومی نے اشارہ کیا ہے۔ ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء ۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء ۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی لمحہ بھر کی بابرکت صحبت سے دل کی اتنی صفائی ہو جاتی ہے اور ایمان واخلاص اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ ان کا معمولی سا عمل بھی عام امتی کے سب زندگی کے اعمال حسنہ پر بھاری ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِیْفَهُ۔
بخاری ومسلم ج ۲ ص ۲۷۲

میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کی مقدار سونا راہ خدا میں صرف کرے تو اس کو وہ ثواب نہیں ملے گا جو کسی صحابیؓ کو تین پاؤ جو کی مقدار یا اس کا نصف خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ صحابی اور غیر صحابی کے اعمال میں کتنا تفاوت ہے! احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے والا بھی ثواب کا مستحق تب ہوگا کہ اخلاص وابتغاء لوجہ اللہ سے کرے ورنہ ریاء کی صورت میں وہ کسی ثواب کا مستحق ہی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۷ ص ۱۵ پر لکھتے ہیں"۔ جمہور امت محمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ فضیلت صحبت کو کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کو رخ جمال محمدی کا مشاہدہ ہوا ہے اور جس کو آپؐ کی طرف سے دفاع آپؐ کی طرف ہجرت اور نصرت میں سبقت نصیب ہوتی۔ نیز آپؐ سے منقول شریعت کا حفظ و ضبط اور باقی امت تک اس کا پہنچانا نصیب ہوا تو بلاشبہ یہ قطعی بات ہے کہ بعد میں آنے والا بڑے سے بڑا شخص بھی اس کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ مذکورہ بالا جتنے بھی خصائل اور نیک اعمال ہیں غیر صحابہ میں سے جو بھی ان پر عمل کرے گا تو اس کا ثواب اس صحابی کو ضرور ملے گا جس نے اولاً یہ کام کیے۔

علامہ ابن کثیر دمشقیؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر ج ۴ ص ۳۵ پر لکھتے ہیں۔

ولهم الفضل والسبق والكمال الذی لا یلحقهم فیه احد من هذه الامة رضی الله عنهم وارضاهم

صحابہ کرامؓ کے لیے وہ فضیلت سبقت ایمانی اور کمال اسلام مخصوص ہے جس میں امت کا کوئی آدمی بھی ان کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان سب کو خوش کر دیا۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ ابراہیم بن سعید جوہریؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قال سالت ابا اسامة ایما کان افضل معاویة او عمر

ابراہیم بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسامہؒ (حضرت زید بن علی بن الحسین) سے پوچھا کہ حضرت

بن عبدالعزیز فقال لا نعدل باصحاب محمد صلی الله علیه وسلم احداً۔

معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے افضل کون ہے تو فرمانے لگے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔

جامع البیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۸۵

قاضی ثناء اللہؒ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین ص ۳۰ پر فرماتے ہیں۔

واجماع منقول شدہ برآنکہ الصحابۃ کلہم عدول۔ اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ کہ از تابعین است میگوید الغبار الذی دخل انف فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی (ونحوہ فی الناہیہ ص ۱۴)

عبداللہ بن مبارکؒ جو تابعین سے ہیں (یہ تبع تابعی ہیں) کہتے ہیں کہ وہ غبار جو حضورؐ کے ہمراہ جہاد کے وقت حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا تھا وہ حضرت اویس قرنی اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔

چونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ المتوفی (۱۰۱ھ) نے سابق خلفاء بنی امیہ کے تمام مظالم کا ازالہ کرکے خلافت راشدہ کے طرز پر عدل وانصاف کو رائج کیا۔ ان کے اس اہم کارنامے کی وجہ سے بعض سطحی اذہان آپ کو حضرت معاویہؓ کے ہم پلہ یا آپ سے افضل سمجھنے لگے۔ جب زمانے کے ذمہ دار علماء سے پوچھا جاتا تھا تو وہ مقام صحابیت کی نقاب کشائی کرتے تھے۔ اس قسم کے سوال وجواب اور بزرگوں سے بھی منقول ہیں۔

ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۴ وجمع الفوائد فی مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۹۲ پر حضرت سعید بن زیدؓ سے منقول ہے۔

قال سعید بن زید واللہ لمشهد رجل منهم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغبر فیه وجهه خیر من عمل احدکم عمره

سعید بن زیدؓ (احد العشرۃ المبشرۃ) فرماتے ہیں بخدا صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو حضورؐ کے ہمراہ کسی غزوہ میں شرکت جس میں وہ غبار آلود ہوا ہو تمہارے عمر بھر کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوحؑ (.... ابس) ملی ہو

ولو عمر عمر نوح۔ رواہ ابوداؤد، وابن ماجۃ والترمذی وصححہ (کذا فی شرح فقہ اکبر، ص ۸۲ لملا علی قاریؒ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے۔

اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کی ایک گھڑی سب زندگی کے تمہارے اعمال حسنہ سے بہتر ہے۔

(ریاض النضرہ ج ۱ ص ۸)

شرح فقہ اکبر ص ۸۱ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ ارشاد مروی ہے۔ ابن بطہؒ نے صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا۔ لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کا لمحہ بھر تمہارے چالیس سال کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے۔

افضلیت صحابہؓ پر عقلی دلائل!۔

عقلی طور پر بھی صحابہ کرامؓ کا عام امت سے افضل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ذرا غور تو کرو حضرات صحابہ کرامؓ کی کس کس خصوصیت کا مقابلہ کرو گے۔

وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عشق نبویؐ میں سرشار تھا وہ دماغ کہاں سے برآمد ہوگا جو حضورؐ کے ہمراہ جہاد اور تبلیغ اسلام کی تدابیر سوچتا تھا۔ وہ آنکھیں کہاں سے لاؤ گے جو آفتاب نبوت اور رخ جمال اقدس کا مشاہدہ کرتی تھیں وہ ناک کہاں لاؤ گے جو آپؐ کے پسینہ کے عطر وکستوری سے معطر آشام ہوتا تھا۔ وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو حضورؐ کی معیت میں دشمن پر تلوار چلاتے تھے۔ وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو آپؐ کے ہمراہ سفر جہاد میں غبار آلود ہوتے اور جہنم سے آزادی کی خوشخبری پاتے تھے۔ وہ قدم کہاں سے لاؤ گے جو آپؐ کی رفاقت میں قتال فی سبیل اللہ کے لیے اٹھتے تھے۔ وہ جلوہ افروز چہرے کہاں سے پیدا کرو گے جو تاجدار رسالت کے انوار تجلیات کی عکاسی کرتے تھے وہ نورانی سینے کہاں سے درآمد ہوں گے جو عشق محمدی سے لبریز تھے وہ بازو کہاں سے لاؤ گے جن کے ذریعے تلوار چلا کر حضورؐ کے سامنے کفار کی صفیں الٹ دی جاتی تھیں۔ وہ مبارک انگلیاں کن ہاتھوں کو ملیں گی جو کتابت وحی

کرتی اور قمر محمدی کی طرف متیر ہوتی تھیں۔ وہ کان کس کو نصیب ہوں گے جو آپؐ کے ارشادات کے لیے محو استماع رہتے تھے اور آپؐ کی شیریں آواز لحن داؤدی کی طرح دلآویزی کا سماں باندھتی تھی وہ زبان کس منہ میں ہو گی جو آپؐ کی زندگی میں قال اللہ وقال الرسول کا ورد کرتی تھی۔

وہ صبح وشام اور مبارک لمحات کسے نصیب ہوں گے جن میں صحابہ کرامؓ کو رخ جمال انور کا مشاہدہ ہوتا تھا۔ وہ وجود عنصری کہاں سے لاؤ گے جو حضورؐ کے اشاروں پر "مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ"[1] کا مجسمہ تھا۔ وہ گریہ زاری کی گنگناہٹ کہاں سے آئے گی جو حضورؐ کی صحبت میں یاد خداوندی اور فکر آخرت سے پیدا ہوتی تھی۔ وہ آہ وفغاں اور شب خیزی کے نالے کسے نصیب ہوں گے جو اخیر شب میں "وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ"[2] کا منظر کھینچتے تھے۔ وہ نماز کس سعادت مند کے حصے میں آئے گی جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی جاتی اور "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ"[3] کی مکمل تصویر تھی۔ وہ روزہ کسے مرزوق ہو گا جس میں حضرات صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کس سخی کو نصیب ہو گا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپیل پر مسجد نبوی کی تعمیر، مسجد قبا کی تاسیس مہاجرین پر انفاق اصحاب صفہ کی ضروریات، جیش عسرۃ کی تیاری اور بیسیوں مختلف دینی کاموں پر کیا جاتا تھا وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کس کے مقدر میں نصیب ہو گی جو آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے فقراء مدینہ میں تقسیم ہوتی اور "تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا"[4] کی رو سے صحابہ کرامؓ کی آلودگیوں سے پاکیزگی کا ذریعہ تھی۔ وہ حج مبرور اب کس کے حصے میں آئے گا جو سوا لاکھ کی تعداد میں خدائی لشکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت میں ادا کیا تھا اور تکمیل دین، اتمام نعمت کے شرف کے علاوہ "وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" کا تمغہ بھی پایا تھا۔

---

[1] ان لوگوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا کچھ اللہ کی راہ میں قربان ہو چکے اور کچھ چشم براہ ہیں (احزاب ع ۳)

[2] تہجد گزاروں میں آپؐ کی آمد ورفت کو خدا دیکھتا ہے (شعراء ع ۱۱)

[3] یقیناً وہ مومن کامیاب ہو چکے جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں (مومنون آیت ۱)

[4] آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے کر انہیں پاک و صاف کریں [illegible] دعائے رحمت کریں آپؐ [illegible]

وہ شہادتین کا اقرار اب کسے نصیب ہو گا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعتراف کرنے پر دنیا بھر کے مصائب اپنے سر لینے پڑتے تھے۔ وہ جرأت وحمیت اور شجاعت وجانبازی کس کے مقدر میں ہو گی جس کے تصور سے دشمن لرزتے اور صحابہ کرامؓ ان پر مظفر ومنصور ہوتے تھے۔

بقول شاعر ؎

ہر مسلماں رگ باطل کے لیے نشتر تھا — اس کے آئینہ ہستی میں عمل کا جوہر تھا

جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا — ہے تمہیں موت کا ڈر اسکو خدا کا ڈر تھا

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوتے تارک قرآں ہو کر

مذکورہ بالا ان سب امور کا جواب صرف یہی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت :-

حدیث صحیح کے راوی کے لیے جو اوصاف ضروری ہیں ان میں سے عدالت پہلی شرط ہے۔ تمام علماء اصول حدیث اور محدثین عظامؒ اس پر متفق ہیں کہ ہر راوی غیر صحابی کی عدالت کے متعلق چھان بین اور بحث کی جائے مگر صحابی کی عدالت میں تفتیش جائز نہیں اور اس کو بلا چون وچرا عادل تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور افضل الرسل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عدالت وثقاہت پر براہین قاطعہ کے انبار لگا دیتے ہیں۔

عدالت کا لغوی معنیٰ :-

لغت کی مشہور عام کتاب المنجد ص ۳۲۳ وغیرہ پر ہے" عدل عدالة وعدولة و مَعْدَلَةً ومَعْدِلَةً .. اس نے انصاف کیا اور وہ عادل (سیرت وکردار میں پاکباز) ہے اسکی جمع " عُدُوْل - آتی ہے۔

علامہ جزائری کی توجیہ النظر ص ۲۸ پر ہے۔

یقال عدل عدالة فهو عدل۔ یعنی وہ پسندیدہ اور مقبول الشہادۃ ہے تو عدالت کے لغوی معنی منصف، پسندیدہ، راست کردار اور مقبول الشہادت کے ہیں۔

عدالت کا اصطلاحی معنیٰ:۔

عدالت کی اصطلاحی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

قال بعضهم هی ملكة تمنع من اقتراف الكبائر والاصرار على الصغائر

بعض محدثین کہتے ہیں کہ عدالت اس ملکہ کا نام ہے جو انسان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے روک دے۔

وقال الغزالی فی المستصفیٰ العدالة فی الرواية والشهادة عبارة عن استقامة السيرة فی الدين ويرجع حاصلها الى هيئة راسخة فی النفس تحمل على ملازمة التقویٰ والمروة جميعا حتى تحصل ثقة النفوس بصدقه فلا ثقة بقول من لا يخاف الله تعالىٰ خوفا وازعا عن الكذب ثم لا خلاف فی انه لا تشترط العصمة من جميع المعاصی ولا يكفی ايضا اجتناب الكبائر بل من الصغائر ما يرد به كسرقة بصلة وتطفيف حبة قصدا۔

(توجیہ النظر ص ۲۸)

وارشاد الفحول للشوکانی ص ۶۹

امام غزالیؒ مستصفیٰ میں فرماتے ہیں کہ روایت اور شہادت میں عدالت کا معنیٰ یہ ہے کہ (راوی اور شاہد کو) دین میں استقامت حاصل ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کے نفس میں ایک ایسی پختہ قوت ارادی پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے وہ تقویٰ اور سنجیدگی کو اپنی عادت بنائے حتیٰ کہ لوگوں کو اس کی سچائی پر اعتماد حاصل ہو جائے۔ لہٰذا اس شخص کے قول کا کوئی اعتماد نہیں جس کو خدا کا خوف جھوٹ سے نہیں روکتا۔ نیز اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ عدالت کے لیے تمام گناہوں سے عصمت شرط نہیں اور صرف کبائر سے اجتناب کافی نہیں بلکہ ان صغیرہ خسیس گناہوں سے بھی بچنا لازمی ہے جو رد شہادت کا سبب بنتے ہیں جیسے قصداً پیاز جیسی معمولی چیز چرانا اور دانہ بھر مقدار میں ماپ تول میں کمی کرنا۔

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہیں (۱) راوی اور شاہد بایں معنیٰ محدثین کے ہاں عادل ہیں کہ وہ صرف روایت و شہادت میں ہی کذب سے نہ بچتے ہوں بلکہ ان کی شخصی زندگی ظاہراً و باطناً تقویٰ و پرہیزگاری کا آئینہ ہو۔ کبائر کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے بچتے ہوں۔ جھوٹ سے گریزاں

اور خوف خداوندی سے مغلوب ہوں نیز صغائر خسیسہ سے مجتنب ہوں۔

(۲) عدالت میں مطلقاً گناہوں سے عصمت شرط نہیں۔

جناب عبدالوہاب صاحب (استاذ کلیۃ الشریعۃ ازہر) نے تدریب الراوی ص ۱۰۴ (مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ) کے حاشیہ پر عدالت کے چند معانی اور استعمالات لکھے ہیں ان کو ہم نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۔ جور و ظلم کے مقابل عدل و انصاف کا اطلاق ہوتا ہے بایں معنیٰ کہا جاتا ہے۔ سلطان عادل یعنی بادشاہ معاملات میں انصاف کرتا ہے اور حقداروں کو ان کے حقوق پہنچاتا ہے۔

۲۔ فسق و نافرمانی کی ضد جس کی تفسیر تقویٰ اور اطاعت سے کی جاتی ہے۔

۳۔ بمعنیٰ عصمت یعنی بالکل گناہوں سے پاک ہونا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ملکہ کا حاصل ہونا جو فجور اور عصیان کے ارتکاب سے قطعاً روک سکے۔ انبیاء اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی سے متصف ہوتے ہیں۔

۴۔ بغیر کسی خاص ملکہ (اور گارنٹی) کے اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی سے گناہ اور خطاء سے محفوظ ہونا۔ اولیاء اللہ اسی سے متصف ہوتے ہیں اور علمائے حدیث نے صحابہ کرامؓ کے لیے اس کا اثبات کیا ہے اور ان (میں سے بعض) کی طرف منسوب خطاؤں کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ صحیح (اور ثابت) نہیں اور بعض علماء اہل سنت نے اسی حفظ پر اہل بیت کے حق میں عصمت کا اطلاق کیا ہے (نہ) جیسے شیعہ قطعی طور پر (انبیاء کی طرح) اہل بیتؓ کی عصمت کے قائل ہیں۔

۵۔ فقط خطاء اجتہادی میں محفوظ ہونا جیسا کہ بعض علماء نے مہدی معہود کے بارے میں کہا ہے۔ (۶) روایت اور احادیث کے بیان کرنے میں قصداً جھوٹ سے بچنا اور روایت میں اس غلطی سے بچنا جو اسے مردود کر دیتی ہو نیز ان صحابہ کرامؓ سے گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض ہو بھی تو ان کی

مرویات کی مقبولیت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا (کیونکہ ان کے فوراً توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتا ہے) چنانچہ ابن الانباریؒ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ طلب تزکیہ اور عدالت کے اسباب کی چھان بین کئے بغیر ان کی روایت کو قبول کیا جائے مگر یہ کہ کسی قادح کا ارتکاب ثابت ہو اور یہ ہرگز ثابت نہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ہم نہایت ہی تتبع اور تلاش سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خلاف واقع بات منسوب کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور وہ اس بات سے بہت زیادہ احتراز کرتے تھے۔ اور علامہ آلوسیؒ (الاجوبۃ العراقیہ علی الائمۃ الایرانیہ) میں کہتے ہیں کہ جو کوئی کسی گناہ میں مبتلا ہوا وہ نور صحبت کی برکت کی وجہ سے یقیناً تائب اور عادل ہو کر فوت ہوا اور آلوسی نے اسی معنی کو محدثین کی مراد بتایا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ عدالت کے اس معنی (یا لعموم صحابہ کرامؓ کا گناہ اور غلطی سے محفوظ رہنا اور چند مرتکبین کا نور صحبت کی وجہ سے تائب اور عادل ہو جانا) میں جس کا تم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے اثبات کیا ہے یہ لازم آتا ہے کہ اس صحابیؓ کی روایت میں توقف کیا جائے جس سے گناہ کا صدور ہوا ہو جب تک کہ اس کی توبہ کا علم نہ ہو جائے اس لیے کہ ہم اس التزام کے بعد یہ کہتے ہیں کہ صحبت بابرکت کی وجہ سے اس کا توبہ کر لینا لازمی ہے اور یہی اکسیر اعظم ہے۔ اس بات کا ذرہ بھر احتمال نہیں کہ اس کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور جھوٹ ہو۔ اس لیے کہ اس کی توبہ کی صحت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ سے سچی خبر نقل کرے یہ دقیق نکتہ غور کرنے کے قابل ہے۔ نیز صحابیت کے مقام اور ادب کی رعایت لازمی ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ رعایت اور آداب کے بہت زیادہ مستحق ہیں انتہیٰ

"الصحابة کلهم عدول" کا معنی۔

پس مذکورہ بالا معانی میں سے کس معنی میں سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں؟ تو ہماری تحقیق یہ ہے کہ

عدالت بمعنی قطعی عصمت اور انفرادی خطاء اجتہادی سے معصومیت کے سوا باقی سب معانی میں سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔ کیونکہ وہ جھوٹ ظلم سے پاک معاملات میں منصف اور مستحقین کو ان کے حقوق ادا کرتے تھے۔ نص قرآنی کی شہادت سے وہ کفر فسق اور نافرمانی سے گریزاں اور متنفر، پرہیزگاروں اور راشدوں کے سرخیل تھے۔ قطعی عصمت کی گارنٹی نہ ہوتے ہوئے بھی چند نفوس کے سوا تقریباً سب گناہ و عصیان سے محفوظ تھے یعنی ہمارے علم میں ان سے گناہ کا صدور بھی نہیں ہوا اور جن سے یہ لغزش ہوئی وہ یقیناً تائب اور عادل ہو گئے اجتماعی حیثیت سے وہ خطاء اجتہادی سے بھی معصوم ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی مسئلہ پر ان سب کا اجماع حجت قطعیہ ہے جس کا منکر کافر ہے۔

چنانچہ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں۔

ان ما اجمع علیه الصحابة فهو بمنزلة	جس مسئلہ پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو وہ قطعی ہونے
الثابت بالکتاب والسنة فی کونه	میں کتاب اللہ اور سنت نبوی سے ثابت مسئلہ کی طرح
مقطوعا به حتی یکفر جاحده وهذا	ہے حتیٰ کہ اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور یہ اجماع کی
اقوی ما یکون من الاجماع۔	سب سے قوی قسم ہے (اصول سرخسی ج ۱ ص ۳۱۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ بلا استثناء دروغ گوئی خصوصاً کذب فی الروایۃ سے پاک و صاف تھے اور کسی سے بھی کذب کا صدور نہیں ہوا اور بایں معنی عادل ہونا بھی ان کی منقبت کی واضح دلیل ہے۔ لیکن عدالت صحابہؓ کو صرف اس معنی میں منحصر کرنا اور اسے محدثین کی مراد بتانا ناقابل تسلیم اور لائق مناقشہ ہے کیونکہ بعض محدثین نے عدالت کی تفسیر میں جھوٹ سے بچنا لکھا ہے تو اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان محدثین کے نزدیک صحابہؓ روایت میں عمداً کذب بیانی کے سوا باقی سب امور اور شعبہ ہائے حیات میں غیر عادل حتیٰ کہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں تک کا ارتکاب کرتے تھے۔ جیسے "صاحب "خلافت و ملوکیت"* اور ان کے حواریوں کا خیال ہے بلکہ جھوٹ سے بچنے کی تصریح کا مطلب یہ ہے کہ بایں معنی صحابہؓ کی عدالت اتنی قطعی اور اٹل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی گناہوں سے عصمت کہ اس میں استثناء یا شذوذ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی عالم نے آج تک یہ لکھا ہے کہ صحابہؓ کرام جھوٹ بولتے تھے۔

* دیکھیے ضمیمہ کتاب ہذا

بخلاف چند ادر گنا ہوں کے کہ چند حضرات کی ان سے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اسی خیال کے بزرگ محمد بن بشار (ابن الانباریؒ المتوفی ۳۲۸ھ) کا یہ قول مشہور ہے۔

ولیس المراد بعد التھم ثبوت العصمة لھم واستحالة المعصیة علیھم وانما المراد قبول روایاتھم من غیر تکلف بحث عن اسباب العدالة وطلب التزکیة الا ان یثبت ارتکاب قادح ولم یثبت ذالك ولله الحمد۔ فنحن علی استصحاب ما کانو علیه فی زمن رسول صلی الله علیه وسلم حتی یثبت خلافه ولا التفات الیٰ ما یذکرہ اھل السیرۃ فانه لا یصح ومایصح فله تاویل صحیح

(بحوالہ ارشاد الفحول للشوکانی ص ۷۰)

عدالت صحابہؓ کا یہ معنی نہیں کہ ان کے لیے مطلقاً گناہوں سے عصمت ثابت ہے اور ان سے صدور گناہ محال ہی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عدالت وتزکیہ کے اسباب کی چھان پھٹک کیے بغیر ان کی روایات قبول کی جائیں مگر یہ کہ کسی قادح کا ارتکاب ثابت ہو اور ایسا ثابت نہ ہو سکا۔ الحمدللہ پس ہم تمام صحابہ کرامؓ کو اسی سیرت و کردار پر سمجھتے ہیں جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عامل تھے تا آنکہ اس کا خلاف ثابت ہو (یہ ہرگز ثابت نہیں) اور جو کچھ مورخین نے اسکے خلاف ذکر کیا ہے وہ قابل توجہ ہی نہیں کیونکہ صحیح نہیں اور جو کچھ صحیح ہے اس کی صحیح تعبیر و تاویل کی گئی ہے۔

ابن الانباریؒ کے اس قول سے چند امور واضح ہیں۔

۱۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا ہر فرد انبیاء علیہم السلام کی طرح قطعی معصوم نہیں کہ صدور معصیت محال ہی ہو۔ ہم نے اپنی کتاب میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔

۲۔ تزکیہ وعدالت کی بحث و کرید کیے بغیر ان کی روایت تسلیم کرنی واجب ہے کیونکہ بالفعل ان سے ایسا کوئی جرم ثابت ہی نہیں جو عدالت میں قادح ہو۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو ان کی سیرت طیبہ تھی ہمارے اعتقاد میں تادم زیست وہی رہی اس کا برعکس ثابت ہی نہیں۔

۴۔ جو کچھ اہل سیر و مورخین نے ان کے کردار کے منافی لکھا ہے وہ غیر صحیح اور باطل ہے۔ اور جتنا کچھ صحیح ہے اس کی بھی صحیح تاویل و توجیہ کرنی واجب ہے تاکہ عدالت صحابہؓ میں قدح

جرح ہی نہ ہو۔

عدالت صحابہؓ کی بحث میں یہی کچھ ہم کہہ رہے ہیں کہ وہ انبیاء کی طرح گو معصوم نہیں مگر تاریخی روایات کی آڑ میں ان پر الزامات لگاتے جانا ان کی عدالت کے منافی ضرور ہے تبھی تو علامہ "لَمْ یَثْبُتْ" اور "لَا یَصِحُّ" کے الفاظ بار بار کہہ رہے ہیں۔ دراصل جماعت اسلامی سے مابہ النزاع یہی مسئلہ ہے کہ وہ عام تاریخی اخبار و حکایات پر اعتماد کر کے صحابہ کرامؓ پر جرائم قبیحہ کا الزام لگاتی اور " لیس المراد بعد التھم ثبوت العصمة واستحالة المعصیة علیھم " کی رٹ تو لگاتی ہے مگر اس قول کے آخر ___ جو ان کے نظریہ اور رویہ کا ابطال کرتا ہے ___ سے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ کاش وہ دیانتہً سب قول ملاحظہ کر کے اپنے نظریہ سے توبہ کرتی۔ ؏ عیبش ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو۔

یہاں ضمناً یہ تنبیہ ضروری ہے کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہماری تاریخ اور سیرت کے بحر ناپیدا کنار میں ایسا موضوع اور غلط مواد بھی موجود ہے نیز شاذ و نادر اور خلاف عقائد اقوال و نقول کی باطل مذاہب نقل کرنے میں اس قدر بہتات ہے کہ بد عقیدہ شخص باطل ترین نظریہ کی تائید میں کچھ نہ کچھ فراہم کر ہی لیتا ہے۔ اسی تکنیک سے مستشرقین مسلمانوں کے مسلمہ نظریات کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ اسی باطل حربہ سے مرزائی اجراء نبوت اور ختم نبوت کے انکار پر استدلال کرتے ہیں۔ روافض و ملاحدہ کا تو خیر مسلک ہی یہی ہے۔ مؤرخانہ بھیس میں تاریخ کو مسخ کرنے والے اور بہتان تراشی میں استاد اول یہی ہیں۔ انہی غلط و شاذ اخبار و حکایات یا بد فہمی سے "رنگیلا رسول" نامی کتاب مرتب کی گئی۔ الغرض قرآن حکیم احادیث صحیحہ اور امت کے مسلمہ عقائد سے صرف نظر کر کے اپنے کسی غلط نظریہ کی تائید میں، قال و ذکر فلان اور قیل و نُقِل پر اعتماد کیا جائے تو اس کی زد سے دین کا کوئی بنیادی عقیدہ نہیں بچ سکتا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کی شخصیتیں الزامات سے بری نہیں رہ سکتیں۔ پس نہ ہر نقل معتبر ہے اور نہ ہر قول قابل اعتماد، مگر وہی جو قرآن و سنت اور اجماعی مسلمہ عقائد کے موافق ہو یا کم از کم غیر مخالف۔ ورنہ ؏

اٹھاکر پھینک دو باہر گلی میں — نئی تالیف کے حوالے ہیں گندے

صحابہ کرامؓ کے عیوب میں خس و خاشاک کو جمع کرنے والی جماعت اب خود سوچ لے کہ وہ کس راہ پر گامزن ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی — کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

تعمیم عدالت پر دلائل

ہمارے مدعا — کہ عدالت صحابہؓ صرف روایت عن الرسول ہی میں منحصر نہیں بلکہ ان کی سیرت کے ہر پہلو میں عام ہے — پر دلائل کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

اولاً۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ	لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان محبوب بنادیا
فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ	اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر،
وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ	گناہ، نافرمانی سے تمہیں نفرت دے دی۔

فسوق و عصیان صرف کذب بیانی میں نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے جملہ امور میں عام ہے جب رب تعالیٰ نے گناہ اور نافرمانی سے ان کی بیزاری کر دی تو ان کی نزاہت و عدالت کے عموم پر نص صریح ہوئی اور "هُمُ الرَّاشِدُوْنَ" کے مختصر جملہ نے اس کی تائید کر دی۔

ثانیاً۔ رب تعالیٰ نے کئی مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف "ویزکیهم" ارشاد فرمایا ہے۔ تزکیہ صرف دروغ گوئی سے نہیں ہوتا بلکہ باتفاق مفسرین، جملہ عقائد، اعمال، اخلاق و کردار کی ہر قسم کے رذائل و عیوب سے تطہیر کا نام ہے۔ اسی کو ہم تزکیہ و عدالت سے تعبیر کر رہے ہیں جس کی تعمیم ظاہر ہے۔

ثالثاً۔ محدثین جو عام رواۃ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ عادل ہے تو یہ اس کی پوری سیرت کی پاکیزگی پر شہادت ہوتی ہے کہ وہ کبائر سے مجتنب اور صغائر پر غیر مصر ہے۔ پھر اسی بحث میں وہ صحابہ کرامؓ کے متعلق کہتے ہیں "کلهم عدول" کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب عادل ہیں تو اب اس عدالت کو تجنب عن الکذب میں مخصوص نہیں کیا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ غیر صحابیؓ کی عدالت صحابی سے افضل ہو جو باطل نیز مصنفین کے ذمے لازم آتا ہے کہ وہ اس جملہ کی

بھی تشریح کریں تاکہ عدالت کے سابق متعارف معنیٰ سے امتیاز ہو مگر ایسا کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

رابعاً۔ علماء اصول حدیث اور محدثین "کلهم عدول" کی دلیل ذکر کرتے ہوئے یہ جملہ فرماتے ہیں۔ تزکیهم و عدلهم۔ کیونکہ خدا و رسولؐ نے ان کا تزکیہ کیا ہے اور ان کو عادل قرار دیا ہے۔ خدا اور رسول کا یہ تزکیہ و تعدیل صرف کذب سے اجتناب میں نہیں کہ صحابہ دیگر گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہوں۔ بلکہ یہ مجموعی طور پر ان کے اعمال و اخلاق کی عیوب سے طہارت اور آلودگیوں سے اجتناب پر شہادت ہے۔

تو معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک بھی عدالت میں تعمیم ہے۔ مثلاً محدثین کے امام اور مشہور حافظ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

وجميع ذالك يقتضى طهارة الصحابة	یہ تمام آیات صحابہ کرامؓ کی گناہوں سے طہارت،
والقطع على تعديلهم ونزاهتهم	عدالت کی قطعیت اور برائیوں سے پاکدامنی پر دلالت
فلا يحتاج احد منهم مع تعديل	کرتی ہیں پس ان کے باطن سے واقف رب تعالیٰ کی
الله لهم المطلع على بواطنهم	شہادتِ عدالت کے ہوتے ہوئے کسی مخلوق کی تعدیل
الى تعديل احد من الخلق فهم على	کی حاجت نہیں وہ اسی طہارت پر سمجھے جائیں گے
هذه الصفة الا ان يثبت على احد	تاآنکہ کسی سے ایسے کام کا ارتکاب ثابت ہو جو صرف
ارتكابه ما لا يحتمل الا قصد المعصية	معصیت ہی کے ارادے سے ہو سکتا ہو اور تاویل کی
والخروج من باب التاويل فيحكم	کوئی گنجائش نہ رہے تاکہ عدالت ساقط ہو جائے
بسقوط العدالة وقد برأهم الله	لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کے ارتکاب سے ان کو
من ذالك ورفع اقدارهم عنه۔	محفوظ فرمایا ہے اور ان کی شان اس سے برتر
(کفایہ باب فی عدالۃ الصحابہ)	بنائی ہے۔

اس قسم کے کئی اور اقوال آپ باب چہارم میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

بہرحال تزکیہ، نزاہت، قصد معصیت سے تبریہ ان کی شان کی گناہوں سے بلندی جیسے واضح الفاظ ہمارے مؤید ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی عدالت عام ہے اور وہ بالعموم سب گناہوں اور معاصی سے محفوظ ہیں۔ ایسی صراحتوں کے باوجود کیا اب بھی محدثین پر یہ اتہام لگایا جائے گا کہ ان

کے نزدیک صحابہؓ متعمد کذب فی الروایہ تک عادل تھے باقی ہر قسم کے کبائر اور معاصی کرتے تھے اور ذنوب ان سے معدوم نہیں ہوئے تھے ۔

واضح رہے کہ عادل فی الروایہ ہونا اور غیر معصوم ہونا صحابہؓ کے حق میں کوئی گالی نہیں مگر جماعت اسلامی کی طرف سے اس کا بے جا استعمال کلمہ حق ارید بہا الباطل کا پورا مصداق ہے کیونکہ وہ اس کی آڑ میں صحابہ کرامؓ پر ہر قسم کے قبیح گناہوں کی الزام تراشی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ خدانخواستہ وہ تدریجی رفتار سے جب رفض کی آخری منزل طعن علی الشیخینؓ تک پہنچیں گے تو بھی یہی کہیں گے ۔ لیس المراد بعد التهم ثبوت العصمة لهم الخ اور بزعم خود صادق ہوں گے ۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا — آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا ۔

(۱) تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت اور اہل شہادت ہونے پر ایک عقلی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر و حضر کے لیل و نہار اور جلوت و خلوت کے تمام اقوال و اعمال اور حرکات گناہ سے مبرا اور امت کے لیے قابل اقتداء تھیں۔ کسی خاص شخص یا جماعت کا ۲۴ گھنٹے اور پھر روزانہ ہمراہ ہونا ضروری نہ تھا کسی نے ایک وقت کچھ سنا دیکھا تو دوسرے کو یہ موقعہ نہ ملا۔ اب اگر عدالت عام اور سب کو شامل نہ ہو تو آپ کے کئی اعمال و اقوال امت تک نہ پہنچیں گے اور سیرت نامکمل رہے گی اس لیے ہر صحابی کو عادل ماننا عقلی تقاضہ ہے۔ (۲) دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ کئی صحابہ کرامؓ دور دراز سے آتے چند روز دین سیکھ کر اپنے قبائل اور قوموں میں تبلیغ کرنے چلے جاتے اور بعد از وفات نبیؐ تو اکثر صحابہ کرامؓ مفتوحہ ممالک اور نو آبادیات میں بطور مشن چلے گئے۔ ان کی تبلیغی مساعی سے لاکھوں کروڑوں افراد تابعین اور مسلمان بنے۔ اب اگر سب صحابہؓ کرام کو عادل اور راست کردار و گفتار نہ مانا جائے تو ان لوگوں تک صحیح دین محمدی کیسے پہنچے گا اور وہ کیسے صحیح مسلمان کہلائیں گے؟ دشمنان صحابہؓ اور اعدائے نبوت تو یہی چاہتے ہیں کہ عدالت صحابہؓ کا انکار کر کے منصب نبوت کو اگنور اور مخفی کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ اور آپ کے شاگردوں کے سوا کسی کو مومن و مسلمان نہ جانا جائے تاکہ امامت نبوت سے برتر ثابت ہو۔ مگر رسالت و ختم نبوت محمدی پر ایمان رکھنے والا یہ کفریہ نظریہ ہرگز نہیں رکھ سکتا۔

اغلاط صحابہ کرامؓ پر ایک تنبیہ :۔

تقریباً دو لاکھ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم میں سے صرف چند حضرات ایسے ملتے ہیں جن سے جھوٹ کے سوا کوئی نہ کوئی گناہ ہوا چونکہ عدالت و محفوظیت میں قطعی عصمت شرط نہیں لہٰذا دو چار حضرات سے سب زندگی میں ایک آدھ گناہ کا صدور نہ عدالت کے منافی ہے اور نہ ہمارے ضابطے کو توڑ سکتا ہے بلکہ یہ گناہ ان میں خوف و خشیت کے اس مقام اعلیٰ کی نشان دہی کرتے ہیں جو صرف صحابہ کرامؓ ہی کے لیے مخصوص تھا چنانچہ ان گناہوں پر ایسی توبہ اور انابت الی اللہ نصیب ہوتی کہ تمام دنیا کی توبہ اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی بلکہ گناہ ظاہری نے تو ان کی خشیت من اللہ کے مقام اور خوف خداوندی کے گنجینہ سے ذرا نقاب اٹھا کر دنیا کو دکھا دیا کہ صحابہ کرامؓ بشریت کے لوازمات اور تقاضوں کے باوجود خوف و خشیت کے کس مرتبہ عظمیٰ پر فائز تھے۔ سوانح صحابہؓ پر مبسوط کتب میں تساہل سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے والوں کے حالات پڑھیے تو حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ کچھ حضرات نے اپنے کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا اور کئی روز تک روتے چلاتے رہے۔ اور تین حضرات کے پچاس دن اسی درد و کرب اور آہ و فغاں میں گزرے۔ غامد قبیلہ کی خاتون حضرت ماعز اسلمیؓ اور حاطب بن ابی بلتعہؓ کی توبہ کا مختصر ذکر آپ باب ہفتم کے آخر میں ملاحظہ کریں گے۔

بہر حال ہم یہ کہتے ہیں کہ مصلحت الٰہی سے بعض عام صحابہؓ سے عمداً تکویناً ان کا صدور کرایا گیا تاکہ حدود و تعزیرات کے سلسلے میں امت کے لیے دور نبوی ہی سے مثالیں مل جائیں جیسا مصلحتہً آپ سے نماز میں چند مرتبہ سہو کا صدور ہوا تاکہ امت کے لیے مسائل میں عملی سنت موجود ہو۔ لہٰذا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ الخ (میں ضرور بالضرور ان کی برائیاں معاف کر کے یقیناً ان کو جنت میں داخل کروں گا) کے وعدہ کے علاوہ ان کے غیر مصر علی الذنوب اور مغفور لہم ہونے پر یہ بھی شہادت ربانی ہے ۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بے جا حرکت کر بیٹھتے ہیں یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے

اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ـ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ ـ (پ ۴ ـ ع ۴)

لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے کیئے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے درآں حالیکہ وہ جان لیتے ہوں ایسے لوگوں کی جزا انکے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور (بہشت کے) باغ ہیں۔

اور واضح رہے کہ وہ گناہ جس پر توبہ استغفار کے ذریعے رفع درجات ہوں وہ اس نیکی سے کہیں بڑھ کر ہے جس کے بعد اترانا ہو یا وہ دوسری نیکی کا سبب بنے اور حدیث میں آیا ہے کہ گناہ سے تائب ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ تو ان کا عاصی بھی غیر عاصی اور عادل ہوا۔

یہ بھی واضح رہے کہ خوارج و معتزلہ کے سوا تمام فرقوں کا عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا فاجر و فاسق بھی اللہ کی مغفرت کے دائرے میں ہے۔ بلا توبہ بھی اور معمولی سی نیکی کے طفیل بھی اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں اور عاصی کی بشرط اخلاص توبہ پر مغفرت یقینی ہے۔ اب اس کی روشنی میں ہم معترضین فی العدالۃ سے کہتے ہیں کہ جب کلی طور پر بدتر سے بدتر شخص کی مغفرت تمہارے ہاں ممکن ہے تو حواریین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضؓ کے بارے میں تمہیں خدا سے اتنی بدظنی کیوں ہے؟ رحمت الٰہی کو تم نے کیوں مقفل کر دیا ہے؟ مغفرت الٰہی کے دائرے میں ان کو تسلیم کر کے اپنی زبانیں بند کیوں نہیں کرتے؟ جب خدا نے معاف کر دیا ہے تو تم کیوں معاف نہیں کرتے۔؟ جب خدا ان کی تعریف و توصیف فرماتا ہے تو تم ان کی برائی اور مذمت کر کے کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔؟

واللہ الہادی۔

باب دوم

قرآن کریم اور عدالتِ صحابہ کرامؓ

قرآن کریم کے اولین مخاطب اور اس امت کا پہلا طبقہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ اور وہی ارشادات خداوندی کی تعمیل میں ہر موقعہ جان و مال کی قربانیاں دیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کی قربانیوں کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے ان کو اپنی دائمی رضامندی سے نوازا ہے اور قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ ان کے ایمان، ہجرت، نصرۃ دین، غزوات میں شرکت، شہادۃ انفاق فی سبیل اللہ، شعائر اسلام کی پابندی وغیرہ ہر کام کی علت اپنی رضا جوئی بتاتی ہے تاکہ کسی منافق کو حضرات صحابہؓ کرام کی نیت پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اس لیے ایسی تمام آیات کا احاطہ اور ان کی تفسیر کے لیے تو ضخیم جلد درکار ہے کیونکہ ہم نے تتبع کرتے ہوئے ایک ایک صفحہ سے جب ان آیات کی جستجو کی تو خالص وہ آیات جو عام ضابطہ کے تحت نہیں اور نہ عام امت کو شامل ہیں۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کے ایمان اور اعمال صالحہ کی حکایت میں عبارۃ النص کے طور پر احقر کی نظر سے گزریں ان کی تعداد دو صد سے متجاوز نکلی۔ البتہ بعض آیات بینات پیش کی جاتی ہیں۔

حافظ خطیب بغدادیؒ المتوفی سنہ ۴۶۳ھ نے "الکفایہ فی علوم الروایہ" ص ۴۶ پر عدالت صحابہ کرامؓ پر ایک مستقل باب باندھا ہے اور مندرجہ ذیل آٹھ آیات سے استدلال کیا ہے اولاً ہم انہی کا (بمع تشریح) ذکر کرتے ہیں بعض آیات عبارۃ النص کے طور پر صحابہؓ ہی کے لیے ہیں

اور بعض عموم کی وجہ سے باقی امت کو بھی شامل ہیں۔ اقتضاء النص کے طور پر ان سے استشہاد کیا گیا ہے۔

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ۔ (آل عمران ع ۱۲)	مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔ اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ عـــہ

اس آیت کا شان نزول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ کے مولی (آزاد کردہ غلام) سالمؓ حضرت ابی کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں ہے (کذا فی تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۳۱)

نیز تفسیر طبری ج ۴ ص ۶۳ پر حضرت عمرؓ بن الخطاب کا یہ مقولہ منقول ہے۔

لو شاء الله لقال انتم فكنا كلنا ولكن قال كنتم في خاصة من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔	اگر اللہ چاہتا تو "انتم خیر امۃ" فرماتا تو ہم سب اس کا مصداق ہوتے مگر اللہ تعالیٰ نے کنتم کا صیغہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخصوص جماعت کے حق میں فرمایا ہے۔

نیز محمد بن جریر طبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تفسیر ج ۴ ص ۳۸ پر "ولتكن منكم امة يدعون" آلایۃ کی تفسیر میں اپنی سند سے حضرت ضحاکؒ (حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد) سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جماعت صحابہ کرامؓ ہی کی مخصوص جماعت ہے اور وہی دین اسلام کے خاص راوی ہیں نیز اسی سند سے "کنتم خیر امۃ"، کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس کا مصداق خاص کر صحابہ کرامؓ ہیں کیونکہ وہی دین کے راوی اور داعی الی اللہ ہیں جن کی فرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا شان نزول صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے بارے میں ہے، مگر اصول تفسیر کا مشہور قاعدہ ہے" العبرة لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد"

عـــہ آیت ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۳۰ کا ترجمہ تفسیر ماجدی سے ماخوذ ہے اس باب کی بقیہ سب آیات کا ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری کا ہے۔

کہ تفسیر میں الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ شان نزول کے خاص واقعہ میں اس کو مخصوص نہیں کیا جاتا۔ تو اس قاعدہ کی رو سے سب صحابہ کرامؓ اس آیت کا مصداق ٹھہرے جیسے ضحاکؒ سے تفسیر ابھی گزری شیعہ تفسیر مجمع البیان ج ۱ ص ۴۸۶ میں خطاب کا مصداق ۴ قسم بتایا ہے۔ ۱۔ صرف مہاجرینؓ مراد ہیں از ابن عباسؓ۔ ۲۔ ابن مسعودؓ ابی بن کعبؓ معاذ بن جبلؓ سالم مولیٰ حذیفہؓ ہیں۔ ۳۔ حضورؐ کے تمام صحابہؓ مراد ہیں از ضحاک۔ ۴۔ خطاب تو صحابہ کرامؓ سے ہے لیکن باقی امت کو بھی شامل ہے۔

بعض مفسرین نے مذکورہ بالا اصول کے تحت جمیع امت کو بشمول صحابہؓ اس آیت کا مخاطب اور مصداق تسلیم کیا ہے۔ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہرگز نہیں۔ کیونکہ عموم الفاظ کے تحت امت کی اس میں شمولیت مسلم ہے بشرطیکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وصف اس میں پایا جائے، کیونکہ یہی وصف "خیریت" کی علت تامہ ہے تو عام امت اور حضرات صحابہ کرامؓ کے خیریت میں اشتراک کے باوجود فرق یوں ہوگا کہ صحابہ کرامؓ اولاً اس کے مصداق ہیں اور امت ثانیاً وتبعاً اس کی مصداق ہے نیز صحابہ کرامؓ کا ہر فرد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حیثیت سے خیریت کا مصداق ہے اور امت مجموعی طور پر اس کی مصداق ہے۔ کیونکہ اس کے ہر فرد کا مبلغ ہونا ثابت نہیں۔

رہا یہ کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا ہر ہر فرد مبلغ کیسے ہے؟ تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ دعوت الی اللہ اور اسلام کی نشر واشاعت کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی اکثریت مکہ و مدینہ شرفہما اللہ جیسے دینی مرکزوں بلکہ جزیرہ عرب کو چھوڑ کر مختلف ممالک میں منتشر ہوگئی اور حجاز میں بہت کم صحابہؓ رہے اور جو حجاز میں رہے وہ تعلیمی و تبلیغی میدان میں کام کرتے رہے۔ باہر سے آنیوالے حجاج اور زائرین کو دین سکھانا انہی کا نصب العین تھا اور ایک مدت تک حرمین شریفین کا علمی مرکزوں میں شمار ہونا صحابہؓ کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہے۔ بالفرض اگر کچھ گمنام حضرات کی زبانِ قال سے تبلیغ و تعلیم کا ذکر ہم تک نہ بھی پہنچے تب بھی عقلی طور پر زبان حال سے ان کو مبلغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ماننا ہی پڑے گا۔ جس کی وضاحت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی زیارت کے مسلمان کتنے شوقین ہوتے تھے۔ اس کا اندازہ تاریخ کے ان بیسیوں واقعات سے ہو سکتا ہے جس میں کسی صحابیؓ کا کہیں فروکش ہونا اور سینکڑوں لوگوں کا زیارت کے لیے ہجوم و تانتا باندھنا

ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور "ہذا من صحب رسول اللہ" (یہ رسول اللہ کا صحابی ہے) کا ورد کرنا مذکور ہے۔

اگر کسی صحابی سے روایت حدیث کا ذکر نہ بھی ہو تو بھی جن ہزاروں لوگوں نے زندگی بھر میں ان اولیاء اللہ کی زیارت کی ہوگی۔ اللہ کی یاد، عشق نبوی کے ولولے، دربار رسالت کا تذکرہ، ان کے ذہنوں میں منقش ہوا ہوگا۔ کیا یہ سب کچھ تبلیغ لسانی سے کم ہے؟ الغرض حضرات صحابہ کرام رض کا عام اور معمولی فرد بھی ضرور مبلغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ممتثل تھا تو اس آیت سے استدلال یوں ہوا کہ "اللہ تعالیٰ نے ان کو بہتر اور افضل بتایا ہے اس لیے کہ وہ انبیاء علیہم السلام والا فریضہ دعوت وارشاد بجالاتے ہیں جب انبیاء کے لیے عصمت ضروری ہے تو ان کے نائبین اور خلفاء فی التبلیغ کے لیے کم از کم عدالت تو ثابت اور ضروری ہو۔

حافظ ابن عبد البر رح نے حضرت معاویہ بن حیدۃ القشیری رض سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "بے شک تم نوے امتوں کو پورا کرنے والے ہو اور تم تمام امتوں سے بہتر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والے ہو۔" بعض علماء نے کہا ہے کہ کنتم بمعنی انتم (تم اے صحابہ) کے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم اللہ کے علم میں شروع ہی سے بہتر تھے اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ رض کو فرمانا کہ تم سب سے بہتر ہو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کرام رض فضیلت میں تمام مابعد والوں پر مقدم ہیں

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۴۲)

علامہ ابن عبد البر رح کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ بعض کتب میں ان کی طرف جو منسوب ہے کہ وہ اکابر امت کو صحابہ کرام رض کے کچھ افراد سے افضل جانتے تھے صحیح نہیں۔ وہ بھی سب صحابہ رض کو امت کے ہر فرد سے افضل جانتے تھے۔

۲۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا	اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تاکہ تم
لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ	(روز قیامت) اور لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر آخر الزماں
الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (بقرۃ ع ۱۷)	تم پر گواہ بنیں۔

علامہ نسفی رح نے تفسیر مدارک میں ج ۱ ص ۳ ۶ پر وسطا کا معنی خیارًا (پسندیدہ) اور

عدول سے کیا ہے۔ خطیب بغدادی رح کفایہ ص ۴۶ پر اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کہ یہ لفظ اگرچہ عام ہے مگر مراد خاص صحابہ رض ہیں کیونکہ یہ صرف صحابہ رض کے لیے خاص ہے بقیہ امت کو شامل نہیں"، مگر ان کا اس آیت کو صحابہ رض میں منحصر کرنا محل نظر ہے کیونکہ عموم الفاظ کے پیش نظر یہ ضمنًا وتبعًا عام امت کو بھی شامل ہے اگرچہ اصالتًا وسطًا کا مصداق بلا اختلاف صحابہ رض کرام ہی ہیں۔

چنانچہ ابن عبد البر رح جامع البیان ج ۲ ص ۲۶ پر رقمطراز ہیں

وفي قول الله تعالىٰ وكذالك جعلناكم	اللہ تعالیٰ کے فرمان وکذالک جعلناکم میں اس بات
امة وسطا لتكونوا شهداء على	پر دلیل ہے کہ سب صحابہ کرام رض جب کسی مسئلہ پر متفق
الناس دليل على ان اجماعهم	ہو جائیں تو ان کا اتفاق مخالفین پر حجت ہے
حجة على من خالفهم كما ان	جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام پر حجت
الرسول حجة على جميعهم	ہیں۔

معلوم ہوا کہ "امۃ وسطا" کا اولین اور افضل ترین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حجت اور فیصل ہیں ایسے ہی وہ اپنے مابعد والوں پر حجت اور ان کے راہ نما ہیں۔

۳۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اے پیغمبر! جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت
إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ	کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو صدق وخلوص
مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ	ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان
عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (فتح ع ۳)	پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

علامہ فیض اللہ محسن کاشانی شیعی المتوفی ۱۰۹۳ھ اپنی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت فرمودند بدوزخ نزدیک کس ازاں	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مومنوں سے
مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ	کوئی ایک بھی دوزخ نہ جائے گا، جنھوں نے درخت
اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشاں فرمودہ	کے نیچے بیعت رضوان کی تھی کیونکہ حق تعالیٰ انکے حق
لقد رضی اللہ عن المؤمنین الخ بحوالہ آیات بینات	میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے یقینًا راضی ہو چکا۔

جلد اص ۳۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی از علامہ محسن الملک مہدی حسنؒ۔

لیجئے اس شیعی روایت نے تو سب نزاع ختم کر دیا اور خلفاء راشدینؓ سے لے کر ادنیٰ درجہ تک کے صحابی سمیت ۔ جنہوں نے بیعت کی تھی سب کو قطعی جنتی بتا دیا اس سے بڑھ کر عدالت کیا ہو سکتی ہے؟ ۔ یہ ٦ھ کا واقعہ ہے جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی غلط خبر کی بنا پر ۱۵۰۰ صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کی بیعت کی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمانؓ کو زندہ فرض کر کے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر خود بیعت کی تھی تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں شریک ہو جائیں ۔ (حیات القلوب)

۴ ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ط (توبہ ع ۱۳)	جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرینؓ میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے ۔

یہ آیت غزوہ تبوک کے سلسلہ آیات میں نازل ہوئی جو ۹ھ میں ہوا اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی بشرکاء غزوہ تبوک کی تعداد کا بھی عام روایات میں تیس ہزار اور بعض روایات میں ستر ہزار کا ذکر ہے ۔ "المہاجرین" اور "الانصار" پر الف لام استغراق کا ہے کیونکہ لام تعریف جب صیغہ جمع پر داخل ہو تو استغراق اور شمول کا معنی دیتا ہے ۔ تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جمیع مہاجرین اور تمام انصار سے راضی ہو چکا اور تمام اس سے راضی ہو گئے یہ تو ان کا دنیوی انجام ہوا ۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عالی شان جنات تیار کر رکھے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے جس سے وہ سرفراز ہوئے ۔

یہ آیت جمیع مہاجرین وانصارؓ کے ایمان، اعمال صالحہ کی قبولیت اور فضیلت و عدالت پر تو نص ہے ہی ۔ اس کے علاوہ اس میں تمام مہاجرین و انصارؓ کے متبوع و مقتدا ہونے کی حیثیت بھی بتائی ہے ۔ کیونکہ جو لوگ (صغار صحابہؓ و تابعین یا بعد میں آنے والی بقیہ امت) اعمال حسنہ میں ان کی پیروی کریں گے اور ان کو اپنا امام و مقتدا اور رہبر تسلیم کریں گے تو وہ بھی جنات النعیم میں ابدیت اور فوز عظیم سے ہمکنار ہوں گے ۔

یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت و منقبت پر زبردست برہان ہے ۔

۵ ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۔ الواقعہ ع ۱	اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں ۔ وہ ہی (خدا کے) مقرب ہیں نعمت کے بہشتوں میں ۔

ایمان اور اعمال خیر میں سبقت جیسے عام امت کی بہ نسبت تمام صحابہ کرامؓ کو نصیب ہوئی ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ان کے آپس میں ایک دوسرے سے سبقت ہر صحابی کو ملی ہے ۔ آیت ان سب کو شامل ہے ۔ علاوہ ازیں ہر صحابی اعمال خیر میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا جیسے کئی واقعات اس قسم کے مشہور ہیں ۔

نیز اصول کافی "باب السبق الی الایمان" میں مہاجرین اور انصارؓ کے سابقین الی الایمان ہونے اور سب امت سے افضل ترین ہونے پر امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے جیسے باب ششم میں آپ انشاءاللہ ملاحظہ فرمائیں گے ۔

٦ ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (انفال ۸)	اے نبی! خدا تم کو اور مومنوں کو جو تمہارے (ساتھ ہیں اور) پیرو ہیں کافی ہے ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہو گئے اور مسلمان کھل کر شعائر اسلام بجا لانے لگے تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اس آیت میں ظاہری سبب کے درجے میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معین کار اور کفایت کنندہ بتایا ہے۔

اس آیت کی ایک تفسیر یوں بھی ہے کہ "اے نبی اللہ آپ کو اور آپ کے پیروکار مومنوں کو (نصرت و معیت میں) کافی ہے"۔

اس سے بھی عدالت صحابہ کرامؓ ثابت ہوئی کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ یہ حضرات بھی منصور اور مؤید من اللہ تھے۔

٧۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ

(اور سرفئے کا مال) ان مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور خدا اور اس کے پیغمبرؐ کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔

٨۔ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

سورۃ الحشر ع

اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ خود ان کو احتیاج ہی ہو۔ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ تو مراد پانے والے ہیں۔

سبحان اللہ! یہ دو آیتیں کس طرح مہاجرینؓ کے راہ خدا میں فقر و فاقہ۔ دینی تکالیف و مشقت اور اپنے وطن و مال سے جلاوطنی، نیک نیتی اور اخلاص، اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت، نیز ان کی صداقت پر آفتاب نیم روز کی طرح روشنی ڈال رہی ہیں۔ اور انصار مدینہؓ کی اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے تڑپ اور محبت خود محتاج ہونے کے باوجود اپنی ہر چیز میں ان کو ترجیح و ایثار اور فراخ دلی کا مظاہرہ اظہر من الشمس ہے۔

یقیناً کوئی امت اور کوئی قوم بھی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی اور ایثار کی نظیر اور نمونہ پیش نہیں کر سکی اور نہ ہی تا قیامت کوئی پیش کر سکے گی۔ اسی لئے رب تعالیٰ نے ان کو مکمل اور درجہ اول میں کامیاب ہونے کی سند دیدی۔ نیز حصر والا جملہ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ کامیاب اور ناجی کہلائے جانے کے مستحق گویا صرف یہی حضرات ہیں۔

صاحب الفصول شیعی نے امام باقر رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ "آپ کا گزر ایک جماعت پر ہوا جو حضرات ابوبکر، عمر، عثمان (رضی اللہ عنہم) کی عیب جوئی میں مصروف تھے آپ نے ان سے پوچھا کیا تم ان مہاجرینؓ سے ہو جو خدا کے لئے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کے لئے ان کا مال لوٹا گیا اور خدا اور رسول کی مدد کی؟ کہنے لگے کہ نہیں پھر آپ نے پوچھا کیا تم ان لوگوں سے ہو۔ جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے قبل ہی ایمان قبول کر کے ان کے لئے رہائش کا انتظام کر رکھا تھا اور مہاجرین سے محبت رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں تو امام باقرؒ نے فرمایا۔ کہ تم خود (اپنے اقرار سے) ان دونوں (جماعتوں) سے بیزار ہوئے اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی ہر گز نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؎ کہ: جو لوگ ان مہاجرین و انصارؓ کے بعد آئے اور یہ دعا مانگتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دل میں ان ایمان

؎ یہ سورہ حشر پ ٢٨ کی اس آیت کا ترجمہ ہے جو مذکورہ بالا دو آیتوں کے بعد متصل ہے ١٢

والوں (مہاجرین وانصارؓ) کے لئے کینہ نہ رکھ اے ہمارے پروردگار تو ہی بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔ (بحوالہ آیات بینات جا صہ ۲۸)

ان آٹھ آیات کے بعد اپنے ذوق سے کچھ آیات عنوانات کے تحت پیش کی جاتی ہیں گو کوئی آیت جامعیت کی وجہ سے عنوان واحد کے تحت منحصر نہیں۔

صحابیت معیت نبوی قرآن کے آئینہ میں

اصحاب النبی اور من مع النبی مترادف لفظ ہیں نبی کے اصحاب اور مومنین کو کہتے ہیں۔ چونکہ معیت میں۔ رفاقت ونصرت اور ہمنشینی کا زیادہ اظہار پایا جاتا ہے تو بالعموم قرآن نے اصحاب انبیاء کا ذکر خیر اسی لفظ سے فرمایا ہے۔ جیسے شروع مقدمہ میں آیات گذر چکی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

۹۔ قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ... فَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ۔

تو موسیٰ کے صحابی بولے ہم تو پکڑے گئے ..... اور ہم نے موسیٰؑ کو اور جو ان کے ساتھ تھے تو ان سب کو نجات دے دی پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

جیسے اصحاب موسیٰ اور من معہ ایک ہی ناجیہ جماعت ہے اسی طرح صحابۂ رسول اور من معہ ایک ہی ناجی مومنین کی جماعت ہے قرآن کریم انکا تعارف یوں کراتا ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ (فتح ع ۱۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو بھی حقیقتاً ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بھاری ہیں اور آپس میں رحم دل الخ۔

اس آیت کی پوری تشریح آگے آ رہی ہے

۱۰۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ۔ (کہف ع ۴)

اور ان لوگوں کے ساتھ بسر کرنے کی برداشت کرو جو صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا مانگتے ہیں اور اسی کی رضا کی خواستگاری کرتے ہیں اور اپنی نظران سے نہ ہٹاؤ۔

اس آیت میں تو صحابہؓ کی تعظیم بڑھانے والے خدا نے اپنے رسول کو بھی پابند کر دیا کہ وہ نہ خود ان سے جدا ہوں اور نہ ان کو اپنے سے دنیا کی زینت ومفاد کی خاطر علیحدہ کریں بلکہ ان کو حقیر وبے قدر جاننے والے کسی غافل کی بات نہ سنیں۔

۱۱۔ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ توبہ ع ۱۱)

لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لئے سب خوبیاں ہیں اور وہی (پوری پوری) فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی قربانیوں کا معاً ذکر ہے۔ اور دونوں کو بھلائی اور کامیابی کے نتیجہ سے شاد باش کر دیا ہے۔ اس کا شان نزول غزوہ تبوک کے سلسلے میں ہے جو ہزاروں (۳۰ ہزار بروایت ۷۰ ہزار) صحابہ کرامؓ کی نجات اور عنداللہ سرخرو ہونے پر روشن دلیل ہے۔

۱۲۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ۔ (سورۃ تحریم)

(اس دن) جس دن خدائے تعالیٰ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں بائیں ہاتھ چلتا ہوگا۔

روز محشر بھی یہ صحابہؓ کی شان ہوئی کہ نبی کے جلو میں ہوں گے رسوائی سے پاک آمنے سامنے دائیں بائیں روشنیوں میں نازنینوں کی طرح گشت کریں گے

۱۳۔ اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ

بے شک تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں ان میں کا ایک

ؔ ان دس آیات کا ترجمہ مقبول رافضی کا ہے۔

وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ

(مـزمل)

گروہ رات کی دو تہائی کے قریب اور کبھی کبھی آدھی رات تک اور (کبھی) ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے رہتے ہو۔

"میں چپکے چپکے روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے" کا مصداق تہجد گزار صحابہ کرامؓ کا بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کے ساتھ بطور فخر ذکر کر دیا۔ سورت شعراء کی آیت بھی یہی فیض صحبت بتاتی ہے۔

۱۴۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ۔

اور آپ اس زبردست رحمت والے پر بھروسہ کیجئے جو آپ کو رات کو اٹھتے وقت دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں (تہجد گذار صحابہؓ) کے درمیان (بطور نگرانی) گھومتے پھرنے کو دیکھتا ہے۔ (غیر مقبول)

۱۵۔ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ ھود ع ۱۲

جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر تم خود اور جو تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں وہ قائم رہو۔

۱۶۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

(ملک)

تم کہہ دو کہ آیا تم اسے سمجھے کہ اللہ مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو ہلاک کرے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔؟

اس آیت میں کفار کے بالمقابل مباہلہ کی طرح اپنے ساتھ حضور علیہ السلام نے بحکم خدا صحابہ کرامؓ کو ساتھ رکھا ہے۔ کہ خدا ہماری ہلاکت کا فیصلہ کرے یا رحمت اور نجات کا مژدہ سنائے کافروں کو عذاب الیم سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

یہ آیت صحابہ کرامؓ کی عظمت و ایمان پر اہم دلیل ہے۔ اس مفہوم کی یہ آیت بھی ہے۔

۱۷۔ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ۔

پھر اگر وہ تم سے حجت کریں تو کہہ دو کہ میں نے اور میرے تابعین نے خدا کے سامنے

سورۃ آل عمران ع ۲ (اطاعۃً) اپنا سر جھکا دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے مدمقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور متبع صحابہ کرامؓ کو پیش کر رہے ہیں جو لوگ ایک تفسیری روایت کی آڑ میں اس واقعہ مباہلہ کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور پھر ناکردہ جرم میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر برستے ہیں وہ ان آیات کو غور سے دیکھیں اور یقین کریں کہ مباہلہ ہوا نہ تھا اگر ہوتا تو حضور علیہ السلام صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر حجت قائم کرنے جاتے جیسے بدر و احد میں مشرکین کے سامنے حجت کرنے گئے تھے۔ تفسیری روایت کو صحیح سمجھنے کی صورت میں حضرت فاطمہؓ و حسنینؓ کو دعا مباہلہ میں شریک کرنا تھا تاکہ اپنی بے لوث صداقت اور فدائیت اور نمایاں ہو ورنہ نفس محاجہ کے لئے نہ ان کی ضرورت تھی اور نہ حسنینؓ صغر سنی کی بنا پر ومن اتبعن کا مصداق ابھی ہوئے تھے۔ (فافہم)

۱۸۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ

(یوسف ع ۱۲)

تم یہ کہہ دو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں (بھی) اور وہ (بھی) جس نے میری پیروی کی ہے بصیرت پر ہیں۔

مشرکین کے بالمقابل یہاں بھی صحابہ کرامؓ متبع رسولؐ ہیں بصیرت و یقین کے ساتھ حضورؐ کے ہمراہ کفار کو دعوت توحید دے رہے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان پر جلنے والوں سے خدا سمجھے۔

ایمان و یقین کی پختگی اور سیرت و کردار کی پاکیزگی

۱۹۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ یُطِیْعُكُمْ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ

اور جان رکھو کہ تم میں خدا کے پیغمبرؐ ہیں اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن خدا نے تم کو

الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ہم الراشدون فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم (حجرات ع ۱)

ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں یعنی خدا کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والے ہیں حکمت والے

اس آیت کے کچھ مطالب گزر چکے ہیں صحابہ کرامؓ کی صلابت ایمان اور عیوب سے پاکدامنی پر یہ ایک جامع آیت ہے اس سے بڑھ کر عدالت و ثقاہت کا کوئی درجہ نہیں ہو سکتا بالفرض اس کے سوا اور کوئی آیت بھی ان کی عدالت پر شاہد نہ ہوتی تب بھی اس آیت کی رو سے کسی شک و شبہ کی انکی عدالت میں گنجائش نہ تھی۔

۲۰۔ والذین امنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ہم المومنون حقا لہم مغفرۃ ورزق کریم (الانفال ع ۱۰)

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں ان کے لئے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

شیعہ کی معتبر تفسیر مجمع البیان ج۲ ص۵۶۱ پر طبرسی لکھتے ہیں۔

ثم عاد سبحانہ الی ذکر المہاجرین والانصار ومدحہم والثناء علیہم فقال ،، والذین امنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ ورسولہ وہاجروا من دیارہم واوطانہم من مکۃ الی المدینۃ وجاہدوا

پھر اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصارؓ کا ذکر طیب اور مدح و ثنا کرتے ہوئے فرماتا ہے "جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی تصدیق کی اپنے گھروں اور وطنوں (مکہ) سے مدینہ کو ہجرت کی ان مشقتوں

فی ذلک فی اعلاء دین اللہ" والذین اووا ونصروا النبی اولئک ہم المومنون حقا" ای حققوا ایمانہم بالہجرۃ والنصرۃ۔

کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے کفار سے جہاد کیا۔ نیز جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کی یہی لوگ سچے اور پکے مومن ہیں یعنی ہجرت اور نصرت رسولؐ کرکے اپنے ایمان کو سچ کر دکھایا۔

فریق مخالف کے ایک معتبر عالم کی تفسیر اور شہادت سے آیت کا مفہوم واضح ہے ع والفضل ما شہدت بہ الاعداء

۲۱۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءہم او ابناءہم او اخوانہم او عشیرتہم اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح منہ ویدخلہم جنات تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ہم المفلحون ؕ (مجادلہ اخری ایت)

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا و رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش یہی گروہ خدا کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

یہ آیت کیسے واشگاف طور پر یہ حقیقت بتلا رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ وہ خدائی لشکر ہے جن کے دلوں کی تختی پر خود خالق قلوب نے ایمان کندہ کر دیا لہٰذا اس

کے مٹنے ختم ہونے یا دھندلا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دین و ایمان میں اتنے پختہ اور خدا و رسول پر اتنے فدا ہیں کہ وہ خدا و رسول کے مخالفوں سے کمال دشمنی رکھتے ہیں گو وہ ان کے قریب اور معزز ترین رشتہ دار کیوں نہ ہوں اللہ نے اپنی خاص نصرت سے ان کی تائید کی ہے یہی وہ اللہ کا گروہ ہے جو اخروی نعما جنت کے علاوہ دنیا کے ہر کام میں بھی سرفراز رہے گا۔

چنانچہ دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ خدائی لشکر کس طرح ربع صدی کے مختصر عرصہ میں روئے زمین پر چھا گیا اور کفر و شرک پوری قوت و استحکام کے ساتھ نبرد آزما ہوتے ہوئے بھی ان کے ہاتھوں پاش پاش ہو گیا۔

شاعر مشرق جواب شکوہ میں انہی کے متعلق کہتا ہے۔ ؎

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوع انسان کو غلامی سے چھڑایا کس نے
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو؟

فضائل ومناقب

۲۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۔

(بینہ پ۳۰)

(اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ ابد الآباد ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش یہ (صلہ) اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔

یہ آیت اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا صحابہ رضی اللہ عنہم سب خلائق سے افضل ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا۔

(فتح کی آخری آیت)

محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ خدا کے آگے جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے "محمد رسول اللہ" سے آپ کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر دلیل کے طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کر کے ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ بیان فرمائے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس خطۂ عرب میں ہے جو ہر قسم کی گمراہی کا مرکز تھا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی مدت میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا اور اس نے اپنے گرد ہدایت کے پیروکاروں کی ایسی مخلص جماعت اکٹھی کر لی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کافروں پر بڑے

سخت ہیں مگر آپس میں بہت ہی مہربان اور رحم دل ہیں۔ عبادت کا یہ عالم ہے کہ رب العزت کی نیاز میں تم ان کو پیشانی جھکائے سربسجود دیکھو گے۔ اخلاص کا یہ عالم ہے کہ یہ سب کچھ قربانیاں اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ اور عبادت میں انہماک۔ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی اور اس کے فضل کی تلاش کے لئے کرتے ہیں۔ نیکی اور ہدایت کے آثار ان کی پیشانیوں پر ہویدا ہیں۔ یہ کوئی گمنام جماعت نہیں بلکہ ان کا یہ ذکر خیر اور اوصاف کاملہ کا بیان ہم نے صدیوں قبل تورات و انجیل جیسی اہم کتابوں میں کر دیا تھا۔ ان کی ترقی اور کامیابی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پودا اپنی کونپل نکالے پھر وہ بڑا ہو جائے اور موٹا ہو جائے تاآنکہ اپنے تنے پر مستقل کھڑا ہو جائے تو کسانوں کو کیا ہی پسند اور پیارا لگتا ہے۔

اسی طرح ہم نے ان کو آہستہ آہستہ مضبوط ترین جماعت بنا دیا تاکہ دشمنانِ اسلام کفار ان کے مراتبِ عالیہ کو دیکھ کر جل اٹھیں مگر ان کا جلنا اور غم کھانا بالفعل سے ان پر لعن طعن کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ اس قدوسی جماعت سے تو اللہ نے بڑی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کے لئے بیان فرمائی ہے کہ وہ ابتداءً تھوڑے ہوں گے اور پھر بڑھتے بڑھتے زیادہ ہو جائیں گے۔ پس جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی دعوت کی ابتدا کی تو آپ تنہا اور کمزور تھے پھر یکے بعد دیگرے صحابہ کرامؓ آپ کی دعوت پر لبیک کہتے گئے۔ جیسا کہ پودا بیج سے کمزور نکلتا ہے پھر وہ آہستہ آہستہ قوی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا تنا اور ڈالیاں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ پس یہ ایک اصح ترین مثال اور قوی ترین بیان ہے۔

"قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفت انجیل میں یوں مکتوب ہے کہ نبی آخر الزمان ایسی قوم سے ظاہر ہو گا جو

پودے اور کھیتی کی طرح پرورش پائیں گے نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے ...... آگے فرماتے ہیں کہ زرع تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کونپل اس کے اصحاب ہیں۔ پہلے تھوڑے تھے زیادہ ہو گئے۔ کمزور تھے قوی ہو گئے۔ ضحاکؒ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

"لیغیظ بہم الکفار" میں لام محذوف سے متعلق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ایسا اس لئے کیا تاکہ (مآل کار) کافروں کو غم و غصہ دلائے آگے فرماتے ہیں "منہم" میں من تبعیضیہ نہیں ہے کہ بعض صحابہؓ کو مغفرت کے وعدہ سے خارج کر دے بلکہ یہ عامہ اور جنسیہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے فاجتنبوا الرجس من الاوثان (اس گندگی سے بچو جو بتوں کی ہے) اس میں تبعیض مراد نہیں ہو سکتا بلکہ جنس کے معنی میں ہے تو اسی طرح منہم میں بھی من جنس کا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس صحابہؓ سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جنس قلیل و کثیر سب افراد کو شامل ہوتی ہے) (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر۔ مدارک۔ روح المعانی اور دیگر تفاسیر میں یہی توجیہ مذکور ہے)

اس آیت میں ایک اور جواب بھی ہے کہ یہ من کلام کی تاکید کرنے والا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰے نے تمام صحابہ کرامؓ سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے " قطعت من الثوب قمیصا مراد یہ ہوتی ہے کہ سب کپڑے کو کاٹ کر قمیص بنا ڈالی اس کا شاہد قرآن میں بھی موجود ہے۔ وننزل من القرآن ما ھو شفاء۔ یعنی ہم قرآن کو شفاء بنا کر نازل کرتے ہیں اس لئے کہ قرآن کے ہر لفظ میں شفاء ہے نہ کہ فقط بعض میں)۔

ملخص تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۹۶۔

احقر مؤلف کے نزدیک سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی من تبعیضیہ مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ "والذین معہ" مبتدا کی خبریں " اشداء علی الکفار" الخ ہیں

اور یہ بے نظیر اخبار و اوصاف خالص مومنین ہی کے ہیں جن پر دوسری نصوص کی رو سے مغفرت اور جنت لازمی ہے۔ نیز منہم کا مرجع بھی بلا شبہ مذکورہ موصوفین ہی ہیں اب اگر من تبعیض کے ذریعے مذکورہ موصوفین کی ایک جماعت کو مغفرت کے وعدہ سے خارج سمجھا جائے تو یہ بداہتہً باطل ہے۔

آخر ان صفات و کمالات کے متحقق ہو چکنے کے بعد ایمان اور اعمال صالحہ کا کونسا شعبہ ایسا رہ جاتا ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ حضرات وعدۂ مغفرت سے خارج سمجھے جائیں اگر یہاں من تبعیض کی حاجت ہوتی تو اس کا محل معہٗ کے بعد ہوتا یعنی "والذین معہ منہم اشداء علی الکفار" فرمایا جاتا تاکہ معیت کی تقسیم ہو جاتی ظاہرہ اور حقیقیہ۔ مگر جب ان کے ایسے اوصاف کاملہ کی خبر دے کر معیت ظاہرہ کے احتمال کو باطل کر دیا تو اب من تبعیضیہ کے استعمال کا موقعہ ہی کوئی نہ رہا۔

۲۴- اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ
توبہ ع ۳

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمتہائے جاودانی ہے (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے کچھ شک نہیں کہ خدا کے ہاں بڑا صلہ (تیار) ہے

آیت کا مفہوم مستغنی از وضاحت ہے۔

ارتداد سے محفوظیت:-

۲۵- وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (آل عمران ع ۱۱)

اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ

۲۶- لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝
(آل عمران ع ۱۷)

اور خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد از وفات نبوی تین چار حضرات کے سوا سب صحابہ کرامؓ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے وہ ان آیتوں پر غور تو کریں کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے ان کو دوزخ سے بچانے کی بشارت دی اور اس نعمت عظمیٰ کی یاد دہانی کا حکم دیا۔ پس وہ اگر العیاذ باللہ دین سے پھر گئے۔ یا ان سے ایسے گناہوں کا صدور ہوا جن سے وہ دوزخ یا سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے "کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا" کہنے کا کوئی موقعہ ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ ایک لغو اور خلاف واقعہ خبر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے مقام امتنان اور تذکیر نعمت میں کیوں ذکر فرماتے ہیں جب کہ انہیں کچھ فائدہ ہی نہیں ہوا؟ جہنمی کے جہنمی ہی رہے اور "لعلکم تہتدون" کا ترتب بھی برعکس ہوا جب کہ وہ ہدایت سے محروم ہو گئے۔

نیز جب معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ان کا تزکیہ نفس بھی کر دیا اور خدا نے ان مومنوں پر احسان جتلا کر بعثت رسالت

کی خبر دی اور ان کی سابقہ حالت کا یوں ذکر فرمایا" بے شک وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے" اب اگر صحابہؓ کو معاذ اللہ مرتد یا جہنمی مانا جائے تو پھر خدا کے احسان جتلانے کا کیا فائدہ؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تزکیہ کا ذکر بے سود ہوا جب کہ تین چار حضرات کے سوا کسی کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ اول و آخر گمراہ ہی رہے تو پھر "و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" کہنا ہی لغو ہوا۔

اب دو باتوں میں سے ایک کا ماننا لازمی ہے یا تو سب صحابہ کرامؓ کو کامل الایمان قطعی جنتی اور دوزخ کی آگ سے نجات یافتہ مانا جائے یا معاذ اللہ باری تعالیٰ کے جہل کا اقرار کیا جائے کہ اسے پتہ ہی نہ تھا کہ یہ صحابہؓ بعد میں اہل بیت کی حق تلفی کر کے آگ کے مستحق بن جائیں گے۔ کیونکہ ان کو آگ سے محفوظ ہونے کی خوشخبری دے دی اور صرف زمانہ جاہلیت کی گمراہی کی خبر دی اور اہل بیت کے غصب حقوق کا ذکر نہ کیا۔ پہلی بات پر اہل سنت والجماعت ایدہم اللہ تعالیٰ ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسری شیعہ حضرات کے نزدیک عین ایمان ہے۔

کاش وہ اپنی معتبر تفسیر مجمع البیان ہی دیکھ لیتے۔ چنانچہ طبرسی لکھتے ہیں۔

قال ابن الجوزاء قرء ابن عباس وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا واعرابی یسمع فقال ما انقذھم منھا وھو یرید ان یقحمھم فیھا فقال ابن عباس اکتبوھا من غیر فقیہ

مجمع البیان لطبرسی ج ۱ ص ۴۸۳

ابن جوزا کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی "کہ تم اے اصحاب محمدؐ آگ کے کنارے پر تھے پس خدا نے تم کو اس سے نجات دی" ایک اعرابی نے سن کر کہا خدا نے اس ارادے سے ان کو دوزخ سے نہیں بچایا کہ پھر ان کو جہنم میں دھکیلیگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ (پیاری بات) لکھ لو اگرچہ غیر فقیہ کی زبان سے نکلی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام المفسرین اور حبر امت حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر وہی ہے جس کے متبع اہل سنت والجماعت ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ جہنم سے آزاد ہیں۔

…صف مزاج شیعہ بھی حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کو حجت سمجھتے ہیں خصوصًا …کہ ان کی اپنی روایات اور کتب میں منقول ہو۔

خصائل حمیدہ و عواقب محمودہ

۲۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کریگا بے شک خدا غالب حکمت والا ہے خدا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشتہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا وعدہ کیا ہے اور خدا کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔

(توبہ ع ۹)

۲۸۔ یہ دو آیتیں ہمارے مدعیٰ پر نص قاطع ہیں تفسیر کی محتاج نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

بلاشبہ اللہ نے مومنین سے خرید لیا ہے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس کے عوض میں کہ انہیں جنت ملے گی۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں سو (کبھی) مار ڈالتے ہیں اور (کبھی) وہ مارے ڈالے جاتے ہیں اس پر (ہماری طرف سے) سچا وعدہ ہے توریت

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہے۔ تو تم خوشی مناؤ اپنی بیع پر جس کا تم نے سودا کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے (از ماجدی)

۲۹۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(توبہ ع ۱۴)

(وہ مجاہدین) توبہ کرتے رہنے والے ہیں عبادت کرتے رہنے والے ہیں حمد کرتے رہنے والے ہیں۔ روزہ رکھنے والے ہیں رکوع کرتے رہنے والے ہیں سجدہ کرتے رہنے والے ہیں۔ نیک باتوں کا حکم کرتے رہنے والے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہنے والے ہیں اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔ (از تفسیر ماجدی)

یہ آیات غزوہ تبوک کے مجاہدین کی مدح کے سلسلے میں ہیں جن کی تعداد تیس ہزار تو یقیناً تھی اور مہاجرین و انصار کے علاوہ فتح مکہ اور اس کے بعد والے بہت سے نومسلم بھی تھے آیات بالا بحیثیت مجموعی ان کے اوصاف طیبہ مذکور ہیں ان اوصاف کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی تک مخصوص نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس پر کوئی دلیل یا قرینہ موجود ہے۔ لہٰذا قرآنی شہادت سے صحابہ کرامؓ کے ان اوصاف کا اعتقاد رکھنا اور انہیں نشر کرنا ہی واجب ہے اس کے برعکس صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار میں عیب لگانے والی بالعموم غلط اور موضوع روایات یقیناً قابل رد ہیں۔ اگر چند صحیح بھی ہوں تو بھی واجب الرد اور قابل تاویل ہیں کیونکہ بہرحال یہ ظنی ہیں اور نصوص قرآنیہ قطعی ہیں۔ اور ظنیات قطعیات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (نور ع ۵)

ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں (یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے۔ اور آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں تاکہ خدا ان کو ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے اور جس کو چاہتا ہے خدا بے شمار رزق دیتا ہے۔

۳۱۔ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم یقیناً ایمان لے آئے سو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا دے۔

۳۲۔ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۔

(آل عمران ع ۲)

(یہ) صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں سے بخشش چاہنے والے ہیں (ماجدی)

قلم و قرطاس کی شہسواری میں مغرور اور احیاء دین کے واحد ٹھیکیدار حضرات جو اپنے تنقیدی گھوڑے صحابہ کرامؓ کی مقدس سیرتوں پر دوڑاتے رہتے ہیں وہ ان آیات پر غور کریں کہ کیا ان کو دیکھ کر یہ تاثر دلانا صحیح ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی پہلی زندگی تو اچھی تھی مگر جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ کتاب و سنت کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی دنیا کی محبت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی

اورخلافت کو انہوں نے ملوکیت میں تبدیل کردیا (محصلہ)

مسلمانان فتح مکہ:۔

۳۳۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ (نصر پ ۳۰)	جب اللہ کی مدد اور فتح آپہنچے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو آپ اپنے پرو[ردگار] کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغ[فار] کیجئے (ماجدی)

اللہ کے دین میں لوگوں کے فوج درفوج داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہ[ت] سی جماعتیں اور قبائل داخل اسلام ہوں گے۔ چنانچہ شہر مکہ وشہر طائف اور [...] یمن اور قبیلہ ہوازن کے لوگ فتح مکہ کے بعد معًا داخل اسلام ہونے لگے (ماجدی [صہ۱۲۱۳]) رمضان ۸ھ فتح مکہ کے موقعہ پر اور اس کے بعد اسلام قبول کرنے والوں [کے] صدق اسلام پر یہ سورت نص صریح ہے اسی کو اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور فتح ا[س] سے تعبیر کررہے ہیں اگر یہ حضرات خوف وطمع سے یا منافقانہ طور پر داخل اسل[ام] ہوں یا علی العموم بعد میں مرتد ہوگئے ہوں تو کبھی اللہ تعالیٰ اس انقلاب کو نصر[ت] اور دخول فی دین اللہ سے تعبیر نہ کرتے۔

نیز صحابہ کرامؓ نے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل کی پیشنگوئی سمجھ[ی] کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد تکمیل پذیر ہوجائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تسبی[ح] واستغفار کا ورد بتلایا کہ اپنے مشن کی تکمیل ہوچکنے کے بعد آخرت کی تیاری میں لگ جائیے اب اگر ان لوگوں کو معاذ اللہ منافق یا بعد میں مرتد مانا جائے یا یہ کہہ کر ا[ن]... کیا جائے "کہ ان کی قلب ماہیت نہیں ہوئی تھی" تو نہ بعثت رسالت کی تکمی[ل] ہوئی اور نہ استغفار وتسبیح کا کوئی موقعہ ہے فافہم

۳۴۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (الانفال ع ۱۰)	اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور وط[ن] سے ہجرت کرگئے اور تمہارے ساتھ ہو[کر] جہاد کرتے رہے وہ بھی تمہیں میں سے ہیں۔

یہ آیت مذکورہ آیت (۱۲) کے متصل اور اسی کا تتمہ ہے اس میں فتح مکہ تک ایمان لانے والے۔ ہجرت اور جہاد کرنے والے تو بلاشبہ داخل ہیں لفظ بعد کے عموم کے پیش نظر فتح مکہ کے بعد والے مسلمان بھی داخل ہیں کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت الی المدینہ کی گو وہ مشروعیت باقی نہ رہی تاہم قبول ایمان۔ جہاد اور نصرت دین۔ اس کے بعد بھی باقی رہے لہٰذا عموم الفاظ کے پیش نظر فتح مکہ کے بعد والے مومن اور مجاہد بھی اس کا مصداق ہوئے۔ اور اس آیت میں ان کی بڑی منقبت اور ثبوت عدالت ہے۔

شیعی مفسر طبرسی مجمع البیان ج ۲ ص۱۲ پر لکھتے ہیں۔

"اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے یعنی فتح مکہ کے بعد یہ حسن بصری کا قول ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد ایمان لائے تمہاری ہجرت کے بعد انہوں نے ہجرت کی مگر تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو اے ایمان والو یہ بھی تم میں سے ہیں۔ یعنی تمہاری مثل اور تمہاری جماعت ہی کے آدمی ہیں ان سے محبت اور دوستی رکھنے وارث بنانے اور مدد کرنے میں ان کا حکم تم جیسا ہی ہے۔ اگرچہ ان کا ایمان اور ہجرت تمہارے بعد ہوئی۔"

۳۵۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔ (حدید ع ۱)	جس شخص نے تم میں سے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام پیچھے کئے وہ) برابر نہیں ان لوگوں کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے) جہاد کیا اور خدا نے سب سے (ثواب) نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے۔

اس آیت میں فتح مکہ تک ایمان لانے والے اور انفاق وقتال فی سبیل اللہ کرنے

والے اور فتح مکہ کے بعد ان صفات سے موصوف صحابہ کرامؓ کے درمیان فرق مراتب بتایا جا رہا ہے۔ کہ انفاق و قتال میں اگرچہ دونوں شریک ہیں مگر دونوں میں ثواب اور مراتب کے لحاظ سے بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ سابق الایمان گروہ کی قربانیاں اور جہاد فی سبیل اللہ۔ افلاس غربت اور کثرت اعداء کے باوجود بہت زیادہ ہیں لہٰذا فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کا رتبہ بعد والوں سے بہت زیادہ ہے۔

اور ”وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى“ میں یہ بیان فرمایا کہ دونوں گروہوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رضامندی اور جنت نعیم کا وعدہ فرمایا ہے تو یہ آیت فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ کے مومن، عادل اور قطعی جنتی ہونے پر زبردست دلیل ہے۔

چنانچہ علامہ محمود آلوسیؒ المتوفی ۱۲۶۷ھ تفسیر روح المعانی پ ۲۷ ص ۱۶۷ پر رقمطراز ہیں

وکلا ای کل واحد من الفریقین	یعنی فریقین میں سے ہر ایک کے ساتھ نہ
لا الاولین فقط وعد اللہ الحسنی	کہ صرف فتح مکہ سے قبل والوں کے ساتھ
المثوبۃ الحسنیٰ وھی الجنۃ علی	اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے حسنیٰ سے
ماروی عن مجاھد وقتادۃ وقیل	مراد بہتر بدلہ یعنی جنت ہے جیسے مجاہد اور
اعم من ذالک والنصر	قتادہ سے مروی ہے ایک قول یہ ہے کہ
والغنیمۃ فی الدنیا	آیت عام ہے جنت کے علاوہ دنیا میں
	فتح و غنیمت کو بھی شامل ہے۔

آگے ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

واقول شاع الاستدلال	میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی رو سے تمام
بھذا الحدیث علی فضل الصحابۃ	صحابہ کرامؓ کی فضیلت پر استدلال مشہور
مطلقا بناء علی ما قالوا ان	ہے کہ جمع کی اضافت استغراق اور ہر فرد

ف وہ حدیث لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق الخ ہے حدیث کے باب میں ملاحظہ کریں۔

الاضافۃ للجمع تفید الاستغراق	کو شمول کا فائدہ دیتی ہے صاحب کشف
وعلیہ صاحب الکشف۔	کا یہی قول ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرامؓ فتح مکہ سے قبل کے ہوں یا بعد کے۔ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ہر ایک کو شامل ہے کسی طبقے سے مخصوص نہیں اور صحابہ کرامؓ سب کے سب عادل ہیں (نبراس عدالت صحابہؓ)

لہٰذا شارح مسلم الثبوت (صاحب فواتح الرحموت ج ۱ ص ۴۰۲) کا یہ کہنا۔ کہ اصحاب بدر اور بیعت الرضوان وغیرہم کی عدالت تو قطعی ہے اور کسی مومن کو شک کی گنجائش نہیں۔ ہاں فتح مکہ کے بعد کے مسلمانوں میں اشتباہ ہے کیوں کہ ان میں مؤلفۃ القلوب بھی تھے۔ لہٰذا ہمارے ذمے یہ واجب ہے کہ ان کا ذکر صرف بھلائی سے کریں۔ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب كُلًّا کہہ کر حق تعالٰے نے اس احتمال کو باطل کر دیا تو اب توقف کا کوئی معنیٰ نہ رہا۔

آپ نے اولاً تالیف قلوب کے لئے حکمت عملی کے طور پر ان کو کچھ اموال دیئے مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اور وہ کامل الایمان ثابت ہوئے چنانچہ غزوہ حنین غزوہ طائف اور تبوک میں ان کی شرکت ان کے صدق ایمان پر واضح دلیل ہے۔

وفات نبوی کے بعد چند ایسے نو مسلموں کا دین سے پھر جانا جنہوں نے اسلام کی پوری تعلیم و تربیت حاصل نہ کی تھی اس بات کی کیسے دلیل ہو سکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والے سب تلوار کے خوف سے اسلام لائے تھے یہ محض بدظنی اور اتہام ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو طلقاء فرمانا ان کی مذمت کے لئے نہ تھا بلکہ ان کا اعزاز اور ایک گونہ مدح تھی کہ تم ہماری سیف انتقام سے آزاد ہو یا اسلام کی حاکمیت قبول کر کے کفر و شرک سے آزاد ہو چکے ہو۔

دشمنان صحابہ کا نفاق :-

۳۶۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور

كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۔ (بقرہ ع ۲)	لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے ۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ منافقین جو کافر و مشرک اور خدا و رسول کے دشمن تھے ۔ انہوں نے جب مخلص مومنین اور حضرات صحابہ کرامؓ کو سفیہ او بیوقوف کہا تو اللہ تعالیٰ نے تردید میں ان کو کافر مشرک کہنے کے بجائے یہ جواب دیا ۔ کہ ہر شخص کو آئینہ میں اپنی ہی تصویر نظر آتی ہے کے مطابق ۔ وہ منافق خود ہی بڑے بیوقوف ہیں ۔ اس وجہ سے اپنی بیوقوفی تو سمجھتے نہیں مگر اوروں کو بیوقوف کہتے ہیں ۔ اس طرز تخاطب سے واللہ اعلم یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو گروہ صحابہ کرامؓ کو جیسا سمجھتا ہے خود ہی ویسا ہوتا ہے جو ان کو منافق یا خدا و رسولؐ کا دشمن کہتا ہے وہ خود ہی بڑا منافق اور اللہ و رسول کا دشمن ہے اور جو انہیں اہل بیت نبوی یا سیدنا حضرت علیؓ کا دشمن اور ان کے حقوق کا غاصب سمجھتا ہے وہ خود ہی اہل بیت کا دشمن اور ان کو ایذا پہنچانے والا ہے لیکن ضد اور جہالت کی وجہ سے اس کو اپنی اہلبیت دشمنی اور ایذا رسانی کا علم نہیں ہوتا ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات اہل بیت کرامؓ خصوصاً شیعی اصطلاح میں بارہ آئمہ اپنے اپنے شیعوں اور مدعیان محبت سے ہمیشہ شاکی او بیزار رہے اور ان کی ایذا دہی کا برملا اظہار کرتے رہے ۔ ممکن ہے مخالفین صحابہ چین بجبین ہو کر اس دعویٰ کو بلا دلیل اور تعصب پر محمول کریں اس لئے ان کے آئمہ کی چند شہادتیں پیش کرتا ہوں گو اس موضوع پر ہم ایک مستقل رسالہ مرتب کرنے والے ہیں (ان شاء اللہ)

حضرت علیؓ نے اپنے شیعہ کہلانے والوں کی خوب مذمت کی اور ان کے منافقانہ خصائل کو طشت از بام کیا ۔ چنانچہ نہج البلاغہ وغیرہ اس قسم کے طویل و مختصر خطبوں سے بھری پڑی ہیں مثلاً فروع کافی ج ۳ ص ۔ کے ایک طویل خطبہ میں ہے ۔

لوددت انی لم ارکم ولم اعرفکم معرفۃ واللہ جرت ندما واعقبت ذما قاتلکم اللہ لقد ملاتم قلبی قیحا و شحنتم صدری غیظا ۔	مجھے پسند ہے کاش تمہیں نہ دیکھا ہوتا اور تمہیں کچھ بھی نہ پہچانا ہوتا ۔ بخدا میں نادم ہوں اور ندامت سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا ۔ خدا تمہیں ہلاک کرے تم سے نفرت میں میرا دل لبریز ہو گیا ۔ اور میرا سینہ تم نے غصہ سے بھر ڈالا ۔

یہ صفات منافقین ہی کی ہو سکتی ہیں مومنین کی ہرگز نہیں ہو سکتیں اصول کافی باب کتمان ج ۲ ص ۲۲۱ پر حضرت زین العابدینؒ فرماتے ہیں ۔

وددت واللہ انی لافتدیت خصلتین فی الشیعۃ ببعض لحم ساعدی النزق وقلۃ الکتمان	بخدا مجھے پسند ہے کہ اپنی کلائی کا گوشت فدیہ میں دے کر اپنے شیعہ کی ان دو خصلتوں سے خلاصی پاؤں یاوہ گوئی اور گالی گلوچ اور اپنا مذہب چھپانے کی کمی ۔

اصول کافی باب قلۃ عدد المومنین ص ۲۴۲ امام جعفر صادقؒ المتوفی ۱۴۸ھ سے مروی ہے ۔

یقول لابی بصیر اما واللہ لو انی اجد منکم ثلاثۃ مؤمنین یکتمون حدیثی ما استحللت ان اکتمھم حدیثا	کہ وہ اپنے خاص شیعہ ابو بصیر سے کہتے تھے بخدا اگر میں تم میں تین مومن بھی پاتا جو میری بات مخفی رکھتے تو میں ایک بات کو چھپانا بھی جائز نہ سمجھتا ۔

حالانکہ امام جعفر کے شیعہ کہلانے والے حسب اعتقاد شیعہ سب سے زیادہ ہزاروں افراد تھے ۔

علم رجال میں شیعہ کی معتبر اور قدیم کتاب رجال ابی عمرو الکشی ص ۔ پر ہے ۔

ما انزل اللہ ایۃ فی المنافقین الا وھی فی من ینتحل التشیع ۔	اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت میں جو آیت بھی نازل فرمائی ہے وہ یقیناً شیعہ کہلانے والوں پر صادق ہے ۔

روافض کے اعتقاد میں آٹھویں امام ابوالحسن رضاؒ المتوفی ۲۰۳ھ فرماتے ہیں
اگر میرے شیعوں میں کھرے اور کھوٹے کی تمیز کرو تو سب کو کھوٹا پاؤ دینی لحاظ سے اگر ان کا امتحان لو تو سب کو مرتد پاؤ اگر ان کو سچے اور جھوٹے اعتبار سے چھانٹو تو ہزار میں سے ایک بھی نہ نکلے اگر تم (اچھے برے کی تمیز کے لئے) ان کو چھانو تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچے۔ مگر وہی جو میرا خاص ہوگا۔ یہ لوگ مدت سے تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم علیؓ کے شیعہ ہیں حالانکہ علیؓ کے شیعہ صرف وہی ہیں جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ (روضہ کافی ص ۲۲۸ طبع ہند بحوالہ احسن الفتاویٰ ص ۱۳۸)

معیاریت حق:

۳۷۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ (بقرہ ع ۱۶)

تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں۔

یہ آیت صحابہ کرامؓ کے معیار ایمان اور معیار ہدایت ہونے پر نص صریح ہے۔

۳۸۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (نساء ع ۱۷)

(اور) جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبرؐ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت میں جہنم کی وعید میں مخالفت رسولؐ کے علاوہ سبیل المومنین کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کو شریک کیا گیا ہے چونکہ مومنین کی سب سے پہلی اور افضل جماعت صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ اس لئے اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) رسول اللہ اور صحابہ کرامؓ کا راستہ ایک ہی چیز ہے اور آپ کی اتباع صحابہ کرامؓ کی اتباع ہی میں منحصر ہے اور صحابہؓ کے راستہ کی مخالفت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت ہے اس لئے ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔
(۲) شان نزول کے لحاظ سے اگرچہ یہ آیت صحابہؓ کے حق میں ہے مگر عموم الفاظ کے پیش نظر عام امت کے اجماع کی حقانیت پر بھی استدلال مشہور ہے۔
چنانچہ صاحب تفسیر مدارک ج ۱ ص ۱۵۷ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وهو دليل على ان الاجماع حجة لا تجوز مخالفتها كما لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة

یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں جیسے کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔

قارئین کرام! آیت نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۲۰، ۲۱، ۲۹، ۲۰ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے معیار حق و ہدایت بنایا ہے؟ جن کو دنیا میں محبوب ترین چیز ایمان ہو اور وہ ان کے دل میں راسخ مزین بالکہ دست ایزدی سے لکھا جا چکا ہو۔ وہ ایمان ہجرت جہاد نصرت دین اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ ہر کام میں سچے اور مخلص ہیں اور عمل سے ثابت کر دکھایا ہے۔ جو خدا ورسول کے مقابلے میں اپنے آباؤ اولاد برادران اور اپنے خاندان تک کو قتل کر ڈالتے ہوں وہ اللہ کا خاص گروہ ہو اور دارین میں کامیابی سے سرفراز ہو۔
جس گروہ کے ایمان واسلام کو اللہ تعالیٰ دوسروں کے لئے معیار ہدایت اور نمونہ حسنہ بنائے اور حکم دے کہ اگر ان جیسا ایمان لاؤ گے تو ہدایت پاؤ گے اور اگر ایسے ایمان سے اعراض وانکار کرو گے تو کھلے گمراہ ہوگے۔
اور جو لوگ انہیں بے وقوف کہہ کر ان کی اتباع نہ کریں اور طعنے دیں انہیں سب سے بڑا بے وقوف اور احمق کہے جن لوگوں کا مسلک معیار حق اور طریقہ مومنین کا آئینہ ہو اور اس کی مخالفت کرنے پر اللہ تعالیٰ جہنم کی وعید سنائیں کیا ایسی پاکیزہ جماعت کے متعلق کسی مسلمان کو شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ گمراہی پر ہوں

یا وہ معاذ اللہ نفاق سے دعویٰ ایمان کرتے ہوں یا وہ حق کا معیار نہ ہوں اور ان کی اتباع کو ذہنی غلامی سے تشبیہ دے کر انکار کیا جائے۔ تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخرا لجبال هدا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ایمان اور اعمال صالحہ قرآن وحدیث کی عملی مکمل تصویر تھے۔ دوسرے لوگوں کے ایمان اور اعمال کو قرآن وسنت پر پرکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے ایمان واعمال کو ذریعہ اور معیار بنایا جائے اگر ان کے مطابق ہوں تو صحیح سمجھے جائیں ورنہ مخالف اور مردود سمجھے جائیں۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ اس پر نص صریح ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے عقائد واعمال خدا ورسول کی شہادت سے قرآن وسنت کے معیار پر صحیح ہیں اور وہ دوسروں کے لئے معیار کا کام دیتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن وسنت اصلی معیار حق ہیں اجتماعی وانفرادی طور پر ہر عمل کو ان پر جانچا جائے مگر عملاً مذکورہ بالا معنی میں صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کی نفی اس سے لازم نہیں آتی۔

قرآن وحدیث معیار حق ہیں مگر وہ ضوابط حیات ہیں عملاً ناطق نہیں۔ سنت کا جو حصہ عملاً ناطق ہے اس کے ناقل اور راوی بھی صحابہ کرامؓ ہی ہیں عملی زندگی میں قرآن وسنت تک رسائی اور ان کی صحیح اتباع صحابہ کرامؓ کے واسطے سے ہوگی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔

من كان مستنا فليستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (مشکوٰۃ ص ۳۲)

جو شخص صحیح راستے کی پیروی کرنا چاہے تو وہ فوت شدہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلے کیونکہ زندہ پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسے انجام بخیر حضرات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہؓ ہیں۔

اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ کے ایمان واعمال کو نمونہ بنائے بغیر یا ان کی مخالفت

کر کے براہ راست قرآن وسنت پر اپنے آپ کو جانچے گا تو غالباً وہ ٹھوکر کھا کر گمراہ ہی ہوگا جیسے گمراہ فرقوں کی مثالیں سامنے ہیں۔

نیک انجام اور حسن سیرت کا دوام

۳۹۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ (آل عمران ع ۲۰)

رب نے ان کو منظور کر لیا کہ میں تم میں کسی عمل کرنے والے کے خواہ مرد ہو یا عورت۔ عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا تم آپس میں ایک دوسرے کے جزء ہو تو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے شہروں سے نکالے گئے اور (اور بھی) تکلیفیں انہیں میری راہ میں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے ان کی خطائیں ان سے ضرور معاف کردی جائینگی اور میں ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی (یہ) اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے (ماجدی)

۴۰۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔

اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا

ہے۔ اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔ (مائدہ ع ۸)

اس آیت میں ایک واقعہ کی پیشنگوئی دی جا رہی ہے جو وفات نبوی کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ایک فتنہ کی صورت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی وفات حسرت ناک کی خبر سن کر کچھ نومسلم قبائل۔ جنہوں نے نہ پورا فیض صحبت پایا تھا۔ نہ اسلام کی پوری تعلیم و تربیت سے آگاہ تھے۔ اسلام سے مرتد ہو گئے کچھ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ادھر مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی نے یکے بعد دیگرے نبوت کا دعویٰ کیا جس کے نتیجے میں عرب و یمامہ کے کچھ قبائل — بنو اسد طلیحہ کی قوم، بنو فزارہ، بنو غطفان، بنو سُلیم، بنو یربوع، بنو تمیم کے کچھ لوگ، بنو کندہ، بنو بکر۔ خصوصاً عنسی کی قوم بنو مدلج اور مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ مرتد اور جھوٹے مدعیان نبوت کے پیروکار ہو گئے۔ اور حالات بہت نازک ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے نہایت جرأت ایمانی عزم و استقلال اور بے مثال تدبر سے کام لیتے ہوئے تمام مسلمان مہاجرین اور انصارؓ وغیرہم کے ذریعے ان سب فتنوں کا استیصال کیا بہت سے لوگ پھر اسلام لے آئے اور بہت سے قتل ہو گئے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی دین کا محافظ ہے اس لئے وقوع سے قبل ہی اس نے ایک جماعت کی خبر دی۔ کہ یہ لوگ مرتدین سے قتال کریں گے۔ کافروں پر بڑے شدید اور مومنین کے حق میں بہت مہربان ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کریں گے لہذا اللہ کے محبوب بھی ہوں گے اور محب بھی۔

یہ سب صفات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اس لشکر کی ہیں جو مہاجرین و انصارؓ کے علاوہ دیگر ہزاروں مسلمان صحابہ پر مشتمل تھا۔ تو یہ آیت ان کی عدالت پر زبردست دلیل ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وفات نبوی کے بعد بھی یہ صحابہؓ ان صفات سے موصوف تھے جیسے آپ کی حیاتِ طیبہ میں

ان صفات عالیہ سے متصف تھے۔

شیعوں کے معتمد مفسر طبرسی نے مجمع البیان ج۲ ص۲۱۰ میں حضرت حسنؒ قتادہؒ اور ضحاکؒ سے۔ جو تفسیر میں منصف شیعہ کے ہاں بھی معتمد ہیں۔ مذکورہ بالا تفسیر نقل کی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ اور مرتدین کے ساتھ قتال کرنے والے آپ کے ساتھیوں کو اس کا مصداق بتایا ہے۔

آیات مذکورہ کے متعلق معاندین صحابہ کی تاویلات

یہ چالیس آیات اور اس قسم کی بیسیوں اور آیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے، ایمان، مصائب میں گرفتاری، ہجرت جہاد نصرت دین صدق و اخلاص عدالت و امانت، عنداللہ مقبولیت رضوان خداوندی اور جنات النعیم کے وعدوں اور بشارتوں پر مشتمل ہیں ان میں سے کسی ایک آیت کو بھی شیعہ حضرات اپنے ظاہری قطعی الدلالت مفہوم میں ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ، مقداد بن اسودؓ، سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور بعض روایات میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور حذیفہؓ کے سوا کوئی بھی صحیح مسلمان نہیں رہا باقی معاذاللہ سب مرتد ہو گئے دیکھئے رجال کشی ص۴، ۵، ۸ (طبع بمبئی) روضہ کافی ص۲۴۶۔ اصول کافی ج۲ ص۲۴۴ طبع ایران۔

بلکہ ارتداد صحابہ والی حدیث کے متواتر ہونے کا مامقانی نے اعتراف کیا ہے چنانچہ تنقیح المقال ج۲ ص۲۱۶ پر لکھتا ہے۔

علی ان اخبارنا قد تواترت بانه	علاوہ ازیں ہم شیعوں کی روایات اس بات
ارتد بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم	پر متواتر ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
جمیع الناس بنقض البیعة الا ثلثة	کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنے کی
اواربعة اوخمسة فمن ثبتت فی بته	وجہ سے تین یا چار یا پانچ صحابہؓ کے سوا
بعد ذالك وقو له بخلافة علی	باقی سب مرتد ہو گئے۔ اس کے بعد جس

فلا نصل نعده حسن الحال ومن شككنا فی توبته نتصحب الارتداد العام الی ان یثبت خلافه اھ

کی توبہ اور حضرت علیؓ کی خلافت بلا فصل کا اقرار ثابت ہو جائے تو ہم اسے اچھا جانیں گے۔ ورنہ جس کی توبہ میں ہم کو شک ہو تو اسے مرتد سمجھیں گے تا آنکہ اس کے خلاف ثابت ہو جائے۔

اس لئے شیعہ حضرات تحریف قرآن کا اگر صاف اقرار نہ کر سکیں تو ان آیات کی عجیب وغریب تاویلات کرتے ہیں۔

گو ہم دلی طور پر اپنے رسالہ کو ان کے ہفوات اور کفریات سے ملوث نہیں کرنا چاہتے مگر چونکہ عدالت بلکہ صحابہؓ کے ایمان تک کے بھی منکر ہیں تو کچھ نمونے اس لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اصحاب نبی کی دشمنی کے نشہ میں کس حد تک قرآن کی تحریف کرنے اور کتنی غلط و رکیک تاویلات کرتے ہیں کہ ایک مومن بلکہ سلیم الفطرت انسان ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً دلدار علی "ذو الفقار" میں آیت "والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار" کی تاویل میں کہتا ہے "یہ بات ثابت نہ ہو سکی کہ اس جگہ سبقت سے مراد ہجرت میں سبقت ہے زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ رضامندی کی علت سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرت میں سے غیر معین طور پر کوئی ایک ہو گی تو یہ مبہم علت استدلال علی المقصود کے لئے مفید نہیں ہو سکتی" ذو الفقار ص۸۵ ط لدھیانہ بحوالہ آیات بینات ص۲۸۵۔

جب بدماغی اور زیغ قلبی کا یہ عالم ہو کہ ابلیس شاطر بھی انگشت بدندان رہ جائے تو خاموشی کے ساتھ "وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا" پر عمل کیا جائے۔

بہر حال اصولی طور پر شیعہ حضرات ان تمام آیات کے تین جواب دیتے ہیں۔

۱۔ صحابہؓ منافق تھے ہر عمل کے لئے اخلاص اور ایمان شرط ہے جب تک ان کا مخلص و مومن ہونا ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک ان آیات سے کسی

صحابی کی عدالت یا فضیلت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ایک عام جواب ہے جو کہ ہر کہ ومہ رافضی دیتا ہے مجلسی کی طرح دلدار علی نے بھی خلفاء ثلثہؓ کی فضیلت کا انکار اسی طرح کیا ہے۔

جب عناد سے تعصب ونفاق کی کالی عینک لگا کر دیکھا جائے تو شیعہ کو اسی طرح سب صحابہؓ معاذ اللہ بدنیت اور منافق نظر آئیں گے۔ خدائے علام الغیوب اور علیم بذات الصدور نے ان کے بارے میں جو یہ "اولٰئك هم المؤمنون حقا[1]، هم الراشدون[2]، هم الصادقون[3]، اولٰئك حزب الله[4]، يبتغون فضلا من الله ورضوانا[5]" کئی مواقع پر فرمایا ہے یہ سب منافق تھے؟ پھر تو معاذ اللہ خدا نے بھی دروغ گوئی کی حد کر دی یا وہ معاذ اللہ ان کی نیتوں اور بواطن سے بے خبر تھا صدیوں بعد روافض کی سی آئی ڈی نے ان کی بدنیتی کا کھوج لگایا؟ یہ مثل ایسے ہی لوگوں کے لئے وضع کی گئی ہے "بے حیا باش وہر چہ خواہی گو"۔

تاویل دوم یہ آیات سب صحابہؓ کے حق میں نہیں بلکہ صرف حضرت علی اور اہل بیتؓ کے حق میں ہیں یا ان کے علاوہ تین یا پانچ صحابہؓ کے حق میں ہیں جو اخیر تک ولایت امیر پر قائم رہے۔ لفظ اگرچہ عام ہیں مگر مراد خاص افراد ہیں۔ اور قرآن میں عام سے مراد خاص اور خاص سے مراد عام موجود ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں یہی تاویل کی ہے۔

الجواب اس قول کی لغویت حد بیان سے باہر ہے۔

اولاً اس لئے کہ حضرت علیؓ حضرت حسنینؓ اور حضرت فاطمہؓ یعنی بزعم خود اہلبیتؓ حضرات کو شیعہ فطری ور پیدائشی طور پر معصوم مانتے ہیں ان سے گناہ کا صدور بھی ان کے اعتقاد میں نہیں ہوا پھر وہ ان آیات کا کیسے مصداق ہو سکتے ہیں جن میں مومنین

---

[1] یہی لوگ یقیناً سچے مومن ہیں (انفال ع۱) [2] یہی لوگ ہدایت پانے والے (حجرات ع۱)
[3] یہی لوگ سچے ہیں (حشر ع وغیرہ) [4] یہ اللہ کی جماعت ہے (مائدہ ع۸)
[5] یہ ہر دم ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں (فتح و حشر ع۱)

کی زمانۂ جاہلیت کی اغلاط اور برائیوں کے کفارے اور معافی کا ذکر ہے اور جا بجا جگہ ان کے لئے مغفرت اور نجات ثابت کی گئی ہے کیونکہ معصوم تو مغفرت کا اہل اور اس کا محتاج نہیں ہوتا۔

ثانیاً۔ کہ صرف تین یا پانچ صحابہؓ ان آیات کا مصداق ہوں۔ اس کا باطل ہونا بھی واضح ہے کیونکہ جس ہستی کو اللہ تعالےٰ نے خاتم الرسل اور امام الانبیا بنایا جسے رحمۃ للعالمین کے لقب سے مشرف فرمایا جس کو نذیراً للعالمین۔ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا پیغمبر بنایا۔ اور جس کو تمام جن و انس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ جس نبی کو زمان و مکان اور اقوام کی قید سے بالاتر کر کے اللہ رب العزت نے جمیع اقوام عالم اور روئے زمین کے چپہ چپہ کے لئے تا قیامت مبعوث فرمایا کیا عقل سلیم کسی درجہ میں یہ گوارا کر سکتی ہے کہ بلاواسطہ آپ کے ہاتھ پر جو ہدایت یافتہ ہوں وہ صرف آپ کی ایک زوجہ مطہرہ، ایک بیٹی، دو نواسے، ایک داماد اور اس کے دوستوں میں سے تین چار آدمی اور ہوں باقی سب دنیا ہدایت سے کوری رہے؟ کیا یہ اسی پیغمبر کی شان ہے جس کی امت قیامت کے دن سب امم کی سردار اور ان پر گواہ ہوگی اور صرف اس کی تعداد باقی سب امم سے دوگنی ہوگی جیسے اصول کافی کتاب فضل القرآن ج ۱ میں بھی تشریح ہے۔

کیا آپ کی بعثت اپنے گھرانے کے سوا صرف تین آدمیوں کی ہدایت کے لئے ہوئی کیا آپ کی نگاہ فیضیاب ۲۳ سال کی مدت میں تین نفر کا ہی تزکیہ نفس کر چکی؟ کیا عمر بھر تبلیغ کرنے کے باوجود آپ ان تین آدمیوں کو ہی حلقۂ دین میں شامل کر سکے؟ کیا آپ کے مکتبہ تدریس سے صرف تین فضلاء ہی مستند ہوئے؟ کیا ان تینوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم جیسی افضل اور جامع ترین کتاب نازل فرمائی جس کا جگہ جگہ وصف "ہدیً للناس" اور "بیان للناس" ہے کیا آپ تین صحابہ ہی کے لئے ۱۳ سال تک مکہ مکرمہ میں ہر قسم کی مصیبتیں اور مظالم سہتے رہے پھر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے کیا ان تین آدمیوں کے اسلام قبول کر لینے

عمر بھر

کی وجہ سے کفار اتنے برافروختہ ہوگئے کہ ہر سال مسلمانوں سے جنگ کرتے رہے کیا ان تینوں کا دین بچانے کے لئے آپ نے دانت شہید کرائے طائف میں پتھر کھائے جنگ احد میں چچا کی شہادت کے صدمہ سے دوچار ہوئے۔ اپنے جانثاروں کو قربان کرایا؟ تعجب ہے کہ حضورؐ کی ان بے مثال قربانیوں کا صلہ اللہ تعالیٰ نے صرف تین آدمیوں کے قبول اسلام کی صورت میں دیا۔ حضرت علیؓ کو بقول شیعہ آپ نے اپنے وصی اور خلیفہ نامزد کیا۔ تو کیا وہ صرف تینوں پر ہی امیر المؤمنین کے لقب سے خلیفہ بنے؟

العیاذ باللہ اس سے بڑھ کر بھی قرآن اور رسالت نبوی کے انکار کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی پاگل پن متصور ہو سکتا ہے۔

یہ کہنا کہ۔ حیات نبوی میں جو بیسیوں صحابہؓ فوت یا شہید ہوئے ان کو شیعہ مومن کہتے ہیں[1]۔ محض باطل اور تقیۃً دھوکہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد کی مزعومہ امامت کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا دیکھئے اصول کافی کتاب الحجہ وغیرہ۔ بعثت نبوی کا اہم مقصد یہی ہے

یہ بھی بلاشبہ یقینی بات ہے کہ حیات نبوی میں ان فوت شدگان صحابہؓ میں سے کوئی بھی امامت علی کا قائل و معتقد نہیں تھا۔ پھر اصول شیعیت کی رو سے ان کے ادعاء ایمان کا کیا معنیٰ۔؟

تکفیر صحابہؓ کے نتائج

زندہ صحابہؓ کے اس شیعی اعتقاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھر کی جد و جہد سے تعمیر شدہ اسلام کی عمارت بنیاد سے ہی منہدم ہو جاتی ہے ۲۳ سال کی قربانیوں اور خون پسینہ سے سینچا ہوا اور لہلہاتا ہوا یہ گلشن نبوی دفعۃً خس ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت [illegible] کی حقانیت اور مجد [illegible] باری تعالیٰ کے سب [illegible] شہادات معاذ اللہ [illegible] ہیں اور [illegible] واضح ہے۔ بلکہ اگر [illegible] غور و فکر اور دور اندیشی سے سوچا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

[1] [illegible] قول نہیں [illegible] نہیں [illegible] تقیہ [illegible] امکان کی بنا پر [illegible]

اس عقیدہ کی بنیاد ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے انکار پر ہے آخر غور کیجئے کہ صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے والے سب صحابہ کرام ۔ جو سوا لاکھ سے یقیناً متجاوز ہیں۔ معاذ اللہ ولایت علیؓ جیسے خود ساختہ عقیدہ سے اعراض کرنے کی وجہ سے مرتد اور خارج از ایمان ٹھہرتے ہیں۔ اور صرف حضرت ابوذر غفاریؓ ۔ مقداد بن اسودؓ ، سلمان فارسیؓ یا عمار بن یاسرؓ یہ کل چار صحابہؓ ہی مسلمان ٹھہرتے ہیں ۔ کیوں ؟

اس کی وجہ یہی ہے اور ہر شیعہ اپنے اعتقاد کی رو سے یہی بتائیگا کہ یہ حضرات زمانہ نبوی ہی سے حضرت علی المرتضیٰؓ کے خاص دوستوں میں سے تھے بلکہ حضرت ابوذرؓ وغیرہ کو تو قبول اسلام کے لئے حضرت علیؓ ہی حضور کی خدمت میں لے گئے تھے ۔ تو یہ حضرت علیؓ کی نگاہِ فیض اور صحبت و رفاقت کا اثر تھا کہ آپ کے یہ تین چار احباب اور اصحاب ایمان پر ثابت قدم رہے باقی سب معاذ اللہ مرتد ہو گئے ۔

تو کیا یہ نتیجہ واضح نہیں کہ مجرد صحبت نبوی سے فیض یافتہ اور حضور علیہ السلام کا دوست ایک بھی مومن نہ رہا مگر حضرت علیؓ کے چاروں دوست اور احباب ایمان پر ثابت قدم رہے ۔ کیا یہ حضورؐ کی نبوت اور ہادیت کا واضح انکار اور حضرت علیؓ کی نبوت اور ہادیت کا صاف اقرار نہیں ؟

ذرا اس انداز سے بھی سوچیں کہ وفات نبوی کے بعد شیعی اعتقاد میں حضرت علیؓ کا دورِ امامت شروع ہوتا ہے جو ۴۰ھ میں آپ کی وفات پر اختتام پذیر ہوتا ہے ۔ آپ کے مخلص اصحاب اور مومنین چار پانچ سے ترقی کرتے کرتے ہزاروں تک پہنچ جاتے ہیں اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بھی وہ مومن ثابت ہوتے اور حضرت حسنؓ کے شیعان میں شمار ہوتے ہیں جب کہ ۲۳ سالہ حضورؐ کی تعلیم و تربیت کے باوجود آپ کا ایک صحابی بھی مسلمان نہیں رہتا ۔ کیا یہ واضح طور پر حضور علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں ۔ اور اس کے پس پردہ امامت کے نام سے حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی نبوت کا کھلا اعلان نہیں ؟ ۔

بلکہ بحار الانوار از ملا باقر علامہ مجلسی وغیرہ میں کئی روایات ایسی ہیں جن کی رو سے بعض حضرات کو رسالت محمدیؐ کی ضرورت نہیں کیونکہ دینی سلسلہ ائمہ کی وساطت سے براہ راست باری تعالیٰ تک پہنچتا ہے ۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جناب علی علیہ السلام کو پیدا کیا اور دونوں کو علوم اولین و آخرین اور ما کان وما یکون سب کچھ سکھا دیا ہے الخ نیز شیعہ کے محقق عالم شیخ عباس قمی منتہی الامال ج ۱ ص ۱۲۳ حضرت علیؓ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ولادت کے وقت آپ کی ماں فاطمہ بنت اسد کو اللہ نے غیبی آواز دی کہ اس کا مقدس نام میں نے اپنے نام سے بنایا ہے اس کو اپنے مبارک کمالات کے ساتھ مزین و مؤدب کیا ہے اپنے کام میں نے اس کے سپرد کر دیئے ہیں اور اس کو میں نے اپنے مخفی علوم پر آگاہ کر دیا ہے اس کا مطلب واضح ہے کہ حضرت علیؓ نے براہ راست سب کچھ خدا سے سیکھا (جس میں شریعت کا علم یقیناً ہے) اور دونوں ایک دوسرے کے مدمقابل ہم کلاس اور رب تعالیٰ کے تلمیذ ہوئے (یہ تو صغریٰ ہوا) حضرت علیؓ شیعی عقیدہ میں سہو و نسیان اور ذہول علم سے پاک ہیں تاکہ بھولنے کی صورت میں حضورؐ سے سیکھتے (یہ کبریٰ ہوا) نتیجہ واضح ہے کہ حضرت علیؓ نے حضورؐ سے کچھ نہیں پڑھا سیکھا تو حضورؐ سے آپ کا تعلق محض رشتہ داری یا رفاقت کا ہے نہ معلم و متعلم کا ۔ پس شیعی سلسلۂ مذہب میں نہ رسالت مصطفویؐ آتی ہے اور نہ ان کو ضرورت ہے امامت ائمہ ہی ان کی (مزعومہ) ہدایت کے لئے کافی ہے ان کے ہاں رسالت محمدیؐ کا ذکر تقیۃ ہے علاوہ ازیں حصول ہدایت کے لئے رسالت محمدیؐ ان کے یہاں کافی اور حجت نہیں ورنہ کلمہ میں "علی ولی اللہ" کی دم کی حاجت نہ تھی شیخ قمی کی حدیث تو صراحتاً حضرت علیؓ کو خود مختار خدا بنا چکی ہے گویا خدا معطل ہو گیا (معاذ اللہ) ۔

تیسری تاویل | صحابہ کرامؓ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کے متعلق کبھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں ۔

یہ رضامندی اور جنت کی بشارات وقتی اور عارضی تھیں جیسے کوئی شخص کسی

کے فعل پر راضی اور خوش ہو تو اس کا اظہار کرتا اور اسے انعام دیتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اس پر اسی نظر سے راضی رہے۔ بسا اوقات آدمی بعد میں اس پر ناراض بھی ہو جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ اولاً تو ان کے نیک اعمال پر خوش ہوا اور ان کی تعریفیں بھی کیں مگر جب وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بلا فصل اور وصی ماننے سے منحرف ہو گئے۔ تو یہ سب بشارتیں ان کے حق میں باطل ہو گئیں۔ دلدار علی نے ذوالفقار میں یہی توجیہہ اختیار کی ہے۔ اور شیعوں کے مایہ ناز رجالی عالم مامقانی لکھتے ہیں

"یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ جب اللہ کو معلوم تھا کہ بیعت رضوان والے بعد میں مرتد ہو گئے تو ان سے کیسے راضی ہو گیا؟ اور اگر اس کو ارتداد کا علم نہ تھا اور راضی ہوا تو شیعہ کافر ہو گئے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ خدا ان سے راضی ہوا اور اس کو ان کے ارتداد کا علم بھی تھا مگر حق تعالیٰ کے کسی شخص سے اطاعت کے وقت راضی ہونے پھر نافرمانی کے وقت ناراض ہونے میں کوئی مانع نہیں کسی شخص سے راضی اور اس کے اعمال کو پسند کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد اگرچہ برے کام بھی کرے تب بھی رضامندی باقی رہے۔ اللہ نے رضامندی کی خبر ہمیشہ کے لئے نہیں دی تاکہ اس کے بعد کی ناراضگی اس کے منافی ہو اور ان کے اہل جنت ہونے کی بھی خبر نہیں دی: تاکہ بعد میں ان کے جہنم کے مستحق ہونے کے منافی ہو بلکہ آیت رضوان کے اجزا دل کی تسلی اور فتح قریب کی بشارت ہے اور یہ وعدہ اللہ نے پورا کر دیا ہے۔"

تنقیح المقال فی علم الرجال ج ۱ ص ۲۱۶

الجواب: - یہ جواب دے کر کیا خوب شیعہ کو بدنام کیا۔ خالق کا قیاس مخلوق پر علام الغیوب کا قیاس ظلوم وجہول انسانوں پر غفور رحیم اور ارحم الراحمین کا قیاس اپنے جیسے نادانوں اور کینہ پروروں پر وعدہ کی خلاف ورزی نہ کرنے والی ذات کا قیاس اپنے جیسے بدعہدوں اور غداروں پر شیعہ حضرات ہی کو زیب دیتا ہے۔

خدا کی رضامندی بندوں جیسی رضامندی نہیں کہ کبھی راضی اور کبھی ناراض۔

والے جس پر بعد میں ناراض ہونا ہو یا وہ اس کے علم میں اہل نار سے ہو کبھی بھی اس کی رضامندی کی خبر نہیں دے سکتا کفار کی کچھ اچھائیوں اور اعمال حسنہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا کسی کافر کو بھی اس کے اچھے عمل کے صلہ میں اللہ نے رضامندی کی خبر دی؟ ابلیس عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عبادت گزار رہا مگر کیا کہیں اللہ تعالیٰ نے اسے بھی رضامندی کی خبر دی تھی؟

مامقانی صاحب کی ہوشیاری دیکھئے۔ کہ عدالت صحابہ کرامؓ پر اہل سنت والجماعت کی طرف سے چند آیات پیش کرنے کے بعد اپنی طرف سے جواب دہی میں آیت رضوان ہی کو سوال وجواب کا موضوع بنا لیا اور کہا کہ رضامندی کی خبر ہمیشہ کے لئے نہیں دی اور نہ جنت کی بشارت دی۔ باقی واضح ترین آیات ہضم کر گئے لقد حروف تاکید کے ساتھ آیت رضوان میں رضامندی کی خبر بھی ہمیشگی پر دال ہونے کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ یہاں سے لے کر اختتام سورت تک ایک ہی سلسلہ کلام ہے اسی سلسلہ میں ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ

پس اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا اور تقویٰ کا کلمہ ان پر لازم کر دیا وہ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔

اصول کافی "باب ان السکینۃ ہی الایمان" میں متعدد طرق سے امام جعفر صادقؒ سے سکینہ کا معنیٰ ایمان مروی ہے اور کلمۃ التقویٰ کا معنیٰ بھی ایمان مروی ہے تو اس تفسیر معصوم کی روشنی میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایمان نازل فرمائیں اور ایمان ان کے لئے لازم کر دیں پھر وہی ایمان ان سے چھین لیں یہ تو صریح تناقض ہے رب تعالیٰ کی ذات اس سے بری ہے۔

وہ اسی سلسلہ کلام میں سورت کے آخر میں رب تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے کیا مرتد ہونے والوں سے بھی ایسے وعدے کئے جاتے ہیں؟

یہ کہنا کہ اس آیت میں اللہ نے ان کے جنتی ہونے کی خبر نہیں دی۔ بڑا دجل ہے۔ یہاں اگر لفظ جنت نہیں ہے تو کیا اس قسم کی بیسیوں اور آیات سے بھی لفظ جنت اڑ گیا ہے؟ بات یہ ہے جس نے کفار کی طرح نہ ماننے کا عزم کر رکھا ہو۔ وہ ایک ہزار آیت کو بھی نہ مانے گا سد خوئے بدرا بہانہ ہائے بسیار۔

چونکہ شیعوں کی یہ تاویل اس وقت تک تمام نہیں ہوتی جب تک خدا تعالےٰ کو معاذ اللہ مستقبل سے بے خبر تسلیم نہ کریں اس لئے ان کو بدا کا عقیدہ ایجاد کرنا پڑا۔ جس کی تفصیلات ضروریہ آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

بداء کی حقیقت

اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت سی چیزوں کا علم وقوع کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک کام کا ارادہ کر لیتا ہے وقوع کی خبر بھی دے دیتا ہے مگر پھر کسی عارضے کی وجہ سے اسے منسوخ کر دیتا ہے اور اپنی خبر کو غلط قرار دیتا ہے اور وعدہ کر چکنے کے باوجود ایفار عہد نہیں کرتا چنانچہ اس معنی کی تفصیل اس روایت میں واضح ہے۔

عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت ابا جعفر یقول یا ثابت ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلمّا ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی ربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر ولم یجعل اللہ لہ بعد ذالک وقتاً عندنا ویمحو اللہ

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ثابت اللہ نے ۷۰ سال کے اندر امام مہدیؓ کے ظہور کا وقت مقرر کیا تھا مگر جب حضرت حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوگئے تو اہل زمین (قاتلان حسین شیعان کوفہ) پر خدا کا غضب سخت ہو گیا تو اس نے ظہور کو ۱۴۰ھ تک مؤخر کر دیا ہم نے تم سے یہ بیان کیا تو تم نے اس کو مشہور کر کے راز کا پردہ فاش کر دیا۔ اب اس کے بعد ظہور مہدی کا وقت اللہ نے ہمیں بھی نہیں بتایا اللہ جسے

مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب (اصول کافی ج ۱ ص ۳۶۸ ایران باب کراہیۃ التوقیت)

چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ائمہ کو خبر دی تھی کہ ۷۰ ہجری تک امام مہدی ظاہر ہو جائے گا۔ مگر جب حضرت حسینؓ شہید کر دیئے گئے۔ تو خدا کو بدا ہوا اس نے پروگرام میں تبدیلی کی۔ اہل زمین پر غضبناک ہوتے ہوئے امام مہدی کے ظہور کا وعدہ ۷۰ھ سے مؤخر کر کے ۱۴۰ھ تک کر دیا مگر جب امام جعفرؒ نے اپنے شیعوں کو اس پروگرام کی اطلاع دے دی اور انہوں نے افشار راز کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ۱۴۰ھ کے اندر والی خبر او پروگرام کو بھی باطل کر دیا اب مہدی کے ظہور کا کوئی وقت ائمہ کو بھی خدا نے نہیں بتایا۔

یہ ہے بداء کی حقیقت کہ ایک چیز کی خدا خبر بھی دے دیتا ہے وعدہ بھی کر دیتا ہے مگر پھر مانع کی وجہ سے اس کو باطل کر دیتا ہے اور وعدہ کا ایفاء نہیں کرتا۔ یہ خدای علام الغیوب اور "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (جو ارادہ کرتا ہے اسے کر گزرتا ہے) پر کتنا بڑا بہتان ہے۔

واضح رہے کہ روایت مذکورہ کے اخیر میں آیت یمحو اللہ الخ کا ذکر بے محل ہے۔ کیونکہ اس کا تقدیر غیر مبرم سے تعلق ہے جس کا علم صرف علام الغیوب ہستی کو ہوتا ہے کسی بھی فرد کو اس کی اطلاع نہیں کی جاتی اور روایت ہذا میں تو شیعوں تک کو ظہور مہدی کی اطلاع کر دی گئی۔

لہٰذا یہ قصہ بداء کے سوا کسی اور نوعیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چونکہ شیعہ حضرات اسی تیر سے صحابہ کرامؓ سے متعلق جنت و رضوان والی آیات کو ختم کرتے ہیں اس لئے عقیدہ بداء کو ان کے ہاں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

چنانچہ اصول کافی ج ۱ باب البداء میں زرارہ بن اعین نے روایت کیا ہے۔

عن زرارۃ بن اعین عن احدھما علیہ السلام قال ما عبد اللہ بشیئ مثل البداء

زرارہ بن اعین نے امام باقر او جعفر صادقؒ میں سے ایک سے روایت کی ہے کہ جیسی بداء سے اللہ کی عبادت

ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔

ایک اور سند کے ساتھ دوسری حدیث میں امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے۔

قال ما عظم اللہ بمثل البداء (اصول کافی باب البداء)

بداء سے بڑھ کر کسی چیز سے اللہ کی تعظیم نہیں کی گئی۔

معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کے نزدیک تو اللہ کی سب سے بڑی عبادت توحید کا اقرار اور عمل میں نماز کا قیام ہے مگر روافض کے ہاں عقیدۂ بداء مستقبل سے خدا کی بے خبری اور جہالت سب عبادات سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کے خاص الخاص اکابر کا یہ اعتقاد رہا ہے کہ خدا ازل سے عالم نہیں وقوع حادثہ کے بعد عالم ہوتا ہے۔

چنانچہ مختصر التحفہ اثنی عشریہ ص۶۳ میں ہے[1]۔

ومنهم من اعتقد انه جز اسمه لم يكن عالما فى الازل كزرارة بن اعين وبكير بن اعين وسليمان الجعفرى ومحمد بن مسلم الطحان وغيرهم

شیعہ کی ایک جماعت کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے عالم نہیں ہے جیسے زرارہ بن اعین بکیر بن اعین سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم وغیرہ (جو شیعہ کے مرکزی رواۃ اور ائمہ کے اصحاب میں سے ہیں)

نیز کچھ آگے لکھتے ہیں۔

قالت الشيطانية وهم اتباع الشيطان الطاق انه تعالىٰ لا يعلم الاشياء قبل كونها وجماعة من الاثنى عشرية من متقدميهم ومتاخريهم منهم المقداد صاحب كنز العرفان قالوا ان اللہ تعالىٰ لا يعرف الجزئيات قبل وقوعها (مختصر التحفہ ص۱۱)

شیطان الطاق کے متبعین شیطانیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ان کا علم نہیں ہوتا اور اثنا عشریہ میں سے متقدمین اور متاخرین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو ان کے وجود میں آنے سے قبل نہیں جانتا کنز العرفان کا مصنف مقداد بھی انہی میں سے ہے۔

---

[1] حضرت شاہ عبدالعزیز کی بے نظیر تالیف تحفہ اثنا عشریہ کے عربی ترجمہ کی تلخیص علامہ آلوسی کے پوتے جناب محمود آلوسی شکری نے کی ہے۔ سکے مصری ایڈیشن سے اس کتاب میں کچھ حوالہ جات ماخوذ ہیں ۱۲ منہ

حضرات صحابہ کرامؓ کو تنبیہ والی آیات پر ایک نظر

حاسد اور عیب چین نگاہ ہمیشہ عیوب اور برائیوں پر پڑتی ہے آفتاب جیسی واضح خوبیاں تو اسے نظر نہیں آتیں مگر ذرہ برابر برائی پہاڑ کی مانند اسے دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ نیکیاں بھی گناہوں میں شمار ہوتی ہیں بقول سعدی ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد ❊ عیب نماید ہنرش در نظر

اسی روش پر عمل پیرا مخالفین صحابہ کرامؓ کی نظر صحابہؓ کی فضیلت پر مشتمل بیسیوں آیات پر نہیں پڑتی اور نہ ہی ان کے سینکڑوں کمالات انہیں نظر آتے ہیں۔ ہاں اگر کہیں رب تعالیٰ نے ان کی کسی لغزش وخطا کا ذکر فرمایا یا انہیں تنبیہ فرمائی ہے تو یہ آیات عوام شیعہ کو بھی معلوم ہوتی ہیں۔

زلات صحابہؓ کا عقلی جواب

لیکن سب سے پہلے تو ایک اصولی بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مثال تلامذہ اور مریدین ہی کی تو ہے کوئی طالب علم اور اصلاح نفس کا طالب پہلے دن ہی فاضل اجل اور ہر قسم کے عیوب سے مبرا نہیں ہو جاتا۔ تعلیم وتربیت سے رفتہ رفتہ اس کی اصلاح ہوتی ہے کبھی استاد کی ڈانٹ اور مار پڑتی ہے کبھی غلطی کھاتا اور استاد اسکی اصلاح کرتا ہے تا آنکہ ایک دن وہ مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

یہی حال صحابہ کرامؓ کا ہے کہ رفتہ رفتہ ان کی تربیت اور اصلاح ہوئی اور ان کو آداب سے آراستہ کرکے کامل بنا یا گیا یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو کر رضوان وجنات کی بشارتوں اور دین ودنیا کی کامرانیوں سے سرفراز کئے گئے۔

اب اگر ان کی سب پاکیزہ زندگی میں دو چار واقعات ایسے ہوئے جو خلاف اولیٰ یا غلط تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ یا عتاب فرمایا تو کیا یہ ان کی ساری قربانیوں اور کامیابیوں کو برباد کر دے گا؟ کیا کوئی شخص کسی جید عالم، پروفیسر، ماہر ڈاکٹر اور ملک کے صدر تک سے اس لئے ناراض ہوگا یا ان کی برائیوں

کے گیت گائے گا۔ کہ تعلیم و تربیت کے دوران استاد نے کسی غلطی پر اسے سزا دی تھی یا ڈانٹ پلائی اور نالائق کہہ دیا تھا۔ یا ان سے کسی تجربہ میں غلطی ہو گئی تھی؟ اگر کوئی ایسا کرتا اور کہتا ہے تو کیا وہ پرلے درجے کا احمق نہیں ہے؟۔

لاکھوں صحابہؓ میں سے چند حضرات کی بھول چوک اور خطا سے عمر بھر کی ہزاروں نیکیوں کے باوجود ایک آدھ غلطی کے ارتکاب سے کونسی منطق کی رو سے یہ لازم آ کہ سب کی عدالت ساقط ہو گئی؟ یا غلطی کرنے والے کے سب اعمال حبط و برباد ہو گ کہ ان کی عیب جوئی کو مشغلہ بلکہ مذہب و عقیدہ ہی بنا لیا جائے۔

کیا رنگارنگ کے اعلیٰ درجہ کے ہزاروں پودوں اور درختوں پر مشتمل نفیس باغ اس لئے قابل سوختنی ہے کہ دو چار پودوں کی کچھ شاخوں کو لُو نے خشک کر دیا؟ کیا عمدہ قسم کا مثلاً آم کا پیڑ اس لئے کاٹنے کے لائق ہے کہ دو چار دانے پھیکے یا گلے سڑے نکلے؟ کیا سفید و شفاف گندم کی بوری اس لئے نالی میں پھینک دی جائیگی کہ اس میں سے دو چار کنکریاں نکلیں یا چند جو کے دانے برآمد ہوئے۔

کوئی عقلمند اس صورت میں نہ باغ جلائے گا نہ درخت کاٹے گا۔ نہ گندم کی بوری کو دور کر دے گا۔ بلکہ انہیں صاف اور درست کر کے استعمال ہی کرے گا۔ اور باغ، پیڑ اور گندم کی افادیت و وقعت کے انکار کا وہ خیال بھی دل میں نہ لائے گا۔ اسی طرح سب صحابہ کرامؓ میں سے چند افراد کی بھول چوک اور غلطی سے نہ سب کی عدالت ساقط ہوا اور نہ ہی وہ بعض حضرات ایک آدھ غلطی کے ارتکاب سے ساقط العدالت اور زندگی کے سب اعمال حسنہ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بلکہ وہ ان اغلاط کے ماسوا زندگی سب اعمال حسنہ میں اور غیر خاطی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سب اعمال میں واجب الاتباع اور عادل ہی رہیں گے۔

رہیں اغلاط۔ جن کی نشان دہی قرآن و حدیث میں کر دی گئی۔ تو ان کی اتباع کا کس نے کہا ہے؟ یا اغلاط کو چن چن کر کس نے اپنا دین بنایا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو سب صحابہ کرامؓ کی عدالت کے اعتقاد پر اور ان کے اعمال صالحہ سے تمسک اور اتباع

اہلسنت کیسے مطعون ہوئے؟

پھر اہل سنت انبیاء علیہم السلام کی طرح سب صحابہؓ کی عصمت کے قائل نہیں تاکہ بعض حضرات کی زلات سے ان پر اعتراض کیا جائے۔

آیات عتاب

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کی جن لغزشوں کا ذکر کیا اور ساتھ ہی معافی کی سند دے دی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

غزوہ احد: غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ آدمیوں کے دستے کو ایک درے پر مقرر فرما کر کہا کہ تم فتح یا شکست دونوں صورتوں میں یہاں سے نہ ہٹنا مگر ابتداءً جب مسلمانوں کو فتح ہو گئی اور وہ مال غنیمت لوٹنے لگے اور کفار میدان چھوڑ کر بالکل بھاگ گئے تو درہ والوں نے یہ سمجھ کر کہ کفار کے شکست کھانے اور بھاگنے کے بعد ہماری یہاں ضرورت نہیں رہی۔ درہ چھوڑا اور عام مسلمانوں سے آملے۔ کفار کے سپہ سالار حضرت خالد نے درہ خالی دیکھ کر وہاں سے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف ابوسفیان نے واپس پلٹ کر دفعتہً آگے سے حملہ کر دیا اس طرح مسلمان ابھی سنبھلنے ہی نہ پائے تھے کہ شیطان نے آواز دے دی "محمدؐ قتل ہو گئے" اس خبر بد سے مسلمانوں کے دل ٹوٹے اور ان میں افراتفری اور بھگدڑ مچ گئی ۱۴ آدمی آپ کے ساتھ رہے جن میں حضرت ابوبکر، عمر، علی، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، زبیر، ابودجانہ اور انسؓ ابن نضر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ باقی حضرات آس پاس پراگندہ اور تتر بتر ہو گئے۔ (ابن ہشام و شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید)

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے پھر معافی کا پروانہ دیا ہے چنانچہ آخر قصہ میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ التَقَی الْجَمْعَانِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ	جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا مگر خدا نے ان کا قصور
(آل عمران ع ۱۶ پ ۴)	

معاف فرما دیا بیشک خدا بخشنے والا بردبار ہے۔

فرار احد کا یہی وہ واقعہ ہے جس پر شیعہ، صحابہ کرامؓ کو کوستے ہی رہتے ہیں معاف کرنے کا نام تک نہیں لیتے لیکن جب خدا نے معاف فرما دیا اور دو دفعہ معافی کی خبر بھی دیدی، اپنے رسول کو بھی معاف کرنے اور ان کے لئے استغفار کرنے کا حکم دے دیا اور یقیناً آپ نے اس کی تعمیل کی۔

مگر شیعہ اب ۱۴۰۰ سال بعد بھی ان کو معاف نہ کریں تو ان کا دین و ایمان ہیں کیا! ہم اتنا جانتے ہیں کہ خدا کے معاف کر چکنے کے بعد بھی اگر کوئی ان کو طعن دیتا یا برائی بیان کرتا ہے اور معاف نہیں کرتا تو نص صریح کا منکر ہونے کی وجہ سے پکا کافر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ طبرسیؒ[1] مجمع البیان ج ۱ ص — میں لکھتے ہیں۔

(ولقد عفا اللّٰہ عنھم) اعاد تعالیٰ ذکر العفو تاکید الطمع المذنبین فی العفو ومنعہ لھم عن الیاس وتحسینًا لظنون المؤمنین (مجمع البیان ج ۱ ص ۵۲۸)

بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے معافی کا ذکر دوبارہ اس تاکید کیلئے کیا کہ گنہگار معافی کی امید رکھیں اور ناامید نہ ہوں نیز مومنین (صحابہ) کے ساتھ حسن ظنی رکھنے کے لئے یہ جملہ لوٹا دیا۔

نیز اس سے چند آیات قبل "وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ" کی تفسیر میں تین اقوال نقل کرنے کے بعد یوں محاکمہ کرتے ہیں۔

[1] ہم نے طبرسی المتوفی ۵۴۸ھ کی تفسیر مجمع البیان سے اس کتاب میں حوالہ جات لئے ہیں کیونکہ وہ شیعوں کے معتمد ترین مفسر ہیں "رجال محمد مرزا کبیر کی تعلیقات پر محمد باقر بہبہانی کہتے ہیں "ثقہ فاضل دین عین مجلسی وغیرہ میں کہتے ہیں ثقہ جلیل مستدرک الوسائل میں ہے" اکابر علماء کے افتخار۔ اسلام وملت کے امین فقیہ جلیل یگانہ عالم صاحب تفسیر مجمع البیان جس پر مفسرین استفادہ کے لئے جھک پڑے ہیں مجالس المؤمنین میں ہے "تمام مفسرین شیعہ سے عمدہ۔ دین کے امین ثقۃ الاسلام ابو علی الفضل علی بن حسن طبرسی ہیں" اسی طرح اور بھی کئی علماء شیعہ نے ان کی تعریف کی ہے (مقدمہ تفسیر مجمع البیان ص ج از محسن الحسینی مطبوعہ ایران ۱۳۷۹ھ)

...ان یکون عاما فی الجمیع ... یمتنع ان یکون اللّٰہ ... قد عفا لھم عن المعصیۃ ... ذو فضل علی المؤمنین) ... من و نعمۃ علیھم ... نعم الدنیا والدین وقیل ... یغفر ان ذنوبھم۔ (مجمع البیان ج ۱ ص ۵۲۰)

[1] سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ معافی کی خبر ہر بات کو شامل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ محال اور بعید نہیں کہ خدا نے انکا گناہ معاف فرما دیا ہو۔ (اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑے فضل والے ہیں) یعنی دین و دنیا کی نعمتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان پر احسان و انعام کرنے والے ہیں اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ انکے گناہوں کو بخشنے کی بدولت ان پر فضل کرنے والے ہیں۔

یہی نہیں کہ خود معاف فرمایا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بھی انہیں معاف کر دیں نیز اس غلطی کی وجہ سے ان سے بد اعتماد یا کنارہ کش نہ ہوں بلکہ بدستور سابق انہیں اپنا مشیر کار اور معاون بنا کر رکھیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران ع ۱۷)

تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے (خدا سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو۔

طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

(انہیں معاف کر دو) یعنی جو کچھ آپ کے اور ان کے مابین ہے (ان کے لئے بخشش مانگو) ان امور کی جو میرے اور ان کے درمیان ہیں ایک قول یہ ہے کہ احد میں ان کے بھاگنے کو معاف کر دو اور اس گناہ سے ان کے لئے بخشش مانگو (اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کرو) یعنی ان کی رائے طلب کرو اور ان کا عندیہ اور مشورہ معلوم کرو۔

یہ بھی واضح رہے کہ جنگ احد تک میدان جنگ سے فرار کی حرمت والی آیت نازل

نہیں ہوئی تھی۔ اگر بالفرض آیت نبی کے بعد ہی تسلیم کیا جائے تو خدا نے "وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ" فرما کر معاف کر دیا (کذا فی مختصر التحفہ ص۲۷۳ ط مصر)

قصہ حنین: اسی سے ملتا جلتا واقعہ غزوہ حنین ۸ھ کا ہے کہ ابتداءً اس میں مسلمان ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سبب یہ ہوا کہ ۱۲۰۰۰ کا لشکر جرار جب حنین کی طرف کر و فر سے بڑھا تو کچھ نوجوان نومسلموں کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا "جب ہم تھوڑے تھے مغلوب نہیں ہوئے اب ہمیں شکست دینے والا کون ہے" انشاء اللہ بھی نہ کہا یہ جملہ رب العزت والنصر کو ناپسند آیا تو سب لشکر کو اس کی سزا دی جیسے اس کی سنت ہے۔

اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گناہگار ہیں (انفال ع ۳)

چنانچہ میدان جنگ میں صفوں کی درستی سے قبل ہی جب اسلامی لشکر منہ اندھیرے دو پہاڑوں سے گزر رہا تھا۔ بنو ہوازن اور بنو غطفان نے۔ جو غضب کے جنگجو اور تیر انداز تھے۔ طرفین سے تیر اندازی شروع کر دی مسلمان سنبھل نہ سکے اور بھاگنے لگے ابتدا کے ... ۲ نومسلموں سے ہوئی جو سب سے آگے تھے۔ چونکہ یہ اس سخت کلامی اور کثرت پر فخر کی سزا تھی حقیقتاً بزدلی اور بدنیتی سے ان کا فرار نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن پر مہربانی فرماتے ہوئے پھر ثابت قدم کر دیا اور وہ ایسے جم کر لڑے کہ نقشہ ہی بدل گیا کفار کو سخت ہزیمت ہوئی۔ اور سب سے بڑھ کر مال غنیمت اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس لغزش کو بالکلیہ معاف فرما دیا۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس قصہ کا ذکر یوں ہے:۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ	خدا نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی
وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ	ہے اور جنگ حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی
فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ	(جماعت کی) کثرت پر غرہ تھا تو وہ تمہارے
عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ	کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی
وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ	بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ
[سَ]كِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى	پھیر کر پھر گئے پھر خدا نے اپنے پیغمبر پر اور
[الْمُؤْمِ]نِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ	مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی
[تَرَوْ]هَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ	اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو
[ذٰلِكَ] جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ	تمہیں نظر نہیں آتے تھے آسمان سے اتارے
[اللّٰهُ] مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ	اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں
[وَاللّٰ]هُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	کی یہی سزا ہے پھر خدا اس کے بعد جس پر چاہے
(توبہ ع ۱۰)	مہربانی سے توجہ فرمائے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

[شکست] و ہزیمت کا ایک نکتہ

قارئین کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کل غزوات ابن ہشام کی تصریح [او]ر طبری و مامقانی شیعی کے اعتراف کے مطابق ستائیس ۲۷۔ اور یا اڑتیس ۳۸ [ہو]ئے لیکن غزوۂ احد اور حنین کے علاوہ کسی جنگ میں سے بھی قرآن و حدیث سے [کس]ی صحابی کے فرار کا پتہ نہیں چلتا اگر واقعی صحابہؓ معاذ اللہ منافق یا بزدل تھے تو کسی [او]ر جنگ میں کہیں تو کسی سے فرار کا ثبوت ملنا چاہیئے۔

رہا احد میں فرار اور حنین میں بے ثباتی تو اس کا منشاء اور سبب قرآن کریم نے بتا دیا۔ [و]ہ نفاق، بزدلی یا بدنیتی سے ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ جنگ حنین میں بے ثباتی کا سبب [ان] حضرات کا اپنی کثرت پر اعجاب اور فخر ہے اللہ تعالیٰ نے سب کے پاؤں لڑکھڑا کر یہ [سبق] دیا۔ کہ فتح و شکست اللہ کی مدد اور نصرت سے ہوتی ہے کثرت تعداد اور اس کی [طاق]ت کو دخل نہیں۔

احد میں فرار و شکست کا سبب درے کو چھوڑنا بنا یا جس کو نافرمانی سے تعبیر کیا۔ [در]ہ چھوڑنے والی اگرچہ معمولی سی جماعت تھی مگر قانون عام کے تحت سزا سے سب لشکر [متا]ثر ہوا۔ کہ ۱۴ نفوس کے بغیر بڑے بڑے بہادر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ جس سے معلوم [ہو]ا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا قصد اور صورۃً نافرمانی بھی بسا اوقات بڑے خطرناک [نت]ائج پیدا کرتی ہے۔ بہرحال مشیت الٰہی سے جو کچھ ہوا سو ہوا۔ صحابہ کرام کی بزدلی یا بدنیتی

کو ہرگز دخل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بالکلیہ معاف فرما دیا کیونکہ وہ بڑا غفور رحیم

آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی غلط خبر سن کر دل شکستہ اور ثابت قدمی نہ ہونے کے سلسلے میں قرآن کریم صحابہ کرامؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ع ۱۵)

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ؟)

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عام رسولوں کی طرح موت سے مبرا نہیں۔ بالفرض اگر آپ شہید ہو جاتے یا طبعی موت سے فوت ہو جاتے تو کیا تم ایڑیوں کے بل پھر جاتے اور اسلام چھوڑ بیٹھتے؟۔ ہرگز نہیں بلکہ تم مرتد ہونا کیوں کہ اسے ناپسند کرتے ہو۔ تو پھر یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر تم بددل کیوں ہو گئے اور تلواریں پھینک دیں؟۔

یہ استفہام انکاری ہے جو انشاء ہے خبر ہرگز نہیں کہ کسی خاص واقعہ کی قبل از وقت اطلاع دی جا رہی ہو۔ استفہام انکاری میں شرط وجزا (جملہ شرطیہ کی صورت میں) لزوم نہیں ہوتا بلکہ متکلم مخاطب کے اعتقاد کے مطابق ان میں وجدائی سمجھتے ہوئے اس انداز پر کلام کرتا ہے کہ مخاطب اپنی غلطی پر متنبہ ہو۔ اس کی نظیر مندرجہ ذیل دو آئتیں ہیں۔

اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (انبیاء ع) کیا آپ اگر فوت ہو گئے تو یہ کفار ہمیشہ رہیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کے دنیا میں ہمیشہ رہنے میں لزوم نہیں بلکہ منافات ہے کہ کافر بھی مر مرا جائیں گے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ بتا! تو! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آجائے تو کیا تم اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارو گے؟

عذاب یا قیامت آجانے کی صورت میں اور اس وقت غیر اللہ کو پکارنے میں لزوم نہیں بلکہ منافات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت غیر اللہ کو پکارنا ناپسند کرتے ہو صرف اللہ کو پکارو گے۔ پھر اے کفار! اب تمہیں کیا ہے کہ اللہ کے سوا اور دل سے پکارتے ہو؟۔

ایسے ہی زیر بحث آیت میں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ کیا جب حضور علیہ السلام فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم الٹے پھر جاؤ گے؟ یعنی وفات پر نہیں پھرو گے کیوں کہ اس کو ناپسند کرتے ہو تو پھر اب تمہیں کیا ہو گیا کہ وفات نبوی کی خبر سنتے ہی حواس باختہ ہو گئے ہو؟ اگر بالفرض پھر بھی گئے تو خدا کا کچھ نہ بگڑے گا خود اپنا نقصان کرو گے۔

بہرحال قواعد عربیہ کے لحاظ سے اس آیت کا وفات نبوی کے وقت چند نومسلم قبائل کے ارتداد سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی یہ اخبار ہے اخبار کی صورت میں اس کی سچائی مشکوک ہو جاتی ہے کیونکہ لازم آتا ہے کہ اس کے مخاطبین۔ شرکاء احد۔ وفات نبوی کے بعد مرتد ہوں حالانکہ ان کے کسی ایک فرد کا بھی ارتداد ثابت نہیں ہو سکتا۔

اگر بالفرض وفات نبوی کے واقعہ ارتداد کا ضمنی اشارہ یہاں سے نکلتا ہو تو اس ارتداد کا منکر کون ہے جو چند قبائل مرتد ہوئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ان میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا۔ بعضوں کو تہ تیغ کیا اور بعض پھر مسلمان ہو گئے اور آیت کے جملہ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بدلہ دیگا) کے مصداق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں (ازالۃ الخفاء آیات آل عمران)

اس تقریر سے واضح ہو چکا کہ مامقانی رافضی کا تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۱۷ پر یہ کہنا "کہ جمع کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت سے صحابہ کے وفات نبوی کے وقت مرتد ہونے کی خبر دی" بالکل باطل اور خالص تحریف قرآنی ہے اور فضائل ومناقب صحابہؓ کی بیسیوں آیات اور رضوان وجنات کی بشارات کی واضح تکذیب ہے۔

ترکِ خطبہ جمعہ کا واقعہ

سنہ ۲ھ میں جب جمعہ فرض ہوا اس وقت خطبہ جمعہ نماز کے بعد تھا اور اس کا استماع بھی واجب تھا اتفاق سے ایک سال شدید قحط سالی تھی اور لوگوں کو اناج کی بہت تنگی تھی شام سے ایک قافلہ غلہ لے کر مدینہ آیا اور اپنے آنے کی اطلاع کے لئے ڈھولکی (نقارہ) بجائی مسلمان نماز کے بعد خطبہ جمعہ سن رہے تھے۔ یہ آواز سن کر یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ قافلہ کے پاس چل کھڑے ہوئے مبادا سب غلہ ختم نہ ہو جائے صرف بارہ مرد اور ۷ عورتیں رہ گئیں۔ جن میں خلفاء اربعہ اور دیگر خاص اکابر صحابہؓ بھی تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا شکوہ کرتے ہوئے یوں تنبیہ فرمائی۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (سورۃ جمعہ آخری آیت)

اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں کہہ دو کہ جو چیز خدا کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور خدا سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

یہاں لہو سے مراد ان کی ڈھولک کی آواز ہے کوئی اور کھیل تماشہ مراد نہیں چونکہ صحابہ خطبہ جمعہ کے آداب سے ناواقف تھے اس لئے یہ غلطی ہوئی مگر پھر کبھی ایسی شکایت نہیں ہوئی بلکہ ذکر اللہ سے ان کو کوئی چیز غافل نہیں کر سکتی تھی۔ جیسے ارشاد ربانی ہے۔

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (النور ع ۵)

اور ان میں صبح و شام تسبیح کرتے ہیں (ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن کا ڈر رکھتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں بدل جائیں گی۔

نیز قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ کا جملہ بھی ان کی بریت پر دال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رحمت اور مغفرت ہی ہے جس کی طرف ان کو بلایا گیا اور انہوں نے لبیک کہی۔

صحابہ کرامؓ کی جمیع خطاؤں کا مغفور ہونا

بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی کسی لغزش اور فروگذاشت کا اللہ تعالیٰ نے کہیں ذکر کیا تو اس کے معاف ہونے کی بھی ساتھ خبر دے دی تاکہ کسی بد باطن کے لئے طعن کی گنجائش نہ ہو۔ غزوہ احد و حنین میں عفو و مغفرت اور توبہ خداوندی کا ذکر واضح ہے اور غزوہ تبوک سے بھی جو چند مخلصین رہ گئے تھے اور انہوں نے اپنی کاہلی اور قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (توبہ ع ۱۳)

اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک، اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تینوں حضرات بلا عذر تبوک میں شریک نہ ہو سکے حضور کے سامنے اقبال جرم کیا، ۵۰ دن تک ان کی توبہ کا معاملہ ملتوی رہا اور زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ کہ کوئی ان سے بات چیت نہ کر سکتا تھا۔ جب ارحم الراحمین نے توبہ قبول کر کے انہیں بخشش سے نوازا تو سب مہاجرین و انصار کو دامن رحمت میں لے لیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

بیشک خدا نے پیغمبر پر مہربانی فرمائی اور مہاجرین و انصارؓ پر بھی۔ جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل پھر

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥

(توبہ ع ۱۴)

جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر خدا نے ان پر مہربانی فرمائی بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے اور تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں بیشک خدا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے

سبحان اللہ! ان آیات میں مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہ کرامؓ پر کیسے خدا نے رحمت نچھاور کی ہے نیز جو گروہ بھٹکنے کے قریب تھا اللہ نے اس کو بھی محفوظ رکھا جیسے بدر کے موقعہ پر دو گروہوں کو بزدلی سے محفوظ رکھا تھا معلوم ہوا کہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کی شیطان کے ہر حملے سے حفاظت فرماتا ہے

"اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" کا جملہ غور طلب ہے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ سے خواہ وہ اعلیٰ درجے کے ہوں یا ادنیٰ درجے کے۔ رب تعالیٰ کو خاص رأفت و مہربانی کا تعلق ہے اور کسی صورت میں ان کو اپنی رحمت سے محروم نہیں فرماتا۔ اور اپنے نبیؐ کو بھی ان کے ساتھ شامل حال رکھتا ہے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے افشار راز کی غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ حسنہ پر چلنے اور مغفرت طلب کرنے کی یہ دعا سکھلائی۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ (ممتحنہ ۱)

اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کے ہاتھ سے عذاب نہ دلانا اور اے پروردگار! ہمیں معاف فرما بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

جس سے یہ اشارہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی معاف فرما دی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے بدری ہونے کا ذکر کر کے مغفور لہٗ ہونے کی صراحت فرما دی تھی۔

ایک سریہ میں حضرت خالدؓ بن ولید نے ایک نو مسلم کلمہ گو کو اس اندیشہ سے قتل کر دیا کہ جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ قرآن کریم نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا۔

پہلے تم بھی تو ایسے (غیر مسلم) تھے پس اللہ نے تم پر احسان فرمایا پس خوب تحقیق کر لیا کرو۔

آگے مجاہدین اور بلا عذر قاعدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (نساء ع ۱۳)

خدا نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے۔

یہاں قاعدین سے بھی اللہ نے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں جنت اور مغفرت لازمی ہے آخر میں "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" کا ذکر فرما کر یہ اشارہ فرما دیا کہ اس رکوع میں مذکور جملہ قسم کے مؤمنین مغفور لہم ہیں

ان جزئی واقعات میں ثبوت مغفرت سے قطع نظر کلی طور پر بھی سب صحابہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مغفور لہم ہیں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (آل عمران ع ۴)

اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

صحابہ کرامؓ کے خدا و رسول کے اطاعت شعار ہونے پر نص صریح وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (صحابہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہیں) رب تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے تو صغریٰ کبریٰ ملانے سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ سب صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور جمیع گناہوں سے مغفور لہم ہیں۔

سلہ توبہ ع ۹

نیز انہی قدوسیوں کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ الخ (آل عمران ع ۱۴)

اور وہ جان بوجھ کر برائی پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے بخشش اور باغات ہیں۔ (الآیۃ)

مدح صحابہؓ میں گذشتہ آیات پر نظر ڈالیں اکثر آیات میں صحابہ کرامؓ سے جنت و مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! یہ ہے تنبیہ پر مشتمل آیات کی حقیقت جن کے ذریعے صحابہ کرامؓ پر طعن کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یا گروہ خدا اور رسول کی حرمت کا خیال کئے بغیر آیات تنبیہ کے ذریعے صحابہ کرامؓ پر برستا چلا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام بلکہ آقائے نامدار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی انگشت نمائی کرنے لگے گا۔ اس لئے کہ سنت اللہ یہی رہی ہے کہ وہ خلاف اولیٰ اور مرتبہ کے نامناسب باتوں پر ہمیشہ کاملین کو تنبیہ کرتا رہا ہے۔ مگر اس سے ان کی شان رفیع میں کمی نہیں آتی بلکہ رب تعالیٰ سے ان کے کامل تعلق و محبت کا اظہار ہوتا ہے گویا رب تعالیٰ ان کو اپنی نگرانی میں چلاتے اور زلت پر تنبیہ فرما دیتے ہیں۔

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مندرجہ ذیل ۵ آیات میں تنبیہ فرمائی گئی۔

۱۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (عبس پ ۳۰)

محمد مصطفیٰ ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔

۲۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (کہف ع ۴)

۲۔ اور جو لوگ صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔

۳۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا (انفال ع ۹)

۳۔ پیغمبر کو شایان شان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔

۴۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ ع ۷)

۴۔ خدا تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟

۵۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (تحریم ع ۱)

۵۔ اے پیغمبر! جو چیز خدا نے تمہارے لئے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو کیا (اس سے) اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

بہرحال رب تعالیٰ کی ذات گرامی احکم الحاکمین اور ذو الجلال والجبروت ہے سب مخلوق اس سے کم رتبہ ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے جیسے چاہے تنبیہ فرماتا ہے انداز بیان کی نرمی و سختی میں وہ خود مختار ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے جس انداز سے اپنے خواص کو نصیحت یا تنبیہ کی ہے اسی لب و لہجہ سے ما و شما بھی زبان چلانے لگیں ورنہ ایمان کی خیر نہیں بقول ؎

فرق مراتب گر نہ کنی زندیقی!

بادشاہ اپنے بڑے بڑے معزز وزراء و ذمہ دار افسران کو کم سے کم رتبہ الفاظ میں خطاب کر سکتا ہے مگر عام درباری یا بازاری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسی انداز سے اس سے گفتگو کرے۔ اگر ایسا کریگا تو خود بادشاہ کی نظر میں مجرم ٹھہریگا علامہ رازیؒ المتوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر مصری میں رقمطراز ہیں

انہ یجوز من اللہ تعالیٰ ما لا یجوز لغیرہ کما یقول السید لعبدہ و ولدہ عند

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا خطاب کر سکتا ہے جو دوسروں کیلئے جائز نہیں جیسے سردار

معصیۃ من اطلاق القول مالا یجوز لغیر السید فی عبدہ وولدہ — اپنے غلاموں یا لڑکوں کو نافرمانی کی صورت میں سخت سست کہہ دیتا ہے مگر دوسرے لوگ اس کے غلام یا لڑکے کو ایسا نہیں کہہ سکتے۔

اور مولانا عبدالعزیز فرہاروی نبراس ص۵۴۴ پر لکھتے ہیں۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے انبیاء و اصحاب سے افضل چیز کے ترک کو بھی نافرمانی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ بلند رتبی کی وجہ سے اس کام سے ان کی شان بہت برتر تھی۔ لیکن اللہ کے سوا اوروں کو جائز نہیں کہ وہ اس کام کو نافرمانی کہیں۔ اس لئے کہ بادشاہ اگر وزیر کو ڈانٹ بھی دے تو عام بازاری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس انداز سے گفتگو کرے۔

بہر حال کسی شخص کو یہ حق نہیں اور نہ ہی خدائے عزوجل اس پر راضی ہیں کہ کوئی شخص یا گروہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تنبیہ والی آیات کی آڑ میں ان پر طعن و تشنیع کرے یا بغض و عناد کا مظاہرہ کرے اور جواب میں ان آیات کو فر فر پڑھنا شروع کر دے کیونکہ وہ قرآن کریم کے ساتھ تلاعب کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزتوں سے کھیل رہا ہے۔

۔ واللہ الہادی ۔

باب سوم

احادیثِ نبوی اور عدالتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قرآن کریم کی طرح احادیث طیبہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے شمار فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں جو ان کی عدالت پر اظہر من الشمس دلائل ہیں اکثر کتب حدیث میں مستقل طور پر "کتاب المناقب" قائم کیا گیا ہے۔ عمومی مناقب کے علاوہ خصوصی اور شخصی مناقب و فضائل بھی بیسیوں صفحات پر بکثرت پھیلے ہوتے ہیں۔ اگر ہم شخصی مناقب پر لکھنا چاہیں تو ایک ضخیم جلد درکار ہوگی۔ مگر چونکہ ہمارا مطمح نظر شخصیات سے قطع نظر مجموعی طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کی عدالت و فضیلت کا اثبات ہے اس لیے عمومی احادیث کا کچھ حصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جو قطعیت سے صحابہ عظام کی عدالت پر دلالت کرتی ہیں۔ البتہ چند عنوانات کے تحت ہم ان کو مرتب ذکر کرتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برکات :۔

۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے
اَلنُّجُوْمُ اَمَنَةٌ لِّلسَّمَآءِ فَاِذَا	آسمان کی امان کا سبب ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے
ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَى السَّمَآءَ مَا تُوْعَدُ	تو وہ وعدہ موعود (قیامت) آسمان کو بھی آپہنچے
وَاَنَا اَمَنَةٌ لِاَصْحَابِيْ فَاِذَا ذَهَبْتُ	گا جس کا اس سے وعدہ ہے میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے
اَتَى اَصْحَابِيْ مَا يُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِيْ	لیے امن و سلامتی کا سبب ہوں جب میں رخصت
اَمَنَةٌ لِاُمَّتِيْ فَاِذَا ذَهَبَ اَصْحَابِيْ	ہو جاؤں گا تو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی وعدہ موعود ،

اَتٰی اُمَّتِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ۔

مسلم جلد ٢ ص ٣٠٨ واللفظ لہ ورواہ احمد وصاحب جمع الفوائد جلد ٢ ص ٤٩٢ وفی مجمع الزوائد جلد ١٠ ص ١٧ وقال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ جید

(اختلافات وغیرہ) آپہنچے گا اور میرے صحابہؓ میری امت کے لیے امان کا ذریعہ ہیں جب یہ رخصت ہو جائیں گے تو میری امت کو ان سے وعدہ موعود آپہنچے گا (یعنی فتن اور تفرقہ بازی)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا وجود مسعود اور ان کا مبارک دور اسلام اور امت کے لیے امن وامان کا مضبوط قلعہ تھا دین حق باطل فرقوں کی دست وبرد سے محفوظ رہا جس فتنہ نے سر اٹھایا یا صحابہؓ کی مبارک مساعی سے اس کا سر کچل دیا گیا امت گمراہی اور مذہبی تفریق کا شکار نہ ہوئی، مسلمان فی الجملہ داخلی نزاع کے باوجود دنیا کو فتح کرتے چلے گئے ان کی دھاک اقوام عالم پر جمی رہی اور فرقہ یا جماعت کی حیثیت سے کوئی بدعتی گروہ کامیاب نہ ہوسکا۔

مگر جونہی صحابہؓ کے پاکیزہ دور کا اختتام ہوا قسم قسم کے باطل فرقے شیعہ معتزلہ مرجیہ وغیرہ ظاہر ہوگئے۔ دین میں بدعات ایجاد کی گئیں اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور غیر قومیں ان پر ہاتھ ڈالنے لگیں۔

٢۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب جہاد کے لیے لشکر روانہ ہوگا تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی صحابی موجود ہے؟ چنانچہ اسکے وجود کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوگی پھر جب کبھی دوبارہ لشکر کشی ہوگی تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی صحابی کی زیارت کرنے والا (تابعی) موجود ہے۔ پس اس کے وجود کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر تیسری مرتبہ لشکر کشی کے موقع پر کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی تبع تابعی موجود ہے؟ پس اس کی برکت سے فتح حاصل ہوگی (بخاری جلد ١ ص ٥١٥) (مسلم جلد ٢ ص ٣٠٨) مسلم میں اس کے ہم معنیٰ ایک اور روایت بھی ہے اور مجمع الزوائد جلد ١٠ ص ١٨ میں اور مستدرک حاکم میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ اسے محدث ابویعلیٰؒ نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور دونوں کے رجال صحیح (بخاری) کے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی برکات صرف اپنی ذات اور معاصرین تک محدود نہ تھیں بلکہ اپنے بعد دو نسلوں تابعین اور تبع تابعین کو بھی ان کا فیض پہنچا ہے۔

٣۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ یَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَّنُوْرًا لَّھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جو صحابی بھی کسی سرزمین میں فوت (اور مدفون) ہوگا وہ قیامت کے دن اس سرزمین کے لوگوں کے لیے پیشوا اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

غریب وقد روی ہذا الحدیث عن بریدۃ عن النبی علیہ السلام مرسلا وہذا اصح ۔

٤۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کَالْمِلْحِ فِی الطَّعَامِ وَلَا یَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ ۔ قَالَ الْحَسَنُ قَدْ ذَھَبَ مِلْحُنَا فَکَیْفَ نَصْلُحُ ۔ (رواہ ابویعلی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں میرے صحابہؓ کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک اور کھانا نمک کے بغیر درست اور لذیذ نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ ص ٥٥٤) حسن بصری کہتے ہیں کہ ہم سے نمک نکل گیا تو اب ہم کیسے درست ہوں۔

وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد جلد ١٠ ص ١٨ رواہ الطبرانی والبزار باسناد حسن

٥۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیَ الَّذِیْنَ یَلُوْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَجِیْءُ اَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَھَادَۃُ اَحَدِھِمْ یَمِیْنَہٗ وَیَمِیْنُہٗ شَھَادَتَہٗ ۔

مسلم جلد ٢ ص ٣٠٩

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا سب سے بہتر طبقہ وہ ہے جو میرے ساتھ ہے (یعنی صحابہ کرامؓ) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا (یعنی تابعین) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا۔ (یعنی تبع تابعین) پھر ایسے لوگ آئیں گے جنکی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی مانگنے سے پہلے واقع ہوگی (یعنی بلا وجہ قسم کھائیں گے اور جھوٹ بولیں گے۔)

مجمع الزوائد ہیثمی میں (جلد ١٠ ص ١٨) امام احمدؒ اور امام ابویعلیٰؒ کے حوالے سے تین سندیں مذکور ہیں جن کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اس کی چھ سندیں اور ہیں وہ بھی حسن اور صحیح ہیں۔ امام نوویؒ شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

کہ "صحیح بات یہ ہے کہ قرنی سے مراد صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہے اور دوسرے قرن سے تابعینؒ مراد ہیں اور تیسرے میں تبع تابعینؒ مراد ہیں"

قرن ایک زمانہ یا طبقہ کے لوگوں کو کہتے ہیں۔ صحابہ کا دور حضرت ابو الطفیل عامر بن وائلہ لیثیؓ کی وفات علی اختلاف الاقوال ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۱۰ھ تک ختم ہوجاتا ہے تابعینؒ کا دور ۱۷۲ھ تک ہے اور تبع تابعینؒ کا دور ۲۲۰ھ تک ہے (تدریب الراوی)

خطیب بغدادی نے الکفایہ فی علوم الروایہ ص۴۷ پر اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس جیسی روایت نقل کی ہے اور اس کے ہم معنی حضرت ابوہریرہؓ اور عمران بن حصینؓ سے بھی روایت کی ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ کے الفاظ یہ ہیں۔

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ تَسْبِقُ اَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ۔	سب لوگوں سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ جو ان کے بھی بعد ہوں گے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسم گواہی سے سبقت کرے گی (گواہی مانگے بغیر حلفیہ قسمیں اٹھائیں گے) اور ان میں موٹاپا (عیش و عشرت) بھی عام ہوگا
۶۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اَلَا مَنْ سَرَّهٗ بُحْبُوْحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ۔ (مشکوٰۃ ص۵۵۴ ورواہ الحاکم وامثالہ کنز العمال جلد ۱ ص۶)	حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ کی عزت کرنا کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں پھر ان لوگوں کی جو ان کے بعد ہوں گے پھر ان کی جو ان کے بھی بعد ہوں گے پھر جھوٹ عام ہوجائے گا کہ آدمی خود بخود قسم اٹھائے گا۔ حالانکہ اس سے قسم کا مطالبہ نہ ہوگا۔ خود بخود گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہ کی جائے گی۔ سن لو! جس کو جنت کا وسط پسند ہو تو وہ صحابہؓ کی جماعت ہی سے منسلک ہو جائے اس لیے کہ الگ رہنے والے کے ہمراہ شیطان ہوگا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ الاستیعاب جلد ۱ ص۶ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:۔

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔	سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد آئیں گے

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بن خطاب، عمران بن حصین، نعمان بن بشیر اور بریدۃ الاسلمی اور جعدہ بن ہبیرہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے بلکہ حافظ ابن حجرؒ الاصابہ جلد ۱ ص۱۲ پر کہتے ہیں" وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْهُ " کہ یہ حدیث آپ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔

اور کنز العمال جلد ۶ ص۱۳۱ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مسنداً مروی ہے اسکی بعض سندوں میں تصریح ہے کہ ان تینوں زمانوں جن کے خیر ہونے کی شہادت آپ نے دی ہے، کے بعد جھوٹ اور افترا پردازی عام ہوجائے گی۔ معلوم ہوا کہ ان تینوں زمانوں کی خیریت اور افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں سچائی غالب ہوگی اور لوگ بالعموم جھوٹ نہ بولیں گے اور نہ ہی بالعموم جھوٹی حدیثیں بنائیں گے نیز ان زمانوں میں کسی شرعی مسئلے پر تعامل مابعد والوں پر حجت ہوگا۔ نیز یہ اسلام کے تشریعی اور ارتقائی ادوار ہیں اور ان میں فقہی مسائل کی لاتعداد جزئیات متعین ہوگئی تھیں۔ لہٰذا محققین علماء اہل سنت کی تحقیق یہ ہے کہ جس کام کا وجود ان تین زمانوں میں نہ پایا جائے حالانکہ اس کا داعی سبب اور منشا موجود تھا پھر بعد میں کوئی اسے ایجاد کرکے شرعی مسئلہ بنالے تو وہ یقیناً بدعت ہے۔ اور جو کام ان تین زمانوں میں کسی شرعی دلیل کی بنا پر وجود میں آیا ہو وہ مستحسن اور جائز ہے بدعت نہیں۔ ہاں اگر کسی چیز کا محرک اور داعیہ بعد کو رونما ہوا ہو تو اس کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَّادَامَ فِيْكُمْ مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَنِیْ وَاللّٰهِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَّادَامَ فِيْكُمْ	واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا لوگو! تم اس وقت تک بخیر و عافیت رہو گے جب تک تمہارے اندر مجھے دیکھنے والے میرے صحابہؓ موجود رہیں گے بخدا تم اس وقت تک بھی بخیر و عافیت رہو گے جب

فَمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَاللّٰهِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَادَامَ فِیْکُمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَنِیْ۔

جب تک تم میں میرے صحابہ کو دیکھنے والے موجود ہیں بخدا تم اس وقت تک بھی صحیح وسلم رہوگے جب تک تم میں صحابہؓ کے تابعین کو دیکھنے والے موجود رہیں گے

(خرجہ الحافظ السلفی فی السداسیات، ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ۱ ص۹) ورواہ الطبرانی من طرق ورجال احدہا رجال الصحیح (کذا فی مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص۲۰)

مناقب حضرات صحابہ کرامؓ

۸۔ رَوَی الْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا صَحِیْحًا اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَلِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَةً یَعْنِیْ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا فَجَعَلَهُمْ اَصْحَابِیْ وَقَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ کُلِّهِمْ خَیْرٌ۔

محدث بزارؒ نے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً صحیح روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے سوا باقی سب جہان والوں پر میرے صحابہؓ کو فضیلت بخشی ہے اور ان میں سے چار حضرات یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کو منتخب فرماکر میرے خصوصی مصاحب بنایا ہے پھر آپؐ نے فرمایا میرے ہر صحابی میں بھلائی (اور دوسروں پر برتری) موجود ہے۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص۲۹۷ اور مجمع الزوائد جلد ۱ ص۱۶)

اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اس کے تمام رجال ثقہ ہیں البتہ ایک آدھ میں اختلاف ہے۔

۹۔ رَوَی عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابِیْ فَجَعَلَ لِیْ مِنْهُمْ وُزَرَاءَ وَاَخْتَانًا وَّاَصْهَارًا فَمَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وَلَا یُقْبَلُ مِنْهُ

حضرت عویم بن ساعدہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے سب (مخلوقات سے) مجھے چن لیا اور میری صحبت کے لیے میرے صحابہؓ کو چن لیا ان میں سے بعضوں کو میرے وزیر اور خسر اور داماد بنایا پس جس نے ان کی بدگوئی کی اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو قیامت کے دن اس کا نہ فرض مقبول ہوگا نہ نفل۔

یَوْمَ الْقِیَامَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص۲۹۷)

اس حدیث کو محدث محاملی طبرانی اور حاکمؒ نے بھی روایت کیا ہے حاکم اور ذہبیؒ دونوں اس کو صحیح کہتے ہیں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث بکثرت ہیں لہٰذا کسی صحابیؓ میں طعن سے بچ کر رہو۔

ریاض النضرہ جلد ۱ ص۸ پر اس حدیث کو ذکر کرکے محب طبری نے لکھا ہے کہ مخلص ذہبی ابن مہتدی نے اسے روایت کیا ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ۔

(قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب ترمذی جلد ۲ ص۲۳۱)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے مسلمان کو (اسلام کی حالت میں) دیکھا (اور اسی پر فوت ہوا) تو اس کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔

۱۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ (رواہ الطبرانی)

(بحوالہ نبراس شرح شرح عقائد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مبارک ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس کے لیے بھی مبارک ہو جس نے مجھے دیکھنے والے کو (ایمان کی حالت میں) دیکھا اور اسے بھی مبارک ہو جس نے میرے صحابیؓ کے دیکھنے والے کو ایمان کے ساتھ دیکھا سب کے لیے مبارک ہو کیونکہ ان کا ٹھکانہ اچھا ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص۱۹ پر ہے اس میں ایک راوی بقیہ نامی ہے اس کے سماع کی تصریح کی گئی ہے لہٰذا تدلیس کا الزام زائل ہوگیا باقی سب رواۃ ثقہ ہیں

۱۲۔ رَوَی الْبَزَّارُ فِیْ مُسْنَدِهٖ بِسَنَدٍ رِجَالُهٗ مُوَثَّقُوْنَ مِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

محدث بزار نے اپنی مسند میں توثیق شدہ رجال سے حضرت سعید بن المسیبؒ کے واسطے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم

وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الثَّقَلَیْنِ سِوَی النَّبِیّٖنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔

السلام کے سوا باقی سب جن و انس پر میرے [illegible] کو فضیلت بخشی ہے۔

(الاصابہ جلد ۱ ص ۱۲)

۱۳۔ عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ لِاَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ زَلَّةٌ یَغْفِرُهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ بِسَابِقَتِهِمْ مَعِیْ یَعْمَلُ بِهَا قَوْمٌ مِّنْ بَعْدِهِمْ یُکِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِی النَّارِ عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد صحابہ رضؓ سے ایک لغزش ہو گی جسے اللہ تعالیٰ ان کے میرے ہمراہ سابقہ اعمال صالحہ کی بدولت بخش دے گا حالانکہ ان کے بعد اگر کوئی قوم اس کا ارتکاب کرے اللہ ان کو منہ کے بل اوندھے جہنم میں گرا دیں گے (غالبًا دورِ علوی کی آپس میں خانہ جنگی مراد ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے ہمراہ صحابہ رضؓ کے اعمال کی اتنی برکت اور تاثیر ہے کہ مابعد والے گناہ بھی معفور ہیں اس کی دلیل حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا وہ ارشاد صحیحین بھی ہے جو آپؐ نے حضرت عثمان رضؓ کے جیش عسرت کے لیے بہت ساز و سامان دینے پر فرمایا تھا کہ اس کے بعد عثمان رضؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

۱۴۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ وَانْتَخَبَهٗ بِعِلْمِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ النَّاسِ بَعْدَهٗ فَاخْتَارَ لَهٗ اَصْحَابًا فَجَعَلَهُمْ اَنْصَارَ دِیْنِهٖ وَوُزَرَاءَ نَبِیِّهٖ وَمَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب کا معائنہ فرمایا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرمایا چنانچہ آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا اور علم میں ممتاز مقام عطا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو آپؐ کے اصحاب کو پسند کیا اور انہیں اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبیؐ کے وزراء اور مشیر کار بنایا۔ پس یہ مومنین (صحابہ کرام رضؓ) جس چیز کو اچھا سمجھیں وہی اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جسے یہ مومن قبیح اور غلط سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے۔

[illegible] هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِیْحٌ۔ (کنزالعمال جلد ۲ ص ۳۱۱)

(بحوالہ طبرانی و ابونعیم) (درواہ مثلہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب جلد ۱ ص ۶)

[illegible] عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ [illegible] وَسَلَّمَ قَالَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ [illegible] تَحْتَ الشَّجَرَةِ اِلَّا صَاحِبُ [illegible] ـرِ۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

حضرت جابر رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی وہ یقینًا جنت میں جائے گا مگر وہ سرخ لاٹھی والا نہ جائے گا (کیونکہ اس نے نفاق کی وجہ بیعت کی ہی نہیں)

[illegible] وہ سرخ لاٹھی والا جد بن قیس تھا جو مشہور منافق تھا اس نے بیعت کی ہی نہیں یہ استثنا [illegible] ـع ہے۔

[illegible] عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ [illegible] ـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ [illegible] ـلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ [illegible] ـایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (ہذا حدیث حسن صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے درخت کے نیچے (میرے ہاتھ پر) بیعت رضوان کی وہ آگ میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔

[illegible] عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عَبْدًا لِّحَاطِبٍ [illegible] ـاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ [illegible] عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْکُوْ حَاطِبًا فَقَالَ [illegible] رَسُوْلَ اللّٰهِ لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ [illegible] النَّارَ فَقَالَ کَذَبْتَ لَا یَدْخُلُهَا اَبَدًا [illegible] اِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَیْبِیَةَ۔

[illegible] ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ کا ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت حاطب رضؓ کی شکایت کرنے آیا اور کہا یا رسول اللہ! حاطب آگ میں داخل ہوگا تو آپؐ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا وہ کبھی آگ میں نہ جائے گا کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک رہا ہے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل بدر اور صلح حدیبیہ کے شرکاء مغفور لہم ہیں بالفرض اگر کوئی عیب تسلیم بھی کیا جائے تو کالعدم ہونے کی وجہ سے ان کی عدالت اور نجات میں مضر نہیں۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

۱۸۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَفَاةُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ اَوْصِنَا قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالسَّابِقِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاَبْنَاءِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ لَا يُقْبَلُ مِنْكُمْ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ارتحال قریب ہوا تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں وصیت کیجیے تو آپؐ نے فرمایا میں تمہیں سابقین اولین مہاجرینؓ (اور انصارؓ) کے بارے میں اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے بارے میں حسن سلوک (اور رعایت وآداب) کی وصیت کرتا ہوں اگر تم ایسا نہ کروگے تو تمہارے فرائض ونوافل قبول نہ ہوں گے۔

اسے طبرانی نے اوسط میں اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص۱۷)

۱۹۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کوئی صحابی بھی دوسرے صحابیؓ کے بارے میں مجھے کچھ (شکایت وغیرہ) بھی نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس حالت میں تمہارے پاس آیا جایا کروں جبکہ میرا دل ہر کسی سے صاف ہو۔

(رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ ص۴۱۴ اور ریاض النضرہ جلد ۱ ص۱۳)

۲۰۔ روی البغوی والطبرانی وابو نعیم فی المعرفۃ وابن عساکر عن عیاض الانصاری مرفوعًا۔ اِحْفَظُوْنِيْ فِيْ اَصْحَابِيْ وَاَنْصَارِيْ فَمَنْ حَفِظَنِيْ فِيْهِمْ تَخَلَّى اللهُ مِنْهُ يُوْشِكُ اَنْ يَاْخُذَهُ۔

محدث بغوی اور طبرانی نے اور ابونعیم نے "معرفہ" میں اور ابن عساکر نے بھی حضرت عیاض انصاریؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ میرے مددگار اور میرے خسر اور داماد کے بارے میں میرا خیال رکھنا ان کے بارے میں جو میری رعایت کریگا (ان کو برا نہ کہے گا) اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی رعایت رکھے گا اور ان کے بارے میں جو میری رعایت نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوجائیں گے جس سے خدا بری ہوا قریب ہے کہ خدا اسے گرفتار کرلے۔

(الصواعق المحرقہ ص۲)

محدث ابوذر ہروی نے بھی اس جیسی حدیث حضرت جابرؓ حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے۔

۲۱۔ اَللهَ اَللهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللهَ وَمَنْ اٰذَى اللهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَاْخُذَهُ۔

لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا۔ لوگو! میرے صحابہؓ کے حق میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا ان کو میرے بعد اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا۔ جو ان سے محبت کرے گا تو مجھ سے محبت کی بنا پر ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے دشمنی رکھے گا تو مجھ سے دشمنی کی بنا پر ان سے دشمنی رکھے گا جو ان کو دکھ دیگا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا پس اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو ستایا تو عنقریب اسے اللہ عذاب میں گرفتار کریگا۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث غریب مشکوٰۃ ص۵۵۴)

۲۲۔ رَوَى الطَّبْرَانِيُّ وَغَيْرُهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اللهَ اللهَ فِيْ اَصْحَابِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهُ اَوْصٰى بِهِمْ۔

طبرانیؒ وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے تھے لوگو! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا کیونکہ آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص۵)

۲۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جب تقدیر کا تذکرہ

إِذَا ذُكِرَ الْقَدَرُ فَأَمْسِكُوا وَإِذَا ذُكِرَ النُّجُومُ فَأَمْسِكُوا وَإِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَأَمْسِكُوا۔

ہوتو رک جانا۔ جب علم نجوم کا ذکر ہو تو (تصدیق سے) رک جانا۔ جب میرے صحابہؓ کا ذکر ہو تو (بدگوئی سے) رک جانا۔

(اخرجہ خیثمہ بن سلیمان) (الریاض النضرہ جلد ۱ صـ۱۳)

۲۴۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِي مِثْلِ مَقَامِي هٰذَا فَقَالَ أَحْسِنُوا إِلَى أَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بمقام جابیہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا لوگو! میرے صحابہؓ سے اچھا سلوک کرنا پھر ان سے جو ان کے بعد آئیں گے۔

(اخرجہ مخلص الذہبی واخرجہ الحافظ بن ناصر السلامی وقال حدیث صحیح رجالہ ثقات مخرج عنہم فی الصحیحین) ریاض النضرہ جلد ۱ صـ۱۱

۲۵۔ اور ایک روایت حضرت عمرؓ سے مرفوعاً بروایت ابن زبیر یوں ہے۔

قَالَ أَكْرِمُوا أَصْحَابِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کی عزت کرنا پھر ان کے بعد آنے والوں کی پھر ان کے بعد آنے والوں کی بھی۔

(اخرجہ ابوعمرو بن السماک ریاض النضرہ)

۲۶۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ احْفَظُونِي فِي أَخْتَانِي وَأَصْهَارِي لَا يُطَالِبَنَّكُمُ اللّٰهُ بِمَظْلِمَةِ أَحَدٍ مِنْهُمْ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ مِمَّا يُوهَبُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ارْفَعُوا أَلْسِنَتَكُمْ عَنِ الْمُسْلِمِينَ وَإِذَا مَاتَ الرَّجُلُ فَلَا تَقَعُوا

سہل بن مالکؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے دامادوں اور خسروں کے بارے میں میرا لحاظ کرنا ان میں سے کسی کی غلطی کا مواخذہ تم سے نہ ہوگا کیونکہ وہ تبادلے کی چیز نہیں۔ اے لوگو! مسلمانوں (صحابہ) کی عزتوں پر حملہ کرنے سے اپنی زبانیں بچا رکھو۔ جب کوئی فوت ہو جائے تو بھلائی کے سوا اس میں کھود کرید مت کرو۔

فِيهِ إِلَّا خَيْرًا۔ (اخرجہ الخلعی والحافظ الدمشقی فی معجمہ) (ریاض النضرہ جلد ۱ صـ۱۱)

حضرات صحابہ کرامؓ کی بدگوئی اور سب و شتم کی ممانعت

۲۷۔ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ ثواب میں صحابہؓ کے ایک مد بلکہ آدھ مد جو کے خرچ کے ثواب کو بھی نہ پہنچ سکیگا۔

(بخاری جلد ۱ کتاب المناقب) (مسلم جلد ۲ صـ۲۷۲ ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ ومثلہ فی مسند احمد وریاض النضرہ ج ۱ صـ۸)

مد تقریباً تین پاؤ کا ہوتا ہے یہ اناج ماپنے کا برتن ہوتا ہے چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے اور صاع کا وزن ساڑھے تین سیر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عام امتی اور صحابہ کرامؓ کے اعمال میں ثواب اور درجات کے لحاظ سے اتنا بڑا فرق ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے تین پاؤ وزن کو احد پہاڑ سے کیا نسبت؟ اسی طرح اناج کو سونے کی مالیت سے کیا نسبت؟ بس اتنا کہنا پڑے گا کہ صحابہ کرامؓ کا مقام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ ہی کو معلوم تھا۔

حافظ بن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان "لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ" الآیۃ، کی تفسیر ہے یعنی جب صحابہؓ سابقین اور صحابہؓ متاخرین کے درمیان انفاق و قتال کے ثواب میں فرق ہے تو صحابی اور غیر صحابی کے درمیان دوسرے امور میں فرق کیسے نہ ہوگا۔

۲۸۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذُكِرَ مَالِكُ بْنُ دُخْشُنٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعُوا فِيهِ يُقَالُ لَهُ رَأْسُ الْمُنَافِقِينَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوا أَصْحَابِي لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مالک بن دخشنؓ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا تو لوگ ان کی بدگوئی کرنے لگے کیونکہ عوام ان کو (غلطی سے) منافقین کا سردار کہتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کی برائی چھوڑ دو اور میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو۔

(رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد جلد ۱۰ صـ۲۱)

ایک تنبیہ مالک بن دخشن منافق نہ تھے مخلص مومن تھے (غلطی سے لوگوں میں رأس المنافقین مشہور ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے ان کی صحابیت اور ایمان کو واضح کر دیا اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ فی الحقیقت راس المنافقین تھے پھر بھی حضورؐ نے ظاہری اسلام کی وجہ سے ان کو صحابی شمار کیا اسلئے کہ قرآن کریم نے منافقین کی بہت مذمت کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان پر شدید تر ہونے کا حکم دیا ہے پھر حضورؐ کیسے ایک منافق کو صحابی شمار کرتے اور اس کی بدگوئی سے روکتے ہیں۔

۲۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا رَءَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان کو کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۷)

وَفِيْ رِوَايَةٍ مَّنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (رواہ الطبرانی)

اور ایک روایت میں ہے جس نے میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا تو اس پر اللہ کی فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنَّ شِرَارَ اُمَّتِيْ اَجْرَءُهُمْ عَلٰى اَصْحَابِيْ۔

(رواہ الطبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت کے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہؓ پر (طعن کرنے میں) جری ہیں۔

وَقَالَ اِذَا رَءَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ اَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ (رواہ الخطیب) وَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ۔ (رواہ الطبرانی)

نیز فرمایا جب ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو نیز آپ نے فرمایا جس نے میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ لعنت کرے۔

مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ ان چار احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ احادیث سب صحابہؓ کو شامل ہیں (سب کی بدگوئی حرام ہے) (نبراس ص ۵۴۸)۔ نیز طبرانی نے اوسط میں حضرت عائشہ صدیقہ (سلام اللہ علیہا) سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ۔

میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہو اُس پر اللہ کی لعنت ہو جو میرے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کرتے۔

اس کے رجال صحیح (بخاری) کے رجال ہیں سوائے علی بن سہل کے، اور وہ بھی ثقہ ہے

(مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۱)

یہ سب احادیث واضح طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہؓ کی بدگوئی طعن و تشنیع اور غیبت حرام ہے سبّ کے معنی صرف گالی گلوچ کے نہیں ہوتے بلکہ سب وشتم کے مفہوم میں ہر وہ غیر قانونی اور نامناسب کلام شامل ہے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ عام مسلمان کی غائبانہ برائی کرنی حرام ہے حالانکہ وہ برائی اس میں پائی جاتی ہے تبھی تو غیبت ہوتی ورنہ بہتان ہوگا اور یہ غیبت سبّ میں داخل ہے تو صحابہؓ کرام کے عیوب کا شمار ان پر طعن و تشنیع سب وشتم میں کیسے داخل نہ ہوگی سبّ صحابہ کے متعلق مفصل بحث باب ہشتم میں آئے گی۔

۳۰۔ رَوَى الْخَطِيْبُ بِسَنَدِهٖ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَنِيْ وَاخْتَارَ اَصْحَابِيْ فَجَعَلَهُمْ اَصْهَارِيْ وَجَعَلَهُمْ اَنْصَارِيْ وَاِنَّهٗ سَيَجِيْءُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يَنْتَقِصُوْنَهُمْ اَلَا فَلَا تُنَاكِحُوْهُمْ اَلَا فَلَا تَنَاكَحُوْا اِلَيْهِمْ اَلَا فَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ اَلَا فلا تصلوا علیہم حلت علیہم اللعنۃ۔ (کفایہ ص ۴۸ و رواہ ایضاً العقیلیؒ والبیہقیؒ)

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے اصحاب کو بھی، چنانچہ کچھ کو میرے خسر اور داماد بنایا اور میرے مددگار بنایا (سنو) آخر زمانے میں ایک فرقہ ہوگا جو ان کی برائی بیان کرے گا۔ خبردار ان کو کبھی رشتہ نہ دینا، خبردار ان میں کبھی شادی نہ کرنا ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا، ان پر صلوٰۃ جنازہ نہ پڑھنا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہوا کریگی۔

دشمنان صحابہؓ کے متعلق یہ حدیث اہم اور واضح ہے مگر اس کی سند کی تحقیق مجھ سے نہ ہو سکی البتہ اس کے ہم معنی کئی احادیث ملی ہیں گزشتہ حدیث (۹) اس کے ہم معنی اور لفظاً متقارب ہے جس کی حاکم اور ذہبیؒ نے تصحیح کی ہے اور جو احادیث حسن اور قابل احتجاج ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عن بن عباس قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندہ علی فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا علی سیکون فی امتی قوم ینتحلون حب اهل البیت لهم نبز یسمون الرافضة قاتلوهم فانهم مشرکون۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور حضرت علیؓ بھی تھے تو حضورؐ نے فرمایا اے علیؓ میری امت میں ایک گروہ ہوگا جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گا (صحابہؓ پر) طعن و تشنیع ان کی علامت ہوگی ان کو رافضہ کہا جائے گا ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

(رواہ الطبرانی واسنادہ حسن) (مجمع الزوائد جلد ۱۰ صـ۲۱)

۲۔ عن عاصم بن بهدلة قال قلت للحسن بن علی الشیعه یزعمون ان علیا یرجع قال کذب اولئك الکذابون لو علمنا ذالك ما تزوج نساءہ ولا قسمنا میراثهٗ۔

عاصم بن بھدلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ بن علیؓ سے پوچھا، شیعوں کا اعتقاد ہے کہ علی واپس آئیں گے تو حضرت حسن نے فرمایا کہ ان کذابوں نے جھوٹ بولا۔ اگر ہم یہ جانتے ہوتے تو آپ کی بیوائیں شادی نہ کرتیں اور ہم آپ کی میراث تقسیم نہ کرتے۔

(رواہ عبد اللہ واسنادہ جید) مجمع الزوائد جلد ۱ صـ۲۲)

۳۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی اٰخر الزمان قوم ینبزون یقال لهم الرافضه یرفضون الاسلام ویلفظونه قاتلوهم فانهم مشرکون

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو بدگوئی کیا کرے گی ان کو رافضہ کہا جائے گا۔ وہ اسلام کو چھوڑ بلکہ پھینک دیں گے۔ ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

(رواہ ابو یعلی والبزار والطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضهم خلاف) (مجمع الزوائد جلد ۱ صـ۲۲)

۴۔ حافظ ذہبیؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جنکا نام رافضی ہوگا وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے ان کو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

۵۔ ابراہیم بن حسن بن حسین بن علیؓ نے اپنے باپ اور دادے کے واسطے سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں میری امت میں ایک قوم ظاہر ہوگی جن کا

نام رافضہ ہوگا وہ اسلام کو چھوڑ بیٹھیں گے۔

۶۔ دار قطنیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایک قوم آئے گی طعن و بدگوئی ان کا شعار ہوگا انہیں رافضہ کہتے ہوں گے اگر تو انہیں پائے تو قتل کر ڈالنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ان کی علامت کیا ہوگی آپؐ نے فرمایا وہ تیرے لیے وہ اوصاف تراشیں گے جو تجھ میں نہیں اور گزشتہ نیک لوگ (صحابہ کرامؓ وغیرہم) پر طعن و تشنیع کیا کریں گے (الصواعق المحرقہ صـ۳)

واضح رہے کہ رافضہ کی یہ وجہ تسمیہ جمہور مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی اپنی روایات کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ نام رکھا ہے۔ چنانچہ روضہ کافی کلینی صـ۳۴ مطبوعہ جدید ایران پر یہ روایت ہے کہ امام جعفر صادقؒ سے راوی نے پوچھا۔

قلت جُعِلت فداك فانا قد نبزنا نبزًا انکسرت له ظهورنا وماتت له افئدتنا واستحلت له الولاة دماءنا روا ہ لهم فقهاءهم قال فقال ابو عبد اللہ علیه السلام الرافضةُ قلت نعم قال لا واللہ ما هو سموکم ولکن اللہ سماکم به۔

میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں ہم پر ایسا سخت طعن کیا گیا ہے اس کے آگے ہماری کمر ٹوٹ گئی ہے ہمارے دل مردہ ہوگئے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے حکام نے ہمارے خون حلال سمجھ لیے جس کو ان کے فقہاء نے روایت کیا ہے یہ سن کر امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) نے فرمایا کیا رافضہ والی حدیث؟ میں نے کہا ہاں۔ تو فرمایا نہیں بخدا اہل سنت نے تمہارا نام رافضہ نہیں رکھا بلکہ اللہ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے

اور اصول کافی جلد ۱ صـ۵۰۲ طبع ایران میں ایک حدیث ہے جس میں حضرت علی بن موسیٰؒ (شیعوں کے اعتقاد میں آٹھویں امام رضا) کو رافضہ کا امام کہا گیا ہے۔

عَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَقَامُ اَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمُرَهٗ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ لوگو! اصحابؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی نہ کرو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کی ایک گھڑی تمہارے عمر بھر کے سب اعمال حسنہ سے بڑھ کر ہے۔

(ابن ماجہ ص۱۵ ونحوہ ابوداؤد جلد ۲ ص۲۸۳ خرجہ علی بن حرب الطائی وخیثمہ بن سلیمان) (ریاض جلد ا ص۸)

عَنِ الْبَرَآءِ قَالَ لَاتَسُبُّوا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَمَقَامُ اَحَدِھِمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ اَحَدِکُمْ عُمْرَہٗ۔

حضرت براء بن عازب رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضؓ کو گالیاں نہ دینا کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی تھوڑی سی صحبت تمہاری سب عمر کے اعمال سے افضل ہے۔

(کنزالعمال جلد ۶ ص۳۱۱) ابوداؤد جلد ۲ ص۲۸۳ پر حضرت سعید بن زید رضؓ سے ایسی روایات کے آخر میں ہے۔ وَلَو عُمِّرَ عُمْرَ نوح (اگرچہ حضرت نوحؑ جتنی لمبی عمر پا کر اعمال صالحہ کرے)

صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنے کا درجہ :۔

۳۰۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ وَمَنْ اَسَآءَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ کَانَ مُخَالِفًا لِسُنَّتِیْ وَمَاْوَاہُ النَّارُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے صحابہ رضؓ کے متعلق اچھی گفتگو کی تو وہ نفاق سے بری ثابت ہوا اور جس نے میرے صحابہ رضؓ کی بدگوئی کی وہ میری سنت کا مخالف رہا چنانچہ اس کا ٹھکانہ آگ ہے جو بری جگہ ہے۔

(اخرجہ فی شرف النبوۃ ابوسعد)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ فَھُوَ مُؤْمِنٌ۔

ایک روایت میں ہے جس نے میرے صحابہ رضؓ کے بارے میں اچھی بات کہی وہ مومن ہے۔

(رواہ ابن غیلان کذا فی ریاض النضرہ جلد ا ص۱۱)

۳۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَصْحَابِیْ وَاَزْوَاجِیْ وَاَھْلَ بَیْتِیْ وَلَمْ یَطْعَنْ فِیْ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَخَرَجَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے صحابہ رضؓ میری ازواج (مطہرات رضؓ) اور میرے اہل بیت رضؓ (سب سے) محبت وعقیدت رکھی اور کسی میں طعن وتشنیع نہ کی اور

مِنَ الدُّنْیَا عَلٰی مُحَبَّتِھِمْ کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ان کی محبت کے اعتقاد پر ہی دنیا سے رخصت ہوا تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے دربار میں ہوگا

(اخرجہ الملاّ فی سیرتہ کذا فی ریاض النضرہ)

۳۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَرٰی فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَّلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (ریاض)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے کسی نیک قوم سے محبت کی مگر ان کے ساتھ شامل نہ ہو سکا؟ تو آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن ہر آدمی اپنی محبوب جماعت کے ساتھ ہوگا۔

احقر مولف کے اعمال نامہ میں محبوبان خداوندی صحابہ کرام رضؓ کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں شاید اسی کی بدولت رب کریم مغفرت فرما دے۔

احب الصالحین ولست منھم — لعل اللّٰہ یرزقنی صلاحًا

(نیک لوگوں سے محبت تو ہے گو خود میں ان میں سے نہیں، شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک بنا دیں)

صحابہ کرام رضؓ نجوم ہدایت ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد سندوں کے ساتھ ایک حدیث مروی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ رضؓ کی مثال (ہدایت کا سبب ہونے میں) ستاروں کی سی ہے ان میں سے تم جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف امت کے لیے موجب رحمت ہے۔

۳۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنِ اخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ

حضرت عمر بن خطاب رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا میں نے اپنے پروردگار سے اپنے بعد صحابہ رضؓ کے اختلاف کے متعلق

مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّمَّا هُمْ عَلَیْهِ فَهُوَ عِنْدِیْ عَلٰی هُدًی ۔

دریافت کیا تو مجھے وحی ہوئی کہ اے محمد! تیرے صحابہؓ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں جیسے ہیں۔ روشنی میں اگرچہ کم و بیش ہیں مگر نور ہدایت ہر ایک میں ہے، پس جس نے ان کے اختلاف میں سے کسی شے کو بھی تمسک کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے

(رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ) اور مشکوٰۃ (۵۵۴) پر یہ لفظ زائد ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ ۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں پس جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

خطیب بغدادیؒ نے اپنی سند سے کفایہ صـ۴۶ میں اسے روایت کیا ہے نیز محدث سجزی نے ابانہ میں ابن عساکر، بیہقی اور ابن عدیؒ نے اور ریاض النضرہ جلد ۱ صـ۹ میں محب طبری نے بھی روایت کیا ہے (حاشیہ جمع الفوائد جلد ۲ صـ۴۹۲) نیز مسامرہ میں صـ۳۱۴ پر ہے کہ اسے دارمی ابن عدیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے الحاصل اس کی متعدد اسناد ہیں جو جامع بیان العلم وفضلہ اور مجمع الزوائد وغیرہ میں مذکور ہیں بعض میں اگرچہ کچھ کلام ہے مگر تعدد طرق کی وجہ سے یہ حسن لغیرہ ہے اور معنوی لحاظ سے اس کی صحت مسلم ہے۔

نیز یہ حدیث کتب شیعہ میں بھی ہے اور اس کی صحت کو انہوں نے تسلیم کیا ہے جیسا باب ششم میں انشاءاللہ تفصیلاً آئے گا۔

نجوم ہدایت کا معنیٰ :-

صحابہؓ کے نجوم ہدایت ہونے کا معنی یہ ہے کہ سب صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا اور آپؐ سے درجہ بدرجہ فیض پاکر راہنمائی حاصل کی اور احادیث بھی روایت کیں اور پہلے گزر چکا ہے کہ سب صحابہ کرامؓ کذب بیانی سے پاک ہیں وہ خدا و رسولؐ پر جھوٹ نہیں بول سکتے اور پاک سیرت بھی ہیں لہٰذا دین سیکھنے ان کی اتباع کرنے اور حدیث قبول کرنے میں ہر صحابی نجم ہدایت ہے جس کسی سے دین سیکھو گے اور اس کی اتباع کروگے تو ہدایت

جیسے ستاروں کی روشنی راستہ کی راہ نمائی کرتی ہے۔

عارف باللہ مولانا رومی نے کیا خوب کہا ہے ؎

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم ۔۔۔ راہرواں را شمع و شیطان را رجوم

اسی طرح اختلاف کی صورت میں جس صحابی کے قول کو بھی اختیار کیا جائے تو ہدایت ہی ہوگا

امام مزنیؒ (استاذ امام شافعیؒ) سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا

اگر یہ خبر صحیح ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ جو حدیثیں ان سے منقول ہیں اور اس پر انہوں نے گواہی دی ہے تو حدیثوں پر اعتماد کرو اور انہیں نجوم ہدایت سمجھو کیونکہ ہر ایک ان میں سے اپنی روایت میں ثقہ اور قابل اعتماد ہے اور جس بات کو انہوں نے اپنی رائے سے کہا اور کسی دوسرے صحابی نے اس بات کا تخطیہ یا انکار بھی نہ کیا ہو اور کسی صحابی نے اپنا قول چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع نہ کیا ہو تو اس قول کو بھی ماننا ضروری ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۲ صـ۹۰)

واضح رہے کہ اس حدیث سے ہر صحابی کی تقلید لازم نہیں آتی چنانچہ علامہ سرخسیؒ المتوفی سنہ ۴۰۳ھ اصول سرخسی جلد ۲ صـ۱۰۷ پر لکھتے ہیں۔

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم لان المراد الاقتداء بهم فی الجری علی طریقهم فی طلب الصواب فی الاحکام لا فی تقلید هم وقد کانت طریقتهم العمل بالرأی والاجتهاد الا تری انه شبههم بالنجوم وانما یهتدی بالنجم من حیث الاستدلال به علی الطریق بما یدل علیه لا ان نفس النجم یوجب ذالک ۔

میرے صحابہؓ (ہدایت میں) ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے "اس سے مراد یہ ہے کہ احکام میں راہ صواب معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلنے میں اقتداء کی جائے نہ کہ ان کی تقلید کی جائے جبکہ صحابہ کرامؓ کا طریقہ بھی اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا تھا کیا آپ دیکھتے نہیں؟ کہ حضور علیہ السلام نے ان کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور ستاروں سے راستہ معلوم ہوتا ہے نہ یہ کہ ستارے کا وجود اسے ضروری ٹھہراتا (اور اپنی طرف بلاتا) ہے

ہاں اگر کسی فروعی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف رہا ہے اور مختلف اقوال ملتے ہیں تو کسی شخص کو صحابہ کرامؓ کے اقوال سے نکل کر اپنا نیا قول (جو ان کے قول کے مخالف ہو) اختیار کرنے کی گنجائش نہیں اور تو کجا ائمہ اربعہ متبوعین خصوصاً امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ فی القدیم صحابہ کرامؓ کے اقوال سے باہر نہیں جاتے تھے اور اقوال صحابہؓ کے سامنے اپنا قیاس اور اجتہاد ترک کر دیتے تھے۔

نیز ایسے مختلف فیہ مسئلہ میں راجح و مرجوح اور اقرب الی السنۃ والبعد منہا کے سوال سے قطع نظر اگر کوئی شخص قول مرجوح کو اختیار کرے تو یہ گمراہی نہیں بلکہ نیک نیتی سے قائل دائرہ ہدایت میں سمجھا جائے گا۔ البتہ اگر صحابی نے اپنے قول و فتویٰ سے رجوع کر لیا یا اس کے عمل اور رویہ سے رجوع معلوم ہوا تو پھر اس کے سابق قول و عمل کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی اتباع صحیح نہیں ہو گی۔

اسی طرح اگر کسی صحابی کی طرف منسوب قول و فعل صریح قرآن و سنت کے خلاف ہو یا اجماع صحابہؓ کے خلاف نظر آتا ہو تو اس پر عمل نہ کیا جائے گا بلکہ صحابی کی طرف اس کی نسبت غلط سمجھی جائے گی کیونکہ کسی صحابی کا صریح قرآن و سنت کے خلاف فتویٰ دینا روایت کے علاوہ درایت کے لحاظ سے متعذر ہے۔ اسی طرح خلفاء راشدینؓ کے متفقہ قول و عمل کے خلاف کسی عام صحابی کا قول و فعل بھی متروک ہو گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ۔ (مشکوٰۃ باب السنۃ)

لوگو! تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ نیکو کار خلفاء کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے اسے داڑھوں کیساتھ مضبوطی سے تھامے رکھنا (یعنی نہ چھوڑنا)

عام امت کے علاوہ عام صحابہ کرامؓ کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخاطب فرمایا ہے اپنی سنت کی اتباع کی طرح خلفاء راشدینؓ کی اتباع کو بھی واجب فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدینؓ کی سنت بھی سنت نبوی کی طرح سراسر حق اور معمول بہا ہے لہٰذا خلفاء راشدینؓ کے اتفاق کی صورت میں بالفرض کسی عام اور غیر فقیہ صحابی سے اس کے خلاف مروی بھی ہو تو اس کا اعتبار نہ ہو گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

صحابہ کرامؓ مبلغ اسلام ہیں:۔

۳۵۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

علیہ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰہُ ... سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا ... فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ۔ (... صحیح ابن حبان صـ۶۹)

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا اس شخص کو اللہ تعالیٰ خوش اور ترو تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسی طرح پہنچا دی کیونکہ بسا اوقات مروی لہ راوی اور سامع سے بڑھ کر حدیث کا محافظ ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ اس بشارت اور ترو تازگی کے اولین مصداق ہیں کیونکہ وہ آپؐ سے امت تک ...اسطہ مبلغ احادیث و تعلیمات اسلامی ہیں نیز بخاری شریف کی یہ حدیث صحابہؓ کی مبلغانہ ...ت کو واضح کرتی ہے کیونکہ خطاب صحابہ کرامؓ کو ہے۔

...وا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً۔

میری طرف سے فریضہ تبلیغ ادا کر دو گو ایک آیت یا حدیث ہی ہو۔

نیز حجۃ الوداع کا موقعہ ہے عرفات کے لق و دق میدان میں تقریباً سوا لاکھ صحابہ کرامؓ ...ندائی لشکر آفتاب محمدیؐ کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ ارض و سما، بر و بحر، دشت و جبل اور ...ن والنس نے یہ پاکیزہ اجتماع نہ پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھیں گے حضور علیہ السلام کا یہ ...خری حج ہے اور اجتماعی طور پر امت سے الوداعی کا موقعہ ہے آپؐ نے کئی قسم کے احکام ...ور مواعظ حسنہ بیان فرمائے پھر حاضرین سے پوچھا "ھَلْ بَلَّغْتُ"۔ کیا میں نے احکام الٰہی پورے ...نچا دیئے۔ سب صحابہؓ نے کہا "ہاں" تب آپؐ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ (اے اللہ تو گواہ رہنا تین ...رتبہ فرمایا) پھر سب صحابہ کرامؓ کو منصب تبلیغ کی سند اور ڈگری عطا کرتے ہوئے فرمایا

...۔ قَالَ فَاِنَّ دِمَآءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ وَاَعْرَاضَکُمْ ...عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ...فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَآئِبَ۔ (بخاری جلد ا صـ۲۱)

آپ نے فرمایا بے شک تمہارے خون اور اموال (امام بخاریؒ کہتے ہیں میرے خیال میں آپ نے یہ بھی فرمایا) اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے یہ دن اور یہ مہینہ حرام (معزز) ہے سنو! جو تم میں سے یہاں حاضر ہے وہ بعد میں آنے والوں تک یہ احکام پہنچا دے۔

حضرات صحابہ کرام رضؓ کی پیروی واجب ہے۔

۳۷- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ایک جماعت کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کونسی جماعت ہے تو آپؐ نے فرمایا وہ (اس راستے کی پیروکار) جماعت ہے جس پر میں اور میرے صحابہ رضؓ ہیں

(ترمذی مشکوٰۃ ص۲۹) تطہیر الجنان لابن حجر ہیتمی ص۶ پر ہے۔

وجاء باسنادین رجالھما ثقاۃ الا واحد وثقہ ابن معین وغیرہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تفرقت بنو اسرائیل علی احدی و سبعین فرقۃ وتفرقت النصاریٰ علی اثنتین و سبعین فرقۃ وامتی تزید علیھم بفرقۃ کلھم فی النار الا السواد الاعظم قالوا یارسول اللہ من السواد الاعظم قال من کان علی ما انا علیہ واصحابی من لم یمار فی دین اللہ ولم یکفر احدا من اھل التوحید بذنب۔

درج ذیل حدیث دو سندوں سے مروی ہے ایک راوی کے سوا دونوں کے سب رواۃ (بالاتفاق) ثقہ ہیں ایک (مختلف فیہ) کی ابن معین وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل (یہود) اکہتر ۷۱ فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر ۷۲ فرقوں میں اور میری امت اس سے بھی ایک فرقہ بڑھ جائے گی۔ سواد اعظم کے سوا سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ سواد اعظم کون ہے تو آپؐ نے فرمایا سواد اعظم امت محمدیہ کی وہ عظیم اکثریت ہے جو اس راستہ کی پیرو ہے جس پر میں اور میرے صحابہ رضؓ ہیں اور اللہ کے دین میں (بلا وجہ) نہیں جھگڑے گی۔ اور اہل توحید میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضؓ کی پیروی واجب ہے کیونکہ ان کا طریقہ ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور دوزخ سے نجات بھی اسی میں ہے جب جہنم

...حاصل کرنی ضروری ہے تو صحابہ کرام رضؓ کی اتباع لازم ٹھہری۔

...ن ابن عمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ... اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا ... اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ... ـةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ۔

(...ی مشکوٰۃ باب الاعتصام السنۃ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو (راوی کہتے ہیں) یا یوں فرمایا محمد کی امت کو اللہ تعالیٰ کبھی گمراہی پر جمع نہیں کریں گے اور اللہ کا دست نصرت جماعت ہی پر ہے اور جو اس جماعت سے الگ ہوگیا تو جہنم میں گر پڑا۔

چونکہ امت کی سب سے افضل اور مقدس جماعت بلکہ امت کا اولین مصداق حضرات صحابہ کرام رضؓ ہیں اس لیے وہ بدرجہ اولیٰ گمراہی سے محفوظ اور مؤید من اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تائید ان کو حاصل ہے اس لیے جو گروہ صحابہ کرام رضؓ کو پیشوا اور اپنا مقتداء نہیں مانتا یا ان سے بغض وعناد رکھتا ہے وہ اس حدیث کا مصداق ہے۔

۳۸- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهُ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

(ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۳۰)

عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم (حق کا پیروکار اکثریتی گروہ) کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے الگ ہوا تو جہنم میں گر پڑا۔

۳۹- مشکوٰۃ شریف میں حضرت عرباض بن ساریہ رضؓ کی طویل حدیث میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ. تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(کتاب السنت)

(ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ)

اے لوگو! تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضؓ (حضرت ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم) کی سنن کی پیروی کرو ان کو خوب تھام لو بلکہ داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو خبردار نئی نئی (دین میں) باتوں سے بچنا اس لیے کہ ہر (دین میں نکالی ہوئی) نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

امام ابو حاتم رازیؒ المتوفی ۲۷۰ھ اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فعليكم بسنتى عند ذكره الاختلاف الذى يكون فى امته بيان واضح ان من واظب على السنن وقال بها ولم يعرج على غيرها من الاراء كان من الفرق الناجية فى القيامة

(صحیح ابن حبان ص۴)

فعلیکم بسنتی " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اختلاف کے ذکر کرنے میں۔ جو آپؐ کی امت میں ہوگا۔ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جس نے (حضور اور صحابہ کرامؓ کی) سنتوں پر مواظبت کی اور ان پر اعتقاد رکھا اور دیگر آراء کی طرف تجاوز نہ کیا تو وہ قیامت کے دن ناجی فرقہ سے ہوگا۔

صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں

حضرات قارئین کرام! مندرجہ بالا آخری پانچ احادیث اور حدیث نجوم کو غور سے دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی کیا حیثیت ہمارے سامنے بیان کی ہے۔؟ آپؐ نے بلا استثناء تمام کو نجوم ہدایت فرما کر ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ضمانت دی ہے۔ امت میں مذہبی تفرقہ بازی کی صورت میں صرف اس فرقہ کی نجات کی شہادت دی ہے جو صحابہ کرامؓ کا اور ان کے واسطہ سے آپؐ کا متبع ہے سواد اعظم کا اولین مصداق صحابہؓ ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنے والی نسلوں کو فتنہ سے ڈراتے اور اس سے بچاؤ کی صورت بتا رہے ہیں کہ لوگوں کو تفریق امت کے وقت صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعین ہی کی اتباع کرنا چاہیئے۔

اور خلفاء راشدین مہدیینؓ کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے اس لیے اتباع میں اپنی سنت اور ان کی سنت کو مساویانہ حیثیت دیتے ہوئے اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کو بھی لازم پکڑنے کا حکم دیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ آپؐ ترجمان وحی ہیں اور آپؐ کی اطاعت کے بغیر وحی کا سمجھنا مشکل ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ تعلیمات رسالت کے ترجمان ہیں اور سنن نبویہ کا آئینہ، ان سے رشتہ کاٹ کر از خود دربار رسالت تک رسائی اور خوشہ چینی کارے دارد، شیعہ، خوارج معتزلہ

...لیں تو واضح ہیں۔

...ال ان فرامین نبویؐ کی کے پیش نظر ایک عقل مند اور سلیم الفطرت انسان تو بڑی آسانی ...سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، ما و شما جیسے نہیں کہ ہر شخص ان پر تنقیدی بمباری شروع کر دے ...کی اطاعت سے انحراف کرنے کی اسے گنجائش ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کی اتباع کو لازم قرار دے کر یہ واضح فرما دیا کہ وہی حق کا معیار ہیں وہ خود ہدایت یافتہ اور ...تھے اور دوسروں کو بھی حق پر چلانے والے تھے ان کے اختلاف میں بھی سراسر رحمت ...ہدایت تھی لہٰذا کسی شخص کو ان کے اختلافی اقوال سے نکل کر اپنا نیا قول اختیار کرنے کی ...ائش نہیں۔

امام التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ المتوفی ۹۰ھ کا قول ملاحظہ ہو۔

...ال الاوزاعى عن ابن المسيب انه سئل ...ن شئ فقال اختلف فيه اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا ارى لى معهم قولا. قال ابن وضاح هذا هو الحق قال ابو عمرو معناه ليس له ان ياتى بقول يخالفهم به۔

(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۲ ص۲۹)

امام اوزاعی حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اختلاف ہے میں ان کے ساتھ ہو کر نیا قول جائز نہیں سمجھتا۔ ابن وضاح کہتے ہیں یہی مذہب حق ہے ابو عمر و بن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ کو جائز نہیں کہ اس مسئلہ میں سب صحابہؓ کے برخلاف نیا قول کہے۔

غور فرمائیے کہ سید التابعین حضرت سعید بن المسیب جنہوں نے صحابہؓ سے علوم کی خوشہ چینی کر کے دامن مراد بھر لیا تھا اور وہ سب تابعین سے بڑھ کر عالم تھے وہ اس علو مرتبی اور وسعت علم کے باوجود صحابہؓ کے مابین اختلافی مسائل میں اپنی طرف سے کوئی نیا قول نہیں کر سکتے۔ تو اب ایسا کون ہے جو خلفاء راشدینؓ کے قضایا، فتاویٰ اور فقہی احکام کے مقابل محض اپنی رائے سے بات کرے یا ان کو معیار حق نہ سمجھتے ہوئے ان کے اقوال کو مردود کر دے یا ان کی تمام سنن اور قضایا جات کو تبدیلی زمانہ کی بھینٹ چڑھا دے۔

العرض صحابہ کرام رضؓ کا فتویٰ وقول اور اجتہاد واستنباط امت کے لیے قابل اقتداء اور واجب التسلیم ہے۔ اجماع صحابہؓ یا خلفاء راشدین رضؓ کے اتفاق کے سوا گو وہ کسی مسئلہ میں کسی خاص صحابی کے قول یا اس کی تقلید کی پابند نہیں مگر ان کے اقوال سے خروج بھی جائز نہیں۔ کیونکہ مجموعی طور پر حق انہیں کے پاس تھا وہ معیار حق بھی تھے اور امت کے مقتداء و ہادی بھی۔

خلفاء راشدین رضؓ کے کچھ مشترکہ فضائل ملاحظہ ہوں۔

حق چار یار | خلفاء راشدین رضؓ وغیرہم کے فضائل میں خصوصی احادیث۔

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ جنتی ہیں عمر رضؓ جنتی ہیں عثمانؓ جنتی ہیں علی رضؓ جنتی ہیں طلحہؓ جنتی ہیں زبیر رضؓ جنتی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ جنتی ہیں سعد بن ابی وقاصؓ جنتی ہیں سعید بن زید رضؓ جنتی ہیں ابوعبیدہ بن الجراحؓ جنتی ہیں۔ (ترمذی ابن ماجہ) مشکوٰۃ ص ۵۶۶ (اسی بنا پر ان دس صحابہ رضؓ کو سب سے افضل اور عشرہ مبشرہ بالجنۃ کہا جاتا ہے)

۲۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ابوبکرؓ ہیں۔ اللہ کا قانون نافذ کرنے میں میری امت میں سب سے زیادہ مضبوط عمر رضؓ ہیں۔ سب امت سے زیادہ سچے حیادار عثمان رضؓ ہیں سب سے زیادہ علم فرائض جاننے والے زید بن ثابت رضؓ ہیں سب سے عمدہ قاری ابی بن کعب رضؓ ہیں سب سے زیادہ حلال وحرام کا علم رکھنے والے معاذ بن جبل رضؓ ہیں ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے میری امت کے امین ابوعبیدہؓ بن الجراح ہیں (رواہ احمد والترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح) معمرؒ نے قتادہ سے یہ مرسلاً روایت کی ہے۔ اس میں "علی رضؓ سب سے عمدہ قاضی ہیں" کے الفاظ بھی ہیں۔ مثل

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر عمر عثمان علی طلحہ زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے وہ (رعب کے مارے) کانپنے لگا۔ تب آپؐ نے فرمایا ٹھہر جا تجھ پر نبی اور صدیق کھڑے ہیں یا شہید کھڑے ہیں بعض راویوں نے حضرت علی رضؓ کے بجائے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا نام لیا ہے (مسلم) مشکوٰۃ ص ۵۶۶)

۴۔ حضرت علی رضؓ راوی ہیں کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپؐ کے بعد ہم

کو اپنا امیر بنائیں۔ فرمایا اگر تم ابوبکر رضؓ کو بناؤ گے تو اسے (اللہ کے دین میں) امانتدار اور دنیا سے متنفر اور آخرت کا شوقین پاؤ گے اگر تم عمر رضؓ کو بناؤ گے تو اسے طاقتور امانت دار پاؤ گے جو اللہ کے دین کے متعلق کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈرے گا! اور اگر تم علی رضؓ کو بناؤ گے میرے خیال میں ابھی تم ان کو نہ بناؤ گے۔ تو تم ان کو ہادی ہدایت یافتہ پاؤ گے تم کو سیدھی راہ لے چلے گا۔ (رواہ احمد)

۵۔ حضرت علی رضؓ ہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ابوبکر رضؓ پر رحمت برسائے میرے نکاح میں اپنی بیٹی دی اور مجھے دارہجرت تک اٹھا لائے اور غار میں میرے رفیق و مددگار بنے اور بلال رضؓ کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ عمر رضؓ پر رحمت برسائے وہ حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہو اسے حق (گوئی) نے اس مقام تک پہنچا دیا کہ کوئی ساتھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ عثمان رضؓ پر رحمت برسائے اس سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اللہ علی رضؓ پر رحمت برسائے اے اللہ حق ان کے ساتھ کر دے جہاں بھی وہ جائے (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب ص ۵۶۷ مشکوٰۃ)

قارئین حضرات! آثار صحابہ رضؓ اور چند تائیدی روایات کے علاوہ یہ پینتالیس مرفوع احادیث طیبہ کا گلدستہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وفضیلت پر اظہر من الشمس ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دین کے متعلق میری چالیس احادیث میری امت کے لیے محفوظ کرے گا (یعنی ان تک پہنچائے گا) حق تعالیٰ شانہٗ اس کو قیامت میں عالم اٹھائے گا اور میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا (بحوالہ فضائل قرآن از مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ)

اسی امید میں یہ معمولی سی کوشش کی گئی تقریباً سب احادیث کی صحت وتحسین کے متعلق حکم لگایا گیا ہے۔ البتہ ریاض النضرہ کی چند روایات کا حکم معلوم نہ ہو سکا لیکن دوسری بہت سی روایات جو ان کے ہم معنی اور صحیح ہیں ریاض والی روایات کو ان کی تائید میں سمجھا جائے کیونکہ کم درجہ حدیث بھی تائید میں پیش کی جاتی ہے۔ ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام رضؓ بلا استثناء عدول اور ثقہ ہیں جیسے ان پر سب وشتم کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح

ان پر تنقید و تنقیص بھی حرام ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی و امی) کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے سلف و خلف کا آج تک یہی عقیدہ ہے اس باب کو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر ختم کرتا ہوں۔

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَنْھٰی عَنْ اَصْحَابِیْ مَنْ شَھِدَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّقُوْلُ لَھُمْ سُوْٓءً قَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَقَالَ لَھُمْ فِیْ کِتَابِہٖ خَیْرًا وَلٰکِنْ اُحْفَظُوْنِیْ فِیْ اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ اَکْثَرُ ھَمِّیْ رَفَضَنِیَ النَّاسُ وَضَمُّوْنِیْ وَکَذَّبَنِیَ النَّاسُ وَصَدَّقُوْنِیْ وَقَاتَلَنِیَ النَّاسُ وَنَصَرُوْنِیْ ثُمَّ الْاَنْصَارِ خَاصَّۃً فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ عَنِّی الْخَیْرِ فَاِنَّھُمُ الشِّعَارُ دُوْنَ الدِّثَارِ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں اپنے صحابہؓ کے بارے میں ہر اس شخص کو جو میری رسالت کی گواہی دیتا ہے اس بات سے روکتا ہوں کہ وہ ان کے حق میں بری بات کہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا اور اپنی کتاب میں ان کی بہتری اور افضلیت بیان کی۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے صحابہؓ کے بارے میں میری حرمت کا خیال رکھنا کیونکہ جب لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑا تو انہوں نے مجھے سینے سے لگایا۔ لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ لوگوں نے مجھ سے جنگ کی تو انہوں نے میری مدد کی دراصل یہی میرا مطمح نظر اور روح رواں تھے۔ پھر میں خاص کر انصارؓ کے حق میں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے بہتر بدلہ دے کہ وہ میرے خاص راز دان دوست تھے۔ عام مصاحب نہ تھے۔

(کنز العمال جلد ۷ صـ ۳۱۱)

واللّٰہُ الھادی۔

فائدہ در بیان طبقات صحابہ کرامؓ

امام حاکم نیشاپوری رحمہ المتوفی ۴۰۵ھ نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" کے ساتویں نوع میں صحابہ کرامؓ کے بارہ طبقات ذکر کیے ہیں جو ..... بالترتیب ان کی افضلیت پر دال ہیں ہم انہیں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا طبقہ ان صحابہ کرامؓ کا ہے جو مکہ مکرمہ میں شروع شروع میں اسلام لائے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ اصحاب تاریخ نے حضرت علیؓ کو پہلا مسلمان کہا ہے البتہ اس وقت ان کے بلوغ میں اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت حضرت علیؓ آٹھ سال کے بچے تھے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے شخص ہیں جو (مطلقاً اور) بالغ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے کیونکہ حضرت عمرو بن عبسہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے پوچھا یارسول اللہ اس تبلیغی کام میں اولاً کس نے آپؐ کی اتباع کی آپؐ نے فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام نے۔ اور اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما آپؐ کے ساتھ تھے۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ علی الاطلاق حضرت صدیق اکبرؓ پہلے مسلمان ہیں آپ چونکہ آزاد بالغ اور با اثر تھے اس لیے حضورؐ کے ہمراہ دعوت الی اللہ کے میدان میں آپ کی وجہ سے اسلام کو کافی فائدہ پہنچا۔ حضرت عثمانؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے متمول حضرات آپ کی کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسی طرح حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور سعید بن زیدؓ بھی آپ کے طفیل مشرف باسلام ہوئے جو عشرہ مبشرہؓ بالجنۃ سے مشہور ہیں سب امت سے خلفاء اربعہؓ بالترتیب افضل ہیں پھر باقی عشرہ مبشرہ میں سے چھ حضرات پھر اہل بدر پھر اہل بیعت رضوان سب صحابہؓ سے افضل ہیں۔

۲۔ دوسرا طبقہ دارالندوہ میں اسلام لانے والے حضرات ہیں اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت عمر بن الخطابؓ اسلام لائے اور علانیہ اسلام کا اظہار کیا تو حضورؐ کو دارالندوہ

جو قریش کا مشورت سازی اور اجلاس کے لیے مخصوص ہال تھا۔ میں لے گئے وہاں آپؐ کے ہاتھ پر مکہ کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا۔

۳۔ تیسرا طبقہ ان صحابہؓ کا ہے جنہوں نے کفار کی اذیتوں سے تنگ آکر حبشہ کو ہجرت کی تھی جن میں تقریباً چالیس مرد اور چار عورتیں تھیں۔

۴۔ چوتھا طبقہ وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے مکہ کی ایک وادی میں اسلام پر بیعت کی تھی ان کی تعداد گیارہ تھی یہ مدینہ سے آئے تھے۔

۵۔ پانچواں طبقہ ان صحابہؓ کا ہے جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں مدینہ سے آکر بیعت کی تھی اور اکثر ان میں انصارؓ تھے انہوں نے آپؐ کو ہجرت الی المدینہ کی دعوت دی تھی ان کی تعداد ستر تھی۔

۶۔ چھٹا طبقہ ان مہاجرینؓ کا ہے جو شروع میں ہجرت کر کے آپؐ کو مدینہ منورہ کی مضافاتی بستی قبا میں جا ملے ابھی تک آپؐ مدینہ میں داخل نہیں ہوتے تھے اور مسجد نبوی کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔

۷۔ ساتواں طبقہ اہل بدرؓ کا ہے جن کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ — اللہ تعالیٰ اہل بدر کے دلوں سے (حال و مستقبل میں)
بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ — خوب واقف ہیں کہ فرما دیا ہے جو چاہو سو کرو بیشک
فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (مسلم ص ۳۰۲/۲) — میں نے تمہیں بخش دیا۔

(اور پہلے گزر چکا ہے) کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام نے آپؐ سے کہا کہ حاطب جہنم میں جائے گا تو آپؐ نے فرمایا تو نے جھوٹ کہا ہے۔

لَا يَدْخُلُهَا فَاِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا — وہ ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا کیونکہ وہ غزوہ بدر
وَالْحُدَيْبِيَةَ۔ (مسلم ص ۳۰۲/۲ ترمذی ص ۲۲۶) — اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔

۸۔ آٹھواں طبقہ ان مہاجرینؓ کا ہے جنہوں نے غزوہ بدر کے بعد اور صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔

۹۔ نواں طبقہ بیعت رضوان والوں کا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "یقیناً اللہ تعالیٰ بلاشبہ ان مومنین سے راضی ہو چکا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپؐ

کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے" الخ (فتح ع ۳)

ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "کہ بیعت رضوان والوں سے کوئی بھی دوزخ نہ جائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے یقیناً جنت میں جائے گا۔

۱۰۔ دسواں طبقہ ان صحابہ کرامؓ کا ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ (۶ھ) اور فتح مکہ (۸ھ) کے دوران ہجرت کی ان میں حضرت سیف اللہ خالد بن ولیدؓ، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ، احفظ الصحابہ حضرت ابو ہریرہؓ جیسے حضرات بھی ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا اور ہر لحاظ سے امن قائم ہو گیا تو ہر طرف سے مہاجرین ہجرت کر کے آتے تھے آپ ان کو غنیمت کا مال دیتے تھے۔

۱۱۔ گیارہواں طبقہ ان صحابہؓ کا ہے جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور وہ قریش کی ایک بڑی تعداد تھی بعض بخوشی اسلام لائے اور بعض تلوار کے خوف سے پھر بدل گئے ؎ ان کے دلوں کے بھیدوں اور اعتقادات کو اللہ خوب جانتا ہے۔

۱۲۔ بارہواں طبقہ وہ لڑکے اور بچے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن اور حجۃ الوداع وغیرہ کے ایام میں آپؐ کو دیکھا تھا ان کا شمار بھی صحابہؓ میں ہے ان میں سائب بن یزید اور عبید اللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعَیر بھی ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے آپؐ نے ان کے لیے اور ایک اور جماعت کے لیے۔ جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی۔ دعا فرمائی تھی۔ ان میں حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ اور ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہؓ بھی ہیں انہوں نے آپؐ کو طواف کے وقت اور زمزم کے پاس دیکھا تھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی صحیح ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَاِنَّمَا هُوَ جِهَادٌ وَّنِيَّةٌ — مکہ فتح ہو چکنے کے بعد کوئی ہجرت کا موقعہ نہیں (رہا) البتہ جہاد اور سچی نیت کافی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲، ۲۳، ۲۴، بتغیر یسیر)

امام حاکمؒ فرماتے ہیں اس باب میں اگر ہم تمام روایات اور اسانید جمع کریں تو ایک مستقل

؎ یہ بعض کی حکایت ہے اس سے مجال انکار نہیں ورنہ اکثریت ایمان پر ثابت قدم رہی۔ کما تقدم۔

متعدد کمالات میں مشاہیر صحابہ رضؓ

۱۔ علما و فقہا صحابہؓ
حضرت ابوبکرؓ
عمر فاروقؓ
عثمان غنیؓ
علی المرتضیٰؓ
عبداللہ بن مسعودؓ
معاذ بن جبلؓ
ابوموسیٰ اشعریؓ
حضرت عائشہؓ

۲۔ کثیر الروایہ صحابہؓ
حضرت ابوہریرہؓ
حضرت عائشہؓ
عبداللہ بن عمرؓ
عبداللہ بن عباسؓ
جابر بن عبداللہؓ
حضرت انسؓ
ابوسعید خدریؓ

۳۔ قرا صحابہؓ
حضرت ابوبکرؓ
حضرت عثمانؓ
حضرت ابن مسعودؓ
ابی بن کعبؓ
زید بن ثابتؓ

۴۔ زہاد صحابہؓ
ابوبکر صدیقؓ
عمر فاروقؓ
عثمان غنیؓ
علی المرتضیٰؓ
حضرت ابوذرؓ
سلمان فارسیؓ
ابوالدرداءؓ
سعید بن زیدؓ

۵۔ تدبر و سیاست میں لاثانی صحابہؓ
حضرت ابوبکرؓ
حضرت عمرؓ
حضرت حسنؓ
حضرت معاویہؓ
مغیرہ بن شعبہؓ
عمرو بن العاصؓ

۶۔ اسخیا صحابہؓ
حضرت ابوبکر صدیقؓ
حضرت عمر فاروقؓ
حضرت عثمان غنیؓ
حضرت علی المرتضیٰؓ
عبدالرحمن بن عوفؓ
ابوقتادہ انصاریؓ
ابوطلحہؓ

۷۔ جنگی بہادر صحابہؓ
حضرت حمزہؓ
حضرت علیؓ
حضرت عمرؓ
سعد بن ابی وقاصؓ
حضرت طلحہؓ
حضرت زبیرؓ
حضرت ابوعبیدہؓ
حضرت خالدؓ
براء بن عازبؓ

۸۔ فاتح جرنیل صحابہؓ
حضرت عمرؓ
حضرت علیؓ
سعد بن ابی وقاصؓ
حضرت خالدؓ
ابوعبیدہ بن الجراحؓ
مثنیٰ بن حارثہؓ
نعمان بن مقرنؓ
عمرو بن العاص
معاویہ بن ابی سفیانؓ
یزید بن ابی سفیانؓ
عبداللہ بن زبیرؓ
عبداللہ بن عامرؓ
ولید بن عقبہؓ
ابن ابی سرحؓ

۹۔ شہدا و مظلوم صحابہ کرامؓ
حضرت عثمانؓ
حضرت جعفر طیارؓ
زید بن حارثہؓ
عبداللہ بن رواحہؓ
حنظلہؓ
حمزہؓ
عبداللہ ذوالبجادینؓ
مصعب بن عمیرؓ
عبداللہ بن جبیرؓ
بلالؓ
صہیبؓ
خبابؓ
عمارؓ
یاسرؓ
سمیہؓ

۱۰۔ خدام رسول صحابہ کرامؓ
حضرت ابن مسعودؓ
حضرت انسؓ
حضرت بلالؓ
حضرت ابوبکر صدیقؓ

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

باب چہارم

اجماع امت اور عدالت صحابہ کرامؓ

ائمہ سلف و خلف اور تمام اہل سنت والجماعت کا اس عقیدہ پر اجماع چلا آرہا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضؓ بغیر کسی استثناء کے عادل اور واجب التعظیم والاحترام ہیں ان کی روایت بلا چون و چرا قابل قبول اور واجب التسلیم ہے ان میں سے کسی پر بھی طعن کرنا جائز نہیں۔ ان کے آپس کے مشاجرات کی بحث سے رکنا چاہیے۔ ہاں ان کے دامن کی صفائی بیان کرنے کے ذکر میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ نیت صحیح ہو۔ ان کی اجتہادی خطاؤں کی صحیح تاویلیں ہیں۔

نیز یہ کہ اس پر بھی وہ ماجور ہوں گے کیونکہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب مجتہد اجتہاد کرے اگر اجتہاد صحیح نکلے تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر غلط ہو جائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ (بخاری و مسلم) صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کے صراحۃً اور بقیہ صحابہ رضؓ کے احادیث نبویہ کے ضمن میں کئی ارشادات گزر چکے ہیں اس باب کا افتتاح ہم سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود المتوفی ۳۲ھ رضی اللہ عنہ کے اس سنہری فرمان سے کرتے ہیں

۱۔ عن ابن مسعود قال من کان مستناً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت کا اتباع کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ فوت شدہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلے اس لیے کہ زندہ پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة وابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم۔

(رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ ص۳۲)

ایسے بزرگان دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ ہی ہیں جو سب امت سے افضل سب امت سے زیادہ پاکیزہ دلوں والے سب امت سے بڑھ کر گہرے اور ٹھوس علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لیے اور دین کی اقامت اور سربلندی کے لیے چن لیا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور ان کے اخلاق اور سیرت کو حتی الوسع اپنانے کی کوشش کرو کہ وہ سیدھی راہ پر گامزن تھے

چار مذاہب کے ائمہ کی شہادت :-

اب حضرات ائمہ اربعہ متبوعین رح کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

۲۔ امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رح المتوفیٰ (۱۵۰ھ) قرآن وسنت کے بعد بلا استثناء صحابہ کرام رضؓ کے اقوال کو دین میں حجت سمجھتے تھے۔ کسی مسئلہ میں اگر کسی صحابی رضؓ سے کچھ مروی ہوتا تو اپنا اجتہاد ورائے چھوڑ دیتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رح کا یہ قول مشہور ہے

آخذ بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فبقول الصحابة آخذ بقول من شئت منهم ولا اخرج عن قولهم الى غيرهم۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص۴۵ ومناقب ابی حنیفہ رح للذہبی)

میں پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں اگر اس میں مجھے دلیل نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں اور اگر اس میں بھی مجھے دلیل نہ ملے تو میں حسب مرضی صحابہ کرام رضؓ کے اقوال سے استدلال کرتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کے قول کی طرف نہیں جاتا۔

سنن الکبریٰ للبیہقی میں امام شافعی رح المتوفیٰ (۲۰۴) سے منقول ہے۔

[illegible] الشافعي رحمه الله ماكان [illegible] والسنة، موجودين [illegible] عند من سمعهما [illegible] ع الا باتباعهما فاذا لم [illegible] ذالك صرنا الى اقاويل [illegible] اب النبي صلى الله عليه [illegible] او واحد منهم (الى ان [illegible] فاذا لم يوجد عن الائمة [illegible] اب رسول الله صلى الله عليه [illegible] في الدين في موضع [illegible] امانة اخذنا بقولهم وكان [illegible] اتباعهم اولى بنا من اتباع من بعدهم۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں جب تک قرآن وسنت میں دلیل موجود ہو تو اس کا علم رکھنے والے کو قرآن وسنت کی اتباع کے بغیر چارہ نہیں، اور اگر قرآن وسنت میں دلیل نہ ہو تو ہم صحابہ کرام رضؓ کے سب اقوال کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع کریں گے۔

(کچھ آگے فرماتے ہیں) جب ائمہ (خلفاء راشدین رضؓ) سے کچھ ثبوت نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ رضؓ دین کے امین ہیں ہم ان کے اقوال لیں گے اور صحابہ کرام رضؓ کی اتباع دوسروں کی اتباع کی بہ نسبت ہمیں زیادہ مناسب ہے

(ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۶۴ فصل دوم لوازم خلافت خاصہ)

…حنفیہ کی اصول سرخسی جلد ۲ ص۱۰۶ پر امام مالک رح المتوفی (۱۷۶ھ) کا بھی یہی مذہب بتایا ہے۔ امام مالک رح کو صحابہ رضؓ کی تکریم کا خاص اہتمام تھا چنانچہ قاضی عیاضؒ اور ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں

"امام مالک فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ میں سے کسی کو برا بھلا کہا خواہ ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرت معاویہ رضؓ اور عمرو بن العاص رضؓ ہوں اگر یوں کہا کہ وہ کافر اور گمراہ تھے تو یہ واجب القتل ہے اور اگر عام لوگوں جیسی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔"

(شرح شفاء لملا علی قاری جلد ۲ ص۵۵۶)

۵۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص۵۷۳ پر علامہ ابن تیمیہؒ امام احمد بن حنبل رح المتوفیٰ (۲۴۱ھ) سے نقل فرماتے ہیں۔

خیر الامة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر بعد ابی بکر وعثمان بعد عمر وعلی بعد عثمان ووقف قوم وھو خلفاء راشدون مھدیون ثم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھؤلاء الاربعة خیر الناس لا یجوز لاحد ان یذکر شیئاً من مساویھم ولا یطعن علی احد منھم بعیب ولا نقص فمن فعل ذالک فقد وجب تادیبہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر رضؓ ہیں۔ ابوبکر رضؓ کے عمر رضؓ ہیں عمر رضؓ کے بعد عثمان رضؓ ہیں عثمان رضؓ بعد علی رضؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنہم) (آخری قول میں) ایک جماعت نے توقف ہے یہ ہدایت یافتہ خلفاء راشدین رضؓ تھے چار حضرات کے بعد سب صحابہ کرام رضؓ سب سے افضل ہیں کسی کو جائز نہیں کہ ان کی برائی کرے۔ کسی میں کوئی عیب اور نقص کی وجہ سے اعتراض نہ کرے جس نے ایسا کیا اسے دینی واجب ہے۔

(قال فی الرسالة التی رواھا ابو العباس محمد بن یعقوب الاصطخری)

یہ تصریحات عدالت صحابہ کرام رضؓ کو متضمن اور مستلزم ہیں کما لا یخفیٰ۔

محدثین کرام رحؒ کی شہادت :۔

۶۔ امام سفیان ثوری رحؒ المتوفی (۱۶۷ھ) سے منقول ہے۔

قال عبد اللہ بن ھاشم الطوسی حدثنا وکیع قال سمعت سفیان یقول فی قولہ تعالیٰ قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ " قال ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبد اللہ بن ہاشم طوسی کہتے ہیں کہ ہم سے وکیع بن الجراح نے سفیان ثوری سے یہ نقل کیا اس آیت کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ کے صحابہ رضؓ قرار دیتے تھے "آپ کہیے سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے ان پر سلامتی ہو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے"

(الاصابہ لحافظ ابن حجر جلد ۱ صـ۱۲)

۷۔ قال سھل بن عبد اللہ التستری

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحؒ المتوفی

بہ علما وزھدا لم یؤمن برسول صلی اللہ علیہ وسلم لم یوقر اصحابہ۔

کہتے ہیں جو علم و زہد اور جلالۃ شان میں مشہور ہیں " کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ کی تعظیم نہیں کی وہ صحیح طور پر حضور علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا۔

(رسالہ تائید مذہب اہل سنت صـ۵۲ از مجدد الف ثانی رحؒ)

۸۔ علامہ مبارک بن محمد بن اثیر جزری رحؒ المتوفی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں۔

الصحابة رضی اللہ عنھم اجمعین عدول بتعدیل اللہ عزوجل ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحتاجون الی بحث عن عدالتھم وعلی ھذا القول معظم المسلمین من الائمة والعلماء من السلف والخلف۔

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعدیل کر دی ہے ان کی عدالت کے متعلق بحث کرنے کی حاجت نہیں اسی اعتقاد پر مسلمانوں کے سربرآوردہ ائمہ کرام رضؓ اور متقدمین متاخرین علماء کرام چلے آرہے ہیں۔

(جامع الاصول من احادیث الرسول جلد ۱ صـ۳۷)

۹۔ حافظ محی الدین ابوزکریا بن شرف النووی رحؒ المتوفی (۶۷۱ھ) رقمطراز ہیں۔

ولھذا اتفق اھل الحق ومن یعتد بہ فی الاجماع علی قبول شھاداتھم ورواياتھم وکمال عدالتھم رضی اللہ عنھم اجمعین۔

اس لیے اہل حق جماعت اور جن کا اجماع معتبر ہے صحابہ کرام رضؓ کی مروی احادیث کی قبولیت ان کی شہادت کی صداقت اور کامل عدالت پر متفق ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو چکا۔

(شرح مسلم جلد ۲ صـ۲۷۲)

۱۰۔ حافظ ابوعمر یوسف بن عبد اللہ المعروف با بن عبد البر رحؒ المتوفی (۴۶۳ھ) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

" سنن نبویہ کی حفاظت اور معین اسباب میں سے ان حضرات کی معرفت بھی ہے جنہوں نے سنن نبویہ (علی صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیم) کو اپنے نبی سے نقل کر کے

سب لوگوں تک پہنچایا ہے۔ اور اس کی کما حقہٗ حفاظت اور تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور حواری ہیں کہ انہوں نے سنت کو محفوظ کیا اور اسلام و مسلمانوں کی خیر خواہی سمجھ کر اس فریضہ کو ادا کیا حتیٰ کہ ان کی نقل اور روایت سے دین مکمل ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی حجت مسلمانوں پر ثابت ہو گئی۔ یہی لوگ سب سے افضل اور سب امت سے بہتر تھے جو لوگوں کی تبلیغ کے لیے بھیجی گئی۔ ان تمام کی عدالت ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ثناء و تعریف بیان کی ہے ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں ہو سکتا جن کو اللہ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور مدد کے لیے چن لیا۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی تزکیہ کا مقام ہو سکتا ہے اور نہ ثبوت عدالت اس سے اکمل طریقے سے ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محمد رسول اللہ۔ الخ"

آگے اسی کتاب کے ص۹ پر لکھتے ہیں۔

وان کان الصحابة رضی اللہ عنهم قد کفینا البحث عن احوالهم لاجماع اهل الحق من المسلمین وهم اهل السنة والجماعت علیٰ انهم عدول۔

اگرچہ سب صحابہؓ کے بارے میں ہم کافی بحث کر چکے ہیں کیونکہ اہل حق مسلمانوں کا۔ جو اہل سنت والجماعت ہی ہیں اس پر اجماع ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔

۱۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ المتوفیٰ (۸۵۲ھ) الاصابہ جلد ا ص۱۰ پر لکھتے ہیں۔

وقال ابو محمد ابن حزمؒ الصحابة کلهم من اهل الجنة قطعا۔ قال اللہ تعالیٰ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیة وقال تعالیٰ ان الذین سبقت لهم منا الحسنیٰ۔ اولئك عنهم

علامہ ابو محمد حافظ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ سب صحابہ کرامؓ اہل جنت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" جس نے فتح مکہ سے پہلے انفاق وقتال کیا وہ اس کے برابر نہیں جس نے بعد میں انفاق وقتال کیا۔ الآیہ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن لوگوں سے ہماری طرف سے بھلائی

…دون فثبت ان الجمیع …اهل الجنة لانهم …اطبون بالآیة السابقة

کا وعدہ ہو چکا ہے۔ یہ لوگ آگ سے دور رکھے جائیں گے پس ثابت ہوا کہ تمام صحابہؓ اہل جنت میں سے ہیں اسلیئے کہ آیت سابقہ میں وہی (فتح مکہ سے قبل اور بعد والے مومن) مخاطب ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیت مذکورہ میں انفاق اور قتال کی قید اور ایسے ہی احسان کی قید …تی ہے کہ جو صحابی ان صفات سے موصوف نہ ہو یہ آیت اسے شامل نہ ہو حالانکہ صحابہؓ کے …ی ہونے کے لیے یہ صریح آیتیں ہیں اسی لیے تو مازری نے شرح برہان میں لکھا ہے کہ "الصحابة …ول" سے ہر وہ صحابی مراد نہیں جسے ایک دن یا کبھی ایک ساعت آپؐ کی زیارت نصیب ہوئی … یا کسی اور غرض سے آپؐ کی خدمت میں آیا اور چلا گیا ہو، بلکہ اس سے وہ صحابہؓ مراد ہیں جو …انی عرصہ آپؐ کی خدمت میں رہے آپؐ کی توقیر اور نصرت کی اور آپؐ پر نازل شدہ نور کی پیروی کی" تو علامہ بن حزمؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔

والجواب عن ذالك ان التقییدات المذکورة اخرجت مخرج الغالب والا فالمراد بالانفاق والقتال بالفعل او القوة۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قیدیں تغلیبی طور پر لگائی گئی ہیں کہ اکثر صحابہ کرامؓ انفاق اور قتال کرتے تھے) ورنہ انفاق وقتال سے مراد عام ہے۔ بالفعل کیا ہو یا بالقوۃ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

اور حافظ بن حجرؒ بھی اس قول کا تخطیہ یوں کرتے ہیں۔

"کہ مازری کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی بلکہ محققین اور فضلاء کی ایک جماعت نے اس پر طعن کیا ہے شیخ صلاح الدین علائی کہتے ہیں کہ مازری کا یہ قول نادر ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ جو صحابیت اور روایت میں مشہور ہیں ان کو عادل نہ کہا جائے جیسے وائل بن حجر مالک بن الحویرث اور عثمان بن ابی العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ جو آپؐ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوتے تھے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے گئے تھے۔ اور

اسی طرح اس قول سے وہ صحابہؓ بھی عادل نہ ہوں گے جن کی روایت حدیث صرف ایک ہے یا آپؐ کی خدمت میں ان کی مقدار صحبت معلوم نہیں جیسے عرب کے قبائل وغیرہ۔"

والقول بالتعميم هو الذي صرح به الجمهور وهو المعتبر۔ (الاصابہ جلد ۱ ص۱۰)

تمام صحابہ کرامؓ کو عادل کہنے کی ہی جمہور علماء امت نے تصریح کی ہے اور یہی معتبر مسلک ہے۔

۱۳۱۔ خطیب بغدادی "الکفایہ فی علوم الروایہ" میں عدالت صحابہؓ پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

" عدالت صحابہؓ کے موضوع پر احادیث بہت کثرت سے ہیں ان تمام کا تقاضا یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ (منافی عدالت امور سے) طاہر ہوں اور قطعاً عادل اور برائیوں سے منزہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ان کی عدالت پر شہادت کے بعد۔ جو ان کے باطن سے واقف ہے۔ کوئی صحابیؓ ثبوت عدالت میں کسی مخلوق کی تعدیل کا محتاج نہیں اور وہ اسی صفت پر سمجھے جائیں گے تا آنکہ کسی سے ایسے جرم کا ثبوت ہو جائے جو نافرمانی کے قصد ہی سے۔ بلا احتمال غیر ہو سکتا ہو۔ اور تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہے تو عدالت کی نفی تسلیم کی جائے گی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے جرم کے ارتکاب سے بری اور ان کی شان کو اس سے برتر بنایا ہے۔

علاوہ ازیں بالفرض خدا اور رسولؐ کی جانب سے ان کی مذکورہ ثناء و تعدیل نہ بھی ہوتی تو بھی ان کی مندرجہ ذیل سیرت ان کے قطعی عادل اور گناہوں سے صاف ہونے پر قوی شہادت تھی مثلاً ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، نصرۃ رسولؐ اپنی جان و اموال کی قربانی، اپنے آبا و اجداد کو اور اولاد کو قتل کرنا، دین کی خیر خواہی اور ایمان میں قوت اور پختگی وغیرہ۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان کے بعد آنے والوں میں جن جن کا تزکیہ اور شہادت عدالت دی جائے گی۔ ان سب سے وہ افضل ہیں۔ یہی مذہب تمام علماء امت اور قابل اعتماد فقہاء کا ہے۔"

۱۳۲۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ۱ ص۲ پر علامہ جزریؒ لکھتے ہیں۔

...ابة يشاركون سائر ... في ذالك الا في الجرح ... يل فانهم كلهم عدول ... تطرق اليهم الجرح لان الله ... وجل ورسوله ... هم وعدلاهم وذالك ... ور لا يحتاج لذكره۔

صحابہ کرامؓ سب امور میں عام رواۃ کی صفات (حفظ اتقان وغیرہ) میں شریک ہیں مگر جرح تعدیل میں نہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہی ہیں ان پر جرح کی کوئی سبیل نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پاک صاف اور عادل قرار دیا ہے اور یہ مشہور چیز ہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں

۱۳۳۔ علامہ قرطبی مالکی محمد بن احمد الانصاریؒ المتوفی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں۔

قلت فالصحابة كلهم عدول اولياء الله تعالى واصفياءه وخيرته من خلقه بعد انبياءه ورسله هذا مذهب اهل السنة والذي عليه الجماعة من ائمة هذه الامة

میں کہتا ہوں سب صحابہ کرامؓ عادل اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے برگزیدہ بندے اور انبیاء اور رسل کے بعد اس کی سب مخلوقات سے افضل ہیں یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور اس پر اس امت کے ائمہ کی ایک بڑی جماعت کا اعتقاد ہے (تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص۲۹۹)

علماء اصول حدیث کی شہادت :-

۱۳۴۔ امام نووی اور جلال الدین سیوطیؒ المتوفی (۹۱۱ھ) فرماتے ہیں

الصحابة كلهم عدول من لبس الفتن وغيرهم باجماع من يعتد به وقالت المعتزلة عدول الا من قاتل عليا وقيل اذا انفرد وقيل الا المقاتل والمقاتل له۔ وهذا

سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں فتنہ سے دوچار ہونے والے بھی اور دوسرے بھی اس پر معتمد ترین علماء کا اجماع ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے لڑنے والوں کے سوا سب عادل ہیں ایک قول یہ ہے کہ جب صحابیؓ تنہا روایت کرے (تو عادل شمار نہ ہوگا)

كلـه ليس بصواب احسانا للظن بهـو وحملا لهـو فى ذالك على الاجتهـاد الماجور فيه كلهـو منهـو ۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپس میں لڑائی کرنے والے عادل نہیں ۔ یہ سب اقوال درست نہیں تاکہ صحابہؓ سے حسن ظنی رہے اور ان مشاجرات کو اس اجتہادی پر محمول کیا جائے جس میں ہر ایک کو اجر و ثواب ملے گا۔

(تقریب مع شرح تدریب الراوی ص۴۰۰)

١٧۔ سید قاسم الاندجانی المصباح ص۲۱۱ پر لکھتے ہیں۔

والصحابة كلهـو عدول رضى الله عنهـو سواء فى ذلك من لابس الفتن ومن لـو يلابسهـا وذالك ممالا يشتبه احـد من المسلمين الذين انتهت عليهـو زعامة وعنهـو تصدر الاراء والحجج

سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں خواہ فتنہ میں شریک ہوتے ہوں یا نہ۔ اور یہ وہ عقیدہ ہے جس میں کسی ایسے مسلمان کو اشتباہ نہیں جن پر مسلمانوں کی قیادت ختم ہے اور انہی سے شرعی دلائل اور آراء منقول ہوتی ہیں۔

١٨۔ علامہ ابن صلاح ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمنؒ المتوفیٰ (۶۴۳ھ) اپنے رسالہ علوم الحدیث" المعروف بمقدمہ ابن صلاح ص۲۶۴ میں لکھتے ہیں۔

الثانية للصحابة باسرهـو خصيصة وهى انه لا يُسئل عن عدالة احد منهـو بل ذالك امر مفروغ عنه لكونهو على الاطلاق معدلين بنصوص الكتاب والسنة واجماع من يعتد به فى الاجماع من الامة

(دوسرا فائدہ) سب صحابہ کرامؓ کی ایک خصوصیت ہے وہ یہ کہ کسی کی عدالت کے متعلق (بازپرس کا) سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ مسلمہ شدہ ہے کیونکہ وہ مطلق کتاب وسنت کی نصوص اور تصریحات اور امت کے قابل اعتماد علماء کے اجماع سے عادل ہیں۔

پھر چند احادیث اور آیات قرآنیہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

" تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت پر سب امت متفق ہے اور جو فتنہ میں مبتلا ہوتے

اجماع میں قابل اعتماد علماء کے اجماع سے وہ بھی عادل ہیں ان پر حسن ظنی رکھتے ہوتے اور جو کچھ ان کے لیے فضائل منقول ہیں ان پر نظر رکھتے ہوتے یہ عقیدہ ضروری ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ان کی عدالت پر اجماع قائم کرا دیا کیونکہ وہ شریعت کے نقل کرنے والے ہیں (علوم الحدیث ص۲۶۵)

١٩۔ علی بن محمد علامہ سخاویؒ المتوفیٰ (۶۶۳ھ) فتح المغیث جلد ۴ ص۳۵ پر رقم طراز ہیں۔

ان للصحابة شرفا عظيما يمنع صاحبها ميزة خاصة وهى ان جميع الصحابة عند من يعتد به من اهل السنة سواء من لابس الفتن منهـو ولـو يلابس عدول۔

صحابہ کرامؓ کے لیے ایک بڑا شرف ہے۔ جو صحابیؓ کو خاص امتیاز بخشتا ہے وہ یہ ہے کہ جمیع صحابہ کرامؓ قابل اعتماد علماء اہل سنت کے نزدیک عادل ہیں خواہ فتنہ سے دوچار ہوئے ہوں یا نہ۔

(کما فی باعث الحثیث ص۲۰۵)

٢٠۔ علامہ محمد بن اسماعیل حسنیؒ (امیر یمانی) المتوفیٰ ۱۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

ومن مهـمات هـذا الباب اى باب معرفـة الصحابـة القول بعدالة الصحابة كلهـو فى الظاهر۔ اعلو انه استدل الحافظ بن حجر فى اول كتاب الاصابة على عدالة جملة الصحابة اتفق اهل السنة على ان الجميع عدول ولو يخالف فى ذالك الاشذوذ من المبتدعة۔

معرفۃ الصحابہ کے باب کے اہم مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ ظاہراً تمام صحابہؓ کی عدالت کا اعتقاد رکھا جائے۔ جاننا چاہیئے کہ حافظ بن حجر نے "اصابہ" کے شروع میں تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت پر (آیات قرآنیہ سے) استدلال کیا ہے تمام اہل سنت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں اور اس میں اہل سنت سے اختلاف صرف اہل بدعت کے چند افراد نے کیا ہے۔

(توضیح الافکار جلد ۲ ص۴۳۴)

٢١۔ مولانا عبدالعزیز فرہاروی المتوفیٰ (۱۳۰۰ھ) کوثر النبی ص۹۷ میں لکھتے ہیں۔

اجمع اهل السنت على ان الصحابة كلهـو عـدول۔

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

علماء اصول فقہ کی شہادت :۔

۲۲۔ شیخ محمد خضری کی کتاب اصول فقہ صـ۲۱۸ پر ہے۔

الصحابة کلھم عدول — سب صحابہ کرامؓ عدول ہیں

۲۳ مسلم الثبوت صـ۱۹۴ میں علامہ بہاریؒ لکھتے ہیں

الاکثر الاصل فی الصحابة العدالة — اکثر امت کا مذہب ہے کہ صحابہؓ میں عدالت اصل ہے

۲۴۔ علامہ ابن حاجبؒ کی تالیف شرح "مختصر المنتہی" جلد ۲ صـ۶۷ پر ہے۔

الاکثر علی عدالة الصحابة اقول الاکثر الناس علی ان الصحابة عدول — امت کی اکثریت عدالت صحابہؓ کی قائل ہے میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں۔

یہاں الاکثر اور اکثر الناس سے مراد جمیع امت کی اکثریت ہے اہل سنت کی اکثریت مراد نہیں کیونکہ اہل سنت تو سب کے سب عدالت جمیع صحابہؓ کے قائل ہیں۔

۲۵۔ مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت جلد ۲ صـ۴۰۱ پر ہے۔

ان عدالة الصحابة مقطوعة لا سیما اصحاب بدر و بیعة الرضوان کیف لا وقد اثنی اللہ تعالیٰ علیھم فی مواضع عدیدة من کتابہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضائلھم غیر مرة۔

صحابہ کرامؓ کی عدالت قطعی ہے خصوصاً اصحاب بدر اور بیعت رضوان والوں کی قطعی کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ان کی تعریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ ان کے فضائل بیان فرماتے ہیں۔

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر بحث عدالت صحابہؓ میں فرماتے ہیں

" جاننا چاہیئے کہ ان تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت قطعی ہے جو جنگ بدر اور بیعت الرضوان میں شریک رہے۔ کسی مومن کے لائق نہیں کہ ان کی عدالت میں شک کرے بلکہ جو لوگ فتح مکہ سے قبل ایمان لائے وہ بھی قطعی عادل اور مہاجرینؓ و انصارؓ

میں داخل ہیں۔ البتہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں میں اشتباہ ہے کیونکہ کچھ ان میں سے مؤلفة القلوب (جن کو مال دے کر اسلام کی طرف مائل کیا گیا) ہیں اور انہی کے بارے میں اختلاف ہے ہمارے ذمے واجب ہے کہ انکا ذکر بھلائی ہی سے کریں۔ خوب سمجھ لو ! "

لیکن ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والوں کا معاملہ متوقف اور مشتبہ ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۃ حدید کی آیت کریمہ " لا یستوی منکم من انفق الخ قطعیت سے ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہے اور مؤلفة القلوب بھی کامل الایمان تھے۔

اولاً اس لیے کہ اگر ان کو مذبذب یا مشکوک الایمان سمجھا جائے تو وہ زکوٰۃ کا مصرف کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ مصارف زکوٰۃ کے لیے مسلم ہونا شرط ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ تالیف قلوب کے اس طرز نے ان کو مزید پختہ اور اسلام کا وفادار بنا ہی دیا ورنہ تالیف قلوب کی مشروعیت اور اس پر عمل درآمد کا کوئی فائدہ نہیں (فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة)۔

علماء علم عقائد وکلام کی شہادت :۔

اب علماء متکلمین وعقائد کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۲۶۔ محقق ابن ہمامؒ کی تحریر الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ۲ صـ۲۶۰ پر ہے

علی ان ابن عبد البرؒ حکی اجماع اھل الحق من المسلمین وھو اھل السنة والجماعة علی ان الصحابة کلھم عدول۔ — علاوہ ان دلائل کے علامہ ابن عبد البرؒ نے اہل حق مسلمانوں کا۔ جو اہل السنت والجماعت ہی ہیں۔ اس عقیدہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔

۲۷۔ وقال السبکی: والقول الفصل انا نقطع بعدالتھم من غیر التفات الی ھذیان الھاذین — علامہ سبکی المتوفی (۷۷۱ھ) کہتے ہیں کہ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کی عدالت کے قطعیت کے ساتھ قائل ہیں اور بکواسیوں

وزيغ المبطلين وقد سلفت اكتفاءنا في العدالة بتزكية الواحد منا فكيف بمن زكاهم علام الغيوب الذي لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في الارض ولا في السماء في غير آياته ۔ اھ

کی بکواس اور باطل پرستوں کی گمراہی کی طرف ذرہ توجہ نہیں کرتے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے جیسے ایک آدمی کے تزکیہ کرنے سے راوی عادل سمجھا جاتا ہے پس وہ لوگ کیسے عادل نہ ہوں جن کا تزکیہ اس علام الغیوب نے کئی آیات میں کیا ہے جس کے علم سے ذرہ برابر کوئی چیز زمین یا آسمان میں مخفی نہیں۔

۲۸ - ملا علی قاریؒ المتوفی ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

ولذالك ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلي وكذا بعدها ولقوله عليه السلام اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم۔

اسی لیے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں حضرت علی و عثمان (رضی اللہ عنہما) کے فتنہ[1] سے پہلے والے بھی اور اسی طرح بعد والے بھی اور نیز اس لیے بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میرے ساتھی ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

۲۹ - علامہ ابن ہمام کمال الدینؒ المتوفی ۸۰۶ھ اور کمال الدین بن شریف المتوفی ۹۰۶ھ "المسامرہ شرح مسایرہ ص۳۱۳ میں لکھتے ہیں۔

واعتقاد اهل السنة والجماعة تزكية جميع الصحابة رضي الله عنهم وجوبا باثبات العدالة

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ سب صحابہ کرامؓ یقینی طور پر تزکیہ شدہ اور عادل ہیں ان کی بدگوئی سے رکنا واجب ہے۔ ان کی

[1] حضرت علیؓ و عثمانؓ کے فتنہ سے مراد۔ قصاص خون عثمان کے سلسلہ میں واقع ہونیوالی جنگ جمل و صفین ہیں ایک گروہ حضرت عثمانؓ کی حمایت میں قصاص کا طالب۔ دوسرا حضرت علیؓ کا حامی۔ اسلیئے فتنہ کی نسبت انکی طرف کی گئی ورنہ ان دونوں حضرات میں بذات خود کوئی نزاع یا جھگڑا نہ تھا۔ فافہم۔

...منهم والكف عن الطعن عليهم ... اثنى الله سبحانه وتعالى ... عليهم۔

تعریف کرنی ضروری جیسے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے

۳۰ - علامہ ابن حجر ہیتمیؒ المتوفی ۹۷۴ھ لکھتے ہیں۔

"معلوم ہونا چاہیئے کہ جس مسئلہ پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا تزکیہ (اور احترام) یوں کرے کہ انکے لیے عدالت کا اعتقاد رکھے۔ ان کی بدگوئی سے رکے۔ ان کی مدح و ثناء کرتا رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے "اے صحابہ تم سب امت سے بہتر ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے بنائی گئی ہے۔" پس اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں پر ان کی فضیلت ثابت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان کی فضیلت پر اس شہادت کے برابر کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اور ان سے صادر ہونے والے جمیع اعمال حسنہ کو خوب جانتے ہیں بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں سب امتوں سے افضل ہونے کی گواہی دی تو ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس پر اعتقاد رکھے اور اس پر ایمان لاتے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے میں تکذیب کرے گا۔ اور بلاشبہ جو شخص بھی کسی ایسی چیز کی حقیقت میں ـ جس کی خبر اللہ اور اس کے رسولؐ نے دی ہے۔ شک کرے گا تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ٹھہرے گا۔" (الصواعق المحرقہ لاهل الزندقہ)

قارئین کرام! خوف ہے کہ ایک ہی قسم کے اقوال آپ پڑھتے پڑھتے کہیں اکتا نہ جائیں بقول شاعر ؎

اندکے پیش تو گفتم حال دل ترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ دبرا جائے سخن بسیار است

اس لیے ہر صنف کے علماء کے اقوال میں سے صرف دو چار کے لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور

عقل مند آدمی کے لیے یہی کافی ہیں اور ہٹ دھرم اور معاند کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں ورنہ صحابہ کرامؓ کی عدالت اور ان کی عزت و تکریم کے ضروری ہونے پر اتنی اکثریت سے علماء امت کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ ان کو جمع کرنے سے ایک ضخیم جلد تیار تو ہو جائے مگر وہ ختم نہ ہوں اس مختصر سے رسالہ میں اتنی گنجائش ہی کہاں ؟ کہ صحابہ کرامؓ کے فضائل و محامد پر مشتمل مواد کا عشر عشیر بھی سمیٹ سکے ؎

داماں نگاہ تنگ گل حسن تو بسیار　　　گل چین بہار توز داماں گلہ دارد۔

الغرض ہر مکتب فکر کے علماء امت نے صحابہ کرامؓ کے دربار میں خراج تحسین پیش کیا ہے مفسرین و محدثین نے اس لیے کہ ذخیرہ حدیث و تفسیر کے راویان اول اور انہیں حدیث و تفسیر سے ربط آشنائی دینے والے صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ فقہاء اور علماء اصول نے اس لیے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی مرویات اور اقوال طیبہ سے خوشہ چینی کر کے اجتہاد و استنباط کا ملکہ پایا اور ان کے متعلق قوانین مدون کیے۔

متکلمین اور علماء عقائد نے اس لیے بحث کی تاکہ قرآن و سنت کے ان پاسبانوں کو دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھا جائے اور اہل حق کا اہل باطل سے امتیاز بھی ہو جاتے۔ علماء رجال اور مورخین نے اس لیے مدح سرائی کی کہ صحابہ کرامؓ کی سوانح نگاری اور ان کے پاکیزہ حالات نے ان کے فن اور خدمات کو جلا بخشی اور دنیا میں ان کا نام روشن کرایا بقول حضرت حسانؓ

ما ان مدحت محمداً بمقالتی　　　ولکن مدحت مقالتی بمحمد۔

میں نے اپنی نظم میں حضورؐ کی تعریف نہیں کی ہاں آپؐ کے ذکر خیر سے اپنی نظم کی تعریف کر دی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ ورسولہ عنہم اجمعین۔

تمام علماء اصول حدیث میں سے صرف صاحب تنقیح الازہار۔ جو شیعی زیدی مسلک کے ہیں۔ اور اس کے شارح ابراہیم وزیر یعنی امیر یمانی نے ایک دو صحابہؓ کو عدالت سے مستثنیٰ کیا ہے چنانچہ "الصحابۃ کلھم عدول" سے استثناء کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الا من قام الدلیل علی انہ فاسق تصریح (توضیح الافکار ص۴۳۶/۲)　　　(سب صحابہؓ عادل ہیں) مگر جس پر کوئی دلیل قائم ہو جائے کہ وہ صریح بے حکم تھا۔

پھر حضرت ولید بن عقبہؓ اور بسر بن ابی ارطاۃؓ کا ذکر کیا ہے اور امیر یمانی "روض الباسم فی الذب عن سنتہ ابی القاسم ص۱۲۰" پر بھی عدالت صحابہؓ کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"محدثین نے جو یہ کہا ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں تو یہ ظاہری سیرت کے اعتبار سے ہے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ ظاہر کی قید اس لیے ہے تاکہ جس نے بغیر تاویل کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ نکل جائے جیسے ولید بن عقبہؓ۔ اور محدثین نے کہا ہے کہ سب صحابہؓ علی الاطلاق عادل ہیں اس لیے کہ تقریباً سبھی ایسے تھے اور بہت معمولی نادر اس سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ پس ایسا فاسق جس نے اس زمانہ میں اپنے عمل کی کوئی تاویل ظاہر نہیں کی وہ ایسا ہی ہے جیسے سفید رنگ کے بیل میں ایک آدھا بال کالا بھی ہو۔"

مگر ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ خلاف جمہور خلاف اجماع اہل حق ہے کسی نے بھی استثناء کو جائز قرار نہیں دیا۔ اور حضرت ولیدؓ یا حضرت بسر بن ابی ارطاۃؓ کو جن تاریخی روایات کی بنا پر غیر عادل کہا جاتا ہے وہ روایات مخدوش ہیں بلکہ اکثر مواد دشمنان اسلام و صحابہؓ روافض کی من گھڑت ہے نیز وہ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ۔ جو جمیع صحابہ کرامؓ کی عدالت پر روشن دلیلیں ہیں۔ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اگر کوئی روایت قابل اعتماد بھی ہو تب بھی وہ مؤول اور مصروف عن الظاہر ہو گی اور اس کا کوئی جائز مصداق اور محمل ہو گا۔ کیونکہ اس کے ظاہری و ظنی مفہوم کی بدولت قرآن و حدیث اور اجماع کے قطعی الثبوت و قطعی الدلالت مفہوم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں ہمارے معاصر محققین بھی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ولیدؓ بن عقبہ پر شراب نوشی کا الزام کوفہ کے شریروں نے انتقامی طور پر لگایا تھا اور حضرت عثمانؓ کے سامنے انہوں نے گواہی دی تب ان پر حد جاری ہوئی بہرحال اصل الزام غلط ہے۔ دیکھیے عادلانہ دفاع حصہ اول از مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری۔

ایسے ہی بسر بن ابی ارطاۃؓ کے متعلق ظلم و ستم، بچوں کو قتل کرنے مسلمان عورتوں کو اسیر

بنانے کی روایات وضعی داستان سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتیں جن کے موجد شیعہ ہیں۔

ایسی غیر معتبر روایات پر اعتماد کر کے ہم کیسے ایک صحابیؓ سے بدظن ہوں یا ان سے عدالت ساقط کر دیں جبکہ سب امت کا فیصلہ سب صحابہ کرامؓ کی عدالت کا ہے۔

مورخین کی ایسی ہی رطب ویابس روایات کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ المتوفیٰ (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں۔

لان المورخين ينقلون ما خبث وطاب ولا يميزون بين الصحيح والموضوع والضعيف واكثرهم حاطب ليل لا يدرى ما يجمع فالاعتماد على ذالك فى مثل هذا المقام الخطر والطريق الوعر والمهمة القفر التى تضل فيه القطا وتقصر دونه الخطا مما لا يليق بشان عاقل فضلا عن فاضل۔

(مختصر التحفہ الاثنی عشریہ ص ۲۸۲)

(حضرت معاویہؓ پر سبّ علیؓ کے الزام کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے) کیونکہ مورخین پاک ناپاک سب نقل کرتے ہیں۔ صحیح، من گھڑت اور کمزور روایات میں فرق نہیں کرتے ان کی اکثریت رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے جو نہیں جانتا کہ (خشک وتر) کیا جمع کر رہا ہے۔ ایسے پرخطر مقام سنگین راستے اور بیابان جنگل میں جس میں پرندے بھی گم ہو جاتے ہیں۔ اور قدم وہاں پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسی روایات پر اعتماد عقل مند کی شان نہیں چہ جائیکہ اہل علم وفاضل ایسا کرے۔ (واللہ الھادی)

مومن سُنّی کی نشانی

جو شخص حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی محبت پر فوت ہوا اور عشرہ مبشرہؓ کے لیے جنت کی گواہی دی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دعائے رحمت بھیجی تو اللہ پر حق ہے کہ اس کا مواخذہ نہ کرے۔

(قول سعید بن المسیبؒ سید التابعین۔ البدایہ)

عدالت حضرات صحابہ کرامؓ

تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی

فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل تخصص فی علوم الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

جس میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ سیرت، اعلیٰ وارفع کردار فضائل ومناقب کو واضح کیا گیا ہے اور اُن پر طعن وتنقید کی حرمت قرآن وسنت، اجماع اُمت اور مسلمہ کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے اور اُن پر قدیماً وحدیثاً جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں علمی وتحقیقی پر اُن کے دنداں شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت کا مسلک معتبر بیسیوں کتب سے مبرہن کیا گیا ہے۔ الغرض اس کتاب کا ہر سُنی کے گھر عموماً اور علماء وطلبہ کے پاس ہونا ضروری ہے بس دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے آج ہی منگوا کر صحابہ کرامؓ کے مقام کو سمجھیں اس مسئلہ پر اتنا کثیر وقیمتی مواد یکجا آپ کو کسی کتاب میں نہیں ملے گا۔ اکابر علماء نے اس کو بہت پسند کیا ہے۔

نوٹ:۔ اہل سنت والجماعت کے مخیر حضرات اسکو غریب ونادار طلبہ اور دینی لائبریریوں میں تقسیم کر کے صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور اس سے مسلک اہل سنت کی تبلیغ کریں۔ ایسے حضرات کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

بڑا سائز صفحات ۳۶۸ کاغذ عمدہ گلیز۔ رنگین ٹائٹل قیمت

مکتبہ عثمانیہؓ نور باوا بازار خراداں گوجرانوالہ

○ - حضرت علیؓ کے لشکر میں بہت سارے بدری و اصحاب حدیبیہ کی شرکت کا
دعویٰ محلِ نظر ہے بلکہ بقول البدایہ تیس بھی نہ تھے بلکہ ایک بھی نہ تھا ص ۲۶۸

○ - حضرت حسنؓ کو اپنے والد علیؓ سے سیاسی اختلاف رہا تھا اور اپنے والد کو مختلف اوقات میں نصائح کیں ص ۲۷۲/۲۷۳

○ - صحابہؓ علی، طلحہ، ~~[illegible]~~ زبیر، عائشہ کا نادم ہونا ص ۲۷۷، ۲۷۹

○ - شیعہ کا اعتراض کہ دورِ نیابت کے اصحابِ رسول (العیاذ باللہ) کو دین ختم اپنا سمجھ بیٹھے مگر تھا یا شتا کی دلیل آپؐ کے اور دنیا سے تعرض نہیں کرتے تھے کا جواب ص ۲۷۶

○ - حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں [illegible] حسنؓ جیسے اکابر نے [illegible] ۳۰۱

○ - معاویہؓ سے صلح [illegible] کے بعد [illegible] اول [illegible]
[illegible] حضرت معاویہؓ [illegible]
[illegible] ۳۰۳ [illegible]

○ - تیس سال خلافت والی حدیث ظاہری معنی پر ماوٗل ہے اور مزید بحث ~~۳۳~~ ص ۲۲۶ و ص ۳۰۶ تا ص ۳۰۸ و ص ۳۱۳

○ - حضرت معاویہؓ و حسنؓ کی بیعت اکٹھی ہوئی اوّل و آخر نازل نہیں ہو سکتا ص ۳۱۰ البدایہ۔ تاکہ دوسرے خلیفہ کو باطل کیا جائے۔

○ - صحیح بات ہے کہ معاویہؓ خلفائے راشدین میں شامل ہیں (ابن خلدون ص ۳۱۳)

الی ابن حاجی میاں محمد ساکن بغز پور تحصیل ملوال ضلع جہلم

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرہ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرام کا

جزو اول موسوم بہ

فضائل صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور ماڈل گوجرانوالہ پاکستان

~~حضرت علی کے لشکری اکثر منافق اور سبائی تھے اور وہ آپ کے نافرمان تھے~~ ۱۸۲

- حضرت حسن نے اپنے فرزند حضرت معاویہ کو خود اپنا وکیل بنایا تھا ص ۲۰۴ (تحفہ اثنا عشریہ)
- حضرت عائشہ پر تہمت لگانا کفر ہے ص ۲۰۵ (تفسیر)
- ظاہر ہے کہ ہر مجتہد جنگ جمل و صفین میں مصیب تھا ص ۲۱۷ (الصواعق)
- اصحاب رسول کے اختلافات میں دخل اندازی اور حکم لگانا بے ادبی ہے ص ۲۱۶ (مجدد الف ثانی)
- اصحاب رسول کے اختلافات ہوا و تعصب کی وجہ سے نہیں تھے نہ کینہ و عداوت سے ص ۲۱۶ (مجدد الف ثانی)
- معتزلہ کا مذہب ہے کہ تمام اہل عراق و شام فاسق ہیں ص ۲۱۷
- معاویہ نے کہا کہ ہم علی کو ہی خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں اگر وہ قاتلان عثمان سے قصاص لیں یا ہمارے حوالے کر دیں تو اہل شام میں سب سے پہلے معاویہ علی کی بیعت کریگا ص ۲۲ (البدایہ)
- مؤرخین طبری، ابن کثیر، ابن عبد البر وغیرہ کوئی معصوم نہ تھے ان سے کوتاہی اور غلطی ہوا ہے جو ہمارے لیے سند نہیں ص ۲۳۹
- شیعہ روافض کا کفر اور مختلف علماء کے فتاوٰی و اقوال ص ۲۴۳ تا ص ۲۵۱
- جو (رافضی) شیعہ کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ص ۲۵۱ (ابن تیمیہ)
- ۲۵۱ انبیاء اور صحابہ کی عصمت کا فرق نیز اکثر آئمہ سے صحابہ کی عصمت ص ۲۵۲
- اصحاب رسول کو گناہگار کہنا کافر ہے ص ۲

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ

لیکن اللہ نے تمہارے نزدیک ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہارے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرہ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزوِ دوم موسوم بہ

فضائل صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف:

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نورباوا اگوجرانوالہ

طبع دوم ۱۹۸۲ء

ہدیہ بارہ روپے

مذہب اہل سنت کے تحفظ و فروغ کے جدید تقاضے

[illegible]

فہرست عدالت صحابہ کرامؓ (حصہ دوم)

عنوان	صفحہ
باب پنجم	
ارشادات ائمہ اہل بیتؓ اور عدالتِ حضراتِ صحابہ کرام رضؓ	۱۸۱
حضرت علیؓ کے نہج البلاغہ وغیرہ سے ۱۰ ارشادات	۱۸۲
حضرت زین العابدینؒ کے ارشادات	۱۸۷
حضرت محمد باقرؒ کا ارشاد	۱۸۸
حضرت جعفر صادقؒ کے ارشادات	۱۸۹
صحابہ کرامؓ کی غیبت اور بدگوئی سے ممانعت۔	۱۹۱
حوالہ جات از تفسیر حسن عسکریؒ	۱۹۱
احادیث مرفوعہ نبویہ	۱۹۴
فائدہ بسلسلہ حدیث اصحابی کالنجوم	۱۹۷
باب ششم	
مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت والجماعت کا موقف	۱۹۸

عنوان	صفحہ
معتمد ترین اکابر علماء امت کی ۳۰ تصریحات۔	
امام نوویؒ کی بے نظیر تقریر	۲۰۱
امام ابوالحسن اشعریؒ سے	۲۰۴
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے	۲۰۷
محقق ابن ہمام و امام اوزاعیؒ سے	۲۱۱
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے	۲۱۳
امام بخاریؒ، ابوزرعہ رازی سے	۲۱۳
حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے	۲۱۴
حافظ ابن تیمیہؒ سے	۲۱۵
حضرت مجدد الف ثانیؒ سے	۲۱۶
امام شافعیؒ و عمر بن عبدالعزیزؒ سے	〃
ابن حاجبؒ و ابن اثیر جزریؒ سے	۲۱۷
مذکورہ بالا اقتباسات کا تجزیہ	۲۱۹
خطاء اجتہادی کی چند مثالیں	۲۲۱
جمل و صفین کے شرکاء کی نجات پر حضرت علیؓ کا فیصلہ	۲۲۴

عنوان	صفحہ
خلافت و ملوکیت کے مولف کا بعض صحابہؓ کے متعلق رویہ	۲۲۷
ایک سوال اور اس کا جواب	
ا۔ کتاب خلافت و ملوکیت اور عام کتب تاریخ میں فرق	۲۳۳
ب۔ تاریخی روایات کی پوزیشن	۲۳۴
ج۔ کیا صحابہ کرامؓ پر تاریخی روایات سے الزام لگائے جا سکتے ہیں؟	۲۳۸
باب ہفتم	
صحابہ کرامؓ کی تعظیم میں امت کا اہتمام	۲۴۰
صحابہ کرامؓ کو گالی دینے والے کا حکم	۲۴۲
سب و شتم کا لغوی معنیٰ	۲۴۳
اصطلاحی مفہوم و مصداق	〃
ساب صحابہؓ کے متعلق ائمہ امت کے فتاویٰ جات	۲۴۵
امام ابوحنیفہؒ سے، امام مالکؒ سے	〃
امام احمد بن حنبلؒ سے	۲۴۶
شوافع حضرات سے	۲۴۷
محمد بن یوسف فریابیؒ سے	۲۴۸
علامہ سرخسیؒ سے	〃
مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ سے	۲۴۹

عنوان	صفحہ
درِمختار میں فقہاء حنفیہؒ سے	۲۵۰
حافظ ابن تیمیہؒ سے	۲۵۱
حضرات صحابہ کرامؓ گناہوں سے محفوظ ہیں	〃
علامہ دوست محمد کابلیؒ سے	۲۵۲
حضرت ماعز اسلمی اور غامدیہ خاتون کی توبہ کا ذکر۔	۲۵۶
باب ہشتم	
مطاعن صحابہ کرامؓ پر ایک نظر	۲۵۷
اعتراض اول اور اس کا جواب	۲۵۸
اعتراض دوم اور اس کا بطلان	۲۵۹
اعتراض سوم محاربات صحابہؓ اور اس کا مفصل جواب	۲۶۱
جنگ جمل کی حقیقت	۲۶۲
جنگ صفین	۲۶۶
ایک شبہ کا ازالہ	۲۶۷
یہ جنگیں اجتہادی تھیں	۲۶۸
حضرت معاویہؓ کی نیک نیتی	۲۶۹
خاندان اہل بیتؓ میں خطاء اجتہادی کی پانچ مثالیں	۲۷۰
جنگ جمل اور صفین کے محاربین کامل مسلمان تھے۔ ۶ دلائل	۲۷۴

عنوان	صفحہ
محاربین حضرات سب تائب و نادم ہوئے	٢٧٧
طالبین حضرات کے مناقب و فضائل	٢٨٠
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ (گیارہ احادیث)	٢٨١
حضرت زبیر رضؓ (٩: احادیث)	٢٨٢
حضرت طلحہ رضؓ (١٠ احادیث)	٢٨٣
الزامی جواب	٢٨٥
ایک ضروری تنبیہ	٢٨٥
اعتراض چہارم بسلسلہ صدور کبائر	٢٨٦
اور اس کا تحقیقی و الزامی جواب	٢٨٧
" شیعہ اور صحابہ رضؓ "	٢٨٩
ایک رسالہ پر تبصرہ	"
٥ قسم کے مطاعن	٢٩٠
١۔ آیات منافقین کا مصداق	
٢۔ حضرت عمر رضؓ کا عمال سے سخت برتاؤ	٢٩١
٣۔ کثرت احادیث پر طعن	٢٩٢
٤۔ شیعوں کے پانچ سوالات	
اور ان کے جوابات	٢٩٣
خاتمہ	
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	٢٩٥
حضرت امیر معاویہ رضؓ کے احادیث سے مناقب	٢٩٦
آپکی بدگوئی و حرمت پر چند حوالہ جات	٣٠١

عنوان	صفحہ
حضرت معاویہ رضؓ کے مطاعن پر ایک نظر	٣٠٢
مطاعن کی چار اقسام	
اور ان کا اجمالی جواب	٣٠٣
ملوکیت کی حقیقت	٣٠٥
ملوکیت اور خلافت میں فرق	٣٠٦
حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت آئینی تھی	٣٠٩
بصورت تسلیم حضرت امیر معاویہ رضؓ	
کی ملوکیت کی پوزیشن	٣١٠
حضرت معاویہ رضؓ کی قابلیت پر	
غیر مسلموں کی شہادت	٣١٦
قضاء و عدالت اور حلم و بردباری	٣١٧
کیا باپ کے بعد بیٹا جانشین ہوسکتا ہے	٣١٩
کیا خلیفہ خود اپنے بیٹے یا عزیز	
کو نامزد کر سکتا ہے ؟	٣٢٠
حضرت معاویہ رضؓ کی یزید کو وصیت	٣٢٤
حضرت معاویہ رضؓ کا خوف خداوندی	٣٢٥
حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	٣٢٦
حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	٣٢٨
فضائل و مناقب اور اسلامی خدمات	٣٢٩
خوف خداوندی ترکہ و میراث	٣٣٢
مراجع و مصادر	٣٣٤

بابِ پنجم

ارشاداتِ ائمہؒ اہلبیت رضؓ اور عدالتِ صحابہ کرام رضؓ

کالی گھنگور گھٹائیں سورج نیمروز کی روشنی کو کتنا ہی مکدر کر دیں مگر دن کو رات نہیں بنا سکتیں اور نہ ہی سورج کے غروب ہونے کا کسی کو یقین آتا ہے۔ روافض نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مکذوبات کے دفتر تیار کیے۔ صحابہ کرام رضؓ کی طعن و تشنیع میں افترا آت کا انبار ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم —جو خالص اہل سنت والجماعت تھے— کی طرف منسوب کیا جو کچھ ان کی منقبت میں ائمہ نے فرمایا تھا اسے لاکھ چھپانے کی کوشش کی مگر مکمل کامیاب نہ ہوسکے اور بزرگانِ اہل بیت رضؓ کے کئی ارشادات آج بھی ان کے مکذوبات کے ذخیرے میں سے برآمد ہوتے ہیں جو صحابہ کرام رضؓ کی مدح و فضیلت اور عدالت پر مینارہ نور ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند اقوال ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ چونکہ شیعوں کے ہاں کائنات ارض و سما میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخصیت نہیں اور شریف الدین رضیؒ کی کلام امیر رضؓ کے عنوان سے مرتبہ "نہج البلاغہ" سے بڑھ کر کوئی صحیح کتاب نہیں لہذا اسی سے افتتاح

ے۔ یہ گروہ مخالف کی اصطلاح کا استعمال ہے ورنہ شیعوں کی مزعومہ امامت کا اعتراف نہیں البتہ علم و تقویٰ کی شہرت کی بنا پر امام کہہ سکتے ہیں جیسے امام سفیان ثوری امام ابن المبارک کہا جاتا ہے۔ بایں معنی اہلسنت کے ہاں سینکڑوں ائمہ ہیں۔

کیا جاتا ہے۔

جنگ جمل و صفین وغیرہ میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی اکثریت چونکہ منافقوں اور سبائیوں پر مشتمل تھی لہٰذا وہ آنجناب کی کئی مواقع پر نافرمانی کرتے۔ آپ سے اپنی بات منواتے اور اطاعت سے پہلوتہی کرتے تھے (اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا)

ایک موقع پر آپ ان کی کم ہمتی، درماندگی اور نافرمانی پر افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اپنے ان مخلص ساتھیوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں آپ کے شانہ بشانہ رہتے تھے۔

این القوم الذین دُعوا الی الاسلام فقبلوہ وقرءوا القرآن فاحکموہ وھیجوا الی القتال فولھو ولہ اللقاح الی اولادھا وسلبوا السیوف اغمادھا واخذوا باطراف الارض زحفا زحفا وصفا صفا بعض ھلک وبعض نجا لا یبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی مرہ العیون من البکاء خمص البطون من الصیام ذبل الشفاہ من الدعاء صفر الالوان من السھر علی وجوھھم غبرۃ الخاشعین اولئک اخوانی الذاھبون فحق لنا ان نظماء الیھم وغض الایدی علی فراقھم

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا اور قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا جب قتال کی انہیں ترغیب دی گئی تو تلواریں اپنے میانوں سے سونت کر ایسے شوق سے میدان جنگ میں آگئے۔ جیسے شیر دار ناقہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے آتی ہے وہ جتھہ جتھہ ہو کر زمین میں پھیل گئے اور جنگ کے لیے قطار در قطار ہو گئے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ غازی بن کر واپس آئے۔ زندوں کی وجہ سے ان کو بشارت نہیں دی جاتی اور مردوں کی وجہ سے ان سے تعزیت نہیں کی جاتی (یعنی وہ اپنے اقرباء کی زندگی پر ناخوش اور اللہ کی راہ میں ان کی شہادت پر خوش ہوتے ہیں) گریہ زاری کی کثرت سے ان کی آنکھیں سفید تھیں۔ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے ان کے پیٹ لاغر تھے کثرت دعا کی وجہ سے ان کے ہونٹ خشک تھے۔ شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد تھے ان کے چہروں پر خشوع وخضوع کرنے والوں کی اداسی تھی۔ یہ

میرے وہ بھائی ہیں جو گزر چکے اب ہمارے ذمے واجب ہے کہ ان کے لیے پیاس محبت کا اظہار کریں اور ان کے فراق پر افسوس کے ہاتھ کاٹیں۔

۲۔ لقد رءیت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فما اریٰ منکم لیشبھھم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا وقد باتوا سجدا وقیاما یراوحون بین جباھھم وخدودھم ویقفون علیٰ مثل الجمر من ذکر معادھم کانّ بین اعینھم رکب المعزی من طول سجودھم اذا ذکر اللہ اھملت اعینھم حتیٰ تبل جیوبھم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب۔

(نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۹۰)

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ میں تم میں سے کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا وہ صبح کو دھول میں اٹے ہوتے تھے اور رات کو سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے وہ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے اور کبھی رخسار۔ وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو معلوم ہوتا کہ انگاروں پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدے کرنے کے باعث مینڈھے کے گھٹوں جیسا گھٹا ہوتا تھا۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برساتیں یہاں تک کہ گریبان تر ہو جاتے اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے (اردو ترجمہ نہج البلاغہ جلد ۱ ص[1])

یہ ٹکڑا ابن قتیبہ کی عیون الاخبار ۲/۳۰۱) شیخ مفید کی ارشاد ص ۱۳۸ اور مجالس بحار (۱۷/۴۲) اور شیخ الطائفہ کی امالی ص ۶۳ پر موجود ہے[1]

نیز "رجال لا تلھیھم تجارۃ الآیۃ کی تفسیر و مصداق میں فرماتے ہیں۔

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے فکر و دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مناجات کی ہے اور ان کی عقلوں میں ان سے کلام کیا ہے پس ان کے دل، آنکھیں اور کان نور بیداری اور ہدایت سے منور ہو گئے۔ وہ گزشتہ ایام میں اللہ کی اپنے اوپر کی ہوئی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے مقام جلالت سے خوف کھاتے ہیں وہ گویا بیابان جنگلوں

[1] نہج البلاغہ اردو ص ۱۷۱ ط لاہور

ہیں ہدایت کے نصب شدہ نشانات ہیں جو میانہ روی اختیار کرے اس کا طریقہ پسند کرتے ہیں اور اسے نجات کی بشارت دیتے ہیں اور جو شخص دائیں بائیں (غلط راستوں پر) چلتا ہے اس کے راستے کی مذمت کرتے ہیں اور ہلاکت سے ڈراتے ہیں۔

اسی طرح وہ ظلمات کے لیے چراغ تھے اور شبہات کو دفع کرنے والے دلائل تھے وہ ذکر اللہ والے تھے کہ دنیا کے بدلے اسے لے لیا۔ پس کوئی تجارت اور خرید و فروخت انہیں اس سے غافل نہ کر سکی۔ وہ زندگی کے دن اسی میں کاٹتے تھے اور غافلوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات سے ڈانٹ اور توبیخ سناتے تھے انصاف کا حکم کرتے اور خود بھی اس پر کاربند تھے۔ برائی سے روکتے تھے۔ گویا انہوں نے دنیا کو آخرت کی طرف پھینک دیا کہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کے بعد کی چیزوں کا مشاہدہ کیا اور وہ اہل برزخ کی اس طویل اقامت کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو گئے تھے اور قیامت کا منظر ان کے سامنے تھا اور اس کا پردہ دنیا کے سامنے کھول دیا گویا یہ وہ اشیاء دیکھ رہے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھ سکتے (کچھ آگے فرماتے ہیں)

میں نے ان کو ہدایت کے واضح جھنڈے اور اندھیروں کے لیے روشن چراغ پایا۔ رحمت کے فرشتے ان کو [illegible] رہتے تھے۔ ان پر سکینہ و رحمت نازل ہوتی تھی۔ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلے ہیں۔

بہت عالی شان [illegible] ان کے لیے تیار کی گئیں اللہ تعالیٰ ان کے مرتبہ و مقام پر مطلع تھا۔ ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو قبول کر لیا اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی۔

(نہج البلاغہ جز دوم ص ۲۳۷)

۴۔ وکان احب اللقاء الیہم لقاء اللہ وانہم یتقلبون علی مثل الجمر من ذکر معادہم۔ نہج البلاغہ (بحوالہ مختصر التحفہ ص ۱۳۶)	ان کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی سب ملاقاتوں سے بڑھ کر محبوب تھی وہ اپنی آخرت یاد کر کے ایسے بے چینی سے تڑپتے تھے گویا آگ کے انگارے پر تڑپ رہے ہیں
۵۔ اوہ اخوانی الذین قرءوا القرآن فاحکموہ وتدبروا الفرض فاقاموہ	کاش! میرے وہ بھائی (آج ہوتے) جنہوں نے

...وا السنة وأماتوا البدعة ...الی الجہاد فاماتوا ووثقوا ...بالقائد فاتبعوہ۔ (نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۳۱)	قرآن پڑھا اس پر خوب عمل کیا۔ احکام شرعیہ میں غور کیا اور بجا لائے۔ سنت نبوی کو زندہ کیا اور بدعات کو ختم کیا۔ جب جہاد کی طرف بلائے گئے تو اپنی جانوں کو قربان کیا۔ زندہ ہونے کی صورت میں اپنے قائد پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پوری اتباع کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبی بنا کر بھیجا تو اس وقت اہل عرب میں نہ کوئی ...ب پڑھتا تھا اور نہ کوئی نبوت کا مدعی تھا تو آپؐ نے سیدھی راہ دکھانے کے لیے سب لوگوں کو ...کیا۔

...تی بوءہم محلتہم وبلغہم ...اتہم فاستقامت قناتہم واطمانت ...فاتہم اما واللہ انی کنت لفی ...اقتہا۔ (نہج البلاغہ جلد ا ص ۷۷)	تا آنکہ ان کو منزل مقصود پر پہنچا دیا اور نجات کے مقام تک لا چھوڑا۔ ان کی لاٹھی اور ان کی ایمانی چٹان اپنی جگہ ٹک گئی (یعنی وہ کامل ہدایت یافتہ اور پختہ ایمان والے ہو گئے بخدا میں بھی اس قافلہ کے آخر میں تھا

یہ خطبہ اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو دین ایمان ...ی تعلیم دے کر منزل مقصود تک پہنچایا اور ہدایت یافتہ بنا دیا تھا ان کا دین پختہ اور ایمان مستقیم تھا اسی ...کیزہ جماعت کے ایک فرد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ کے اس ارشاد سے ارتداد صحابہؓ کے ...قیدہ کی نفی ہو گئی کیونکہ منزل مقصود تک پہنچ چکنے والا گمراہی کا شکار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حضرت علی رضؓ ...م شیعہ عالم ماکان ومایکون ہوتے ہوئے مرتد ہونے والوں کے متعلق ایسی حتمی نجات یافتہ ہونے کی ...ہادت دے سکتے ہیں ورنہ ایک خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان پر بھی حملہ کر سکتا ہے۔ ...ونکہ آپ بھی اسی جماعت سے تھے ایک اور خطبہ میں آپ فرماتے ہیں۔

ہم گروہ صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے آباء بیٹیں بھائیوں اور چچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے اور اس سے ہمارے ایمان ویقین اور راہ راست پر گامزنی میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ تکالیف شاقہ پر صبر اور دشمن سے جنگ پر شوق بڑھتا جاتا تھا۔

(نہج البلاغہ جلد ا ص ۱۰۰)

ایک خطبہ میں اہل شام کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

۸۔ لیسوا من المہاجرین والانصار ولا من الذین تبوءوا الدار والایمان۔ (نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صـ۲۸۶)

نہ تو وہ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور نہ ان کی نصرت کرنے والوں سے اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے قبل ایمان قبول کرکے ان کی رہائش کا بندوبست کر رکھا تھا

معلوم ہوا کہ جمیع حضرات مہاجرینؓ و انصارؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممدوح ہیں تبھی تو فریق مخالف کو الزام دے رہے ہیں کہ تم ان میں سے نہیں ہو۔

واضح رہے کہ تمام ان ارشادات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روئے سخن اپنی جماعت اور ساتھیوں کی طرف ہے مخالف کو خطاب نہیں لہٰذا اس میں تقیہ کے احتمال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز نہج البلاغہ کی کئی شرح ــ امامیہ کی ہوں یا معتزلہ کی ــ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب مذکور ہے۔

۹۔ ماکنت الارجلا من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی الضلال (بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ صـ۱۹۵ فارسی ط ہند قدیم)

میں بھی مہاجرینؓ ہی کا ایک فرد ہوں جہاں وہ گئے میں بھی گیا جہاں سے وہ لوٹے میں بھی لوٹا (یعنی میں نے وہی کچھ کیا جو مہاجرینؓ نے کیا) اور اللہ تعالیٰ مہاجرین اور انصارؓ کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرتا۔

۱۰۔ وفی کلام لہ الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب۔ (ایضاً ص ۱۹۵)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ سواد اعظم (صحابہؓ کی اکثریت) کا ضرور اتباع کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست نصرت جماعت پر ہے۔ تنہا پسندی (جماعت سے علیحدگی) سے بچو کیونکہ لوگوں سے الگ رہنے والا شیطان کا شکار ہے جیسے ریوڑ سے الگ بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ ہیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات جو ان کی عدالت، فضیلت، ایمان و اخلاص اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری پر صریح شہادتیں ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ باعتقاد شیعہ سب ائمہ سے افضل اور ان کے والد ماجد ہیں اس لیے آپ

بعد گیارہ ائمہ بھی اسی عقیدے کے پابند تھے ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اور اصولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام ہی گویا بارہ ائمہ کا کلام ہے اور فرداً فرداً باقی ائمہ اہل بیتؓ کے ارشادات نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم استیعاب کے طور پر کچھ اور ارشادات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں

۱۔ صحیفہ کاملہ ــ جو امام زین العابدینؒ کی دعوات کا مجموعہ ہے میں حضرت علی بن حسینؓ اپنی دعا میں صحابہ کرامؓ پر درود بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں

اللھم (وصل علی) اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والذین احسنوا الصحبۃ والذین ابلوا البلاء وامتحنوا فی نصرہ وکنفوہ واسرعوا الی وفادتہ وسابقوا الی دعوتہ واستجابوا لہ حیث اسمعہم حجۃ رسالتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ وقاتلوا الاباء والابناء فی تثبیت نبوتہ ومن کانوا منطوین علی محبتہ یرجون تجارۃ لن تبور فی مودتہ والذین ھجرتھم العشائر اذا تعلقوا بعروتہ وانتفت القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ فلا تنسھم اللھم ما ترکوا لک وفیک وارضھم من رضوانک وبما حاشوا الخلق علیک وکانوا مع رسولک دعاۃ لک والیک واشکرھم علی ھجرھم فیک دیار قومھم وخروجھم من سعۃ المعاش الی ضیقہ۔

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ پر رحمت نازل فرما جنہوں نے بہت اچھی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی جو مصیبتوں کے وقت میں مبتلا کیے گئے اور آپ کی نصرت میں مشکلات برداشت کیں اور کماحقہ آپ کی حفاظت کی۔ آپ کی جماعت قوی تر بنانے میں بھاگ دوڑ کی۔ آپ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت کی اور ایسے مقام پر دعوت کو قبول کیا کہ آپؐ نے اپنی رسالت کی واضح دلیل ان کو سنائی۔ کلمہ حق کے اظہار کے لیے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا اور اپنے آباء اور اولاد سے جنگ کی تاکہ آپ کی نبوت ثابت قدم رہے۔ نیز یہ لوگ آپؐ کی محبت میں سرشار تھے اور آپ کی دوستی میں ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں کوئی خسارہ نہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ (دین کی نصرت کے لیے) رگوں کی مانند چمٹ گئے تو قوم قبیلوں نے انہیں چھوڑ دیا اور سب رشتے ناطے ختم ہو گئے۔ جب آپ کی رشتہ داری کے سایہ میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ اے اللہ تیری

رضا اور تیرے بغض میں انہوں نے جو چھوڑا اس کے طفیل انہیں نہ بھلانا اور اپنی رضامندی سے انہیں راضی رکھنا اور اس وجہ سے بھی ان سے راضی رہنا کہ انہوں نے مخلوق کو تیرے دین پر جمع کیا ہے وہ تیری طرف اور تیرے دین کے لیے مخلوق کو دعوت دینے والے تھے اے اللہ تیری رحمت کے لیے ان لوگوں نے اپنی قوم کو چھوڑ دینے کی قدر دانی فرمایا اور کشادگی رزق سے نکل کر تنگی کی طرف آجانے پر تو ان کو اجر جزیل عطا فرما۔ اھ

آگے تابعین کے لیے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منقبت اور فضیلت بلکہ ان کا متبوع و مقتدا ہونا واضح ہے۔

۱۲۔ اے اللہ صحابہؓ کے بعد تو اپنی رحمت ان لوگوں تک پہنچا جو نیکی میں ان کی اتباع کرنے والے ہیں جو یہ دعا مانگتے ہیں "اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ ان کو ان لوگوں کی سی جزائے خیر دے جن کے نقش قدم پر چلنے کا انہوں نے قصد کیا۔ جن کے نصب العین کی طرف نگاہ رکھتے ہوئے ان کے نشانات اور آثار حسنہ کی وہ اتباع کرتے رہے۔ ان کے نور ہدایت کی پیروی کی۔ ان کے دین کو اصلی شکل میں اپنا دین بنایا مع ہذا نہ ان کے ارادے میں کوئی تردد ہوا اور نہ ان کے سینے میں کسی شک کا گزر ہوا۔ (بحوالہ مختصر التحفہ ص ۱۳۵)

۱۳۔ اور صاحب الفصول کے حوالے سے باب دوم میں امام باقرؒ (المتوفی ۱۱۴ھ) سے گزر چکا ہے کہ آپ نے مہاجرینؓ وانصارؓ کی بدگوئی کرنے والے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم مہاجرینؓ وانصارؓ سے ہو؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنے اقرار سے ان لوگوں سے نہیں ہو تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جو مہاجرینؓ اور انصارؓ کے بعد آتے اور ان کے لیے دعا و استغفار اور کینہ سے صفائی قلب کی دعا مانگتے ہیں۔ (ملخصاً)

شیعہ حضرات کے چھٹے امام ابو عبداللہ جعفر صادقؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) رحمہ اللہ سے مدح

ین عموماً و خصوصاً مروی ہے۔ چنانچہ اصول کافی باب السبق الی الایمان میں مہاجرینؓ وانصارؓ کے
مومن اور افضل ترین امت ہونے پر جو بے نظیر استدلال مذکور ہے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ
ی مخالفین صحابہؓ کو اس سے ہدایت نصیب فرمائے۔

- بروایت ابو زبیری حضرت امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے۔ میں نے (امام جعفرؒ سے) پوچھا کہ
یان کے مختلف منازل اور درجات ہیں اللہ کے ہاں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے
یان کیجیے تاکہ میں سمجھوں تو امام نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں ایک دوسرے سے سبقت کا اس طرح جذبہ پیدا کیا ہے جیسے گھوڑ دوڑ کے دن گھوڑوں میں مقابلہ ہوتا ہے پھر حسب سبقت اللہ تعالیٰ ان کو درجہ دیتے ہیں۔ چنانچہ حسب سبقت ہر شخص کو درجہ ملتا ہے۔ سابق کا درجہ کم نہیں ہوتا اور نہ ہی مسبوق یا مفضول سابق اور فاضل سے مرتبے میں بڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح امت کے پہلے اور پچھلے لوگوں میں درجہ میں فضیلت کا فرق ہے اگر سابق الی الایمان کو بعد میں ایمان لانے والے پر فضیلت نہ ہو تو امت کے پچھلے لوگ پہلوں کے ہم رتبہ ہو جائیں بلکہ تم ان سے بسا اوقات بڑھ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سبقت ایمانی کی وجہ سے سابقین کو مقدم رکھا اور ایمان سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے پچھلوں کو درجہ میں پیچھے کر دیا۔ اس لیے کہ ہم بعد والے مومنوں میں ایسے لوگ پاتے ہیں جو ظاہری نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، انفاق وغیرہ میں پہلوں سے بڑھے ہوتے ہیں۔ اب اگر سبقت ایمانی کا اعتبار نہ ہوتا تو کثرت عمل کی وجہ سے پچھلے پہلوں سے درجہ میں بڑھ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا کہ بعد والے مومن پہلوں کا درجہ حاصل کر لیں یا جن کو اللہ نے مؤخر کر دیا وہ پہلوں سے بڑھ جائیں اور جن کو مقدم کیا وہ پچھلوں سے کم رتبہ ہو جائیں"۔

میں نے پوچھا کہ بتلائیے اللہ تعالیٰ نے سبقت الی الایمان کے بارے میں مومنین کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو امام نے یہ آیات تلاوت کیں۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ — اپنے رب کی مغفرت کی طرف لپک کر جاؤ اور

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۔ ط

(آل عمران ع ۱۴)

جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان وزمین جیسی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے ۔

۲۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ (الواقعہ ع ۱)

(ایمان واعمال خیر میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے (خوب) آگے بڑھنے والے یہی لوگ اللہ کے مقرب ہیں

۳۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۔ الخ ۔

(توبۃ ع ۱۳)

ایمان واسلام کی طرف اول اول سبقت کرنے والے مہاجرین رض اور انصار رض اور جنہوں نے خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ۔ الخ

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان میں سبقت کی بدولت مہاجرین رض کو اولاً ذکر کیا پھر ثانیاً انصار کو ذکر فرمایا ۔ پھر ثالثاً نیکی میں ان کے فرمانبرداروں (تابعین) کا ذکر فرمایا ۔ پس ہر گروہ کو اپنے اپنے مرتبے میں رکھا ۔ اھ

اس سب استدلال اور تقریر سے معلوم ہوا کہ سب امت سے بڑھ کر درجہ صحابہ کرام رض کا ہے ۔ خصوصاً مہاجرین رض وانصار رض کا ۔ کیونکہ سب امت سے سبقت الی الایمان واعمال صالحہ انہیں کو نصیب ہوتی ۔ اب جس گروہ کے بارے میں خدائے علام الغیوب اور امام معصوم کی یہ شہادت ہو اس کا عادل ہونا اظہر من الشمس ہے ان کے ارتداد کے متعلق تصور بھی نہیں ہو سکتا ورنہ باری تعالیٰ اور امام معصوم کی تکذیب لازم آتی ہے نیز ایسے گروہ کا گمراہی اور باطل پر اجتماع نہیں ہو سکتا ۔ تو حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) چاروں حضرات کی بالترتیب خلافتیں برحق ثابت ہوئیں ۔ کیونکہ وہ مہاجرین رض وانصار رض کے اجماع سے منعقد ہوتی رہیں ۔ حضرت علی رض کے گزشتہ فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی سے محفوظ رکھا ۔ حضرت معاویہ رض کے سامنے اسی استدلال سے آپ نے اپنی خلافت کی حقانیت پیش کی ۔ اب اگر بزعم مخالف مہاجرین رض

وانصار رض کے اجماع واتفاق سے کوئی خلافت صحیح نہیں ہو سکتی تو حضرت علی رض کی خلافت ہرگز ثابت نہ ہو سکے گی جبکہ اس موقع پر نص کے شیعہ بھی قائل نہیں ۔ فتدبر ۔

شیعہ کی معتبر کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں ایک حدیث ہے جس کو ملا باقر علی مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا ۔

۱۵۔ غیبت بہت بڑا گناہ ہے اور بہتان وافتراء اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔ جب عام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے تو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہوگا ۔ پس ان کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے ۔ ان کے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیئے ۔ اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھنا چاہیئے کہ اس سے نفاق خفی دل میں پیدا ہوتا ہے

(بحوالہ آیات بینات از محسن الملک مہدی حسن)

حوالہ جات از تفسیر حسن عسکری

روافض کے گیارہویں امام حسن عسکری رح (متوفی ۲۶۰ ھ) کی طرف جو تفسیر منسوب ہے ۔ وہ شیعہ کے ہاں مستند ہے یہ صرف تقریباً پہلے پارہ کی ہے ۔ راقم کو اس کی سرسری ورق گردانی کے دوران موضوع ہذا پر مفید باتیں ملی ہیں جو حاضر خدمت ہیں ۔ یہ طویل احادیث سے مطلوبہ اقتباسات ہیں

۱۔ قال اللہ عزوجل یا موسیٰ اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی جمیع آل النبیین (الی ان قال) ولکن سوف تراهم فی الجنۃ جنات عدن والفردوس بحضرۃ محمد فی نعمها

(حدیث قدسی میں ہے) رب تعالیٰ نے فرمایا ۔ اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی فضیلت تمام مرسلین کے صحابہ پر ایسی ہے جیسے آل محمد ص کی فضیلت تمام آل انبیاء علیہم السلام پر (تا آنکہ) تم ان کو جنات عدن اور فردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

یتقلبون وفی خیراتھا یتبجحون ۔ جنت کی نعمتوں میں گھومتے پھرتے اور عیش و عشرت
(تفسیر حسن عسکری ص۱۵)
کرتے دیکھوگے۔ (تفسیر حسن عسکری ص۱۵)

۱۷۔ تمہیں یہ حکم ہے کہ تم ان لوگوں کے راستے پر چلو کہ جن پر یوں انعام ہوا کہ اللہ و رسول پر ایمان، حضرت محمد ﷺ، ان کی پاکیزہ آل اور ان کے صحابہ کرام جو افضل ترین امت اور منتخب شدہ تھے۔ سے محبت کی توفیق ہوئی (آگے فرمایا) جو مرد یا عورت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور آپ کے صحابہ رض سے محبت رکھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھے تو اس نے خدا کے عذاب سے بچاؤ کے لیے ایک مضبوط قلعہ بنالیا اور محفوظ رکھنے والی ڈھال بنالی۔ (ص۲۵)

۱۸۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے آپ کی اولاد نکالی جن میں انبیاء و رسل علیہم السلام اور اللہ کے بندوں کے کئی لشکر تھے۔ سب سے بہتر حضرت محمد ﷺ اور آل محمد تھے اور ان میں سے فاضل و بہترین حضرت محمد ﷺ کے اصحاب اور آپ ﷺ کی امت کے نیکوکار لوگ تھے۔ (۱۹۲)

۱۹۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! اگر آل محمد ﷺ کے نیکوکاروں کا کوئی آدمی تمام انبیاء کی آل کے ساتھ تولا جائے تو ان سے بھاری (درجہ میں افضل نکلے۔ اور حضرت محمد ﷺ کے نیکوکار صحابہ رض کا کوئی آدمی تمام انبیاء کرام ؑ کے صحابہ رض کے ساتھ تولا جائے تو تمام پر بھاری ہو۔ اے آدم اگر ایک کافر یا سب کفار آل محمد ﷺ یا صحابہ کرام رض کے کسی فرد سے محبت رکھیں تو اللہ تعالیٰ اسے یوں بدلہ دے گا کہ اسے توبہ اور قبول ایمان کی توفیق دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام رض سے محبت رکھنے والے پر اپنی رحمت برساتے ہیں کہ اگر اللہ کی روز اول سے لے کر تا آخر کفار مخلوق پر بھی تقسیم کی جائے تو سب کو کافی ہو اور انہیں انجام خیر تک پہنچا دے جو قبولیت ایمان ہے تا آنکہ وہ جنت کے مستحق ہو جائیں۔

اور جو شخص آل محمد ﷺ یا صحابہ کرام رض سے یا ان کے کسی فرد سے بغض رکھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اتنا سخت عذاب دیں گے کہ اگر اس کو اللہ کی تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب

ہی کو ہلاک کر ڈالے۔ (تفسیر حسن عسکری ص۱۹۶)

۲۰۔ اصحاب رقیم نے اپنے اعمال صالحہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں دعا مانگی تھی۔

اللھم ان کنت تعلم انی انما فعلت ھذا رجاء ثوابك وخوف عقابك فافرج عنا بمحمد ن الافضل الاکرم سید الاولین والاخرین الذی شرفته وبآله افضل آل النبیین واصحابه اکرم اصحاب المرسلین وامته خیر الامم اجمعین۔

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے تیرے ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے کیا ہے تو تو افضل و اکرم سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ مصیبت ٹال دے اور آپ کی آل، جو تمام انبیاء کی آل سے افضل ہے اور آپ کے صحابہ رض جو تمام انبیاء ؑ کے صحابہ سے افضل ہیں اور آپ کی امت، جو خیر الامم ہے ان سب کے طفیل ہماری مصیبت ٹال دے۔

ہذا مروی عن امیر المومنین علی ص ۲۰۰، ۲۰۱

۲۱۔ "فباءو بغضب علی غضب" کی تفسیر میں ہے۔

پہلا غضب یہ تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے (جہنم کے مستحق ہوئے) دوسرا یہ کہ حضور علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اور ایک غضب یہ تھا کہ جب ان پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام رض کی تلواریں اللہ تعالیٰ نے مسلط کر دیں۔ تا آنکہ ان کو ذلیل کر دیا پھر یا تو اسلام میں بخوشی داخل ہوئے یا ذلیل و خوار ہو کر جزیہ ادا کیا۔ (ص۲۰۲)

اس سے خلافت راشدہ خصوصاً دور فاروقی کی حقانیت ثابت ہوئی کیونکہ صحابہ کرام رض کی تلواروں کا ان پر مکمل تسلط انہی کے زمانے میں ہوا۔

۲۲۔ وان ال محمد افضل ال النبیین واصحاب محمد افضل صحابة المرسلین وان امة محمد

آل محمد ﷺ تمام انبیاء ؑ کے آل سے افضل ہیں اور اصحاب محمد ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہیں اور امت محمد ﷺ تمام امم سے

خیرالامم اجمعین (ص۳۳) افضل ہے۔

قارئین کرام! ان تمام حوالہ جات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپؐ کے جملہ صحابہ کرامؓ بلا استثناء بلکہ امتِ محمدیہ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کے اصحاب اور امم سے افضل ہیں۔ ان ارشادات کا مصداق صرف تین صحابہؓ تو ہرگز نہیں ہوسکتے بلکہ سبھی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ امام حسن عسکریؒ کا عقیدہ بھی اہلِ سنت والا تھا کہ سب صحابہ کرامؓ افضل ترین اور واجب الاحترام ہیں اور امتِ محمدیہؐ بھی افضل الامم ہیں ورنہ شیعہ کے نزدیک یہ امت بھی امتِ ملعونہ ہے۔

احادیث مرفوعہ

اس باب میں چند احادیث مرفوعہ بھی پیش خدمت ہیں۔

۲۳۔ شیعہ کی معتمد تفسیر "صافی" از محسن کاشانی ص۴۲۴ پر ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منھم وعملوا الصالحات۔ (پ۲۶)

امالی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ سے سوال کیا گیا کہ یہ (مذکورہ بالا آیت کن لوگوں میں نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا" جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک خوب نورانی جھنڈا گاڑا جائے گا اور ایک منادی آواز دے گا کہ مومنوں کے سردار اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے کھڑے ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سفید نور کا ایک جھنڈا انہیں دینگے جس کے تحت تمام سابقین اولین مہاجرینؓ وانصارؓ موجود ہوں گے۔ کوئی غیر ان میں شریک نہیں ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ عزت کے نورانی منبر پر تشریف فرما ہوں گے پھر تمام مہاجرینؓ وانصارؓ کا ایک ایک فرد آپ کے پاس آئے گا تو آپ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا فرمائیں گے۔ جب [illegible] لے چکے گا تو سب مہاجرینؓ وانصارؓ سے کہا جائے گا تم جنت میں اپنا ٹھکانہ اور منزل پہچان چکے۔ یہی ہے وہ جو تمہارا پروردگار یوں فرماتا ہے۔ بیشک میرے پاس تمہارے لیے بخشش اور اجرِ عظیم یعنی جنت ہے۔

نیز تفسیر صافی طہند ص۱۸۷ پر ہے۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار۔ الایۃ کی تفسیر میں مروی ہے کہ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرینؓ اولین کے درجہ سبقت کی بنا پر ان کے ذکر سے آغاز کیا۔ پھر نمبر دوم پر انصارؓ کا ذکر فرمایا۔ پھر نمبر سوم پر نیکی میں ان کے تابعین کا ذکر فرمایا۔ پس ہر جماعت کو اپنے ہاں ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے ذکر فرمایا۔ ان کے اعمال کو پسند کرکے اور ان کی عبادت کو قبول فرماکر ان سے راضی ہوگیا اور وہ بھی اس سے دینی و دنیوی نعمتیں پاکر راضی ہوگئے۔

۲۵۔ شیعہ کی معتبر کتاب حدیقۂ سلطانیہ جلد ۳ ص۳۲۸ پر جناب میرن صاحب فرماتے ہیں "کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جاکر اصحاب سے پوچھا میں کیسا پیغمبر تھا۔ سبھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ میں آپ نے گوارہ کیا۔ خدا اس کی جزائے خیر آپ کو دے۔ تب حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا خدا تمہیں بھی جزائے خیر دے۔ (آیات بینات)

۲۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ سَبَّنِیْ فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاجْلِدُوْهُ۔

جس نے مجھے گالی دی اسے قتل کردو اور جس نے میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا اسے کوڑے لگاؤ

(بحوالہ آیات بینات جلد ۱)

۲۷۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر تقسیم غنائم کے سلسلے میں انصارِ مدینہ سے آپ نے جو خطاب فرمایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی قدر و منزلت اور آپؐ کی ان سے محبت پر بہت بڑی دلیل ہے چنانچہ آخر میں فرمایا۔

فَلَا تَرْضَوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَنْ یَذْهَبَ النَّاسُ اِلٰی رِحَالِهِمْ بِالشَّاءِ وَالْبَعِیْرِ وَتَذْهَبُوْنَ

اے گروہ انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں ؟ کہ لوگ اونٹ بکریاں گھر لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے کر جاؤ۔

بِرَسُوْلِ اللّٰہِ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) اِلیٰ رِحَالِکُمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ النَّاسَ سَلَکُوْا شِعْبًا وَّسَلَکَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَکْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَکُنْتُ اِمْرَأً مِّنَ الْاَنْصَارِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَآءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَآءَ اَبْنَآءِ الْاَنْصَارِ۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اورلوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار رضؓ دوسری وادی میں تو میں یقیناً انصار رضؓ کے ساتھ چلوں گا اگر ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصار رضؓ کا ایک فرد ہوتا۔ اے اللہ! تو انصار رضؓ پر انصار رضؓ کے بیٹوں پر اور انصار رضؓ کے پوتوں پر رحمت فرماتے رہنا۔

(تفسیر مجمع البیان للطبرسی جلد ۳ صفحہ ۱۹)

۲۸۔ حدیث "اصحابی کالنجوم" شیعہ کی کتب معتبرہ میں ہے چنانچہ ابو علی حسن بن احمد حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ صوفی نے ان سے محمد بن موسیٰ نصر رازی نے اور ان سے ان کے والد نے روایت کی ہے فرماتے ہیں۔

سُئِلَ الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ وَعَنْ قَوْلِهٖ دَعُوْا لِیْ اَصْحَابِیْ فَقَالَ صَحِیْحٌ۔

(عیون الاخبار)

کہ (آٹھویں امام) رضا علیہ السلام سے اس حدیث نبوی کے متعلق پوچھا گیا "میرے صحابہ رضؓ ہادی ہونے میں تاروں کی مثل ہیں۔ جس کی بھی اقتداء کروگے ہدایت پاؤ گے۔ اور اس حدیث کے متعلق بھی میرے لیے میرے صحابہ رضؓ کی بدگوئی چھوڑ دو" تو امام نے فرمایا دونوں صحیح ہیں۔

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں، علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر علی مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر علی آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

۲۹۔ اس کی تائید میں ایک اور روایت بھی ہے جسے ملا حیدر علی آملی نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا کَالشَّمْسِ وَعَلِیٌّ کَالْقَمَرِ وَاَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ

میں ہدایت کا سورج ہوں علی چاند ہیں۔ اور میرے صحابہ رضؓ ہدایت کے تارے ہیں جس

...ئم۔ (بحوالہ آیات بینات)

کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

فائدہ: ۔ شیعہ حضرات اس حدیث سے بہت جیں بجبیں ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ...ہ علیہ الصلاۃ والسلام نے کشتی نجات حضرات اہل بیت رضؓ کو صحابہ رضؓ کی پیروی کا حکم دیا ہے ...اعتراض تب ہوتا کہ اہل بیت رضؓ اور اصطلاحی صحابہ کرام رضؓ میں تغایر ہوتا حالانکہ آپ کے ...رشتہ دار اور اہل بیت نبوی صؐ شرف صحابیت سے سرفراز اور نجوم ہدایت ہیں اس میں خطاب ...مت کو ہے کہ وہ نجوم ہدایت کی پیروی کرے۔ الحمد للہ مسلمانان سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت ...رہم اللہ (بالفرض حدیث سفینہ کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں) دونوں حدیثوں پر عمل پیرا ...ن صحابہ کرام رضؓ اور اہل بیت عظام رضؓ دونوں قسم کے بزرگان دین سے سچی عقیدت و محبت ہے۔ دونوں ...شیر و شکر سمجھتے ہوئے ہر ایک کی اتباع کو باعث فخر جانتے ہیں۔ کسی کے ساتھ بغض و عناد ...اور اس کی بدگوئی کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ گویا اہل سنت کشتی نجات میں متوازن طور پر بیٹھے ہوئے ...جوم ہدایت کی روشنی میں سفر آخرت طے کر رہے ہیں اور اس سب عقیدہ و عمل میں حضور علیہ ...سلام کی محبت و عزت اور آپ کے جذبات کا لحاظ جلوہ گر ہے۔

مگر اس کے برعکس شیعہ حضرات نے نجوم ہدایت صحابہ کرام رضؓ کو تو مانا ہی نہیں ان سے ...ایت کیسے پاتے۔ البتہ اپنے دعویٰ میں سفینہ نجات سے تمسک کا اظہار تو کیا مگر درحقیقت اسے ...ی راہ نجات نہیں جانا۔ کیونکہ حضرت علی رضؓ، فاطمۃ الزہرا رضؓ، حسنین رضی اللہ عنہم اور ان کی ...ض اولاد سے تو عقیدت رکھی۔ مگر ان کی مائیں اور حقیقی اہل بیت نبوی صؐ، امہات المومنین ازواج ...طہرات، آپؐ کی دیگر تین بیٹیاں، آپؐ کے خسر، داماد، اعمام و اخوال، پھوپھی زاد یا چچا زاد برادران ...ہ فاطمہ رضؓ کے سوا، حضرت علی رضؓ کی بقیہ اولاد، حضرت حسینؓ کی اکثر اولاد و احفاد وغیرہم سے ...ہرگز عقیدت و محبت نہیں رکھی بلکہ ہر ایک سے کسی نہ کسی درجے میں بغض و عناد رکھا بعض ...ی تضلیل و تفسیق بلکہ تکفیر تک کو عین ایمان سمجھا۔ جیسا کہ حقیقت اپنے مقام پر عیاں ہے۔ اور ...نشاء اللہ ہم اپنی ایک تالیف میں الم نشرح کریں گے۔

جب کشتی نجات سے محبت کا یہ عالم ہو تو ایسی کشتی ساحل مراد تک ان کو کیسے پہنچا سکے گی ...شیعہ کے نزدیک معصومین حضرات کے یہ تیس اقوال ان کے معتمد ترین ماخذ سے پیش کیے گئے ہیں۔

جو صحابہ کرام رضؓ کے ایمان فضائل و مناقب اور عدالت پر اظہر من الشمس ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ (واللہ الہادی)

باب ششم

مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت والجماعت کا موقف

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صحابہ کرامؓ کی رفاقت جاں نثاری، جانبازی اور پاکیزہ سیرتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں ایمان کو جلاء اور تازگی پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں فدائیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح جب ہم آپؐ کی وفات حسرت ناک کے بعد آپؐ کے جانشین خلفاء کرامؓ خصوصاً حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہم) کے زمانہ خلافت میں جو اس وعدہ الٰہی کا ایفا تھا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ ط
يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا
وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ (نور ع ۷)

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا مستحکم و پائیدار کریگا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ ہی بدکردار ہیں۔

ان کے کارناموں، مقدس سیرتوں اور امن وامان و عدل وانصاف سے معمور دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ کہ سب مسلمان متحد ہو کر جدھر کا رخ کرتے ہیں کفر وشرک کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ ہر طرف فتوحات پر فتوحات کرتے جا رہے ہیں تاآنکہ قیصر وکسریٰ کے ایوان اور فلک بوس عمارتیں پیوند زمین ہو جاتی ہیں

مگر افسوس صد افسوس کہ ملت اسلامیہ کی یہ اجتماعی قوت وسطوت نظر بد کا شکار ہو گئی۔ یہود ونصاریٰ ومجوس نے منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر خیبر، عراق اور ایران کی فتح کا بدلہ لینے کے لیے سازشیں کیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی سازش کے تحت شہید کر دیا گیا پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت کے آخری زمانہ میں یہود کے ایک شاطر ومکار فرد عبداللہ بن سبا صنعانی نے منافقانہ طور پر اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں اور قسم قسم کے ہتھکنڈوں اور عیاریوں سے دار الخلافہ سے دور رہنے والوں سادہ لوح دیہاتیوں کو اپنا ہم نوا بنایا اور محبت اہل بیتؓ کا دعویٰ کر کے خلافت اسلامیہ کو تاخت و تاراج کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ اس کے پیروکار غنڈوں نے من گھڑت اور سطحی قسم کے اعتراضات بنا کر خلیفہ برحق پر یلغار کر دی اور نہایت ہی بیدردی سفاکی اور کمینگی سے خلیفہ ثالث برحق حاکم امت محمدیہ، محب ومحبوب رسولؐ، حضورؐ کے دوہرے داماد، چھ۶ مرتبہ مبشر بالجنۃ، مسلمانوں کے ملجا و ماویٰ، محسن اسلام، کامل الحیاء والایمان، ذوالنورین حضرت عثمانؓ بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاوت قرآن کریم اور روزہ کی حالت میں جام شہادت پلایا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ صرف فرد واحد کی شہادت نہ تھی بلکہ تمام ملت اسلامیہ کی موت تھی۔ ان کے اتفاق و اتحاد اور اجتماعی قوت کا جنازہ تھا۔ منصب خلافت کے عز وجلال کا خاتمہ تھا۔ خلیفہ مظلوم کی دردناک شہادت پر ارض وسما کانپ اٹھے، آسمانوں نے اشک باری کی، زمین کی سطح خونچکاں منظر سے تر ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن سلامؓ نے بلوائیوں سے کہا تھا "بخدا اگر تم خلیفہ کو ناحق قتل کر دو گے تو کبھی تلواروں کو نیاموں میں نہ کر سکو گے"۔ وہی کچھ ہوا۔ باری تعالیٰ کی سیف انتقام بے نیام ہو گئی۔ مسلمان تفرقہ بازی کا شکار ہو گئے اور آپس میں جنگیں ہوئیں

وہ تلوار جو کبھی کافروں کی گردنیں اڑاتی تھی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے لگی۔ بہر حال رب تعالیٰ کے ارشاد۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً۔ (انفال ع ۳)

"اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔"

کے تحت کئی بے گناہ بھی فتنے کا شکار ہوئے۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک دردناک اور دل سوز سانحہ ہے جس پر جتنی اشک باری کی جائے کم ہے مگر تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم ہے

ع وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ہم افسوس سے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ کاش یہ حادثہ فاجعہ نہ ہوتا مگر قدرت کی حکمتوں اور باریک بینیوں تک کون پہنچ سکتا ہے۔ شاید اس کے علم میں یہی صورت اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہتر ہو۔ مسلمانوں کی ان آپس کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے بعد میں آنے والے مسلمانوں میں کئی غلط نظریات پیدا ہو گئے۔ معتزلہ نے کہا کہ سب صحابہؓ عادل تھے مگر جن کی حضرت علیؓ سے جنگ ہوئی وہ عادل نہ رہے۔ خوارج نے فریقین کے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور شیعہ حضرات نے تو سب فرقوں کو اس تکفیری میدان میں شکست دیتے ہوئے وفات نبویؐ کے بعد ہی سے سب صحابہ کرامؓ کا صفایا کر دیا۔ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔"

چنانچہ حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین تین چار اصحابؓ کے سوا سب صحابہ کرامؓ پر ارتداد کا ایٹم بم پھینک دیا اور برسوں کی محنت سے اس تیار شدہ گلستان محمدی کو بزعم خود خاکستر کر کے اپنی خواہشات کی خار دار جھاڑیوں میں لٹکے ہوئے ہیں۔

لیکن اس نازک موقعہ پر جمہور امت مسلمہ، اہل سنت والجماعت، کثرہم اللہ، نے عقل و خرد کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اپنے متاع ایمانی کو خواہشات کا لقمہ نہیں بنایا۔ کہ صحابہ کرامؓ سے کسی قسم کی بدظنی رکھتے۔ بلکہ اس حالت میں بھی صحابہ کرامؓ کو اسی مرتبہ سے دیکھا جس کی اللہ علام الغیوب نے قیامت تک کے لیے تعلیم دی کہ وہ ان جنگوں کے بعد بھی قطعی جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان سے اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔ طرفین کے مقتولین شہداء ہیں۔ تمام صحابہؓ سے حسن ظن رکھنا واجب ہے ان کی اس اجتہادی غلطی سے ان کے دین اور

...یچہ فرق نہیں پڑا اور وہ گناہ گار نہیں ہوئے بلکہ نیک نیتی سے حسب مراتب عنداللہ ...یں حضرت ام المومنین عائشہ، طلحہ و زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی لڑائی لشکر علیؓ سے ...جہ سے نہیں ہوئی کہ وہ ان کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں ...ضرت عثمانؓ کے خون کا قاتلوں سے مطالبہ کیا جو حضرت علیؓ کی فوج میں بھرتی تھے مگر حضرت ...نے مصلحت سمجھتے ہوئے فی الفور قاتلین ان کے حوالے نہ کیے۔ جب آپ نے موقع پا کر ان ...فوج سے نکالنا اور قصاص لینا چاہا تو انہوں نے مکاری سے مسلمانوں کو لڑا دیا اور یوں طرفین ...لشکر رنجی اور بدگمانی پیدا ہو گئی۔

ہم اس باب میں حضرت عثمانؓ کی خلافت و شہادت، حضرت علیؓ کی خلافت، مسلمانوں ...ی خانہ جنگی کے اسباب اور طرفین کے شہداء اور محاربین کے متعلق اکابرین اہل سنت کے قیمتی ...اقوال پیش کرتے ہیں۔

امام نوویؒ شرح صحیح مسلم جلد ۲ صـ۲۷۲ پر لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے آپ مظلوماً شہید کیے گئے اور آپ کو فاسقوں کی جماعت نے شہید کیا۔

۱۔ حضرت عثمانؓ سے کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں ہوا جو قتل کا سبب ہو۔

۲۔ اس لیے کہ قتل کے اسباب مشہور ہیں (ارتداد، قتل ناحق اور زنا)

۳۔ آپ کے قتل میں کوئی ایک صحابیؓ بھی شریک نہیں ہوا بلکہ آپ کو اطراف عرب

عہ یہی صحیح ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ المتوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ جلد ۷ صـ۲۱۰ پر لکھتے ہیں "کچھ لوگ جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ بعض صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلوائیوں کے سپرد کر دیا اور ان کے قتل پر خوش تھے تو یہ کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قتل پر راضی ہو بلکہ سب نے اسے ناپسند کرتے ہوئے بدترین کام سمجھا! اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی۔ البتہ بعض حضرات یہ چاہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ خلافت سے الگ ہو جاتے جیسے عمار بن یاسرؓ محمد بن ابی بکر اور عمرو بن الحمق وغیرہ۔

علامہ ابن ہمامؒ اور کمال الدین ابن شریفؒ نے بھی لکھا ہے "حضرت عثمانؓ مظلوماً شہید ہوئے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے رذیل وکمینے قبیلوں کے شریر اور فسادی غنڈوں نے شہید کیا جو مصر وغیرہ سے جتھے بن کر آپ کو شہید کرنے آئے تھے اور مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ (بلوائیوں کی کثرت اور حضرت عثمانؓ کے روک دینے کی وجہ سے) ان کے دفاع سے عاجز آگئے پس ان فسادیوں نے آپ کا محاصرہ کرکے آپ کو شہید کر ڈالا۔ (رضی اللہ عنہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے اور اپنے زمانے میں صرف وہی خلیفہ تھے خلافت کسی اور کی نہ تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو بڑے عادلوں اور برگزیدہ وممتاز صحابہؓ میں سے ہیں جو جنگیں ان حضرات کے درمیان ہوئیں (تو ان کا سبب یہ ہے) کہ ہر گروہ کا ایک شبہ تھا جس کی بناپر ہر ایک نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ واضح ہو کہ

بقیہ حاشیہ۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو آپ کے قتل سے بچائے رکھا۔ آپ کے قتل کا سرغنہ شیطان ہی تھا کسی صحابیؓ سے بھی آپ کے قتل پر رضامندی ثابت نہیں جو کچھ ان سے ثابت اور محفوظ ہے وہ اس کا انکار ہی ہے۔ (تحریر الاصول مع شرح تقریر الاصول جلد ۲ ص ۲۶۰)

قاضی ابوبکر بن العربیؒ "العواصم من القواصم" ص ۱۳۶ پر لکھتے ہیں

"قتل عثمانؓ کے سلسلہ میں یہی اشبہ اور صحیح ترین ہے اور اسی سے حقیقت حال واضح ہوجاتی ہے کہ اس مسئلے میں اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ کسی صحابیؓ نے قتل عثمانؓ کے سلسلے میں بلوائیوں کی اعانت نہیں کی اور نہ عمداً آپ کی نصرت سے پہلوتہی کیا اگر حضرت عثمانؓ اپنی مدد چاہتے تو ایک ہزار یا چار ہزار نو وارد دس ہزار یا اس سے بھی زیادہ شہریوں پر غالب نہ ہوسکتے لیکن حضرت عثمانؓ نے خود اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا (کہ اپنی جان تو قربان کردی مگر سب اہل مدینہ خدام اور اہل واقارب تک کو بلوائیوں سے تعاقب کرنے کو منع کردیا اور یہ بات تاریخی مسلمات سے ہے ثبوت کی محتاج نہیں)

پھر کچھ آگے ص ۱۳۹ پر لکھتے ہیں

"حضرت عثمانؓ (بلوائیوں کے) مظلوم اور بلاحجت ودلیل ملزم ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ سب صحابہ کرامؓ آپ کے خون سے بری ہیں۔

محب الدین الخطیب نے بھی "العواصم" پر اپنی تعلیقات میں یہی کچھ لکھا ہے۔ تمہید ابی الشکور رسالمی

(حاشیہ جاری ہے)

صحابہ کرامؓ عادل ہیں اور اپنی جنگوں میں تاویل کرنے والے ہیں اور ان باتوں سے کوئی بات بھی کسی ایک کو عدالت سے نہیں نکال سکتی کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اجتہاد کرتے ہوئے مسائل میں اختلاف کیا جیسے کہ بعد والے مجتہدین خون قصاص وغیرہ کے مسائل میں اختلاف کرتے آئے ہیں تو اس اجتہادی اختلاف سے کسی ایک کا بھی نقص لازم نہیں آتا۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان جنگوں کا سبب وہ قضیے (فیصلے) ہیں جو مشتبہ ہو گئے۔ چنانچہ ان میں شدید اشتباہ کی وجہ سے ان کے اجتہادات میں اختلاف ہو گیا اور وہ تین گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کے یہاں یہ اجتہاد سے ظاہر ہوا کہ حق اس طرف ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے لہٰذا ان پر اہل حق کی نصرت اور اس کے مخالف سے لڑائی ان کے اعتقاد میں واجب ہوئی چنانچہ انہوں نے یونہی کیا اور ان لوگوں کے لیے جائز نہیں تھا کہ وہ مخالفین کے ساتھ لڑائی میں امام عادل کی نصرت سے پہلوتہی کرتے۔ اس کے برعکس دوسرے گروہ کو اجتہاد سے یہ معلوم ہوا کہ حق دوسری طرف ہے لہٰذا ان پر واجب تھا کہ اہل حق کی مدد کریں اور اس کے مخالف سے جنگ کریں۔

اور تیسرے گروہ پر یوں قضیہ مشتبہ ہوگیا کہ وہ اس میں حیران رہ گئے اور کسی ایک طرف کو ترجیح نہ دے سکے۔ لہٰذا وہ ان دونوں گروہوں سے الگ تھلگ رہے پس یہی کنارہ کشی ان کے حق میں واجب تھی کیونکہ کسی مسلمان سے لڑائی اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ واضح نہ ہوجائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اگر ان حضرات کو کسی ایک طرف کا رجحان معلوم ہوتا یا یہ کہ حق فلاں جماعت کے ساتھ

ص ۱۶۷ پر ہے۔ ولو یکن معھم من الصحابة احد۔ حضرت عثمانؓ پر حملہ آوروں میں کوئی ایک صحابیؓ بھی نہ تھا۔ ان سب عبارات سے واضح ہوا کہ مورخین کا حضرت عمرو بن الحمقؓ کو قاتلین عثمانؓ میں ذکر کرنا صحیح نہیں اور یہی اعتقاد رکھنا چاہیئے کیونکہ مذکورہ بالا اکابر ان تاریخی روایات کی حیثیت سے بہت زیادہ واقف تھے۔ (واللہ اعلم) منہ

ہے تو امام حق کی حمایت میں مخالفین سے لڑائی کرنے میں ان کو پیچھے رہنا جائز نہ ہوتا۔ پس تینوں گروہ معذور تھے۔ (رضی اللہ عنہم) اس لیے اہل حق اور جن کے اجماع کا اعتبار ہے تمام اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ ان تمام صحابہؓ کی شہادات اور روایات کو قبول کیا جائے اور ان کی کمال عدالت کو تسلیم کیا جائے۔

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

۲۔ امام ابوالحسن اشعریؒ المتوفیٰ (۳۳۰ھ) مقالات الاسلامیین جلد ۲ ص۱۲۸ پر لکھتے ہیں

فقال اهل الجماعة كان ابوبكر وعمر امامين وكان عثمان اماما الیٰ ان قتل رحمة الله عليه ورضوانه وقتله قاتلوه ظلماً

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ امام برحق تھے اور حضرت عثمانؓ بھی تا دم شہادت امام برحق تھے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت اور رضامندی ہمیشہ رہے آپ کو قاتلوں نے ظلماً شہید کیا۔

۳۔ المسامرہ شرح مسایرہ ص۳۱۳ پر ہے۔

وماجرى بين معاوية وعلى رضى الله عنهما من الحروب بسبب تسليم قتلة عثمان رضى الله عنه لمعاوية ومن معهما لما بينهما من بنوة العمومة كان مبنيا على الاجتهاد من كل منهما لا منازعة من معاوية رضى الله عنه فى الامامة اذ ظن على رضى الله عنه ان تسليم قتلة عثمان على الفور مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يؤدى الى

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو اس وجہ سے جنگ ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو معاویہؓ کے سپرد کیا جائے کیونکہ دونوں کے درمیان چچازاد بھائی ہونے کا رشتہ تھا۔ (اور حضرت عثمانؓ کے فرزندوں نے حضرت معاویہؓ کو قصاص کا وکیل بنایا تھا۔ کذا فی مختصر التحفہ ص۲۷۸) وہ جنگ دونوں کے اجتہاد کے اختلاف پر مبنی تھی ورنہ حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ سے امامت میں اختلاف نہ تھا۔ کیونکہ حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ قاتلین کی برادری کی کثرت اور لشکر میں ملے جلے ہونے کے باوجود

اضطراب امر الامامة العظمیٰ التى بها انتظام كلمة اهل الاسلام خصوصا فى بدايتها قبل استحكام الامر فيها فرائ التاخير اصوب الیٰ ان يتمكن التمكن منه ويلتقطهم اولا فاولا۔

فی الفور اگر انہیں معاویہؓ کے سپرد کیا جائے تو امامت کبریٰ کے زوال کا اندیشہ ہے جس سے اہل اسلام کا نظم ونسق وابستہ ہے خصوصاً آغاز خلافت میں اور استحکام سے پہلے ہی اگر ایسا کیا جائے چنانچہ حضرت علیؓ نے اس وقت تک تاخیر ہی مناسب سمجھی جب تک ان پر قابو پاکر ایک ایک کو ختم نہ کریں۔

۴۔ علامہ تفتازانیؒ المتوفیٰ ۷۹۱ھ شرح عقائد میں ص۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔

ويكف عن ذكر الصحابة الا بخير لما ورد من الاحاديث الصحيحة فى مناقبهم ووجوب الكف عن الطعن فيهم۔

اچھائی کے سوا سب صحابہ کرامؓ کے ذکر سے بچنا چاہیئے کیونکہ ان کے فضائل اور طعن وتشنیع سے رکنے کے وجوب پر بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہوتی ہیں۔

پھر احادیث فضائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فلا محامل وتاويلات فسبهم والطعن فيهم ان كان مما يخالف الادلة القطعية فكفر كقذف عائشة والا فبدعة وفسق۔

اور جو کچھ ان کے درمیان جنگیں اور اختلافات ہوئے ان کے لیے مناسب محمل اور تاویلیں ہیں پس ان کی بدگوئی کرنا اور ان میں عیب نکالنا اگر ادلہ قطعیہ کی مخالفت کی قسم سے ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت ورنہ بدعت اور گناہ کبیرہ تو ہر حال میں ہے۔

۵۔ اور علامہ سفارینیؒ المتوفیٰ ۱۱۴۸ھ فرماتے ہیں۔

قال السفارينى ان توقف على عن طلب الثأر لعثمان اما لعدم العلم بالقاتل واما خشية تزايد

سفارینیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے سے حضرت علیؓ کا توقف یا تو قاتل کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے تھا یا فساد کے بڑھ

الفساد وان طلحة والزبير ومعاذ ومن معهم اجتهدوا وقلدهم اخرون في محاربة علي فهم متأولون وان تلك الحروب كان سببها اشتباه وجه الحق ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به في الاجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وثبوت عدالتهم۔

(بحوالہ مقدمہ صواعق محرقہ ص)

جانے کے اندیشے سے تھا حضرت طلحہ زبیر معاذ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ کے لشکر کے ساتھ جنگ میں اجتہاد کیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ تو یہ سب لوگ تاویل کرنے والے تھے اور ان جنگوں کا واحد سبب علت حق کا اشتباہ تھا لہٰذا اہل حق جماعت اور جن کا اجماع معتبر ہے سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ کی روایات اور شہادات قبول کی جائیں اور ان کے لیے عدالت ثابت کی جائے۔

۶ - فذكر مثل ذالك الائمة كالطحاوي في عقيدته والكمال في المسايرة والزبيدي في شرح الاحياء وابن العربي في عواصمه وابن الاثير في كامله والزرقاني في شرحه على المواهب والشهاب الآلوسي في الاجوبة العراقية وغيرهم كثير - ايضاً۔

پس یہی کچھ اور ائمہ نے کہا ہے جیسے طحاویؒ نے اپنے "عقیدۃ الطحاویہ" میں کمال الدین ابن ہمامؒ نے مسایرہ میں علامہ زبیدیؒ نے "احیاء العلوم" کی شرح میں ابن عربی نے "العواصم والقواصم" میں ابن اثیر نے تاریخ کامل میں، زرقانی نے "مواہب لدنیہ" کی شرح میں اور علامہ شہاب الدین آلوسیؒ نے "اجوبۃ العراقیہ" میں اور دیگر بہت سے علماء یہی کچھ فرمایا ہے۔

۷ - مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ "نبراس شرح شرح عقاید" ص ۵۲۹ پر لکھتے ہیں۔

والمجمل انهم كانوا يطلبون الحق ولكن يصيب بعضهم في الاجتهاد ويخطئ بعضهم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ (اختلافات میں) حق ہی طلب کرتے تھے مگر بعض کا اجتہاد صحیح ہوجاتا تھا اور بعض چوک جاتے تھے اجتہاد

المخطئ في الاجتهاد غير ماخوذ بل ماجور وهكذا جرت عادة السلف بحمل افعال الصحابة على مقاصد صحيحة

میں خاطی ماخوذ نہیں بلکہ ماجور ہوگا سلف صالحین کی یہی عادت چلی آرہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے افعال کو صحیح مقاصد پر محمل کرتے تھے

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفی (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں۔

۸ - و آنچه از بعض ایشان در مشاجرات و محاربات تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبویؐ و رعایت ادب بایشان نقل کنند۔ بعد از تسلیم صحت آن اخبار ازان اغماض کنند و تغافل ورزانند (گفته شنیده انگارند) زیراکه صحبت ایشان با پیغمبر یقینی است و نقلهاے دیگر ظنی وظن بالیقین معارض نگردد۔ ویقینی بظنی متروک نشود و بالجملہ سرحد دراسلام سنت با معاویہ و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبہ واشباه وامثال ایشان است ہرکہ براه اتباع مشائخ سنت رود گو زبان را از سب ولعن ایشان بربندد۔

تکمیل الایمان بحوالہ حاشیہ نبراس ص ۵۵۰

اور جو کچھ بعض صحابہؓ سے اختلافات اور جنگوں میں اہل بیت نبویؐ کے حفظ حقوق اور ان کے ادب کی رعایت میں کمی مخالفین روایت کرتے ہیں (یہ زیادہ قابل تسلیم نہیں) بالفرض ان کی صحت تسلیم کر چکنے کے بعد ان سے روگردانی اور چشم پوشی کریں اور ان سنی کردیں اس لیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ان کی صحبت یقینی ہے اور یہ دیگر نقول ظنی اور ظن یقین کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور یقینی چیز ظنی کی وجہ سے چھوڑی نہیں جاسکتی خلاصہ یہ کہ اسلام اور سنت کی سرحد حضرت معاویہ عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہؓ سے قائم ہے۔ جو شخص اہل سنت والجماعت کے بزرگان دین کے نقش قدم پر چل رہا ہے اسے کہو کہ ان حضرات کی بدگوئی اور لعن طعن سے زبان بند رکھے۔

اہل سنت کہلانے والے جماعت اسلامی سے منسلک حضرات کو یہ عبارت غور سے پڑھنی چاہیئے کہ کیا ان کے امیرؒ نے ترجمان القرآن اور خلافت وملوکیت وغیرہ میں ان حضرات پر زبان طعن دراز کرکے اہل سنت والجماعت کی اتباع کی ہے یا روافض کی سنت کو تازہ کیا ہے۔

شرح مقاصد بحث صحابہؓ میں ہے۔

يجب تعظيمهم الصحابة والكف عن مطاعنهم وحمل مايوجب بظاهره الطعن فيهم على محامل وتاويلات سيما المهاجرين والانصار واهل بيعة الرضوان ومن شهد بدرا والحديبية فقد انعقد على علو شانهم الاجماع وشهدت بذالك الأيات الصراح والاخبار الصحاح وتفاصيلها فى كتب الحديث والسير والمناقب ولقد امر النبى صلى الله عليه وسلم بتعظيمهم وكف اللسان عن الطعن فيهم حيث قال اكرموا اصحابى فانهم خياركم وقال لا تسبوا اصحابى فلوان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفهم وغيره من الاحاديث۔

صحابہ کرام رضؓ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن و تشنیع سے رکنا واجب ہے اور جو چیزیں بظاہر ان میں طعن پیدا کرتی ہیں انہیں نیک محامل اور تاویلات پر محمول کرنا واجب ہے خصوصاً مہاجرین اور انصار اور بیعت رضوان کے شرکاء اور جو بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل ہوئے اور ان کی علو مرتبت پر اجماع قائم ہو چکا ہے اور واضح ترین آیات اور صحیح احادیث اس بات کی گواہی دیتی ہیں جنکی تفصیل کتب حدیث، سیر اور کتب مناقب میں ہے۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کا حکم فرمایا ہے اور ان کی بدگوئی سے زبان کو روکا ہے چنانچہ فرمایا میرے صحابہ رضؓ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں نیز فرمایا میرے صحابہ رضؓ کو برا بھلا نہ کہو، اگر تمہارا کوئی فرد احد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی رضؓ کے ایک مد (اناج) یا اس کا نصف خرچ کرنیکے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔" (وغیرہ احادیث)

یہ عبارت اور دیگر عبارات یہ واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ بالفرض صحابہ رضؓ کے بارے میں قابل طعن روایت مروی ہو تو اہل سنت کے ذمے واجب ہے کہ نہ صرف ان کی بدگوئی اور طعنہ بازی سے رکیں بلکہ اس کا جائز اور صحیح محمل تلاش کریں تاکہ صحابی رضؓ پر طعن وارد ہی نہ ہو۔

مگر بانی جماعت اسلامی مرحوم پر تعجب ہے کہ مدعی اہل سنت ہونے کے باوجود بجائے

[illegible] کے کہ صحابہ رضؓ کی شان میں عیب لگانے والی سبائی روایات کی تردید کرتے یا ان کا جائز محمل بتلاتے [illegible] انہی کے ذریعہ صحابہ رضؓ پر بڑے بھیانک انداز میں مطاعن استنباط کیے اور صحابہ رضؓ کی ایک جماعت پر [illegible] کو خوب چسپاں کیا۔ دیکھیے خلافت و ملوکیت باب چہارم ص ۱۰۵ تا ص ۱۵۳ اور باب پنجم میں [illegible] ۱۵۷ تا ص ۱۷۹ وغیرہ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

[illegible] ۱۔ امام احمد بن محمد قرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں اہل سنت والجماعت کا مسلک ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

ایک چھوٹی سی جماعت جس کا کچھ بھی اعتبار نہیں یہ اعتقاد رکھتی ہے (اس سے مراد روافض ہیں) کہ صحابہ کا حال بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہے کہ ان کی عدالت کی بحث بھی لازمی ہے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے ابتدائی اور آخری حال میں فرق کیا اور کہا کہ وہ شروع شروع میں تو عادل تھے پھر ان کے حال میں تبدیلی آگئی پس ان کے مابین خونریز لڑائیاں ہوئیں لہٰذا بحث عدالت ضروری ہے۔ (یہ معتزلہ کا مسلک ہے اور خلافت و ملوکیت میں تقریباً اس کی ترجمانی کی گئی ہے) اس پر علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

وهذا مردود فان خيار الصحابة وفضلاءهم كعلى وطلحة والزبير وغيرهم رضى الله عنهم ممن اثنى الله عليهم وزكاهم ورضى عنهم وارضاهم ووعدهم الجنة بقوله مغفرة واجرا عظيما وخاصة العشرة المقطوع لهم بالجنة باخبار الرسول هم القدوة مع علمهم بكثير من الفتن والامور

یہ مذہب مردود ہے اس لیے کہ صحابہ کرام رضؓ کے فضلاء حضرت علی و طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جیسی بہترین شخصیتیں اس جماعت سے تعلق رکھتی ہیں جن کی اللہ نے تعریف کی اور ان کو آلودگیوں سے پاک کیا اور ان سے راضی ہوا اور انہیں راضی کر دیا اپنے اس فرمان" اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے" ان کے بموجب ان سے جنت کا وعدہ فرمایا خصوصاً عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت

الجارية عليهم بعد نبيهم و باخباره لهم بذالك و ذالك غير مسقط من مرتبتهم و فضلهم اذ تلك الامور مبنية على الاجتهاد و كل مجتهد مصيب (تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۹۹)

سے قطعی ہے وہی امت کے پیشوا ہیں بار... خدا و رسول کو بہت سے وہ فتنے اور حالات ... تھے جو ان پر حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ... پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے جنتی ہونے کی خبر ... تو یہ اختلافات وغیرہ ان کے مرتبے اور فضیلت ... ساقط نہیں کرسکتے اور یہ سب امور مبنی بر اجتہاد ہیں اور ہر مجتہد (ثواب کے لحاظ سے) مصیب ...

۱۱۔ تحریر الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ۲ ص ۲۶۰ پر ہے۔

جو کچھ صحابہ کرامؓ کے مابین ہوا ہم اسے ان کے پروردگار عزوجل کے سپرد کرتے ہیں اور جو ان میں اعتراض کرے اس سے براءت کرتے ہیں اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ طعن کرنے والا ذلیل کرنے والی گمراہی اور کھلے خسارے میں ہے۔ یہ بھی ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت عثمانؓ امام برحق تھے وہ مظلوماً شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو آپ کے قتل کے ارتکاب سے محفوظ رکھا۔ جو قتل کا سرپرست بنا وہ شیطان تھا کسی صحابیؓ سے بھی حضرت عثمانؓ کے قتل پر رضامندی ثابت نہیں۔ ہاں جو کچھ ان سے ثابت اور محفوظ ہے وہ قتل عثمانؓ کی ناپسندیدگی اور مذمت ہے۔ واضح ہو کہ قصاص کا مسئلہ اجتہادی تھا۔ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے تاخیر میں مصلحت دیکھی۔ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جلدی قصاص لینے میں مصلحت دیکھی۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اجر ملے گا۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ (اپنے زمانے میں) امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت تاویل کرنے والی تھی۔ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت فریقین کی حمایت کرنے سے باز رہی اور دونوں گروہوں سے الگ تھلگ رہی۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین عادل ہیں وہی اس دین کے نقل کرنے والے او

اس کے حامل ہیں جن کی تلواروں سے اسلام غالب ہوا اور جن کی تبلیغ سے اشاعت پذیر ہوا۔ اگر ہم ان کی فضیلت میں آیات اور احادیث کی تلاوت شروع کردیں تو سلسلہ کلام لمبا ہو جائے گا۔

پس یہ عقیدہ کے سلسلے میں چند کلمات ہیں جو ان کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ گمراہی اور بدعت کا مرتکب ہوگا۔ دین کا احترام کرنے والے کو چاہیئے کہ ان کلمات کو گرہ باندھ کر محفوظ رکھے نیز وہ ان کے مابین ہونے والے واقعات سے زبان بند رکھے کیونکہ۔

فتلك دماء طهر الله منها ايدينا فلا نلوث بها السنتنا والحاصل انهم خير الامة وان كلا منهم افضل ممن كل من بعده۔

یہ وہ خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے محفوظ رکھا پس ہم کو (ان کی بدگوئی یا کسی ایک جماعت کی تغلیط کرکے) اپنی زبانوں کو ملوث کرنا نہیں چاہیئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ سب امت سے بہتر ہیں اور ان کا ہر ہر فرد مابعد والوں کے ہر ہر فرد سے بہتر ہے۔

۱۲۔ فقیہ شام امام اوزاعیؒ المتوفیٰ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں

عن بقية بن الوليد قال قال لی الاوزاعی یا بقية لا تذكر احدا من اصحاب محمد نبيك صلی الله عليه وسلم الا بخير۔

بقیہ بن ولید کہتے ہیں کہ مجھ سے امام اوزاعیؒ نے کہا کہ اے بقیہ! اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کا ذکر بھلائی کے ماسوا نہ کرنا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۲ ص ۲۹)

۱۳۔ مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ نبراس بحث الصحابہ میں لکھتے ہیں۔

اور باقی صحابہ کرامؓ یا سب کے سب بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیے جائیں اگرچہ ان میں سے کسی سے وسوسہ ڈالنے والے امور مذکور ہوں جیسے حضرت معاویہ عمرو بن العاص مغیرہ بن شعبہ اور بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہم اور ان کے کام اجتہاد پر محمول کیے جائیں بلکہ افضل یہ ہے کہ ان کے ذکر سے خاموشی اختیار کی جائے تاکہ دین وساوس سے

محفوظ ہے اس لیے کہ ان میں سے کسی ایک پر طعن بھی دین و ایمان میں شگاف پیدا کرنا ہے۔ اور مغفرت اور ثواب کی امید دوسرے مومنین کی بہ نسبت ان کے لیے زیادہ ہے بلکہ غزوہ بدر اور بیعت رضوان والوں کے لیے جنت کی بشارت صحیح ہے بلکہ ہر اس صحابی رضؓ کے لیے بشارت قطعیہ ہے جس نے (ایمان لا کر) اللہ کی راہ میں انفاق اور قتال کیا جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے

" لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ الآیہ

١٤ :- امام محمد غزالیؒ المتوفیٰ (٥٠٥) احیاء العلوم جلد ١ ص ٨٢ پر رقم طراز ہیں۔

وان يحسن الظن بجميع الصحابة ويثنى عليهم كما اثنى الله عز وجل ورسوله صلى الله عليه وسلم

تمام صحابہ کرامؓ سے ایک مسلمان حسن ظن رکھے اور ان کی تعریف کرے جیسے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدح و ثنا کی ہے۔

پھر ص ٢٢ پر لکھتے ہیں

وماجرى بين معاوية وعلى رضى الله عنهما كان مبنيًا على الاجتهاد ولا منازعة من معاوية فى الامامة

حضرت معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین جو کچھ ہوا وہ مبنی بر اجتہاد تھا۔ حضرت علیؓ کی امامت کے بارے میں حضرت معاویہ کو اختلاف نہ تھا

١٥ :- علامہ ابن حجر ہیتمیؒ تطہیر الجنان ص ٤٩ پر لکھتے ہیں۔

فالمراد بالزلة خلاف الاكمل لا ما فيه اثم لان الصحابة رضى الله عنهم كلهم عدول مجتهدون على الصواب الذى لا يجوز لاحد ان يعتقد غيره ولكنهم مع ذالك قد يقع من احد هم مالا يليق بمقامه فيعذر اليه بالنسبة اليه۔

لغزش سے مراد خلاف اولیٰ کام کرنا ہے نہ وہ کام جس کا کرنا گناہ ہے اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل اور راستی کے لیے اجتہاد کرنے والے تھے کسی کو اس کے برخلاف عقیدہ رکھنا جائز نہیں لیکن اس علو منصبی کے باوجود کبھی کسی سے ایسا کام بھی ہو گیا جو اس کے منصب سے فروتر تھا تو اس کو اس کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا

یدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المتوفیٰ ٥٦١ھ فرماتے ہیں۔

ضرت علیؓ کے وفات پا جانے اور حضرت حسنؓ کے خلافت ترک کر دینے کے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور صحیح ہے" نیز فرماتے ہیں" اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا واجب ہے اور ان کے حق میں برے کلمات کہنے سے پرہیز کیا جائے اور واجب ہے کہ ان کے فضائل اور نیکیاں بیان کی جائیں۔

(غنیۃ الطالبین ص ١١٨)

- امام بخاریؒ المتوفیٰ (٢٥٦ھ) فرماتے ہیں۔

فضل بن زیادؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ (امام بخاریؒ) سے سنا جبکہ آپ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی شان میں کمی کرے اسے رافضی کہا جائے گا۔؟

ال انه لم يجترئ عليهما الا وله يئة سوء ما انتقص احد دا من الصحابة الا وله داخلة وء (البدايه والنهايه ج ٨ ص ١٣٩)

تو امام بخاریؒ نے فرمایا ان دونوں حضرات پر طعن کی وہی جرأت کرے گا جو بد باطن ہوگا۔ صحابہؓ میں سے کسی پر بھی جو طعن کرے گا وہ ضرور باطن میں برا ہوگا۔

- ابوزرعہ رازیؒ کا مشہور قول آپ آغاز کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں یہاں ایک اور قول ملاحظہ فرمائیں۔

- امام ابوزرعہ رازیؒ سے مروی ہے ان سے ایک آدمی نے کہا میں حضرت معاویہؓ سے بغض رکھتا ہوں آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ اس نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی ہے تو امام ابوزرعہؒ (م ٢٦١ھ) نے فرمایا تو ہلاک ہو تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت معاویہؓ کا رب بہت مہربان ہے اور حضرت معاویہؓ کے مقابل (حضرت علیؓ) صاحب کریم مقابل ہیں ان دونوں کے مابین تو کون ہے دخل دینے والا۔؟ رضی اللہ عنہما (البدایہ جلد ٨ ص ١٣٠)

۱۹ - امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے۔

سئل الامام احمد عما جری بین علی و معاویة فقرء تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔

(ایضاً)

حضرت معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والے حادثے کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "یہ جماعت گزر چکی ہے جو کچھ انہوں نے کمایا وہ انہی کا حصہ ہے اور تمہارے لیے وہی ہے جو تم نے کمایا تم سے ان کے اعمال کے متعلق باز پرس نہ ہوگی۔

۲۰ - امام حسن بصریؒ المتوفیٰ (۱۰اھ) سے منقول ہے۔

قال الاوزاعی سئل الحسن عما جری بین علی و عثمان فقال کان لهذا سابقة ولهذا سابقة ولهذا قرابة ولهذا قرابة فابتليا جميعا

(البدایہ والنهایہ ج ۸ ص۱۳)

مشہور محدث فقیہ امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ حسن بصری سے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں اختلاف کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا اسکی بھی اسلام اور اعمال صالحہ میں سبقت ہے اور اس کی بھی اس کی بھی حضور علیہ السلام سے رشتہ داری ہے اور اس کی بھی (ہم کسی کے برخلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے) دونوں کو آزمائش سے واسطہ پڑا۔

۲۱ - حضرت عثمانؓ کے انتخاب اور خلافت کے متعلق امام احمدؒ سے مروی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں طعن کرنا تمام مہاجرینؓ اور انصار پر طعن کرنا ہے۔

(علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں) آنجناب نے یہ کہا کیونکہ حضرت عمرؓ نے خلافت کو چھ آدمیوں میں منحصر کردیا جو یہ حضرات تھے عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہ زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ موخر الذکر تین حضرات نے اپنا حق چھوڑ دیا اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی اپنے لیے خلافت نہ چاہی بلکہ یہ ارادہ کیا کہ علیؓ و عثمانؓ میں سے جو افضل ہو اس کی بیعت کرے۔ مگر اپنے دین میں احتیاط برتتے ہوئے۔ تین دن اور تین رات تک سوئے بغیر مسلسل

مہاجرینؓ اور انصارؓ کے گھروں میں آتے جاتے رہے۔ اوران سے مشورہ لیتے تھے کہ علیؓ و عثمان رضی اللہ عنہما میں سے کس کو مقدم کریں۔ ان کے پاس خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی مردوں کے ہاں بھی اور عورتوں کے ہاں بھی آتے جاتے رہے۔ اور ہر ایک سے اس معاملہ میں اس کا عندیہ بھی معلوم کرتے رہے تاآنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر تمام کا اتفاق رائے ہوگیا۔ چنانچہ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی بیعت مہاجرینؓ اور انصارؓ کے قطعی اجماع سے واقع ہوئی۔ تو حضرت عثمانؓ میں طعن کرنا دراصل مہاجرینؓ و انصارؓ دونوں گروہوں میں طعن کرنا ہے۔ تبھی تو امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہنا زندقہ (اور بے دینی) ہے" وجہ اس کی یہ ہے کہ بظاہر تو یہ اتنا کفر نہیں مگر باطن کفر ہے کیونکہ اس سے فریقین کی تکذیب لازم آتی ہے"

تکذیب یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کو "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ" یہی لوگ سچے ہیں۔ فرمایا ہے" یقیناً حضرت عثمانؓ کی خلافت پر ان کا اتفاق سچا اور حق ہے۔ جو شخص حضرت عثمانؓ کی خلافت میں کیڑے نکالتا یا آپ کی برائی کرتا اور نااہل کہتا ہے تو اس نے مہاجرینؓ و انصارؓ کو جھٹلایا۔ حالانکہ ان کو جھٹلانا نص قرآنی کا کھلا انکار اور کفر ہے۔

۔ حافظ ابن تیمیہؒ المتوفیٰ (۷۲۸ھ) الصارم المسلول ص۵۸۳ پر لکھتے ہیں۔

هذا مما لا نعلم فيه خلافاً بين اهل الفقه والعلم من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم والتابعين لهم باحسان وسائر اهل السنة والجماعة فانهم مجمعون على ان الواجب الثناء عليهم والاستغفار لهم والترحم عليهم والترضي عنهم واعتقاد محبتهم وموالاتهم وعقوبة من اساء القول فيهم۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور تابعین سے لے کر تمام اہل سنت والجماعت سمیت تمام فقہاء اور ائمہ دین کا ہم کوئی اختلاف نہیں جانتے کیونکہ یہ سب اس پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ کی ثناء ان کے لیے استغفار اور رحمت کی دعا، ان پر خدا کے راضی ہونے کی شہادت ان کی محبت کا عقیدہ اوران سے دوستی رکھنا واجب ہے اور جو ان کی بدگوئی کرے اس کو سزا دینا بھی واجب ہے

۲۳ - امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ المتوفی (۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں

دوم یہ کہ اہل سنت والجماعۃ شکر اللہ سعیہم حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابؓ کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرتے ہیں اور ہوا و تعصب سے دور جانتے ہیں کیونکہ ان کے نفوس خیر البشر کی صحبت سے پاک ہو چکے تھے اور ان کے روشن سینے عداوت و کینہ سے پاک صاف ہو گئے تھے (مکتوبات جلد ۳ ص ۲۹)

نیز لکھتے ہیں

بدانکہ در اصحاب کرامؓ در آمدن و در میان ایشان حکم نمودن از کمال بے ادبی و فرط بے سعادتی است وطریق اسلم آنست کہ منازعات واختلافاتیکہ در میان ایشان واقع شدہ بعلم حق سبحانہ متعلق سازند وہمہ ایشان را جز بنیکی یاد نہ کنند وحب ایشانرا حب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دانند۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ حدیث صحیح است

معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے اختلافات میں دخل دینا اور ان میں صحیح وغلط کا حکم لگانا کمال بے ادبی اور بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان میں جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ہیں انہیں حق تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنا چاہیے اور تمام صحابہؓ کو نیکی کے بغیر یاد نہ کرنا چاہیے اور ان سے محبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے جس نے صحابہؓ سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی۔ وجہ سے ان سے محبت کی

رسالہ تائید مذہب اہل سنت ص ۵۹

۲۴ - قال الشافعی وھو منقول عن عمر بن عبد العزیز تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا۔ (ایضاً)

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے اور یہی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ ان خونوں سے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا تو ہمیں اپنی زبانیں بھی (ان کے نامناسب ذکر سے) پاک رکھنی چاہئیں

۲۵ - علامہ آمدی سیف الدینؒ المتوفی (۶۳۱ھ) رقم طراز ہیں۔

وعند ذالک فالواجب ان یحمل کل ماجری بینھم من الفتن علی

اور اختلافات کے سلسلے میں واجب ہے کہ جو کچھ ان کے مابین فتن وغیرہ ہوئے انہیں بہتر حال پر محمول

احسن حال وان کان ذالک ادی الیہ اجتہاد کل فریق من اعتقادہ ان الواجب ما صار الیہ۔ (الاحکام فی الاصول جلد ۲ ص ۱۲۹)

کیا جائے کہ ہر فریق نے اپنے اعتقاد کے مطابق اجتہاد کرکے جو کچھ کیا، یہی اس کے حق میں واجب تھا۔ الاحکام فی اصول الاحکام جلد ۲ ص ۱۲۹

۲۶ - علامہ ابن حاجبؒ المتوفی (۶۴۶ھ) شرح مختصر المنتہی جلد ۲ ص ۶۷ پر لکھتے ہیں۔

مخالفین نے جو کچھ فتنوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے تو وہ اجتہاد پر محمول ہے یعنی ان معاملات میں ہر ایک نے اجتہاد کیا۔ ہر ایک کے اجتہاد نے اس سے وہ کچھ کرایا جو اس نے کیا۔ تو اس صورت میں کوئی اشکال کی بات ہی نہیں، خواہ ہم یہ کہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اور یہی ظاہر ہے یا ہم یہ کہیں کہ مصیب تو ایک ہے (دوسرا غیر مصیب) کیونکہ اس بالاتفاق اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور واجب پر عمل کرنے کی صورت میں کسی کو فاسق (گناہ گار) نہیں کہا جا سکتا۔

۲۷ - علامہ ابن اثیر جزریؒ جامع الاصول جلد ۱ ص ۷۳ پر فرماتے ہیں۔

جمہور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور تمام اہل عراق وشام فاسق ہیں کیونکہ انہوں نے امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہم سے جنگ کی۔ .... مگر یہ سب سلف صالحین پر حملہ ہے جو سنت نبویؐ کے خلاف ہے کیونکہ جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا اور ہر ایک شخص راست روی کرنے والا تھا راست رو تو ایک تھا جسے ثواب ملا۔ اور خطا کار کو بھی ثواب ملا۔ البتہ خطا کار کو معذور سمجھا جائے گا۔ اور اس کی گواہی رد نہیں کی جائے گی۔

۲۸ - صاحب نبراس ص ۵۳۱ پر لکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہؓ کی برائیوں کے سلسلے میں جو کچھ مخالفین نے ذکر کیا ہے وہ (تقریباً سب) موضوع ہے اور جو کچھ صحیح ہے تو وہ خطار اجتہادی سے ہے اور مجتہد اپنی خطا میں بھی ماجور ہے ماخوذ نہیں۔ اور اگر بالفرض ان سے گناہ کا صدور تسلیم بھی کیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ خلافت میں عصمت شرط

نہیں اور ان کے لیے یہ وعدہ کافی ہے جو اللہ نے ان سے بخشش اور جنت کا فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہے خصوصاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی غیبت تو اور بھی بدتر گناہ کبیرہ ہے۔

۲۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفیٰ (۸۵۲ھ) حضرت ولید بن عقبہؓ کے ترجمہ میں ابن عبد البرؒ کا کلام نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

وقد طول الشيخ ترجمته ولا طائل فيها من كتاب ابن عبد البر وفيها خطاء و شناعة والرجل قد ثبتت صحبته وله ذنوب امرها الى الله تعالى والصواب السكوت والله تعالى اعلم ۔ (تهذيب التهذيب ج ١١ ص ١٤٤)	شیخ مزیؒ نے (تہذیب الکمال میں) ابن عبد البرؒ سے ولیدؓ کا ترجمہ طویل نقل کیا ہے۔ مگر نقل بے سود ہے کیونکہ اس میں غلطی اور صحابیؓ کی برائی ہے ان کی صحبت تو یقیناً ثابت ہے اور گناہوں کا معاملہ اللہ کے سپرد صحیح مذہب صحابہؓ کے عیوب سے خاموشی ہے۔

۳۰۔ حافظ ابن حجر ہیتمیؒ تطہیر الجنان کے مقدمہ ص ۲ پر فرماتے ہیں۔

اے وہ مسلمان جس کا دل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہے تجھ پر یہ واجب ہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرامؓ سے محبت رکھے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے ان پر وہ انعام کیا ہے جس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا۔ اور تجھ پر یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ صحابہ کرامؓ عدول ہیں جس پر تمام متقدمین و متاخرین بزرگان دین کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور ان میں سے بعض حضرات کی جو لغزشیں نقل کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے اس فرمان سے ان تمام کو معاف فرما دیا ہے "رضی اللہ عنهم ورضوا عنه"۔ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا اور وہ اس راضی ہو گئے) اور اس وجہ سے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہت مدح فرمائی ہے کہ ان کی تنقیص اور عیب گوئی سے روکا ہے۔ اور بغیر کسی تفصیل و تعیین کے کسی ایک کی بھی تنقید و تنقیص پر سخت سزا سنائی ہے۔ چونکہ آپ کا مقام امت

کی طرف نازل شدہ کلام کی تفسیر کرنا ہے پس اگر اس رضوان اور بشارت جنت سے عموم مراد نہ ہوتا تو آپ اسے مجمل نہ چھوڑتے"۔

قارئین کرام! اس قسم کے حوالہ جات بے شمار ہیں مگر آپ کے اکتانے اور مضمون کی طوالت کے خوف سے تیس ۳۰ اقتباسات پر اکتفا کر کے بقیہ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

وفيها الكفاية لمن له الدراية

مذکورہ بالا اقتباسات کا تجزیہ

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے تمام مہاجرینؓ اور انصارؓ نے تین دن تک غور و فکر کرنے کے بعد حضرت عثمانؓ کو خلافت کا سب سے بڑھ کر مستحق اور اہل ترین سمجھا۔ آپ کی خلافت پر اعتراض کرنا یا آپ کی اہلیت میں شک کرنا گویا اجماع قطعی کو جھٹلانا اور تمام مہاجرینؓ و انصارؓ پر طعن کرنا ہے۔ آپ کی اہلیت خلافت پر اعتراض کرنا گویا آپ کو گالی دینا ہے اور یہ صریح زندقہ ہے۔

نیز بشرط اہلیت آپ کی حکام کی انتخابی پالیسی کو بلاشبہ غلط کہنا — جبکہ قائل کے اعتراف کے باوجود اس میں ذرہ بھر بھی شرعاً غلطی یا گناہ نہیں — بر خود غلط ہے۔ جو بلوائیوں کی تائید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر صریح طعن ہے۔ اللہ تعالیٰ قارئین خلافت و ملوکیت کو ہدایت عطا فرمائے۔

(۲) آپ ظلماً شہید ہوتے۔ آپ سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا جس کی وجہ سے یہ ہنگامہ آرائی اور بلوائی جائز ہوتا اور آپ کا خون مباح قرار دیا جاتا۔

۳۔ جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا وہ فساق و فجار تھے۔ تہذیب و شرافت سے کوسوں دور تھے۔ مدینہ طیبہ کے مقامی باشندے نہ تھے بلکہ مصر، بصرہ اور کوفہ سے ایک سازش کے تحت فساد پھیلانے آتے تھے محض سطحی اور من گھڑت الزامات آپ پر لگاتے تاکہ فساد کے لیے کوئی بہانہ بنے۔

کوئی صحابیؓ بھی ان کی رائے اور فساد میں شریک نہ تھا نہ کسی صحابیؓ نے قتل میں اعانت کی۔ البتہ حافظ ابن کثیرؒ کے البدایہ والنہایہ میں بیان کے مطابق بعض صحابہؓ اختلاف رکھتے ہوئے یہ چاہتے تھے کہ آپ از خود منصب خلافت چھوڑ دیں جیسے عمار بن یاسرؓ وعمرو ابن الحمق رضؓ

۵۔ مدینہ منورہ میں موجود صحابہؓ حضرت عثمانؓ سے دفاع کرنا چاہتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں بالکل روک دیا۔ سرزمین حرم نبویؐ میں اپنی جان تو قربان کر دی مگر کسی کلمہ گو کا ایک قطرۂ خون نہیں گرنے دیا۔ اگر آپ اجازت دیتے تو بلوائیوں کا صفایا کیا جا سکتا تھا۔

۶۔ خلیفہ مظلوم کو شہید کرنے والے بلوائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا آپ نے بھی وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے اس عہدہ کو قبول کر لیا اور اہل حل وعقد، مہاجرین وانصارؓ کی اکثریت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ گو صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ آپ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے کیونکہ للاکثر حکم الکل، اکثریت کل کا حکم رکھتی ہے۔ اکثریت کے اتفاق سے اقلیت کا انحراف خلافت کی صحت کو مانع نہیں۔ آپ کو خلافت کا اہل یا اس کی صحت کو تسلیم نہ کرنے والا غلطی پر ہے مگر حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت نے آپ سے خلافت اور اس کی اہلیت میں اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص سے متعلق تھا۔ حضرت طلحہ، زبیر، ام المومنین واہل بیت نبوی، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم یہ چاہتے تھے کہ آپ فوراً ان بلوائیوں سے خلیفہ مظلوم کا قصاص لیں یا انہیں اپنے لشکر سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم خلیفہ مظلوم کی دردناک شہادت کا بدلہ لیں۔ ورنہ تاخیر سے بلواتی فتنہ فساد پرا در جری ہو جائیں گے اور یہ چیز تاریخی مسلمات میں سے ہے۔

نیز حضرت معاویہؓ کا یہ قول بھی مشہور اور تاریخ سے ثابت ہے کہ ہم حضرت علیؓ کو ہی خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں مگر قاتلان عثمانؓ سے قصاص کے بعد اگر وہ خود قصاص لیں، یا قاتلان عثمانؓ ہمارے حوالے کر دیں تو اہل شام کی طرف سے حضرت علیؓ کی بیعت کرنے والا پہلا شخص معاویہؓ ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۵۹)

مگر حضرت علیؓ کی فوج میں معقول تعداد بلوائیوں کی تھی اگر آپ بلوائیوں سے خود قصاص لیتے

یا حضرت معاویہؓ کے سپرد کرتے تو پھر فتنہ فساد کا قوی امکان تھا اس لیے آپ نے تاخیر مناسب سمجھی اور کہا کہ استحکام خلافت پر ان سے قصاص لوں گا۔ دراصل یہی وہ اجتہادی اختلاف تھا جس کے سبب یہ ہولناک حادثات پیش آئے۔ اور ہم عنقریب واضح کریں گے کہ لڑائی کی آگ بھڑکانے میں سب کچھ بلوائیوں نے کیا ورنہ جنگ جمل کے موقعہ پر یہ اختلاف ختم ہو گیا تھا اور حضرت علیؓ نے جمہور کی رائے کو تسلیم کر لیا تھا۔ اسی طرح صفین میں بھی صلح صفائی ہو جاتی اگر بلوائی سفارت کے بھیس میں طرفین کو دھمکیاں دے کر فضا کو مکدر نہ کرتے۔

۷۔ اکثر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس نظریاتی اختلاف میں حضرت علیؓ کی رائے اصوب اور بہتر تھی۔ اور دوسرے حضرات کی رائے بھی اگرچہ حق تھی مگر خلاف اولیٰ اور مرجوح تھی اور جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ اجتہادی خطا ہے کہ انہوں نے اس کام کو نیک نیتی سے کیا تھا مگر نتیجہ میں خطا ظاہر ہوئی۔ اس خطاء اجتہادی میں ان کو کوئی گناہ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک گونہ عنداللہ ماجور تھے کیونکہ صحیحین وغیرہ کی یہ حدیث نبوی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَهَدَ وَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَهَدَ وَاَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ (متفق علیہ) (کذا فی مشکوٰۃ ص ۳۲۸)	حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم فیصلہ کے وقت اجتہاد کرے اور وہ درست نکلے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اجتہاد کیا مگر چوک گیا تو اس کو ایک گنا ثواب ملے گا۔

یہ حدیث حاکم (جج) کے علاوہ ہر شرعی "مجتہد" کو شامل ہے اور حضرت علیؓ سے اختلاف رکھنے والے چاروں حضرات بلاشبہ مجتہد تھے۔ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر کسی پر کچھ انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی کیونکہ مجتہد کی غلطی معاف ہے اور عوام صحابہؓ یا تابعین ان کے مقلد ہونے کی حیثیت سے انہیں کے حکم میں تھے۔ (فافہم)

خطاء اجتہادی کی چند مثالیں۔

۱۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں ایک قصہ مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو بنو قریظہ کی بستی کی طرف بھیجتے ہوئے یہ تاکید کی کہ نماز عصر بستی میں جا کر پڑھنا راستے میں نہ پڑھنا

مگر راستے میں ہی نماز کا وقت ہوگیا کچھ حضرات نے نماز پڑھلی اور یوں اجتہاد کیا کہ آپ کا مقصد اس جملہ سے نماز سے روکنا نہیں۔ بلکہ جلدی سفر طے کرکے بنو قریظہ میں پہنچنا ہے۔ دوسرے گروہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے راستہ میں نماز نہ پڑھی اور بنو قریظہ پہنچ کر قضا ہی پڑھی۔ آپؐ کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپؐ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔ البتہ راستہ میں پڑھنے والوں کی مدح کی۔

(بخاری ومسلم جلد ۲ صـ ۹۶)

اب دوسرے گروہ سے اجتہاداً چوک ہوئی مگر عنداللہ ماجور ہوتے۔ اس خطاء اجتہادی کی نظیریں قرآن کریم میں بھی ہیں

۲۔ بھیڑوں کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حضرت داودؑ علیہ السلام نے ایک فیصلہ دیا مگر اس سے بہتر اور صواب فیصلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں ڈالا۔ چنانچہ عملدرآمد حضرت داودؑ کے فیصلہ کے بجائے حضرت سلیمانؑ کے فیصلے پر ہوا۔ قرآنی الفاظ یہ ہیں۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔

(سورۃ انبیاء ع ۶)

اور داودؑ اور سلیمانؑ (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے۔ جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے روند گئیں) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریق) سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت ونبوت) اور علم بخشا تھا (از فتح محمد جالندہری)

معلوم ہوا کہ "ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا" سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تائید کی اور حضرت داودؑ علیہ السلام کے فیصلے سے سکوت کیا جس سے معلوم ہوا کہ حق دونوں تھے مگر اصوب اور بہترین فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔

۳۔ متعدد مقامات پر قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا یہ قصہ مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے اور قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں بچھڑے۔ جو ان کے نزدیک مروجہ تعزیہ اور ضریح کی طرح تقرب خداوندی کا ذریعہ تھا۔

کی عبادت کرتے دیکھا تو برداشت نہ کر سکے۔ تورات کی تختیاں جلدی سے پھینک دیں اور طیش میں آکر حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا (کہ شائد انہوں نے قوم کو فہمائش میں کوتاہی کی) تو حضرت ہارون علیہ السلام نے آپ کو اپنی ماں کا بیٹا کہہ کر روکا اور کہا کہ دشمنوں کو خوش کرتے ہوئے مجھ سے ایسا سلوک نہ کرو جو ظالموں سے کیا جاتا ہے۔

سورۃ اعراف ع ۱۸ میں یہ قصہ یوں ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بہت ہی بداطواری کی۔ تم نے اپنے پروردگار کا حکم (یعنی میرا اپنے پاس آنا) جلد چاہا (یہ کہا) اور (شدت غضب سے) تورات کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے (بالوں کو) پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ انہوں نے کہا بھائی جان! لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے۔ اور قریب تھا کہ قتل کر دیں تو ایسا کام نہ کیجیے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے۔

ظاہر بات ہے کہ اپنے سے بڑے بھائی اور پیغمبر برحق کے ساتھ یہ توہین آمیز سلوک ایک بڑی بات تھی مگر اللہ تعالیٰ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی کو گنجائش ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ نیک نیتی اور اخلاص سے اجتہاداً صادر ہوا۔

۴۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام نے منہی عنہ درخت کے متعلق یہ سمجھا کہ خاص درخت مراد ہے حالانکہ عنداللہ پورے نوع سے نہی تھی چنانچہ خطاء اجتہادی سے کھا بیٹھے۔ پھر استغفار کیا تو اللہ نے معاف فرمادیا

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک کے موقعہ پر منافقین نے جھوٹے حیلے بہانے تراش کر نہ جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرماتے ہوئے معاف کر دیا۔

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا

خدا تمہیں معاف کرے۔ تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی

وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ۔	تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت
(توبہ ع ۷)	کیوں دی۔

بہرحال ایسی کئی اور مثالیں مل سکتی ہیں کہ کاملین تک سے اجتہاد میں خطا ہوئی جسے بالکل اللہ تعالیٰ نے نظر انداز کر دیا یا معمولی سی تنبیہ کے بعد بالکل معاف فرما دیا۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاملے میں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اجتہادی لغزشوں کو بالکل معاف فرما دیا۔ باوجودیکہ ان کے درمیان ہونے والے واقعات کا علام الغیوب کو علم تھا مگر پھر بھی تمام کو رضامندی اور جنات نعیم کی بشارت دی۔ ان پر کوئی طعن نہیں فرمایا۔ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عزت و تکریم کو ہم پر واجب کر دیا۔

اور خود سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بتواتر ثابت ہے کہ آپ کو جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کے صاحبزادے محمد رحمہ اللہ سے فرمایا کرتے تھے میں اور تمہارا باپ جنت میں ہوں گے اور یہ آیت ہمارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ	اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہوگی ہم اس کو نکال
غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ۔	(صاف کردیں گے (گویا)) بھائی بھائی تختوں پر
(حجر ع ۴) (بحوالہ مختصر التحفہ ص۲۷)	ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جب عمرو بن جرموز نے لشکر سے باہر نماز و سجدہ کی حالت میں حواری رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زبیر بن عوام کو شہید کیا اور خوشی سے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ نے غصہ سے فرمایا۔

ابشر یا قاتل ابن صفیۃ بالنار فقال	اے قاتل ابن صفیہ (حضرت زبیر رضی اللہ عنہ) تجھے جہنم کی
عمرو لنقتل اعداءکم وتبشرونا بالنار	خوش خبری ہو! عمرو کہنے لگا۔ تعجب ہے ہم تمہارے
(الاخبار الطوال ص۱۴۹ لابی حنیفۃ	دشمنوں کو قتل کریں اور تم ہمیں جہنم کی بشارت دو۔
الدینوری المتوفی ۲۸۲ھ)	(پھر عمرو نے خودکشی کر لی)

نیز آپ نے بروایت یزید بن اصم صفین کے شہداء کے متعلق فرمایا۔

قتلای وقتلی معاویۃ فی الجنۃ	میرے لشکر کے مقتول اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے مقتول

دونوں جنت میں ہوں گے۔

رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضھم خلاف

مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۸)

نیز فرمایا ان میں سے جو شخص بھی صفائی قلب کے ساتھ مرا ہوگا وہ جنت میں جائے گا

(مقدمہ ابن خلدون ص۳۸۵ فصل ۳۰)

نہج البلاغہ جلد ۳ ص۱۲۵ طبع مصر کے ایک خطبہ میں جس میں جنگ صفین کی روئیداد بیان کی ہے۔ یہ واضح کیا ہے کہ یہ کفر و اسلام کی لڑائی نہ تھی اور نہ ہی خون عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا، دین، ایمان یا کسی اور شرعی مسئلے کا نزاع تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ومن کتاب لہ علیہ السلام	حضرت علی رضی اللہ عنہ (آپ پر سلامتی ہو) نے مختلف
کتبہ الی الامصار یقص فیہ	شہروں کی طرف جو گشتی مراسلہ لکھا تھا جس میں اپنے اور
ماجری بینہ وبین اھل	اہل صفین کے مابین جنگ کا تذکرہ کیا اس کا مضمون
صفین وکان بدء امرنا التقینا	یہ ہے "ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہم اور شامی
والقوم من اھل الشام والظاھر	جماعت برسر پیکار ہو گئے حالانکہ کھلی بات ہے کہ
ان ربنا واحد ونبینا واحد	ہمارا پروردگار ایک، ہمارا نبی ایک، ہماری اسلام کی
ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ	طرف دعوت ایک۔ نہ ہم ان سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے
ولا نستزیدھم فی الایمان	اور حضور علیہ السلام کی تصدیق میں زیادتی کے خواہاں
باللہ والتصدیق برسولہ	ہیں اور نہ وہ ہم سے یہ چاہتے ہیں۔ ہر بات ایک اور
ولا یستزیدوننا الامر واحد	متفق علیہ ہے بجز اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ
الا ما اختلفنا فیہ من دم	عنہ کے خون میں ہمارا اختلاف ہوا۔ اور ہم اس سے
عثمان ونحن منہ براء۔	بری ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام کے برحق اور کامل مومن ہونے پر صریح دلیل ہے

۸۔ اہل سنت والجماعت کے بہت سے محتاطین علماء کا مسلک یہ ہے کہ ان کے منازعات میں فیصلہ دینے سے کف لسانی واجب ہے اور کسی کو ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔ دونوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے

ہمیں دونوں کو حق پر سمجھ کر حسن ظن رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے فضلاء و اکابر صحابہ بھی ہیں ـــــ ان منازعات کے سے الگ تھلگ ہی رہے ہے۔

(دیکھیئے مقدمہ ابن خلدون ص ۳۷۸ فصل ولایۃ العہد)

۹۔ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خلافت علوی ؓ کے زمانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خلافت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی البتہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہونے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھ کر ان سے صلح کرنے اور بیعت کر لینے کے بعد سے وہ خلیفہ برحق ہو گئے۔ جن کی اطاعت واجب ہو گئی۔ اور خلفاء ثلاثہ ؓ کے بعد یہ سعادت صرف انہی کے حصہ میں آئی کہ تمام امت مسلمہ ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔ اس سن کا نام "عام الجماعۃ" رکھا گیا۔

مسلمانوں کے اس اتحاد سے پھر سے خلافت اسلامیہ کی فتوحات کا دروازہ کھل گیا اور آپ کی خلافت کے بیس سالہ امن و امان کے دور میں وہ ایک بڑی قوت بن گئے۔ اس لیے اس خلافت کو عام بادشاہی کہنا صحیح نہیں ہے اور یہ جو مرفوع حدیث آئی ہے "میرے بعد خلافت تیس سال تک ہو گی پھر بادشاہت ہو گی" یہ ظاہری معنی کے لحاظ سے مؤول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے خصائص اور مراتب سے کم رتبہ دکھانا ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں۔ خاتمہ میں اس حدیث پر مستقل بحث آ رہی ہے (انشاء اللہ)

بہر حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرح آپ کی خلافت پر بھی طعن نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کی برکات و فوائد اور آپ کے بے مثل کارناموں کا اظہار اہل سنت پر واجب ہے۔

۱۰۔ مثالب اور عیوب صحابہ رضی اللہ عنہم میں جتنی حکایتیں اور تاریخی روایات بیان کی جاتی ہیں ان کا اکثر حصہ بلا شبہ موضوع اور من گھڑت ہے جو دشمنان اسلام و صحابہ ؓ، روافض، کی ایجادات ہیں مسلمانوں کو ان کا سننا اور بیان کرنا حرام ہے اور غیر معتبر تاریخی مجموعہ میں جو کچھ قابل التفات ہیں ان میں بھی شیعہ راویوں کو دخل ہے اور وہ بالکل ضعیف اور شاذ ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مقابلے میں ان روایتوں پر اعتماد کرنا اور ان کے ذریعے صحابہ کرام ؓ پر طعن کرنا اور انہیں شہرت

...ے ضعف و کذب پر متنبہ کراتے جانے کے باوجود ان کی صداقت پر اصرار اور صحابہ کرام رضی اللہ ...ب گوئی کرتے رہنا ایک بہت بڑا زندقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاصرین اور دیگر مسلمانوں کو ...ے محفوظ رکھے۔

اسی لیے تمام اہل سنت والجماعت مسلمانوں کا عہد صحابہ ؓ سے لے کر تا ہنوز یہ اجماع چلا آ رہا ہے ...جرات صحابہ ؓ میں اپنی زبان کو لگام دینی چاہیئے اور عوام کے سامنے ان کو بیان نہ کرنا چاہیئے اور کسی ...ں ان پر طعن و نکیر نہ کرنی چاہیئے اور مخالفین کی مشہور کردہ باتوں کو ان سنی اور نظر انداز کر دینا ...ے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہی ہے کیونکہ اس سے ان کا دین ناقابل ...وثوق ٹھہرتا ہے۔ جبکہ بلا شبہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے راویان اول صرف وہی ہیں۔ نیز ...وہ عام مسلمانوں کی غیبت اور اشاعت عیوب کو بدترین گناہ گردانتے ہیں اور ان کی ستر پوشی کو ...ب قرار دیتے ہیں تو وہ اپنے دین کی اشاعت کرنے والی جماعت کی طرف منسوب خود ساختہ برائیوں ...اشاعت کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں جبکہ ان کی تعظیم و تکریم کا حکم خدا اور رسول اللہ صلی علیہ ...سے بتواتر ثابت ہے۔

خلافت و ملوکیت کے مؤلف ؒ کا بعض صحابہ ؓ کے متعلق رویہ

قارئین کرام! قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ...ہی و عدالت، عزت و توقیر اور ان کے متعلق بھلائی کے سوا زبان بند رکھنے اور حتی الامکان ان سے ...ع کرنے، ان کی طرف منسوب بعض مکروہ افعال کی نیک توجیہ کرنے پر ہر طبقے کے ائمہ مسلمین ...کے بیسیوں اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب ایک مدعی اہل سنت "صاحب خلافت و ملوکیت" کے نظریات بھی مشتے نمونہ از خروارے ...حظہ فرمائیں تاکہ آپ کو قدماء اہل سنت اور نئے مدعی اہل سنت کے درمیان فرق معلوم ہو جائے ...تیسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اٹھ ...کھڑے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہ ؓ اور حضرات طلحہ ؓ و زبیر ؓ اور دوسری طرف حضرت معاویہ ؓ

...۔ بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ؒ۔

ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام اور جلالت قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوتے بھی یہ کہے بغیر چارہ
دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جاسکتی (خلافت و ملوکیت صـ۱۲۴)
اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے اس کے کہ وہ مدینے جاکر اپنا مطا
کرتا جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثاء سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جاسکتی تھی بص
کارخ کیا اور فوج جمع کر کے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی کوشش کی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو
کہ ایک خون کے بجائے دس ہزار مزید خون ہوں اور مملکت کا نظام الگ درہم برہم ہو جاتے۔ شرعی
تو درکنار دنیا کے کسی آئین و قانون کی رو سے بھی اسے ایک جائز کارروائی نہیں مانا جاسکتا۔ اس
بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا جو معاویہ
سفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے ا
مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا گورنری کی طاقت اپنے مقصد کے لیے استعمال کی (صـ۱۲۵)
..... گورنر کی حیثیت سے انہیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پہ باقاعدہ آئینی طریقے پر
ہو چکی تھی جس کی خلافت کو ان کے زیر انتظام صوبے کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی اس کی
سے انکار کر دیتے اور اپنے زیر انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال ک
اور ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے طریقے پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کارروائی کے بجائے
قصاص کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ خود ان سے بدلہ لے لیں (صـ۱۲۶) ..... حضرت
رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کے بعد حضرت نعمان بن بشیر ان کا خون سے بھرا
قمیص اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس
لے گئے اور انہوں نے یہ چیزیں منظر عام پر لٹکا دیں تاکہ اہل شام کے جذبات بھڑک اٹھیں۔ یہ
بات کی کھلی علامت تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خون عثمانؓ کا بدلہ قانون کے راستے سے
بلکہ غیر قانونی طریقہ سے لینا چاہتے ہیں (صـ۱۳۲) ..... حضرت جریر بن عبداللہؓ نے دمشق
کے بااثر لوگوں سے ملاقاتیں کر کے ان کو یقین دلایا کہ خون عثمانؓ کی ذمہ داری سے حضرت علی
اللہ عنہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس سے تشویش لاحق ہوئی اور ا
نے ایک صاحب کو اس کام پر مامور کیا کہ کچھ گواہ ایسے تیار کریں جو اہل شام کے سامنے یہ شہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ وہ صاحب
تیار کر کے لے آئے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے یہ شہادت دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے[2] (صـ۱۲۵) (الاستیعاب)
اس وقت حضرت عمرو بن العاصؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اب
فوج نیزوں پر قرآن اٹھالائے اور کہے کہ ھذا حکم بیننا و بینکم (یہ ہمارے او
درمیان حکم ہے) اس کی مصلحت خود حضرت عمروؓ نے یہ بتائی کہ اس سے علیؓ کے لشکر میں پھوٹ
پڑ جائے گی ...... ہم مجتمع رہیں گے اور ان کے ہاں تفرقہ برپا ہو جائے گا۔ اگر وہ مان گئے تو ہمیں
مہلت مل جائے گی[1]۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض ایک جنگی چال تھی قرآن کو حکم بنانا سرے سے
مقصود ہی نہ تھا۔ (صـ۱۲۹)
مورخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد یزیدؒ نے اپنے بہت سے اعمال سے اصلاح کر لی جو قابل
اعتراض تھے۔ مگر اس روئیداد سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔ ایک یہ کہ یزیدؒ کی ولی عہدی کے لیے ابتدائی
تحریک کسی صحیح جذبے کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بزرگ (حضرت مغیرہ بن شعبہؓ) نے اپنے ذاتی
مفادات کے لیے دوسرے بزرگ (حضرت امیر معاویہؓ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز (ولیعہدی)
کو جنم دیا اور دونوں صاحبوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ
پر ڈال رہے ہیں۔ (صـ۱۵۰)
خلفاء کے طرز زندگی میں تبدیلی ۔ دوسری نمایاں تبدیلی یہ تھی کہ دور ملوکیت کے آغاز ہی
سے بادشاہ قسم کے خلفاء نے قیصر و کسریٰ کا سا طرز زندگی اختیار کر لیا اور اس طریقے کو چھوڑ دیا جس پر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ خلفاء راشدینؓ زندگی بسر کرتے تھے۔ انہوں نے شاہی محلات میں رہنا
شروع کر دیا۔ شاہی حرس (باڈی گارڈ) ان کے محلوں کی حفاظت کرنے اور ان کے جلو میں چلنے لگے۔ حاجب
و دربان ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہو گئے (صـ۱۶۰) ...... لیکن ملوکیت کا دور شروع ہوتے
ہی اس نمونے کو چھوڑ کر روم و ایران کے بادشاہوں کا نمونہ اختیار کر لیا گیا۔ اس تبدیلی کی ابتدا حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ بعد میں یہ برابر بڑھتی ہی چلی گئی (صـ۱۶۱)
لیکن ملوکیت کے دور میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب

[1] طبری [2] الاستیعاب

قاعدہ یہ ہوگیا کہ منہ کھولو تو تعریف کے لیے کھولو ورنہ چپ رہو۔ اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں سے ٹوکنے پر باز نہ آتے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔ اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہ رضؓ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدیؓ کے قتل سے ہوئی۔ الخ (ص ۱۶۴)

مگر جب ملوکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد اپنی سیاسی اغراض اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقاء کے معاملہ میں شریعت کی عائد کی ہوئی کسی پابندی کو توڑ ڈالنے اور اس کی باندھی ہوئی کسی حد کو پھاند جانے میں تامل نہ کیا۔ اگرچہ ان کے عہد میں بھی مملکت کا قانون اسلامی قانون ہی رہا کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینی حیثیت کا ان میں سے کسی نے بھی کبھی انکار نہیں کیا۔ عدالتیں اسی قانون پر فیصلے کرتی تھیں اور عام حالات میں سارے معاملات شرعی احکام ہی کے مطابق انجام دیئے جاتے تھے لیکن ان بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی۔ اس کے تقاضے وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اور اس معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے۔ مختلف خلفاء بنو امیہ کے عہد میں قانون کی پابندی کا کیا حال رہا۔ اسے ہم آگے کی سطور میں بیان کرتے ہیں۔ (ص ۱۷۲)

حضرت معاویہؓ کے عہد میں :- یہ پالیسی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ پھر زہری کے بیان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کافر کو مسلم کا وارث نہ قرار دینے اور ابن کثیر کے بیان سے کافر کی دیت کو آدھا کرنے اور آدھی خود لے لینے کا ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۷۳)

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عین روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے[1]۔ کسی کے مرنے کے بعد اسے گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ (ص ۱۷۴)

مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (ص ۱۷۴)

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال میں سے ہے جس میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ (ص ۱۷۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ (ص ۱۷۵)

اس سے بڑھ کر ظالمانہ افعال بسر بن ابی ارطاةؓ (یہ بھی صحابی ہیں) نے کیے۔ جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضے سے نکالنے کے لیے بھیجا تھا اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے مامور کیا تھا اس شخص نے یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گورنر عبید اللہ ابن عباسؓ کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان بچوں کی ماں اس صدمے سے دیوانی ہوگئی ...... اس کے بعد اسی ظالم شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمدان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلم عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی گئی تھیں انہیں لونڈیاں بنا لیا[2]۔

حالانکہ شریعت میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ ساری کارروائیاں گویا عملاً اس بات کا اعلان تھیں کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کھلی چھٹی ہے اور سیاسی معاملات میں وہ شریعت کی کسی حد کے پابند نہیں ہیں۔ (ص ۱۷۶، ۱۷۷)

بطور نمونہ یہ چند اقتباسات ہیں جن میں جار کے بے اصل واقعہ کی نشاندہی کے لیے کتاب کا حوالہ موجود ہے گو اس کی تعبیر یا تلخیص (بات کا بتنگڑ بنا کر) سب عبارتیں اور انداز تحریر مصنف کا اپنا ہے۔

ہم نے ان کو تردید یا جواب دہی کے لیے نقل نہیں کیا نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے کیونکہ بہت سے حضرات نے ان لغویات کا پردہ چاک کر دیا اور صحیح حقیقت حال مغالطہ آمیزی کی تہوں سے برآمد کی ہے ہمارا مقصود صرف بتانا ہے کہ اہل سنت کی سابقہ بیسیوں تصریحات کی روشنی میں آپ ملاحظہ کریں کہ دونوں کے انداز فکر میں کتنا بعد المشرقین ہے۔ ؎ ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

[2] الاستیعاب — جنہوں نے تصنیف ورجن کتابیں "خلافت و ملوکیت" کے رد میں لکھی ہیں۔

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ مقامِ صحابیت کا کیا یہی تقاضہ ہے کہ اس بھیانک انداز میں سخت الفاظ کے ساتھ صحابہ رضؓ کی عملی تصویر پیش کی جاتے ان پر سنگین الزامات لگاتے ہوئے پہلے عنوان قائم کیے جائیں جو آج کا فاسق بھی برداشت نہ کر سکے گا۔ ان کو غیر آئینوں کا مرتکب کہہ کر داغدار ثابت کیا جاتے یوں معلوم ہوتا ہے کہ قائل خدائی جانب سے تعینات سپریم کورٹ کا جج ہے جو اپنے کٹہرے میں کھڑا کر کے معاذ اللہ ان مجرموں کو فیصلہ سنا رہا ہے۔

کیا ارشادات نبوی ۔ اکرموا اصحابي فانهم خياركم [1] واذا ذكر اصحابي فامسكو [2] ۔ الله الله في اصحابي لا تتخذ وهم غرضاً من بعدي الخ [3] ۔ لا تسبوا اصحابي [4] لا يبلغني احد من اصحابي عن احد شيئاً فاني احب ان اخرج اليكم وانا سليم الصدر [5] احفظوني في اصحابي [6] ۔ وغيرها من الاحاديث ۔

کا یہی تقاضا ہے جو اس کتاب میں پیش کیا گیا ؟ عہد صحابہ رضؓ سے لے کر آج تک جو سب ائمہ امت یہ چلاّ رہے ہیں "کہ بھلائی کے سوا صحابہ رضؓ کے ذکر سے زبان بند رکھنی چاہیئے اور مشاجرات میں کسی پر طعن نہیں کرنا چاہیئے۔ کیا ان کی سینکڑوں تصریحات پر عمل کی یہی صورت ہے ؟

راقم نے اس کتاب کو غور سے پڑھا ہے۔ براہ راست اقتباسات لیئے ۔ روافض (قبحہم اللہ) کی تحریرات بھی نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ اگر ہمیں خارجی دلائل سے کتاب کا مصنف معلوم

---

[1] ۔ میرے صحابہ رضؓ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہتر ہی ہیں [2] ۔ جب میرے صحابہ رضؓ کا تذکرہ ہو تو بدگوئی سے رک جانا ۔ [3] میرے صحابہ رضؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا میرے بعد کسی کو مطاعن کا نشانہ نہ بنانا ۔ [4] ۔ میرے صحابہ رضؓ کو برا بھلا نہ کہنا [5] مجھے کوئی شخص میرے صحابہ رضؓ کے بارے میں بری بات نہ پہنچاتے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ صاف دل تمہارے پاس آیا جایا کروں۔

[6] ۔ لوگوں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میری عزت کا لحاظ رکھنا۔ وغیرہا احادیث (حوالہ جات حدیث کے باب میں گزر چکے ہیں۔)

ہو تو کتاب کے باب چہارم اور پنجم کو پڑھ کر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا مصنف سنی ہے بلکہ بیک نظر رافضی ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اندازِ تحریر بعض روافض سے بھی سخت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شیعوں کو بہت خوشی ہوئی حتیٰ کہ ان کے کئی ایک پرچوں مثلاً "رضا کار" "لاہور" وغیرہ نے لکھا کہ یہی کچھ ہم شروع سے کہتے آتے ہیں۔ اگر ہم آج کہتے تو صحابہ پر سب وشتم قرار دیجاتی۔ شکر ہے کہ اہل سنت کے ایک عالم نے یہ لکھ کر ہماری ترجمانی کی" بمعناہٗ

بہرحال آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مصنف کی بعض دیگر خدمات دینیہ کی افادیت سے قطع نظر اس موضوع (جو شیعیت وسنیت کا مابہ الامتیاز ہے) میں ان کو اہل سنت یا اہل تشیع سے کتنا تعلق ہے۔ ؟ ۔

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت وملوکیت کا تقریباً سب مواد کتب تاریخ ہی سے ماخوذ ہے تو کیا مورخین بھی اسی جرم کے مرتکب ہوتے اور ان کی کتب بھی ناقابل اعتماد ٹھہریں؟

الجواب :۔ یہاں تین تنقیحات پر غور کرنا ضروری ہے ۔

ا ۔ خلافت وملوکیت اور عام کتب تاریخ میں فرق کیا ہے ۔

ب ۔ تاریخی کتب اور ان کی روایات کی پوزیشن کیا ہے ۔

ج ۔ کیا تاریخی روایات سے صحابہ رضؓ پر جرائم کے الزامات لگاتے جا سکتے ہیں یا نہیں ۔ ؟ ۔

ہماری تاریخوں میں رطب ویابس ہر قسم کا مواد موجود ہے ۔ صحابہ رضؓ پر الزام لگانے والی یہاں کچھ روایات ہیں اس کے سیاق وسباق میں نسبتاً قوی اور بہتر وہ روایات بھی ہیں جو ان کو الزام سے بری ثابت کرتی ہیں مگر خلافت وملوکیت میں صرف وہ مواد جمع کیا گیا ہے جو الزامات کا مؤید ہے۔ لہٰذا ایسی روایات سے صحابہ رضؓ پر الزام لگانا علمی تحقیق نہیں بلکہ علمی خیانت ہے ۔

یہ مواد ایک دو جملوں کی حیثیت سے یا ضمنی طور پر اور بالعموم صیغہ ضعف (قیل ویقال وذکر) کے ساتھ مذکور ہونے کی حیثیت سے کتب تاریخ میں منتشر اور پراگندہ ملتا ہے ۔ اس کے اثرات ونتائج وہ ہرگز نہیں جو اسے خلافت وملوکیت میں یکجا کرنے سے حاصل ہوتے ۔ جیسے

مفردات ادویہ کی تاثیر الگ ہے اور مرکبات کی جدا۔ خلافت وملوکیت میں ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خالی الذہن قاری یا صحابہ کی ایک جماعت سے کافی بدظن ہو جاتا اور ان کی بدگوئی پر اتر آتا ہے جیسے جناب مصنف کے حواریین کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یا فی العفو اسے مصنف کی کجروی اور مغالطہ آمیزی معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس عام کتب تاریخ میں ان جزوی واقعات اور جملوں کو پڑھ کر قاری نہ صحابہ رضؓ سے متنفر ہوتا ہے نہ مورخ کی گمراہی پر استدلال کرتا ہے۔

۳۔ خلافت وملوکیت میں مولف نے ایک خاص نظریہ پہلے سے قائم کرکے اپنی ذمہ داری سے اس پر ان حوالہ جات کو بطور دلائل وشواہد جمع کیا ہے۔ بیان واقعہ کی حیثیت سے نہیں اس کے برعکس کتب تاریخ میں بیان واقعہ اور سوانح نگاری کے طور پر مخالف وموافق روایات جیسے ان تک اگلوں سے پہنچیں۔ ان کی ذمہ داری سے درج کر دیں اور سند بتا کر خود بری الذمہ ہو گئے۔ اول الذکر بڑی نوعیت کا جرم اور ایک گمراہی ہے۔ ثانی کو محض بے احتیاطی یا غلطی کہہ سکتے ہیں۔

ب۔ تاریخی روایات کی پوزیشن

معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے تاریخی سرمایہ میں جہاں لعل وگواہر ہیں وہاں ان میں کنکر بھی ملے ہوتے ہیں نہ ہی وہ سو فیصد قابل قبول ہے کہ ہر روایت قبول کرنی پڑے اور نہ ہی وہ سو فیصد رد کر دینے کے قابل ہے کہ کسی بات پر اعتماد نہ کیا جا سکے۔ بلکہ یہ بھی کتب تفسیر وکتب احادیث کے مجموعوں کی طرح ایک مجموعہ ہے۔

متقدمین کی روش ایک مدت تک یہی رہی کہ حدیث، تفسیر، تاریخ وغیرہ میں انہوں نے جو تالیف کی تو تنقید اور چھان بین کرکے محض اپنی ذمہ داری پر اس کو تالیف نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے اساتذہ اور شیوخ سے سنا اسے مسندًا جمع کر دیا اور سند پیش کرکے صحیح وسقیم کی چھان بین قاری کے حوالے کر دی۔ تفسیر وتاریخ کا تقریبًا یہی انداز ہے بلکہ چند مشہور ومعروف کتب حدیث ــ جو صحاح کہلاتی اور صحت کے التزام سے مرتب کی گئی ہیں ـــــ کے سوا احادیث کی بھی ہزاروں کتابیں اسی انداز پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں صحیح احادیث بھی ہیں اور

ضعیف وموضوع بھی۔ علم رجال میں ماہر عالم ہر روایت کا پتہ چلا سکتا ہے اور درایت کے سوا کسی روایت کی صحت وتغلیط کا یہی بڑا معیار ہے۔ جیسے یہاں یہ لازم نہیں آتا کہ سب کتب تفسیر و حدیث کی ہر روایت کو تسلیم کیا جائے یا سب کا انکار کیا جائے۔ تو تاریخ میں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ سب مجموعہ کو یا تسلیم کر دیا سب کو مردود کر دو اس کا قائل کوئی سادہ لوح ہی ہوگا۔

تاریخ کی سب سے بڑی قدیم اور مستند کتاب علامہ ابن جریر طبری المتوفیٰ (۳۱۰ھ) کی کتاب "تاریخ الامم والملوک" ہی ہے۔ یہ گویا تاریخی روایات کی ایک ڈکشنری ہے مگر خود اس کا یہ عالم ہے کہ اس میں صحت کا التزام بالکل نہیں۔ صحیح، ضعیف غلط وموضوع ہر قسم کی روایات اس میں موجود ہیں۔ خود مصنف کو اس کے ایک حصہ پر اعتماد نہیں اور نہ ہی اسے صحیح یا قابلِ اعتبار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی تاریخ کے آغاز ص ۷، ۸ پر لکھتے ہیں۔

"ہماری یہ کتاب دیکھنے والے کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھنے کا میں نے التزام کیا ہے اس میں میں نے اپنی ان مرویات پر اعتماد کیا ہے جن کو ذکر کرنا مناسب سمجھا کیونکہ گزشتہ اسلاف کے واقعات کا علم اور زمانہ قریب کے لوگوں کا علم ہونا ـــ ان لوگوں تک جنہوں نے نہ ان کا مشاہدہ کیا اور نہ زمانہ پایا ـــ مخبرین کے خبر دینے اور ناقلین کے نقل کرنے کے سوا نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی عقل وفکر کے دوڑانے اور استنباط کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ پس میری اس کتاب میں اسلاف کے متعلق ایسی اخبار ہوں جنہیں قاری قبول نہ کر سکے یا سامع چونک اٹھے۔ کیونکہ وہ اس کی وجہ صحت نہیں جان سکتا اور نہ ان کا کوئی حقیقی معنی معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ مواد ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ ہم تک نقل کرنے والوں کے ذریعے پہنچا ہے ہم نے تو اسی طرح آگے پہنچا دیا ہے جیسے ہم تک پہنچا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی غلط روایات کی ذمہ داری علامہ طبری نے اپنے ناقلین اور رجال سند پر ڈال دی ہے۔ علم جرح وتعدیل اور کتب رجال سے ہر ایک کا حال مل سکتا ہے لہٰذا قاری

کو خود تفتیش کر لینی چاہیئے۔

تاریخ مذکور کے مقدمہ نگار جناب محمد ابو الفضل ابراہیم یہی کچھ کہتے ہوئے آگے فرماتے ہیں۔ "تاریخ طبری میں بہت سی واہیات روائتیں اور جھوٹے قصے ہیں جیسے اسرائیلیات اور اہل فارس کی کچھ خبریں۔ اسی طرح اس میں بہت سی موضوع احادیث بھی ہیں۔ مثلاً باب "بدء الخلق" اور "سیر انبیاء" میں وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین پسند نہیں کرتے ـــ

علامہ طبری کی طرف سے عذر وہی ہو سکتا ہے جو رواۃ حدیث کے ہاں مسلم ہے۔ کہ روایت و حدیث کو سند اور سلسلہ رجال سمیت ذکر کرتے ہیں اور صحت و ضعف کا حکم قاری پر چھوڑ دیتے ہیں اور یوں علم کی یہ امانت ادا کر کے ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے ہیں۔

(مقدمہ الطبری لمحمد ابی الفضل ص۲۵ دائرۃ المعارف مصر)

معلوم ہوا کہ تاریخ طبری کی ہر روایت تو قابل اعتبار نہیں۔ اب صحیح و سقیم کا فیصلہ کیسے ہوگا تو اس کے لیے وہی عام اصول ہیں جو روایت احادیث میں استعمال کیے جاتے ہیں جیسے سندِ روایت میں راوی کی عدالت، عقیدہ کی صحت، ضبط و اتقان صحت سماع وغیرہا شرائط کو پرکھا جاتے اور متن روایت میں درایت کی رو سے قرآن و سنت، اجماعی عقیدہ و اصول شرع عقلِ سلیم اور عام روایات سے مطابقت کو پرکھا جاتے۔

ان اصولوں پر جب روایت کی چھان بین ہو گی تو انشاء اللہ صحابہ رض کی شان میں قادح ایک روایت بھی نہیں بچ سکے گی اور یہ کوڑے کا ڈھیر سب خاکستر ہو جائے گا۔

یہ تو طبری کی حیثیت ہوئی اس کے علاوہ تاریخ الکامل لابن اثیر، تاریخ ابن کثیر، تاریخ ابن خلکان، تاریخ ابن خلدون وغیرہا تقریباً سب کتب تاریخ طبری ہی سے ماخوذ ہیں۔ تو اصولاً مخدوش روایات کی یہاں بھی وہی حیثیت ہے جو طبری میں تھی ان مورخین کے نقل کر دینے سے وہ درجہ صحت کو تو نہیں پہنچ گئیں؟ ـ

اور ایسا کرنے پر وہ ایک حد تک معذور بھی تھے کیونکہ تاریخ اور سوانح نگاری میں تسلسل

اور جامعیت ضروری ہے اس کی خانہ پری کے لیے ان کو وہ مواد لانا پڑا جو خود ان کی نظر میں بھی مخدوش تھا مگر دوسروں کی روش کی اتباع میں لے آتے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲ پر سانحہ کربلا کا ذکر کر کے لکھتے ہیں

وفی بعض ما اوردناہ نظر ولولا ان ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ ذکروہ ما سقتہ واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحیٰی وقد کان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ ولکنہ اخباری حافظ عندہ من ھذہ الاشیاء مالیس عند غیرہ ولھذا۔ یترامی علیہ کثیر من المصنفین فی ھذا الشان ممن بعدہ۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کا کچھ حصہ مخدوش ہے۔ اگر ابن جریر وغیرہ ائمہ و حفاظ نے اسے ذکر نہ کیا ہوتا تو میں بھی بیان نہ کرتا۔ اس موضوع کا اکثر حصہ ابو مخنف لوط بن یحیٰی سے مروی ہے جو شیعہ اور کمزور حدیثوں والا تھا۔ لیکن وہ تاریخ و اخبار کا حافظ ہے۔ واقعہ کربلا سے متعلق اس کے پاس اتنا کچھ ہے جو دوسروں کے پاس نہیں یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے اس موضوع کے مصنفین اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں

نیز طبری کی مشاجرات صحابہ رض کے متعلق کئی روایات اسی لوط بن یحیٰی المتوفی ۱۰۷ھ سے ہیں جس کے کذاب ہونے پر ائمہ رجال کی شہادتیں ہیں اور اس سے اوپر کا سلسلہ سند یا بالکل غائب ہے یا منقطع و مخدوش۔ نیز کافی حصہ سیف بن عمر سے مروی ہے جو بہت ضعیف ہے دیکھیئے میزان الاعتدال وغیرہ)

اسی طرح طبقات ابن سعد کی موضوع مذکور سے متعلق بہت سی روایات محمد بن عمر واقدی (المتوفی ۱۸۷ھ) سے ہیں جو بہت متکلم فیہ ہے۔ بعض محدثین نے کذاب تک کہا ہے۔ حافظ ذہبی رح نے میزان الاعتدال جلد ۳ ص۱۷۳ پر اس کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے۔

واستقر الاجماع علی وھن الواقدی — واقدی کے کمزور ہونے پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔

البتہ مغازی اور سیر کا امام سمجھا جاتا ہے اس لیے بعض حضرات نے بشرطِ تائید روایاتِ صحیحہ اور عدم مخالفت ثقات استدلال کیا ہے۔ تقریب ص۳۱۳ میں ہے وسیع معلومات کے باوجود متروک ہے۔

اور مذکورہ بالا رواۃ کے متعلق فیصلہ کن قول یہی ہے کہ حدیث میں بالاتفاق ضعیف ہیں

البتہ چونکہ تواریخ وسیر میں امام سمجھے جاتے ہیں اس لیے قرآن وحدیث اور عام اخبار کے مطابق یا غیر مخالف روایت تو ایک حد تک قبول ہوگی مگر معارض ومخالف بلاشبہ رد کر دی جائے گی۔

ج ۔ تیسری تنقیح کہ آیا ان روایات سے صحابہؓ پر الزام لگائے جا سکتے ہیں؟ معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ، ان کی عظمت وعدالت اور بھلائی کے ساتھ تذکرہ جات کوئی عام تاریخی کہانیاں یا کافر بادشاہوں کے قصے نہیں جن کے قبول کرنے میں روایات کی چھان بین سے قطع نظر تساہل سے کام لیا جائے اور محض اسی حیثیت سے "تاریخ" کا صحت وقبولیت میں معیار" حدیث سے کم مانا گیا ہے۔ بلکہ یہ تو اسلام کے اولین راویوں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے تربیت کردہ مبلغینِ شریعت کی سیرت اور کردار کا مسئلہ ہے جس کا اثر لامحالہ ان سے مروی دین پر پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اسی لیے علماء امت نے اسے باقاعدہ عقائد کی کتابوں کا جزو بنایا ہے عقیدہ کے اثبات کے لیے جہاں خبرِ واحد مفید نہیں بلکہ نص قطعی یا تواتر کی ضرورت ہے اسی طرح کسی عقیدہ کے منافی اخبارِ آحاد سے استدلال بر خود غلط ہے صحابہ کرامؓ کی عظمت سیرت وکردار کی پاکیزگی، دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے قربانیوں وغیرہ کا ثبوت چونکہ نصوصِ قطعیہ کے علاوہ اجماعِ امت کی تصریحات سے ثابت ہے اس لیے اصولاً ان کے کردار میں نقص ثابت کرنے والی تاریخی روایات کو پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں دی جا سکتی۔ خواہ بڑے سے بڑے مورخین ہی نے کیوں نہ لکھا ہو۔ اس لیے کہ کسی عقیدہ کے ابطال کے لیے اسی کے ہم وزن بلکہ اس سے قوی تر دلیل چاہیئے اور یہ دلیل تاریخی مواد کو صحت کے ساتھ متواتر مان لینے سے بھی نہیں بن سکتی چہ جائیکہ وہ مواد شواذ ومکذوبات اخبارِ آحاد کا پلندہ ہو۔

مفتیِ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ "مقامِ صحابہؓ" ص۱۵ میں رقمطراز ہیں

" اسلام میں اعتبار واعتماد کا جو مقام قرآن کریم اور احادیثِ متواترہ کا ہے وہ عام احادیث کا نہیں جو حدیثِ رسولؐ کا درجہ ہے وہ اقوالِ صحابہؓ کا نہیں۔ اسی طرح تاریخی روایات کے اعتماد و اعتبار کا وہ درجہ نہیں ہے جو قرآن وسنت یا سندِ صحیح سے ثابت شدہ اقوالِ صحابہؓ کا ہے، بلکہ جس طرح نصِ قرآنی کے مقابلہ میں اگر کسی غیر متواتر حدیث سے اس کے خلاف کچھ منقول ہو تو اس کی تاویل واجب ہے یا تاویل سمجھ میں نہ آئے تو نص کے مقابلہ میں اس حدیث کا ترک واجب

۵ عام روایتوں کے خلاف جھوٹی ایک ایک فرد کی روایتیں:

ہے اسی طرح تاریخی روایات اگر کسی معاملے میں ثابت شدہ کسی چیز سے متصادم ہوں تو وہ بمقابلہ قرآن وسنت کے متروک یا واجب التاویل قرار دی جائیں گی خواہ وہ تاریخی اعتبار سے کتنی ہی معتبر و مستند روایات ہوں"

یہ بھی واضح رہے کہ جن مورخین نے مشاجراتِ صحابہؓ کو تلخ انداز میں لکھا ہے اور بلا روک ٹوک ایسی روایات کا ذکر کیا ہے۔ علماءِ امت نے ان پر ناراضگی کی ہے جیسے حافظ ابن عبدالبرؒ نے ـــ اللہ انہیں معاف کرے ـ الاستیعاب میں اس قسم کی روایات جو بکثرت لی ہیں اس پر محققین نے خوب نکیر کی ہے چنانچہ علامہ ابن صلاحؒ، حافظ تقی الدین عراقیؒ، علامہ سخاویؒ اور امام نوویؒ، اور حافظ جلال الدینؒ سیوطی رقمطراز ہیں۔

ومن احسنها واكثرها فوائد الاستيعاب لابن عبد البر لولا ما شانه بذكرما شجر من الصحابة وحكايته عن الاخباريين) والغالب عليهم الاكثار والتخليط فيما يروونه ـ

(تقریب مع شرح تدریب الراوی ص۳۹۵)

سوانح صحابہؓ میں سے سب سے بہتر اور کثیر الفوائد علامہ ابن عبدالبرؒ کی الاستیعاب ہوتی اگر مشاجراتِ صحابہؓ کو بیان نہ کرتے اور مورخین سے ان کو نقل نہ کرتے کیونکہ مورخین پر اس دھن کا غلبہ ہوتا ہے کہ بکثرت روایات کا ذکر کریں اور وہ صحیح وسقیم کو گڈمڈ کر دیتے ہیں۔

بہرحال ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ یہ دو چار مورخین بھی معصوم نہ تھے۔ ایسی روایات کو اگر صحیح سمجھ کر نقل کیا ہے تو ان کی کوتاہی اور غلطی ہے جو ہمارے لیے سند نہیں بن سکتی۔ ان کی اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے ہم ان کے لیے دعائے مغفرت ہی کر سکتے ہیں۔ گڑھے مردے اکھاڑنا اور لعن طعن کے انداز میں ان کی اغلاط کی فہرستیں شائع کرنا اور ان پر فتوے چھپواں کرانا ہماری شان اور دین وایمان سے فروتر ہے۔ جماعت اسلامی کو ہی یہ زیبا ہے کہ جب وہ صحابہ کرامؓ پر الزام تراشی سے تھک جائیں گے تو ان بزرگوں پر برسنے لگیں گے۔ اس لیے کہ اسلاف پر تنقید اور ان کی برائیوں کا شمار اس صالحین جماعت کا خاص شعار اور ان کے دستورِ عقائد میں شامل ہے۔

واللہ الہادی

باب ہفتم

صحابہؓ کی تعظیم میں امت کا اہتمام

ہر زمانہ میں قانونی طور پر بھی " اکرام صحابہؓ " کے عقیدہ کا تحفظ کیا گیا۔ اور ان کی عزت و تکریم کو واجب قرار دے کر خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دی گئی۔ امت کے اجلہ علماء نے طاعنین کے جوابات دیئے۔ ہر طرح ان کی عزت کے بقاء و تحفظ کی خاطر جہاد جاری رکھا اگرچہ انہیں مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اور علماء حقانی کا یہی فریضہ ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی نے "الجامع بین آداب الراوی والسامع" میں مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" جب فتنے ظاہر ہو جائیں یا یہ کہا کہ بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کی جائے تو عالم پر واجب ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کسی قسم کی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں کریں گے۔

اسی سلسلے میں ایک عالم دین کا واقعہ سنیئے۔

عمرو بن حبیب کہتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون الرشید (المتوفیٰ ۱۷۸ھ) کی مجلس میں حاضر تھا حاضرین ایک مسئلہ میں بحث کرنے لگے۔ ایک شخص نے حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا تو دوسرے نے کہا یہ روایت مقبول نہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت حدیث میں متہم ہیں

حاضرین نے روایت جھٹلانے کی تصریح کی۔ میں نے دیکھا کہ ہارون بھی ان کی طرف مائل ہے تو میں نے کہا کہ اس حدیث کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ آپ سے روایت میں صدوق اور صحیح النقل ہیں۔ یہ سن کر ہارون نے میری طرف غضب ناک ہو کر دیکھا میں اٹھ کر گھر چلا آیا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دروازے پر ایک آدمی نے دستک دے کر کہا آپ قتل ہونے کے لیے امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوں اور خوشبو و کفن و دفن کا انتظام کریں۔ میں نے کہا یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ سے دفاع کیا ہے اور تیرے نبیؐ کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ اس کے اصحاب میں طعن کیا جائے یا اللہ! مجھے اس فتنہ سے بچانا

پھر میں ہارون الرشید کے پاس گیا وہ آستین چڑھائے سونے کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار اور سامنے مقتول کے لیے چمڑے کا بچھونا تھا۔ جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے عمرو بن حبیب میری بات کو آج تک کسی نے رد نہیں کیا جیسے تو نے کیا ہے تو میں نے کہا اے امیر المومنین! جو بات تو نے کہی اور اس میں مجھ سے نزاع کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیش کردہ دین پر عیب آتا ہے۔ جب آپؐ کے صحابہ کرامؓ (معاذ اللہ) جھوٹے ہوں تو شریعت باطل ہے اور نماز، روزہ طلاق، نکاح اور حدود وغیرہ میں تمام فرائض اور احکام مردود ہوں گے اور مقبول نہ ہوں گے۔ ہارون الرشید نے (یہ سن کر) سرد سانس لیا اور کہا اے عمرو بن حبیب! تو نے مجھے زندہ کر دیا اللہ تجھے زندہ رکھے، اور مجھے دس ہزار درہم انعام دینے کا وعدہ کیا۔[1]

علامہ خفاجیؒ شرح شفا القاضی عیاض رہ جلد ۴ صـ ۶۱۳ پر لکھتے ہیں

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹ دیں جب اس نے حضرت مقداد بن اسودؓ کو گالی دی تھی تو آپ سے سفارش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے کچھ نہ کہو اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ اس کے بعد کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ کے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہے

حافظ ابن حجر الاصابہ جلد ۱ صـ ۱۱ پر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی تعظیم خلفاء راشدینؓ کے ہاں بھی واجب تھی۔ چنانچہ محمد بن قدامہ المروزی کی کتاب " الخوارج کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ حکایت نقل کرتے ہیں اور اسے حافظ ابن تیمیہؒ نے " الصارم المسلول علی شاتم الرسول " کی آخری فصل میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ

([1] تفسیر قرطبی جلد ۱۶ صـ ۲۹۹)

بھی موجود تھے ایک بدوی نے ہمیں دعوتِ طعام میں ایک بکری کھلائی جب صدیق اکبرؓ کو بدوی کا علم ہوا تو سب کچھ قے کر ڈالا۔ ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بدوی کو دیکھا کہ وہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لایا گیا۔ اور اس نے انصارؓ کی ہجو و مذمت کی تھی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (تھوڑی دیر کی) زیارت و صحبت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس بدوی کو سزا دینے میں تم سب کی طرف سے کافی تھا لیکن اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے (اس لیے درگذر کرتا ہوں)

یہ لفظ تو علی بن جعد کے ہیں اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو سرزنش کرنے میں بھی توقف کیا چہ جائیکہ سزا دیتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس اعرابی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں واضح طور پر یہ دلیل موجود ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا عقیدہ تھا کہ صحبتِ نبویؐ کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اھ

اس حدیث سے جیسے صحابیؓ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اسی طرح ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا بھی معلوم ہوئی۔

حافظ ابن تیمیہؒ "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" ص ۵۷۴ پر لکھتے ہیں

"حارث بن عتبہؒ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے حضرت عثمانؓ کو گالیاں دی تھیں آپ نے پوچھا تمہیں حضرت عثمانؓ کو گالی دینے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ اس نے کہا (نہیں) بلکہ میں تو آپ سے بغض رکھتا ہوں تو حضرت عمرؒ نے فرمایا اگر تو نے کسی شخص سے بغض رکھا (گویا) تو نے اسے گالی دی چنانچہ اس کی سزا کا حکم سنایا تو اسے تیس کوڑے لگائے گئے۔ ابراہیم بن میسرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو کسی شخص کو مارتے نہیں دیکھا بجز ایک شخص کے جس نے حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہا تھا تو اسے کئی کوڑے لگائے۔

متوخر الذکر واقعہ کا مولانا عبدالعزیز فرہاروی نے بھی نبراس ص ۵۵ پہ ذکر کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ پر سب و شتم کرنے والے کا حکم

باب سوم میں اس عنوان کے تحت مذکور کئی احادیث میں سب و شتم کی حرمت واضح ہے۔

[حض]ور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی سزا بھی بتلائی ہے اب یہاں علماء و فقہاءِ امت کے ساب[ِ صحا]بہ کے متعلق چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں تا کہ ایسے شخص کا فقہی حکم بھی معلوم ہو جائے۔ مگر [ا]س سے قبل سب و شتم کا معنیٰ اور مصداق سمجھ لینا چاہیئے۔

سب و شتم کا لغوی معنیٰ

سبّ (تشدید با کے ساتھ) کے لغوی معنی میں برائی کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے سَبَّہٗ، سَبًّا [و]سِبِّیْبًا، سخت گالی دینا، مقعد میں نیزہ مارنا وغیرہ اَلسُّبَّۃُ۔ جس کو لوگ بہت گالی دیں۔ نیز [ع]ار اور بے عزتی کے معنی بھی ہیں۔ (کذا فی مصباح اللغات ص ۳۵۵ مطبوعہ دیوبند)

شتم کے بھی یہی معنیٰ ہیں جیسے شَتَمَہٗ، شَتْمًا وَشِتَامًا وَمَشْتَمَۃً گالی دینا [شَ]تُمَ شَتَامَۃً بدصورت اور کریہہ صفت ہونا تَشَاتَمَ الْقَوْمُ۔ ایک دوسرے کو [گ]الی دینا اَلشَّتَّامُ وَالشُّتَامَۃُ۔ برے چہرے والا بدخلق (مصباح اللغات ص ۴۱۶)

معلوم ہوا کہ سب و شتم کے معنی گالی دینے عار دینے کی بات کرنے اور بے عزتی کرنے کے ہیں۔

سب و شتم کا اصطلاحی مفہوم و مصداق

حافظ ابن تیمیہؒ "الصارم المسلول" ص ۵۳۴ پر رقم طراز ہیں

کچھ احادیث میں سب و شتم کا ذکر آیا ہے اسی طرح صحابہ کرامؓ اور فقہاء کے تذکرہ میں سب [و] شتم کا ذکر آیا ہے جب اصل لغت میں کسی اسم کی خاص تعریف نہ ہو جیسے زمین و آسمان، سمندر، [س]ورج، چاند وغیرہ کی خاص تعریف ہے۔ اور نہ اس لفظ کا شریعت میں مخصوص معنی اور تعریف ہو [ج]یسے نماز، روزہ، حج اور ایمان کے الفاظ کا خاص معنی اور مفہوم ہے تو ایسے الفاظ و اسماء کی تعریف [او]ر تعیین میں عرف عام کا اعتبار ہوگا جیسے کسی چیز پر قبضہ، حفاظت، خرید و فروخت، رہن، کرایہ [دا]ری وغیرہا کا مفہوم عرف عام سے متعین ہوتا ہے تو اسی طرح واجب ہے کہ اذیٰ، تکلیف اور سب و [ش]تم کو بھی عرف عام کی طرف لوٹایا جاتے پس اہل عرف (اور عوام الناس) جس لفظ کو گالی، تنقیص

شان، عیب گیری اور اعتراض وغیرہ میں شمار کرتے ہوں تو ایسا لفظ سبّ میں داخل ہوگا۔

نیز ص۵۷۷ پر فرماتے ہیں

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی بروئے کتاب اللہ وسنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حرام ہے کتاب اللہ سے اس لیے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا — تمہارا کوئی آدمی دوسرے کسی کی غیبت نہ کرے

سابِّ صحابہ کا کمترین مرتبہ یہ ہے کہ ان کی غیبت (برائیوں کا ذکر) کرے۔

(وقال) وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ — ہر عیب چین اور طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔

(وقال) وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۔ (احزاب) — (نیز ارشاد ہے) جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بلا وجہ ایذا دیتے ہیں تو انہوں نے بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا۔

اور یہ گالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتی ہے۔ جیسے امام مالکؒ فرماتے ہیں

ے۔ صاحب خلافت وملوکیت اور ان کے حواریین اپنے ان الفاظ پر غور کریں کہ کیا عرف عام میں یہ الفاظ گالی تنقیصِ شان اور عیب گیری کا معنیٰ نہیں دیتے۔ غیر آئینی اور ناجائز شرع کا مرتکب ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے طریقہ پر قصاص کا طالب، اپنے مفاد اور سیاسی اغراض کے لیے شریعت کی پابندی کو توڑ ڈالنے والا، مکروہ بدعت کا مرتکب، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبّ وشتم کی بوچھاڑ کرنے والا، شریعت و انسانی اخلاق کے خلاف فعل کا مرتکب، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی صریح خلاف ورزی کرنے والا، شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف منکر ظلم کی کھلی چھٹی دینے والا۔ الخ۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف ہیں۔ بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالم شخص کہا ہے وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم وپنجم) کیا یہ الزامات امیر جماعتِ اسلامی یا عام آدمی پر ہی لگتے جائیں۔ وہ اسے اپنے حق میں گالی یا توہین تصور نہیں کرے گا۔؟ اور عرفِ عام میں تنقیصِ شان وطعن کے بغیر ان کا کوئی اور مفہوم بھی ہو سکتا ہے۔

...ں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں طعن کرنا چاہا مگر جب اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو آپؐ ...بہؓ میں زبان درازی کرنے لگے تاکہ کہا جا سکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) اچھے آدمی ...گر نیک ہوتے تو اس کے صحابہؓ بھی نیک ہوتے۔ اھ (الصارم المسلول ص۵۸۵)

احقر مولف کے نزدیک مندرجہ ذیل آیت امام مالکؒ کے استدلال کی موید ہے۔ وَالشُّعَرَاءُ ...ـهُمُ الْغَاوُونَ۔ (پ ع۱۵) اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ ہی کرتے ہیں۔ کفار کے ...ے علی الرغم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر نہ ہونے کی یہ دلیل دی جا رہی ہے کہ شاعروں ...ی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ ہمارا نبی شاعر نہیں کیونکہ اس کے پیروکار ہدایت یافتہ اور صالح ہیں

سابِّ صحابہؓ کے متعلق ائمہ امت کے فتاویٰ جات

...م ابو حنیفہؒ :۔ علامہ ابن حجر ہیتمی الصواعق المحرقہ ص۲۵۵ پر لکھتے ہیں۔

...ذهب ابی حنيفة ان ...انكر خلافت الصديق ...هو كافر — امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت (کے حق ہونے) کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

...وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آں جناب کی خلافت تمام صحابہؓ کے اجماع سے ہوئی۔ جو بنص قرآنی ...دق، عادل، راشد اور متقی تھے ان کا امر باطل پر اجتماع محال تھا۔ اب صدیق اکبرؓ کی خلافت ...کار کرنا دوسرے لفظوں میں صحابہ کرامؓ کی ان قرآنی صفات کا انکار کرنا اور انہیں گالی دینا ...تو ایسے شخص کا کفر واضح ہے۔

...م مالکؒ :۔ قاضی عیاضؒ شفا میں فرماتے ہیں۔

...ل مالك من شتم احدا ...اصحاب رسول الله صلى ...عليه وسلم ابابكر او عمر ...عثمان (او عليا) او معاوية او ...و بن العاص فان قال كانوا على — امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کو گالی دی خواہ ابوبکر وعمر وعثمان (اور علی) رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ ہوں۔ پس اگر یوں کہا کہ یہ لوگ کافر اور گمراہ تھے

کفر وضلال قتل وان شتمهم من مشاتمة الناس نکل نکالا شدیدا (شرح شفا لملاعلی قاری ج۲ ص ۵۵۵) — تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر انہیں عام لوگوں جیسا برا بھلا کہا (اور ایسے الزام لگائے) تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ ص ۱۲۸ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۴ سورۃ فتح کے آخر میں ہے۔

" مواہب لدنیہ میں مذکور ہے کہ اس آیت (محمد رسول اللہ ﷺ الخ) سے امام مالکؒ نے روافض کی تکفیر مستنبط کی ہے جو صحابہ کرامؓ سے بغض اور کینہ رکھتے ہیں کیونکہ وہ صحابہ کرامؓ سے جلتے ہیں اور جو صحابہ کرامؓ سے جلتا ہو وہ کافر ہے۔ اور بہت سے علماء نے اس استنباط میں امام مالکؒ کی موافقت کی ہے۔ اھ" (ابن تیمیہ، صارم ص ۵۷۹)

نیز روح المعانی اور تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص ۲۹۶ پر ہے

" کہ امام مالکؒ کی مجلس میں ایک شخص کا ذکر ہوا جو صحابہ کرامؓ کی تنقیص اور تنقید کرتا تھا۔ تو امام مالکؒ نے یہ (مذکورہ) آیت تلاوت فرمائی اور کہا جس شخص کے دل میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض ہو تو یہ آیت اس پر چسپاں ہوگی۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ روافض کی تکفیر کا مسئلہ معلوم ہو جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ :- حافظ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول ص ۵۷۳ پر آپ سے نقل کرتے ہیں۔ (۵۶۸ ، ۵۷۳ ؟)

لا یجوز لاحد ان یذکر شیئا من	کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحابہ کرامؓ کی
مساویهم ولا یطعن علی احد منهم	برائیوں کا کچھ بھی تذکرہ کرے اور کسی عیب یا نقص
بعیب ولا نقص فمن فعل ذالك	کے ذریعے ان پر اعتراض کرے۔ جس نے ایسا کیا
فقد وجب تادیبه وعقوبته لیس	تو اس کی گوشمالی اور سزا ہی واجب ہے۔ اسے
له ان یعفوا عنه بل یعاقبه	معاف نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے خوب سزا دی جائے
ولیستتیبه فان تاب منه قبل منه	گی اور اس سے توبہ کا مطالبہ ہوگا۔ اگر بدگوئی سے
وان ثبت اعاد علیه العقوبة	توبہ کر لی تو قبول ہوگی اور اگر باز نہ آیا تو اسے
وخلده فی الحبس حتی یموت	پھر سزا دی جائے گی تا آنکہ مر جائے یا بدگوئی

سے باز آجائے۔ | او یرجع۔

محدث میمونی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیوں پڑے رہتے ہیں ہم اللہ سے سلامتی ہی چاہتے ہیں پھر مجھ سے فرمایا۔ اے ابوالحسن! جب میں کسی شخص کو صحابہ کرامؓ کے کسی فرد کا برائی سے تذکرہ کرتے دیکھتا ہوں تو میں اسے اسلام ہی میں متہم (مطعون) سمجھتا ہوں۔ ... الصارم ص ۵۶۸

بروایت ابوطالب امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ جب ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہا کہ یہ زندقہ ہے اور مروزی کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا ہوں الصارم ص ۵۷۱

شوافعؒ :- حافظ اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو برا بھلا کہا اسے سزا دی جائے اور قید کر دیا جائے۔ یہی ہمارے بہت سے شوافع حضرات کا مسلک ہے۔ جن میں ابوموسیٰؒ بھی ہیں۔

علم جرح وتعدیل اور فنِ رجال کے مشہور امام یحیٰی بن معینؒ المتوفی ۲۳۳ھ تلید بن سلیمان محاربی کے متعلق کہتے ہیں۔

کذاب کان یشتم عثمان وکل من شتم	یہ بڑا جھوٹا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی
عثمان او طلحة او احدا من اصحاب رسول	بکتا تھا جو بھی حضرت عثمانؓ یا طلحہؓ یا کسی اور صحابیؓ
الله صلی الله علیه وسلم دجال لا	رسول ﷺ کو برا بھلا کہے وہ دجال ہے اس سے حدیث
یکتب عنه وعلیه لعنة الله والملائكة	ہرگز نہ لکھی جائے۔ اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور
والناس اجمعین (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۵۰۹)	تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ابن حبیب مالکیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص شیعوں میں غالی ہو کر حضرت عثمانؓ کے بغض تک جا پہنچے اور آپ سے برأت کرے تو اسے سخت سزا دی جائے اور جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو اس کو سخت ترین سزا دی جائے اور بار بار اس کی پٹائی کی جائے اور قید کیا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے۔

ابن ابی زیدؒ سے منقول ہے کہ جس شخص نے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہا کہ وہ کافر اور گمراہ تھے تو اسے قتل کیا جائے اور جو بھی عام صحابہ کرامؓ کو کافر وضال کہے تو اسے

سخت سزا دی جائے (الصواعق المحرقہ ص ۲۵۶)

قاضی عیاضؒ شفاء کی آخری فصل یوں بیان کرتے ہیں

وسب اهل بيته وازواجه امهات المومنين واصحابه وتنقصهم حرام ملعون فاعله	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ، آپؐ کی ازواج مطہراتؓ جو سب مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ کی بدگوئی اور تنقیص شان حرام ہے۔ اس کا مرتکب لعنتی ہے۔

پھر ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دے تو اس کی توہین اور سزا کے لیے پٹائی کرو تاکہ وہ اور اس جیسے اور لوگ صحابہؓ کی بدگوئی سے رک جائیں۔ اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جو شخص میرے صحابہؓ کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔ نیز حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی وضاحت فرمادی ہے کہ صحابہؓ کو گالی دینا اور تکلیف پہنچانا آپؐ کو ایذا پہنچانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی بالاتفاق حرام ہے (تو صحابہؓ کی بدگوئی بھی حرام ہوئی) نیز آپؐ نے فرمایا میرے صحابہؓ کے بارے میں مجھے تکلیف مت پہنچاؤ۔ جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے یقیناً مجھے تکلیف پہنچائی (شرح شفاء للخفاجیؒ جلد ۴ ص ۵۰۶)

قاضی ابو یعلیٰؒ کہتے ہیں کہ سب صحابہ کے متعلق فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ قائل اگر جائز سمجھتے ہوئے سب وشتم کرے تو کافر ہوگا اور اگر حلال نہ سمجھے تو فسق اور کفر ہے خواہ ان کو کافر کہے اور باوجود ان کے مسلمان ہونے کے ان میں عیب جوئی کرے۔ اور فقہاء کوفہ کی ایک جماعت نے قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے کہ ساب صحابہؓ مستحق قتل ہے اور رافضہ کافر ہیں۔

محمد بن یوسف فریابیؒ سے جب حضرت صدیق اکبرؓ کو گالی دینے والے کے متعلق پوچھا گیا فرمایا کافر ہے۔ پوچھا گیا کیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے؟ تو کہا نہیں۔ پھر سائل نے پوچھا اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے حالانکہ وہ بظاہر لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہے۔ تو فرمایا اسے ہاتھ نہ لگاؤ لکڑی سے گھسیٹ کر گڑھے میں دفن کرو۔ (الصارم ص ۵۷۵)

اہل سنت کے بہت سے لوگوں نے خوارج کے کفر کی صراحت کی ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت [عثمانؓ] سے برأت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور روافض کے کفر کی بھی تصریح کی ہے جو جمیع صحابہ کرامؓ کو [گمرا]ہ کہنے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جمیع صحابہ کرامؓ کو کافر و فاسق ٹھہرا کر گالیاں دیتے ہیں۔

کسی معظم شخص کو گالی دینا اس کے ساتھ جنگ کرنے سے بدتر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [اس ش]خص کے قتل کا حکم دیا جو آپؐ کو گالیاں دیتا تھا۔ حالانکہ آپؐ سے لڑنے والوں کو آپؐ نے امان دے دی [تھی] تو معلوم ہوا کہ گالی گلوچ اور بدگوئی جنگ سے سخت ہے یا کم از کم اس کی مثل تو ہے جب جنگ کرنے [وال]ا واجب القتل ہے تو گالی دینے والا بدرجہ اولیٰ قتل کا مستحق ہے (کذا فی الصارم ص ۱۶۵)

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان

نیزوں کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں مگر زبان کے زخم مندمل نہیں ہوا کرتے۔

حنفی علامہ سرخسیؒ اصول سرخسی جلد ۲ ص ۱۳۴ پر لکھتے ہیں۔

فمن طعن فيهم فهو ملحد منابذ للاسلام دواءه السيف ان لم يتب	جس نے صحابہ کرامؓ میں طعن کیا تو وہ بے دین ہے اسلام کو پس پشت ڈالنے والا ہے اگر توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار ہی ہے

مولانا عبد العزیز فرہارویؒ نبراس ص ۵۴۴ پر لکھتے ہیں۔

والفسقة (جمع فاسق) واهل الاهواء اى من يتبع فى الاعتقاد ما يهواه لنفسه ولا يتبع السنة والجماعة۔	فاسق کی جمع فسقہ ہے فساق اور اہل ہوا وہ لوگ ہیں جو اعتقاد کے سلسلے میں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور سنت نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کی جماعت کی پیروی نہیں کرتے۔

نیز موصوف والا فبدعة وفسق کے تحت ص ۵۵۰ پر رقم طراز ہیں

" صحابہؓ کو گالی دینے والے کے حکم کے متعلق فقہاء (حنفیہ) کا اختلاف ہے بعض کا فتویٰ ہے کہ صحابہؓ کو گالی دینے والے کو حد میں قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول ہوگی بعض نے کہا ہے کہ کافر ہونے کی وجہ سے (ارتداداً) قتل کیا جائے تو (اس صورت میں) تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ بعض کہتے

ہیں کہ قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے سنگین سزا دی جائے اور شیخین کے سوا اور صحابہ رضؓ کو گالی دینے والے کو قاضی حسب مرضی سزا دے گا۔ (اس میں قتل نہیں ہوگا۔)

در مختار میں بھی فقہاء حنفیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ بحر الرائق اور جوہرۃ النیرہ (شرح قدوری) کے حوالے سے امام شہیدؒ سے منقول ہے کہ جس نے شیخین رضؓ کو گالی دی یا ان میں سے کسی ایک کو یا ملعون کیا تو وہ کافر ہو گیا اور اس کی توبہ مقبول نہیں۔ فقیہہ دبوسیؒ اور ابو اللیث سمرقندی کا یہی قول ہے اور فتویٰ اسی پر پسندیدہ ہے۔

اس پر علامہ ابن عابدین شامی کہتے ہیں " میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بیان درست ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں بھی خلاصہ سے یہی نقل کیا ہے۔ کہ رافضی اگر شیخین کو گالی دیتا ہو یا لعنت کرتا ہو تو وہ کافر ہے اور اگر حضرت علی رضؓ کو شیخینؓ پر فضیلت دیتا ہو تو مبتدع ہے مگر اس جرم سے توبہ کی عدم قبولیت لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں ایسے شخص پر کفر کا حکم لگانا بھی مشکل ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار جلد ۴، ص ۳۳۶، ۳۳۷)

احقر مؤلف کے نزدیک فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جن فقہاء کو سابّ شیخین رضؓ کی تکفیر میں تردد ہے تو محض اس فعل پر ہے ورنہ اگر یہ دیکھا جائے کہ سب شیخینؓ کس گروہ سے صادر ہوتا ہے تو ان کا کفر یقینی ہے کیونکہ وہ لوگ تحریف قرآن کے قائل خدا کی صفات و افعال میں اہل بیت نبوی رضؓ کو شریک کرنے والے ارتداد جمیع صحابہ رضؓ کے قائل اور دیگر کئی نصوص قطعیہ کے منکر ہوتے ہیں اور روئے زمین پر ان کے بغیر کوئی بھی سابّ شیخین نہیں ملے گا۔ تو سب شیخینؓ ایسے گروہ کا امتیازی علم اور وصفِ عنوانی ہے جیسے لا الٰہ الا اللہ مسلم کا وصف عنوانی ہے یا جیسے حدیث میں ہے

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا قائل جنت میں جائے گا تو یہ کلمہ دیگر اعمال و عقائد کے لیے بطور عنوان ہے ورنہ دیگر عقائد سے منکر کو محض لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔ (فافہم ولا تتحیر)

حافظ ابن تیمیہؒ مختصر الفتاوی المصریہ ص ۴۷۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی رضؓ پر لعنت کی، جیسے حضرت معاویہ رضؓ، عمرو بن العاص رضؓ یا جو ان سے افضل ہوں جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ، حضرت ابو ہریرہ رضؓ یا جو ان سے بھی افضل ہوں جیسے طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ اور عثمان و علی یا حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دے وہ باتفاق تمام مسلمانان سنگین سزا کا مستحق ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ اس کی سزا قتل ہوگی یا قتل سے کم تر ہوگی۔

حافظ موصوف "الصارم المسلول" ص ۵۹۲ پر لکھتے ہیں

" جس نے سب و شتم سے بھی بڑھ کر یہ اعتقاد رکھا کہ چند نفوس کے سوا جو دس سے بھی نہیں بڑھتے سب صحابہ رضؓ معاذ اللہ مرتد ہو گئے یا ان کی اکثریت فاسق اور نافرمان ہو گئی۔ تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے کہ اس نے قرآن کریم کے بہت سے مقامات کی تکذیب کی۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان سے رضامندی کی خبر دی اور بہترین تعریف کی۔ بلکہ ایسے شخص کے کفر میں جو شک کرے اس کا کفر بھی متعین ہے۔ اس لیے کہ اس عقیدہ کا حاصل ہی یہ ہے کہ کتاب و سنت کے ناقلین اور رواۃ (صحابہ کرام رضؓ) معاذ اللہ فاسق یا کافر تھے "۔

نوٹ۔ واضح رہے کہ سابّ صحابہ رضؓ کی یہ تعزیرات، قتل، سزا، قید وغیرہ خالص قانونی چیز ہے۔ اسلامی حکومت کی شرعی عدالت ہی اس کا نفاذ کرے گی۔ جیسے قصاص، حدود وغیرہ تعزیرات اسی کے اختیار میں ہیں انفرادی طور پر کسی شخص کو ایسا کرنے کی قانوناً اجازت نہیں۔

اس عنوان میں کئی عبارات سے واضح ہو چکا کہ صحابہ کرام رضؓ کی بدگوئی اور ان پر لعن طعن حرام ہے اس کے مرتکب کی سزا سنگین ہے ایسا شخص کم از کم فاسق و مبتدع یقینی ہے اور اہل سنت کا مخالف ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھلائی کے سوا صحابہ رضؓ کا ذکر جائز ہی نہیں۔ اب اس کی روشنی میں صحابہ رضؓ پر تنقید و تنقیص کے شوقین بانی جماعتِ اسلامی مرحوم کے غالی مداحین کو اپنے نظریہ و عمل پر غور تو کرنا چاہیے کہ وہ جو صحابہ کرام رضؓ کی تنقیص، طعنہ بازی اور ان کے جرائم کی فہرست بنا کر شائع کرنے اور انہیں صحیح ثابت کرنے کے لیے خدا اور رسول ﷺ کی حرمت سے لاپروا ہو کر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ کیا اس سے کہیں فاسق اور اہل سنت والجماعت کے مخالف تو نہیں بنتے؟

صحابہ کرام رضؓ گناہوں سے محفوظ ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قطعی عصمت صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ قطعیت کا معنی یہ ہے کہ قانوناً اور عادۃً ان سے گناہ کا صدور محال ہے گو ان میں ایجابی اور

سلبی دونوں قوتیں ہوتی ہیں اور گناہ پر قدرت بھی ہوتی ہے مگر وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی بندگی میں محو ہوتے ہیں کہ خواہشاتِ نفسانی ان کے آگے مجبور محض اور لاشے ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ ان کی بلندی منصب کی بدولت ان کی ایسی حفاظت فرماتا ہے کہ خطرناک سے خطرناک گھاٹی سے بھی وہ گناہوں سے بچ نکلتے ہیں. جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو قطعی معصوم کہنا صحیح نہیں. یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے اوروں کے متعلق نص صریح کر دی ہو کہ ان سے صدور گناہ محال ہی ہے ایسی کوئی جماعت نہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر نبی یقیناً خطا کار اور گناہ گار بھی ہو اس لیے کہ قطعی عصمت کی گارنٹی کا اللہ تعالیٰ سے عطا ہونا اور بات ہے اور محض بفضلِ الٰہی اور ایک ملکہ کے تحت گناہ سے بالکل بچے رہنا اور عمر بھر بھی گناہ کا صدور نہ ہونا اور بات ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔

بہت سے اولیاء اللہ عمر بھر تائید ایزدی سے گناہ سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی سے اگر اتفاقاً کوئی سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہو کر مرتے ہیں. انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام اولیاء اللہ میں سے افضل ترین صحابہ کرام رض ہیں لہٰذا ان کا گناہوں سے محفوظ رہنا نہ مستبعد ہے۔ نہ خلافِ قانون ہے۔

علامہ دوست محمد کابلی رح تحفۃ الاخلاء فی عصمۃ الانبیاء ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

قال فی الدراسات ماحاصلہ ان العصمۃ عبارۃ عن استحالۃ صدور الذنب والخطاء بالدلیل العقلی والحفظ عبارۃ عن عدم صدور الذنب والخطاء ولکن لا یدل الدلیل علی الاستحالۃ الاولی صفۃ الانبیاء والثانیۃ صفۃ الاولیاء

دراسات میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دلیل عقلی کی رو سے کسی سے گناہ اور خطاء کا صدور محال ہو. حفاظت کا معنی یہ ہے کہ گناہ و خطاء کا صدور اتفاقاً نہ ہو. لیکن اس کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو. پہلی صفت (عصمت) انبیاء کی شان ہے اور دوسری (حفاظت) اولیاء اللہ کی صفت ہے۔

پھر اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پس عصمت کی دو قسمیں ہیں حقیقیہ اور اضافیہ ۔ اضافیہ (کی دو صورتیں ہیں) یا تو عصمت

حقیقیہ کے مشابہ ہوگی یا اس سے کم ہوگی. پہلی قسم (حقیقیہ) انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے. غیر میں نہیں پائی جاتی اور دوسری (اضافیہ مشابہ بالحقیقیہ) اولیاء اللہ کے اعلیٰ افراد (صحابہ کرام رض وغیرہ) میں پائی جاتی ہے. تیسری اولیاء اللہ کے غیر اعلیٰ افراد میں بھی حسب مراتب پائی جاتی ہے۔

صاحبِ صیانۃ الاناس فرماتے ہیں کہ محافظت کی تین قسمیں ہیں۔

ایک گناہوں سے بایں طور محفوظ ہونا کہ ان کا صدور ممتنع ہو اور اس کو عصمت خاصہ بالانبیاء علیہم السلام کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ گناہوں سے بایں طور محفوظ ہونا کہ صدور ممکن تو ہو (مگر بالفعل واقع نہ ہو) اور یہ صدیقین کے ساتھ مختص ہے اور اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ بالفعل گناہ کے صادر نہ ہونے میں یہ پہلی کے مشابہ اور مماثل ہے مگر امکان میں اس کے مغایر ہے تیسری قسم یہ کہ گناہوں سے اکثر محفوظ ہونا اگرچہ گناہ صادر ہو جاتے. یہ مرتبہ صدیقین کے سوا عام صلحاء کو حاصل ہوتا ہے۔" اھ

اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت کی قسم ثانی (امکان کے باوجود گناہ کا عدم صدور) جو صدیقین کے ساتھ خاص ہے بایں معنیٰ صحابہ کرام رض گناہوں سے محفوظ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صدیق فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۔ (حدید ع ۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے تو یہی لوگ صدیق ہیں اور اپنے رب کے ہاں شہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب اور نور (ہدایت) ہے

علامہ قرطبی رح اپنی تفسیر احکام القرآن جلد ۱۶ ص ۲۸۶ پر اللہ تعالیٰ کے فرمان فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ (پس تمہیں بلا علم تکلیف پہنچانے کی وجہ سے مشقت ہوتی) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

تفضیل للصحابۃ واخبار عن صفتھم الکریمۃ من العفۃ عن المعصیۃ والعصمۃ عن التعدی حتی انھم لو اصابوا من ذالک لکان عن غیر قصد

اس آیت میں صحابہ رض کی فضیلت کا بیان ہے اور ان کی اس بہترین صفت کی خبر دی ہے کہ وہ نافرمانی سے پاک دامن ہیں اور ظلم کرنے سے معصوم ہیں حتیٰ کہ ان سے اگر ایسا ہو بھی جاتا تو بلا ارادہ ہوتا

چونکہ گناہ کی تعریف میں قصد وارادہ بھی شرط ہے یعنی بالارادہ نافرمانی کی جائے تو گناہ ہو گا ورنہ خطا، زلت اور لغزش ہو گی جیسے ارشاد ربانی ہے۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (احزاب ع ۱)

جس چیز کا ارتکاب تم بھول چوک سے کرو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں لیکن جسے تم عمداً کرو (وہ گناہ ہے) اور اللہ (اسے بھی) بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

لہذا اگر کوئی ناجائز کام بھول چوک سے ہو گیا یا نیت ایک اور تھی مگر نتیجہ غلط نکلا۔ جیسے تادیب کی نیت سے کسی کو مارنا اور اس کا مر جانا۔ تو یہ سب صورتیں گناہ سے خارج ہیں۔ اسی قسم کی چند خطاؤں اور زلات کو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رض کی طرف قرآن کریم میں منسوب کیا گیا ہے۔ جن کے صدور میں نافرمانی کے قصد نہ ہونے پر کئی قرائن موجود ہیں مگر قصد وارادہ کے ثبوت پر ایک قرینہ بھی نہیں۔ ایسی آیات میں غور و فکر کرنے والا یقیناً ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرے گا۔

تو مذکورہ بالا آیت میں "بِغَيْرِ عِلْمٍ" کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض ان سے کسی مکے کے مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو لاعلم ہونے کی وجہ سے اور قصد گناہ نہ ہونے کی بنا پر ان (مدینہ سے آنے والے صحابہ رض) کو گناہ نہ ہوتا۔

مسئلہ عصمت پر بحث کرتے ہوئے صاحب نبراس فرماتے ہیں۔

" محققین نے عصمت کی دو تعریفیں بیان کی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا بندے میں گناہ پیدا ہی نہ کرنا۔ اس تعریف پر معصوم وہ شخص ہو گا جس میں گناہ نہ پیدا کیا جائے (یعنی بالفعل اس سے صدور نہ ہو) اور غیر معصوم وہ ہو گا جس میں گناہ پیدا کیا جائے تو یہ گناہ گار کے مساوی اور ہم معنیٰ ہو گا۔
(۲) عصمت نفس میں وہ حاصل شدہ ملکہ ہے جو گناہ نہیں ہونے دیتا اور اس کا اصل حکماء سے مروی ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں۔

پس اس (دوسری) تعریف پر یہ لازم نہیں آتا کہ غیر معصوم گناہ گار بھی ہو۔ کیونکہ جائز ہے کہ ایک شخص اس خاص ملکہ (جو انبیاء کے لیے مخصوص ہے) سے تو خالی ہو لیکن محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حفاظت سے بغیر کسی خاص مانع کے اس سے گناہ صادر نہ ہو۔ جب آپ یہ پہچان سکے تو واضح ہو گیا کہ تعریف ثانی پر یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رض معصوم نہیں (اور گناہ گار بھی نہیں) اور پہلی تعریف پر ان کو غیر معصوم کہنا جائز نہیں کیونکہ اس سے تو ان کو گویا گناہ گار کہنا ہے اور یہ ہے (معاذ اللہ) بلکہ یہ کہا جائے گا (کہ معصوم تو ہیں مگر) ان کی عصمت (انبیاء کی طرح) واجب نہیں نہ ہی قطعی ہے۔ (نبراس ص ۵۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رض کو گو انبیاء علیہم السلام کی طرح قطعی معصوم اور واجب العصمت نہیں کہہ سکتے مگر اس سے ان کا گناہ گار ہونا لازم نہیں آتا اور نہ صدور گناہ لازم ہے بلکہ ان کو گناہگار کہنا گویا گالی دینا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رض گناہوں سے محفوظ ہیں ان کو گناہ گار کہنا جائز نہیں کیونکہ غیر صحابی میں اولیاء اللہ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو صحابہ کرام رض۔ جن کے ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبے والے سینکڑوں غوث قطب اولیاء اللہ نہیں پہنچ سکتے۔ کو یہ مرتبہ کیوں حاصل نہ ہو جبکہ ان کی تعریف میں قرآنِ حکیم بھرا ہوا ہے۔ اور اگر کوئی نامناسب بات ہو گئی تو وہ بے قصد وارادہ ہوئی جو گناہ میں داخل نہیں۔

یہ کہنا" کہ صحابہ رض کے متعلق یہ نظریہ عصمتِ انبیاء کے مماثل اور شیعہ کے عقیدہ عصمتِ ائمہ کی طرح ہے ۱؎ بالکل لغو ہے کیونکہ امکان و عدم امکان اور وجوب و عدم وجوب کے لحاظ سے فرق ظاہر ہے نیز شیعہ فطرۃً و خلقاً بھول چوک سے بھی اپنے ائمہ سے صدور گناہ کے قائل نہیں جب کہ اہل سنت کے نزدیک امکان بلکہ خطاً وقوع ممکن ہے۔ (فافترقا)

واضح رہے کہ یہ کلیہ۔ صحابہ کرام رض گناہوں سے محفوظ ہیں اپنی جگہ صحیح ہے مگر عقلاً جیسے بڑے بڑے کلیات سے ایک آدھ فرد نکل سکتا ہے جسے استثناء نہیں بلکہ شاذ و نادر کہیں گے جیسے مثلاً سفید رنگ کے بیل میں ایک دو بال کالے ہوں یا جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔) یہ موجبہ کلیہ ہے مگر عقلاً ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا ایک آدھ گناہ معاف نہ فرمائے کیونکہ یہ اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ اسی طرح ہمارے اس کلیہ سے شاذ و نادر کے طور پر دو چار افراد نکل بھی سکتے ہیں جن سے گناہ کا صدور ہوا۔ مگر اس سے نہ ہمارا کلیہ ٹوٹ سکتا ہے کیونکہ شاذ و نادر پر

۱؎ کذافی ترجمان القرآن بابت ستمبر ۱۹۷۰ء ص ۳۱

حکم نہیں لگتا۔ نہ ان کی محفوظیت اور عدالت پر فرق آتا ہے نہ ان کو گناہ گار کہنا جائز ہے کیونکہ حضرت ماعز اسلمی رضؓ اور قبیلہ غامد کی خاتون رضؓ سے جو گناہ ہوا انہوں نے خود بخود گناہ کا اعتراف کر کے اپنے اوپر سزا جاری کروائی اور سچی توبہ کر کے رخصت ہوئے کہ سب دنیا کی توبہ ان کے سامنے ہیچ ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضؓ کے متعلق فرمایا۔

اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِّمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ ۔

تم ماعز بن مالک رضؓ کے لیے بخشش کی دعا کرو اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے اگر سب امت پر اسے تقسیم کیا جائے تو ان کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

وَقَالَ فِیْ اِمْرَءَةٍ مِّنْ غَامِدٍ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ اَمَرَبِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ کتاب الحدود)

اور قبیلہ غامد کی خاتون کے متعلق فرمایا اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے اگر وہ توبہ ظلم سے ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو وہ بخشا جاتا پھر آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی نماز جنازہ پڑھی پھر اسے دفن کر دیا گیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کریم میں لفظ ذنب، استغفار، مغفرت، توبہ، عصیان وغیرہ الفاظ کے استعمال سے شبہ نہ ہو کہ اس سے ان کا گناہ گار ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ لغت اور استعمال کے رو سے ان الفاظ کے کئی مدارج ہیں ترک اولیٰ، خلاف اولیٰ کے ارتکاب، بھول چوک اور خطا پر بھی ذنب اور عصیان کا اطلاق ہوتا ہے اور انبیاءؑ تک کے حق میں ان کا استعمال آیا ہے اسی طرح مغفرت توبہ وغیرہ عام اور ایسی چیز ہے کہ ہر نیک و بد کو اس کی ضرورت ہے۔ رفع درجات کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے ان میں گناہ کا تحقق اور صدور لازم نہیں۔ فافہم

واللہ الہادی

باب ہشتم

مطاعن صحابہ کرامؓ پر ایک نظر

"الطاعن کالاعمیٰ" (معترض نابینا کی طرح ہوتا ہے) کا مصداق مخالفین کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ اگر کسی سے ان کو ضد اور دشمنی ہو گئی تو اس کے متعلق معمولی سی گری پڑی بات کو رائی کا پہاڑ بنا ڈالا اور طعن کرنے لگے اور اس کے سینکڑوں فضائل و مناقب سے اندھے بن گئے۔ یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بلا شوہر ماں کا بیٹا ہونے کے سوا اور کوئی اچھائی نظر ہی نہیں آئی۔ اور آپ کو معاذ اللہ حلال زادہ ہی تسلیم نہیں کیا۔

نصاریٰ نے غلو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی الوہیت میں تو شریک کر لیا مگر پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب سے ایسی آنکھیں بند کیں کہ ایک منقبت کا اقرار نہیں کیا۔ ہاں از خود مطاعن اور برائیاں آپؐ کے حق میں تراش لیں۔

ٹھیک اسی انداز پر دشمنانِ اسلام مخالفینِ صحابہ کرام کو ان قدسی شخصیتوں میں نہ کوئی کمال نظر آیا نہ اسے فراخدلی سے قبول کیا۔ البتہ نقص کا کوئی شوشہ یا لائحہ عمل انہیں نظر آیا تو اس سے طعنہ بازی کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا۔ نصوصِ قطعیہ کے انکار یا کتر و بیونت سے بھی احتراز نہیں کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی کھلی تحریف کی۔ ذیل میں ہم ان کے چند عمومی اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض اول: صحابہ رضؓ اقتدار کے طالب تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے

بعد تجہیز و تکفین سے قبل ہی خلافت کے پیچھے پڑ گئے حتیٰ کہ آپؐ کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی

الجواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جو عظیم حادثہ اور غیر معمولی خلا پیدا ہوا اور منافقین سازشوں کی سوچنے لگے۔ کوئی عقل مند اس وقت کے نازک حالات میں خلیفہ کے انتخاب میں تاخیر کا روادار نہیں ہوسکتا۔ یہ صحابہ کرامؓ کا ذہن ثاقب تھا کہ فی الفور اس مسئلہ کو حل کیا۔ ورنہ قائد کے بغیر اسلام کا تیا پانچہ ہو چکا ہوتا۔

حضرات انصارؓ نے اپنی بے نظیر قربانیوں اور اپنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کی بدولت اپنے آپ کو اولاً خلافت کا مستحق خیال کیا مگر جب ارشاد نبویؐ "الائمۃ من قریش" (خلفاء قریش سے ہوں گے) سنا تو باز آگئے۔ انصارؓ کی اس جدوجہد کے دوران اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں ذرا تاخیر کرتے تو انصارؓ کا خلیفہ ہو جاتا جس پہ اہل عرب کا اتفاق نہ ہوتا۔

مگر معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا کی کوئی تاریخ کوئی روایت یا حدیث یہ نہیں بتا سکتی کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلیفہ بننے کی تمنا کی ہو یا پہلے سے پروگرام تجویز کر رکھا ہو۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو صورت حال پیش آئی وہ اچانک ہی تھی ان کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو اور امت کے صدر اول کو تفرقہ سے بچانا تھا اس لیے بغیر کسی فتنہ کے حضرت صدیق اکبرؓ جیسی کامل اور مستحق ترین شخصیت کا انتخاب ہوگیا اور سب مہاجرینؓ و انصارؓ نے بالاتفاق آپ کی بیعت کرلی۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے بھی تین دن کے بعد اور بعض روایات کی رو سے چھ ماہ بعد آپ کی بیعت کرلی۔ اور صرف اتنا کہا کہ انتخاب کے سلسلے میں رائے دینے کے ہم بھی مستحق تھے۔ ہمارے مشورے کے بغیر یہ کام ہوا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ہنگامی صورت حال واضح کر کے آپ کو مطمئن کر دیا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دست راست بن گئے۔

بہر حال شیخینؓ نے اور عام صحابہ کرامؓ نے اقتدار کی کبھی خواہش نہیں کی۔ وہ خود پہلے خطبہ خلافت میں فرماتے ہیں "خدا کی قسم مجھے خلافت کا کبھی لالچ نہ رہا نہ خدا سے تنہائی میں یہ مانگی لیکن اختلاف کے اندیشہ کی بنا پر میں نے یہ بار گراں اٹھایا۔ مجھے یہ پسند ہے کہ تم لوگوں میں جو امارت پر زیادہ قوی ہو وہ میری جگہ (خلیفہ) ہو تو مہاجرینؓ نے یہ عذر قبول کیا آپ کی خلافت کو پسند کیا۔

(بیہقی جلد ۸ صـ ۱۵۲ مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۶۶)

نہیں اگر اقتدار کی ہوس ہوتی تو وہ اسلام قبول ہی نہ کرتے۔ زمانہ جاہلیت میں عزت و سیادت اور مال و دولت کی فراوانی انہیں حاصل تھی۔ اسلام قبول کر کے ہی انہوں نے اس سیادت و عزت پر لات ماری۔ سب مال اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور فقراء مہاجرین کی صف میں آگئے۔ اپنے سے کم تر لوگوں سے ظلم و ستم سہتے رہے۔ اب حضور علیہ السلام کی غلامی اور اتباع ہی ان کی بڑی سیادت اور عزت تھی۔ جس کے صلے میں رب تعالیٰ نے ان کو منصب خلافت سے نوازا۔ ان بزرگوں پر اقتدار طلبی کا اتہام کتنا بڑا بہتان ہے۔ معاذ اللہ۔

البتہ شیعہ مسلک میں متواتر روایات کی رو سے حضرت علیؓ اپنے آپ کو خلافت و اقتدار کا طالب اور حق دار سمجھتے رہے۔

اس کے برعکس اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور آپ کی اولاد اقتدار طلبی سے دور تھے۔ مار آستین دوست نما دشمنوں نے خواہ مخواہ ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔

صحابہؓ پر آپؐ کے جنازے میں عدم شرکت کا الزام محض بہتان ہے۔ تاریخ و سیرت کی کوئی روایت اس کی تائید نہیں کر سکتی (مکذوبات روافض کے ہم ذمہ دار نہیں) کاش روافض اپنی معتبر ترین کتاب "اصول کافی" ہی دیکھ لیتے تو تسلی ہو جاتی۔ چنانچہ باب "مدفنہ وصلاتہ" میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت علیہ الملائکۃ والمہاجرون والانصار فوجا فوجا۔ (اصول کافی جلد ۱ صـ ۲۲۳)	امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ پر فرشتوں اور مہاجرینؓ اور انصارؓ نے گروہ در گروہ نماز جنازہ پڑھی۔

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ اور آس پاس کے باشندوں نے تمام مردوں اور عورتوں نے، سب مہاجرینؓ اور انصارؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرداً فرداً الغرض بلاجماعت نماز جنازہ پڑھی۔ تا آنکہ ایک شخص بھی باقی نہ رہا جس نے نماز نہ پڑھی ہو۔

اعتراض دوم

اہل سنت ہی کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "میری امت کے کچھ لوگ بائیں جانب سے گرفتار ہو کر (بروز قیامت) لائے جائیں گے

میں کہوں گا یہ میرے ساتھی ہیں، میرے ساتھی ہیں تو جواب ملے گا آپ کو معلوم نہیں کہ بعد میں انہوں نے کیا بدعات ایجاد کی تھیں تو میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں جب تک ان میں رہا ان کے صدق کی گواہی دیتا ہوں جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں" تو جواب ملے گا آپ جب ان سے جدا ہوئے تو یہ مرتد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ ارتداد سے صحابہؓ کے سب اعمال حبط ہو گئے۔

الجواب:۔ اس حدیث کے مصداق میں تین احتمال ہیں۔

۱۔ تمام صحابہ کرامؓ مراد ہوں جیسے روافض کا خیال ہے۔

۲۔ ایک خاص جماعت مراد ہو جن سے حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کیا۔

۳۔ امت کے عام لوگ مراد ہوں جنہوں نے بعد میں تفرقہ بازی کی اور بدعات کے موجد ہوئے

پہلا احتمال بالکل باطل ہے کیونکہ اگر سب صحابہ کرامؓ دین سے پھر گئے تو اسلام ہی کا خاتمہ ہو گیا کیونکہ اسلام صرف تحریر شدہ چند عبارات کا نام نہ تھا بلکہ وہ محسوس طور پر نبی خاتمؐ اور آپ کے پیروکاروں کی شکل میں تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے اور صحابہ کرامؓ بھی مرتد ہو گئے تو دین کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کا بطلان واضح ہے نیز اس سے یہ بھی لازم آیا کہ قرآن کریم رسالت محمدیؐ توحید خداوندی سب لایعنی ہو گئے۔ بلکہ آپ کی بعثت قرآن کا انزال، صحابہؓ کے متعلق بشارات اور آپ کی بیش بہا قربانیاں لغو ٹھریں۔

اگر کہا جائے کہ تین چار حضرات کو ہم ارتداد سے مستثنیٰ کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں استثناء کا کوئی قرینہ موجود نہیں۔ اور اگر ان مفاسد کے پیش نظر عقلاً استثنا ہے تو چار پانچ کو استثناء کر دینے سے بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ لزوم مفاسد علیٰ حالہ باقی ہے۔

پھر دوسرا احتمال ہی مانا جا سکتا ہے کہ وہ نومسلم افراد مراد ہوں جن سے حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کیا تھا۔ بعض تہ تیغ ہوئے اور بعض پھر اسلام لے آتے یہ بالکل واضح ہے۔ حوالہ کی حاجت نہیں۔ علامہ نوویؒ نے اسے راجح کہا ہے۔ (فتح الباری)

تیسرا احتمال سب سے بہتر ہے اور ہمارے خیال میں مراد بھی وہی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریین اور زیارت

کرنے والے اصحاب تثلیث اور شرک کے قائل نہیں تھے بلکہ بعد کی عیسوی امت گمراہ ہوئی۔ تو اسی طرح اصحاب سے اصطلاحی اصحاب محمد مراد نہیں (کیونکہ اصطلاحاً لفظ "صحابہ" مخصوص ہے) بلکہ مطلق مسلمان اور آپؐ کے متبع مراد ہوں۔ اور ان کو اصحاب سے تعبیر فرمایا جیسے امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ کے مقلدین کو اصحاب ابی حنیفہ اور اصحاب شافعی کہتے ہیں گو ان کو اپنے ائمہ کی زیارت یا صحبت ہرگز نصیب نہ ہوئی ہو۔ اسی طرح یہ بھی دستور ہے کہ کوئی شخص اپنے ہم مسلک گزشتہ بزرگوں کے بارے میں کہتا ہے۔ ہمارے اصحاب کا یہ قول ہے حالانکہ دونوں میں صدیوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ خود کتب شیعہ میں مصنفین کہتے ہیں ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے اور اس سے مراد متقدمین و متاخرین کے جملہ علماء شیعہ ہوتے ہیں

رہا یہ کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دنیا میں دیکھے بغیر کیسے پہچانا۔ تو جواب یہ ہے کہ ان علامات کی بدولت پہچانا جو ان میں واضح طور پر ہوں گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس امت کے گناہ گار قیامت کے دن دوسری امتوں کے گناہ گاروں سے ممتاز ہوں گے جیسے ان کے فرمانبردار دوسروں کے فرمانبرداروں سے الگ ہوں گے۔

اعتراض سوم

صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے جنگ کی۔ آپ کو ایذا پہنچائی۔ حالانکہ آپ نفس رسولؐ تھے۔ اور خلیفہ برحق بھی۔ لہذا محاربین کافر یا فاسق ہو گئے۔ معاذ اللہ۔

الجواب:۔ یہ طعن مغالطات پر مبنی ہے اس لیے قدرے وضاحت سے ہم اس کو رد کرتے ہیں چونکہ صاحب خلافت و ملوکیت نے بھی حضرت عائشہ طلحہ زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو ہدف طعن بناتے ہوئے ان کے اقدام کو سراسر غیر قانونی اور شرعاً ناجائز ٹھہرایا ہے اس لیے کتب طرفین کے حوالہ جات پیش کیے جائیں گے۔

اس کا مفصل جواب تین تنقیحات پر مبنی ہے۔

۱۔ جنگ جمل و صفین کی حقیقت کیا ہے۔؟

۲۔ یہ لڑائیاں ذاتی تھیں یا اجتہادی اور شرعی تھیں۔؟

۳۔ جنگ جمل و صفین کے کار کا کیا حکم ہے۔؟

جنگ جمل کی حقیقت

یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی خانہ جنگی ہے جس میں دس ہزار نفوس شہید ہوئے۔ یہ جنگ قصداً نہیں ہوئی بلکہ قاتلین عثمانؓ کی سازش سے صلح ہو چکنے کے بعد معاً واقع ہوئی۔ بعد میں طرفین کو سخت ندامت ہوئی

اس کا سبب یہ ہوا کہ خلیفہ مظلوم حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر چکنے کے بعد جب بلوائیوں نے حضرت علی رضؓ کی فوج میں شرکت کر لی اور آپ ان کی کثرت اور مصلحت کی وجہ سے ان سے قصاص نہیں لے رہے تھے جس سے قاتلین مزید جری ہو کر دندنا رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ و زبیر رضؓ کو خون عثمان کے ضیاع کا خدشہ ہوا تو مکہ مکرمہ آگئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ پہلے سے مکہ میں تھیں یہاں مسلمانوں کے ایک اجتماع میں یہ طے ہوا کہ قاتلین عثمان رضؓ سے بدلہ ضرور لینا چاہیئے کیونکہ حدود اللہ کے اجراء میں تاخیر درست نہیں چنانچہ یہ حضرات مزید کمک حاصل کرنے کے لیے بصرہ پہنچے ہی تھے کہ کسی جاسوس نے حضرت علی رضؓ کو اطلاع دی کہ یہ لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت علی رضؓ نے اہل مدینہ کو جنگ کے لیے ابھارا مگر ان پر یہ بہت گراں گزرا۔ چند کے سوا اہل مدینہ نے ساتھ نہ دیا[1]۔ تو حضرت علی رضؓ نے کوفہ میں نمائندے بھیجے۔ اہل کوفہ نے بھی اولاً بہت ٹال مٹول کی، بالآخر ایک لشکر وہاں سے برآمد ہوا۔ جسے لے کر حضرت علی رضؓ بصرہ پہنچ گئے۔ یہاں طرفین کے اکابر کو معلوم ہوا کہ غلط فہمی سے بات بڑھ گئی ہے۔ ورنہ نہ تو طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ حضرت علی رضؓ سے بغاوت اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہے بلکہ وہ تو طاقت فراہم کر کے زور آور بلوائیوں سے قصاص کے لیے اجرا رحدود اللہ میں حضرت علی رضؓ کے معاون ہیں۔ اور نہ حضرت علی رضؓ عمداً قصاص میں تاخیر کر رہے ہیں چنانچہ صلح کی بات چیت ہوئی اور طرفین کے لشکر صلح پر متفق ہو گئے مگر بلوائیوں نے سازش سے جنگ چھیڑ دی اور طرفین میں بدظنی ہو گئی۔ ہر ایک نے فریق مخالف کا غدر سمجھ کر اپنا دفاع کیا۔ اس پر کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

علامہ خضری مصری تاریخ الخلفاء ص ۲۲۱، ۲۲۲ پر لکھتے ہیں۔

(جنگ جمل کے موقع پر) حضرت علی رضؓ نے خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثناء کے بعد جاہلیت کی بدبختی اور اسلام کی سعادت کا ذکر کیا اور اس امت کے اتفاق پر اللہ

---

[1] البدایہ جلد ۷، ص ۲۸۹ وابن الاثیر جلد ۵ ص ۱۶۴

اس انعام کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگرے تین خلفاء کے ذریعے امت کو متفق [...] فرمایا کہ جس حادثہ سے آج ہم دوچار ہیں اسے اس گروہ نے امت پر مسلط کیا ہے جس نے اس دنیا ہی کو طلب کیا [...] امت پر خدائی انعامات پر اس گروہ نے حسد کیا۔ اسلام کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ یہ لوگ زمانہ جاہلیت کو واپس لانا چاہتے [...]ں۔ اللہ ہی ہر کام کی انتہا کرنے والا ہے۔

سنو! میں کل مدینہ واپس جا رہا ہوں تم بھی میرے ساتھ کوچ کرو۔ وہ لوگ میرے ساتھ ہرگز نہ چلیں جنہوں نے حضرت عثمان رضؓ پر طعن کرنے یا قتل کرنے میں کسی قسم کی اعانت کی۔ ایسے بیوقوفوں کو اپنے نفس پر ملامت کرنی چاہیئے

جب عبداللہ بن سبا کی پارٹی نے یہ سنا تو ان کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ صلح کا وبال [...]ہی پر ہے اگر یہ صلح ہو گئی تو ان کے قتل پر منتج ہو گی چنانچہ اس مصالحت کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے مشورہ کیا ان کے [گ]مراہ لیڈر مفسد اسلام عبداللہ بن سبا نے کہا اے میری قوم! "تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ لوگوں میں مل کر رہو [ج]ب لوگ ایک دوسرے سے ملیں تو لڑائی برپا کر دو اور ان کو سوچنے کی مہلت ہی نہ دو۔ تم جس کے ساتھ ہو گے وہ [...]ک نہیں سکے گا۔ اور یوں اللہ تعالیٰ طلحہ رضؓ، زبیر رضؓ، علی رضؓ اور ان کے ساتھیوں کو جنگ میں الجھا کر صلح سے غافل کر دے گا۔ اپنی رائے پختہ کر لو اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہونے پاتے۔" اھ (وکذا فی تاریخ الطبری)

علامہ شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبداللطیف فرماتے ہیں۔

"صحابہ رضؓ کی یہ جنگ قصداً نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کی سازش کا نتیجہ تھی جو حضرت علی رضؓ کے لشکر میں تھے۔ اس اندیشہ سے کہ حضرت علی رضؓ انہیں قصاص کے اولیاء کے سپرد نہ کر دیں۔ فریقین کے درمیان جنگ بھڑکا دی" (مقدمہ صواعق محرقہ ص ۵ از تاریخ کامل لابن اثیر)

علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر جلد ۱۶ ص ۳۱۸ سورۃ حجرات کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"اہل علم کی ایک بڑی جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ بصرہ میں واقعہ جنگ جمل کے ارادے سے نہیں ہوا بلکہ اچانک ہو گیا۔ بایں طور کہ فریقین میں سے ہر ایک نے اپنی طرف سے دفاع ضروری سمجھا۔ اس ظن کی بنا پر کہ دوسرے فریق نے غدر کیا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ منتظم اور صلح پوری ہو چکی تھی اور دونوں گروہ رضامندی سے الگ الگ تھے۔ اس حال میں حضرت عثمان رضؓ کے قاتلین نے اپنے اوپر خوف کھایا کہ کہیں یہ فرصت پا کر ہمیں گرفتار نہ کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا الگ اجتماع بلایا اور مشورہ کیا۔ مختلف رایوں کے بعد اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم دو گروہ بن جائیں اور ایک ایک ہر

لشکر میں جا گھسے اور سحری کو دونوں لشکروں میں لڑائی شروع کر دی جائے اور تیر اندازی ہونے لگے حضرت علی رضؓ کے لشکر میں موجود گروہ یہ شور مچائے کہ طلحہؓ و زبیرؓ نے غداری کی اور جو فریق طلحہؓ و زبیرؓ کے لشکر میں ہو وہ یہ چیخ و پکار کرے کہ حضرت علی رضؓ نے غدر کیا پس ان کی یہ تدبیر کامیاب اور کارگر ہو گئی اور جنگ چھڑ گئی۔ پس ہر فریق اس مکر کا اپنی طرف سے دفاع کرتا تھا اور اپنی جان کی ہلاکت سے مدافعت کرتا تھا۔

یہ فریقین سے ان کے خیال میں جو کچھ ہوا درست ہوا۔ اس میں بھی اللہ کی اطاعت تھی کیونکہ یہ لڑائی اور دفاع اسی جذبہ سے ہوا۔ کتب تاریخ و سیر میں یہی صحیح اور مشہور ہے۔ اھ

چنانچہ ثقۃ التاریخ امام المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون اپنی تاریخ۔ جو تمام کتب تاریخ میں مستند اور مقبول عام ہے۔ میں رقم طراز ہیں۔ ”جب حضرت علی رضؓ کو حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کی صلح کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے اور اس سے قبل بصرہ کے لوگ حضرت علی رضؓ کے پاس آ کر صلح پر راضی ہو گئے اور اہل کوفہ سے مل کر تمام صلح پر متفق ہو گئے۔ حضرت علی رضؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور دوسرے دن کوچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ پر بلوا کرنے والوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہ لوٹے (یہ سن کر) مصریوں میں سے ابن سودا (عبداللہ بن سبا یہودی لعین) خالد بن ملجم، اشتر نخعی، علباء بن الہیثم، عدی بن حاتم، سالم بن ثعلبہ قیسی اور شریح ابن ابی اوفیٰ وغیرہم جمع ہوئے اور حضرت کی اس بات میں مشورہ کیا تو کہنے لگے وہ کتاب اللہ کو خوب جانتا ہے اور دوسروں سے بڑھ کر عامل ہے۔ جب وہ صلح کر کے متحد ہو جائیں تو ہمارا کیا انجام ہوگا؟ اس وقت وہ اپنی کثرت کے مقابلے میں ہمیں قلیل سمجھیں گے۔ اشتر نخعی کہنے لگا خدا کی قسم ان کا مشورہ ہمارے بارے ایک ہی ہے کہ ان کی صلح ہمارے خون پر ہوگی۔ آؤ طلحہ رضؓ کو تو عثمان رضؓ کے ساتھ ملا دیں۔ (شہید کر دیں) تاکہ ہم پر خاموشی سے راضی ہو جاتے۔ ابن سودا نے کہا کہ طلحہؓ اور اس کے ساتھی تو تقریباً پانچ ہزار ہیں اور تم اڑھائی ہزار ہو۔ تم ایسا تو نہیں کر سکتے۔ علباء بن ہیثم نے کہا فریقین سے الگ تھلگ رہو جب تک تمہارا کوئی سردار مقرر نہ ہو۔ ابن سودا نے کہا خدا کی قسم لوگ پسند کرتے ہیں کہ تم الگ ہو تو تمہیں پرندوں کی طرح اچک لیں۔ عدی نے کہا بخدا نہ میں کسی بات پر راضی ہوں اور نہ کسی کو ناپسند کرتا ہوں۔ البتہ آئندہ جو کچھ ہوگا اور لوگ قتل و

…ل پر تل گئے تو ہمارے پاس بھی گھوڑے اور ہتھیار موجود ہیں۔ اگر تم آگے بڑھے ہم بھی بڑھیں گے …نہ رکے رہیں گے۔ پھر سالم بن ثعلبہ اور سوید بن ابی اوفیٰ نے یہ تدبیر پیش کی کہ اپنا فیصلہ پختہ کر … ابن سودا پھر کہنے لگا کہ اے میری قوم تمہاری کامیابی اسی صورت میں ہے کہ لوگوں میں گھل مل کر …ہو اور کل جب لوگ ملیں تو جنگ چھیڑ دو۔ پس وہ لوگ لڑائی سے بچ نہ سکیں گے اور جسے وہ ناپسند …کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس میں مبتلا کر دے گا چنانچہ وہ اسی عہد و پیمان پر الگ الگ ہو گئے۔

اب حضرت علی رضؓ و طلحہ رضؓ وغیرہ اپنے اپنے لشکر سمیت واپس ہوئے۔ حضرت زبیر سے ایک آدمی …نے کہا لڑائی ہونی چاہیئے۔ تو فرمایا ہم قعقاع کے واسطے سے صلح کر چکے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ …سے بھی آپ کے فوجیوں نے لڑائی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ پھر آپ سے انہوں نے اپنے اور دوسرے …لشکر کے (بصورت جنگ) مقتولوں کا حال پوچھا۔ تو فرمایا جس کا دل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صاف ہے ان میں سے یا ہم میں سے کوئی قتل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ نیز ان …کو لڑائی کے ارادے سے روکا۔ (بلفظہ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۱۰۷ ط جدید)

طرفین کی مصالحت میں بات چیت اور آمد و رفت کے طویل ذکر کے بعد ابن خلدون ص ۱۰۸۲ پر لکھتے ہیں۔

سب قبیلے امن و امان کی حالت میں ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے تھے۔ مضر، مضر …کے ہاں اور ربیعہ ربیعہ کے ہاں اور صلح میں کسی فریق کو شک نہ تھا۔ انہوں نے تو حکیم اور مالک کو نمائندہ بنا کر حضرت علی رضؓ کی طرف بھیج دیا تھا کہ ہم معاہدہ صلح پر بدستور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ …حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور محمد بن طلحہ حضرت علی رضؓ کے پاس آ گئے اور صلح …تقریباً پوری ہو گئی۔

لیکن جن بلوائیوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کیا تھا انہوں نے بری طرح رات گزاری کہ لڑائی …کے مشورے کرتے رہے اور اس فیصلہ پر متفق ہو گئے کہ لوگوں کے درمیان لڑائی بھڑکانی چاہیئے …پس صبح اٹھے اور ان کی شرارت کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔ پس فسادیوں کے ہر قبیلے نے اپنے افراد کو …جمع کر کے لوگوں میں تلوار چلانا شروع کر دی۔ اہل بصرہ بھی یہ دیکھ کر جنگ کرنے لگے اور اس طرح …ہر فریق نے اپنے مقابل پر حملے شروع کر دیئے۔ جنگ چھڑ گئی …

لگے۔ جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ ہر ایک نے دوسری طرف سے دھوکہ سمجھا۔ کعب بن مسور نے ام المومنین حضرت
عائشہ سے کہا لوگ لڑ رہے ہیں شاید آپ کی وجہ سے صلح ہو جائے۔ آپ زرہ بکتر ہودج میں بیٹھ
کر اونٹ پر سوار ہوں۔ چنانچہ اونٹ ایسے مقام پر لا کھڑا کیا گیا جہاں ہنگامہ سنائی دیتا تھا مگر لوگ
لڑتے رہے۔ حضرت طلحہ رضؓ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت زبیر رضؓ لڑائی چھوڑ کر وادی سبا کو جا رہے تھے کہ
عمرو بن جرموز نے آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت علی رضؓ نے آپ کے قاتل کو جہنم کی بشارت سنائی۔ اس اثنا
میں حضرت عائشہ رضؓ نے قاتلین عثمان رضؓ کو بد دعا کی تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا اے اللہ عثمان رضؓ کے قاتلوں
پر لعنت بھیج۔ اھ (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صـ ۱۰۸۳ مختصرا)
اور یہی کچھ محاضرات تاریخ الامم جلد ۲ صـ ۵ محاضرہ (۲۹) اور تاریخ طبری جلد ۵ صـ ۵۰۶
اور البدایہ والنہایہ جلد ۸ اور تاریخ ابن اثیر جلد ۳ اور دیگر مستند کتب تاریخ میں مذکور ہے۔
قارئین کرام! یہ ہے جنگ جمل کا اصل نقشہ کہ بلوائیوں کے مکر و فریب سے یہ حادثہ رونما ہوا
ورنہ سب مسلمان بلوائیوں سے قصاص لینے اور آپس میں صلح پر متفق ہو چکے تھے۔ قاتلین عثمان رضؓ
نے جب اس صلح میں اپنی موت دیکھی تو فساد برپا کر دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ جنگ نہ
بھڑکاتے تو ان کی ہلاکت یقینی تھی کیونکہ حضرت علی رضؓ ان کو اپنے سے الگ کرنے کا الٹی میٹم دے
چکے تھے۔ اس صورت میں اہل بصرہ بآسانی ان کو تہ تیغ کر کے قصاص لے سکتے تھے۔ تعجب ہے
کہ صاحب خلافت و ملوکیت نے اتنی واضح بات کو کس طرح غلط انداز میں پیش کر کے ان اکابر
صحابہ رضؓ پر غیر آئینی کے ارتکاب کا الزام لگایا۔ سچ ہے کہ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے

جنگ صفین

یہی معاملہ جنگ صفین میں پیش آیا جو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے لشکروں کے
درمیان خون عثمان رضؓ کے قصاص کے سلسلے میں واقع ہوئی۔ طرفین میں صلح قریب تھی لیکن سبائی
جماعت نے اپنی تمام تر قوتیں اس میں صرف کر دیں کہ طرفین میں محبت اور رعایت کی بجائے
دشمنی اور نفرت کا جذبہ تیز ہو جائے۔ چنانچہ یہ غدار اور مفسدہ پرداز گروہ اپنی مکروہ کوششوں
میں کامیاب ہو گیا اور مصالحت کی ساری جد و جہد نقش بر آب ثابت ہوئی۔

ان حضرات نے مصالحت کی کوشش کی مگر ناکام رہی چنانچہ حضرت ابو درداء رضؓ اور حضرت
ابو امامہ باہلی رضؓ ایسے بزرگ صحابی حضرت علی رضؓ کی طرف سے نمائندے بن کر حضرت معاویہ رضؓ کے پاس گئے
اور کہا کہ اے معاویہ رضؓ! آپ اس شخص سے کیوں لڑتے ہیں جو بخدا آپ سے اور آپ کے باپ سے
اسلام لانے میں مقدم ہیں۔ آپ سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں اور
اس امر کے تجھ سے زیادہ مستحق ہیں تو حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا میں تو حضرت عثمان رضؓ کے خون پر
ان سے لڑ رہا ہوں کیونکہ آپ نے حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کو پناہ دی رکھی ہے۔ تم دونوں حضرت
علی رضؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں سے ہمیں قصاص دلا دو۔ پھر اہل شام میں سے
سب سے پہلا شخص میں ہوں گا جو حضرت علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت
علی رضؓ کے پاس گئے اور یہ بات بتائی تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا وہ یہ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو۔ پس
ایک انبوہ کثیر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگے ہم سب حضرت عثمان رضؓ کے قاتل ہیں جو کوئی چاہے ہم سے
قصاص لے لے۔ حضرت ابو درداء رضؓ اور ابو امامہ رضؓ یہ ماجرا دیکھ کر واپس ہو گئے اور کسی طرف
سے جنگ میں شرکت نہ کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صـ ۲۹۹)
اسی طرح حضرت علی رضؓ کی طرف سے جو سفراء حضرت معاویہ رضؓ کے پاس آتے تھے وہ ایسی
اور تہدید آمیز گفتگو کرتے تھے جس سے بجائے صلح اور سکون کے خواہ مخواہ جنگ اور اشتعال
کی فضا پیدا ہو جاتی۔ ان میں سے شبث بن ربعی کی تلخ کلامی اور فساد انگیزی سب مورخین نے
لکھی ہے۔ حالانکہ یہ وہی صاحب ہیں جو تحکیم کے موقعہ پر حضرت علی رضؓ کے اولین مخالف ہو کر
خارجی بنے۔ پھر شیعان حسین میں سے ہو کر کوفہ میں حضرت حسین رضؓ کو بلایا تھا جو بروقت آپ
سے غداری اور بے وفائی کر کے نصرت سے باز رہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے
اس کا نوشتہ دعوتی خط سنا کر شرمندہ کیا تھا۔
بہرحال جب لڑائی سے چارہ کار نہ رہا تو چھوٹی بڑی جھڑپوں کے بعد ایک دن اور رات
گھمسان جنگ ہوئی جس میں طرفین کے ستر ہزار نفوس کام آئے۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

شبہ کا ازالہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ صفین میں طرفین سے صحابہ رضؓ

کی ایک جماعت تھی مگر ان کی تعداد زیادہ نہ تھی کیونکہ اس فتن کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ کی اکثریت غیر جانبدار رہی۔ جن میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ میں سے اور عبداللہ بن عمرؓ وغیرہم جیسے اکابر اور فضلاء صحابہ بھی ہیں۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں بہت سے بدری اور اصحاب حدیبیہؓ کی شرکت کا دعویٰ بھی مخدوش ہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ جلد ۷ ص ۲۵۲، ۲۵۳ پر لکھتے ہیں۔

"امام احمد بن حنبلؒ نے اسماعیل بن علیہ اور انہوں نے امام محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ (خلافت علوی میں) فتنے اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسیوں ہزار صحابہؓ زندہ تھے مگر ان جنگوں میں ایک سو بھی شریک نہیں ہوا بلکہ تیس تک بھی ان کی تعداد نہیں پہنچتی۔"

نیز امام احمد کہتے ہیں "ہم سے امیہ بن خالد نے بیان کیا کہ اس نے امام شعبہ سے کہا کہ ابوشیبہ نے حکم کے واسطے سے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں ستر اہل بدر شریک ہوئے تھے تو شعبہ بولے ابوشیبہ نے غلط کہا کیونکہ ہم نے خود حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے معلوم کیا کہ خود اس کے ہاں بھی حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کے سوا کوئی بدری صفین میں شریک نہیں ہوا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سہل بن حنیفؓ اور ابوایوب انصاریؓ بھی شریک تھے۔

علامہ ابن تیمیہؒ "کتاب الرد علی الرافضہ" میں فرماتے ہیں کہ ابن بطہ نے بکیر بن الاشج سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اہل بدر اپنے گھروں میں بیٹھے رہے حتیٰ کہ پھر قبروں کی طرف ہی نکلے" اھ

یہ بھی واضح رہے کہ چونکہ یہ جنگ بھی اجتہادی تھی اس لیے طرفین کے مقتولین شہداء ہیں البتہ جو بلوائی ان جنگوں میں کیفر کردار کو پہنچے اور ان میں ان کی نیت فتنہ فساد ہی کی تھی وہ شہید نہیں۔

یہ جنگیں اجتہادی تھیں

دوسری تنقیح یہ ہے کہ یہ جنگیں ذاتی عناد کی وجہ سے نہ تھیں بلکہ طلب صواب میں اجتہادی

[اختل]اف کا نتیجہ تھیں چنانچہ جنگ جمل کی گزشتہ تفصیل میں یہ امر واضح ہے۔ اسی طرح صفین بھی قصاص [عثما]نؓ کی تاخیر یا عجلت کے سلسلے میں مبنی بر اجتہاد کے اختلاف کی وجہ سے تھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغہ میں یہ فرمان بالکل واضح ہے

الامر واحدٌ الاّ ما اختلفنا فیه من دم عثمان (رضی الله عنه) ونحن منه براء (جلد ۳ ص ۱۲۵)	(ہمارا اور شامی جماعت کا) سب معاملہ ایک ہی ہے بجز اس کے کہ ہم نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خون کے متعلق اختلاف کیا مگر ہم اس الزام سے بری ہیں۔

اور حضرت معاویہؓ کی نیک نیتی مندرجہ ذیل واقعات سے واضح ہے۔

۱۔ حضرت ابوامامہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے ہمیں حضرت علیؓ قصاص دلا دیں تو اہل شام کی طرف سے معاویہؓ سب سے پہلے علیؓ کی بیعت کرے گا۔ (البدایہ جلد ۷ ص ۲۵۹)

۲۔ حضرت علیؓ اور معاویہؓ کے اختلافات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے جب قیصر روم نے مقبوضات علوی پر حملہ کا ارادہ کیا اور حضرت معاویہؓ کو اپنا ہم نوا بنانا چاہا تو آپ نے اسے لکھا

"جیسے مجھے اطلاع ملی ہے اگر تو نے ایسا کیا تو سن لے میں اپنے ساتھی علیؓ سے صلح کر دوں گا اور سب سے پہلے میں تجھ پر حملہ کرنے آؤں گا اور قسطنطنیہ جیسے بارونق آباد شہر کو کالا انگارہ بنا دوں گا اور تجھے تیری بادشاہی سے در بدر کر دوں گا" (جمہرۃ رسائل العرب بحوالہ ارشاد القاری علی البخاری جلد ۱ ص ۱۸۱ ونحوہ فی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۹۔ تاج العروس جلد ۷ ص ۲۰۸)

۳۔ جنگ نہروان میں حضرت علیؓ کی خوارج سے جنگ میں حضرت معاویہؓ نے نظریۃً وعملاً حضرت علیؓ کا ساتھ دیا اور خوارج کی کوئی اعانت نہیں کی حالانکہ آپ کی سیاست بزعم مخالفین خالص دنیوی تھی تو خوارج کی ضرور حمایت کی جاتی۔

۴۔ حضرت علی رضی اللہ کی شہادت سے حضرت معاویہؓ کو غیر معمولی صدمہ ہوا۔ آپ کے فضائل سے آپ کی زندگی میں بھی منکر نہ تھے اور وفات کے بعد بھی آپ کے فضائل بیان کرتے اور

بسا اوقات رو پڑتے تھے۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۲۹ میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ رونے لگے اہلیہ کے وجہ پوچھنے پر فرمایا تم نہیں جانتیں کہ ان کی وفات سے کیا فقہ اور کیا علم دنیا سے رخصت ہو گیا۔؟

چنانچہ علامہ ابن جوزی رح نے ابو صالح سے ایک لمبی روایت کی ہے۔ جس میں حضرت معاویہ رض نے حضرت ضرار رض سے باصرار آپ کے طویل مناقب سنے پھر آپ کے آنسو بہ پڑے۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ ابو الحسن (علی رض) پر رحم فرمائے۔ بخدا وہ ایسے ہی تھے (الاستیعاب تحت الاصابہ جلد ۳ ص ۴۳، ۴۴)

اس روایت کو مفصل نقل کرنے کے بعد حضرت شاہ عبد العزیز رح تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں "جو کچھ بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رض حضرت علی رض کی وفات کے بعد ان کی بدگوئی کرتے تھے۔ یہ ہرگز قابل اعتماد بلکہ لائق توجہ ہی نہیں کیونکہ مورخین پاک اور نجس سب نقل کرتے ہیں اور صحیح موضوع اور ضعیف میں کچھ تمیز نہیں کرتے۔ ان کی اکثریت رات میں (تر و خشک) لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے جسے اپنے جمع کردہ متاع کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ (کذا فی مختصر التحفہ ص ۲۸۲)

۵۔ شیعہ مولف ملاں باقر علی مجلسی حق الیقین ص ۱۴۹ (اردو) پر لکھتا ہے ——— مگر (معاویہ رض) فضیلت و مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ بھی منکر نہ تھا اور ماسوائے قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک ہونے کے اور کوئی فسق آپ سے منسوب نہ کرتا تھا بلکہ وہ اسی پر قانع تھا کہ حضرت امیر اس کی امارت برقرار رکھیں اور حضرت کی بیعت کر کے حضرت کی خلافت کا اقرار کرے۔ اور لوگ حضرت کے مناقب و فضائل مکرر اس کے سامنے ذکر کرتے تھے اور وہ ان کا انکار نہ کرتا تھا

خاندان اہل بیت رض میں خطاء اجتہادی کی چند مثالیں

اس اجتہاد کے وقوع اور بصورت خطاء معاف ہونے کے متعلق قرآن کریم سے چند مثالیں باب پنجم میں گزر چکی ہیں مگر شاید مخالفین صحابہ رض کو تسلی نہ ہو اس لیے خاندان اہل بیت رض میں

اجتہادی اختلاف اور خاطی کے غیر ماخوذ ہونے کے متعلق چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ صاحب الفصول شیعی نے ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ حضرت حسین رض حضرت حسن رض کی حضرت معاویہ رض سے مصالحت کو ناپسند سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میرا ناک کٹ جاتا تو اس سے بہتر تھا جو کچھ میرے بھائی نے کیا۔ (مختصر التحفہ ص ۲۸۱) حالانکہ عند الشیعہ دونوں معصوم ہیں دونوں میں سے ایک خاطی ہے مگر طعن یا مواخذہ کسی پر جائز نہیں۔

۲۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے یزید پر خروج جائز سمجھا اور شہید ہوئے مگر خاندان علوی اور بنو عبد المطلب میں سے صرف چند افراد نے آپ کی موافقت کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رض کے اس وقت موجود کئی فرزندوں اور داماددوں میں سے کسی نے ساتھ نہ دیا حالانکہ محمد بن الحنفیہ جیسے فاضل بھی موجود تھے۔ شیعی مذہب میں یقیناً یہ حضرات خطار کار تھے مگر میں نہیں سمجھتا کہ بہتر نفوس (جن میں چالیس غیر اہل بیت تھے) کے علاوہ حضرت علی رض کی اولاد اور خاندان بنو ہاشم کے سینکڑوں حضرات کو شیعہ حضرات کفر اور جہنم کی بھینٹ چڑھائیں گے جبکہ جلاء العیون ص ۲۶۸ کی ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر منیٰ میں حضرت حسین رض نے تمام بنو ہاشم اہل بیت اپنے اصحاب اور انصار و تابعین کی اولادوں کو جمع کیا اور حکومت کے خلاف ابھارا وہ ہزار سے بھی زیادہ افراد تھے۔

۳۔ خود امام زین العابدین رح نے بالغ ہوتے ہوئے میدان کربلا میں حضرت حسین رض کے ساتھ ہو کر کوفیوں سے جنگ نہیں کی۔ شام میں یزید کے ساتھ اکل و شرب رہا۔ بعد میں بھی نفرت یا اظہار اختلاف یزید کے متعلق آپ کے طرز عمل سے نہیں ملتا۔ روضہ کافی کی درج ذیل روایت بھی اسی کی موید ہے۔ گو شیعہ اس کو تقیہ کہتے ہیں۔

قد اقررت لك ما سالت انا لك عبد مكره فان شئت فامسك وان شئت فبع۔ (روضہ کافی ص ۲۳۵)	(امام زین العابدین رح یزید سے کہتے ہیں) جو کچھ تو نے مجھ سے مطالبہ کیا میں نے تیرے لیے سب کو تسلیم کر لیا۔ میں تیرا مجبور غلام ہوں چاہے تو اپنے پاس رکھ چاہے تو بیچ ڈال۔

حالانکہ واضح ہے کہ ایک ہی شخص کے متعلق باپ بیٹے کا یہ مختلف طرز عمل ایک کو یقیناً

خطا کار ٹھہرتا ہے مگر امامیہ عقیدہ میں دونوں معصوم ہیں اور برحق ہیں اس میں تقیہ کا سہارا بھی باطل ہے کیونکہ ایک ہی زمانہ میں ایک ہی شخص کے متعلق باپ بیٹے کے عمل کا یہ تضاد ناقابل فہم ہے آخر وہ کونسی نص یا تازہ وحی تھی جس کی وجہ سے حضرت حسین رضؓ کے لیے تقیہ حرام تھا اور حضرت زین العابدین کے لیے واجب تھا۔

یہ کہنا بھی باطل ہے کہ اگر یزید کی مخالفت کرتے تو قتل ہو کر سلسلہ امامت ختم ہو جاتا اس لیے کہ شیعی عقیدہ میں موت و حیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے اور امامت کی وصیت بیٹے کے لیے لازم نہیں۔ اپنے بھائی یا بھتیجے کو کر دیتے جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کی۔

۴۔ حضرت امام باقر رحمہ اللہ نے بقول شیعہ دعویٰ امامت کیا مگر خود آپ کے بھائی حضرت زید بن علی بن حسین رضؓ نے اختلاف کیا۔ خود دعویٰ امامت کر کے عباسی خلیفہ وقت کے خلاف خروج کر کے شہید ہوئے مگر امام باقر رحؒ نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اب بتلایئے اس اختلاف کی رو سے کس پر کفر یا فسق کا فتویٰ لگایا جائے گا۔ یہ واقعات اتنے واضح ہیں کہ ثبوت کے محتاج نہیں۔

۵۔ حضرت حسن اور علی (رضی اللہ عنہما) کا اختلاف اور آپس میں مکالمہ جنگ جمل و صفین کے متعلق کتب تواریخ میں مشہور ہے۔ حضرت حسن رضؓ اپنے والد ماجد کو جنگ جمل اور صفین میں لڑنے سے روکتے تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

جب حضرت علی رضؓ جنگ جمل کے لیے جا رہے تھے تو حضرت حسن رضؓ نے راستہ میں آ کر کہا ابا جان میں نے آپ کو روکا ہے مگر آپ نے نہیں مانا آپ کل شہید ہو کر ضائع ہو جائیں گے۔ آپ کا مددگار کوئی نہ ہوگا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا بیٹا! تم مجھ پر ایسے شفقت کھاتے رہتے جیسے لڑکی پر شفقت کی جاتی ہے۔ وہ کیا چیز ہے جس سے تو نے منع کیا اور میں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ حضرت حسن رضؓ نے فرمایا کیا حضرت عثمان رضؓ کی شہادت سے پہلے میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ

مدینہ سے نکل جائیں تاکہ آپ کی موجودگی میں وہ شہید نہ ہوں ورنہ لوگ باتیں کریں گے اور الزام لگائیں گے۔ کیا میں نے آپ کو مشورہ نہیں دیا کہ آپ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد اس وقت تک لوگوں سے بیعت نہ لیں جب تک کہ دیگر سب شہروں والے آپ کی بیعت نہ کر لیں؟ میں نے آپ سے کہا کہ جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ اور یہ دو حضرات۔ طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ آپ کے ہاتھ سے نکل گئے تو آپ گھر میں بیٹھ رہیں تا آنکہ وہ صلح کر لیں مگر آپ نے ان تمام مشوروں میں میری بات نہیں مانی۔ پھر حضرت علی رضؓ نے ان کے جوابات دیئے۔ الخ

(انتہی المقصود منہ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۳۴)

ایسا ہی اور مورخین نے ذکر کیا ہے جس سے فریق مخالف انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضؓ کو اپنے والد ماجد کی سیاست سے کافی اختلاف رہتا تھا۔ اب بقول شیعہ ایک ہی کا اجتہاد برحق ہو تو دوسرا یقیناً خطا پر ہوگا حالانکہ دونوں معصوم ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسن رضؓ کا اجتہاد غلط سمجھا جائے گا کیونکہ وہ اس وقت امام نہ تھے تو ہم کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک میں امام پیدائشی طور پر غلطی اور گناہ سے معصوم ہوتا ہے خواہ امام بالفعل ہو یا بالقوہ۔ تو امام حسن رضؓ کی تغلیط باطل ہوئی۔

عائلی معاملات میں حضرت علی اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اختلافات ایک دوسرے پر (وقتی) ناراضگی کتب شیعہ سے محتاج ثبوت نہیں۔

الغرض اس قسم کے کئی واقعات ہیں کہ ایک معصوم نے دوسرے معصوم سے شدید اختلاف کیا۔ ناراضی ظاہر کی، اس کی مخالفت اور نافرمانی کی مگر اس کے باوجود مطعون اور قابل اعتراض نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہر ایک نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد پر ہی عمل کرنا اور اظہار اختلاف کرنا واجب تھا

اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما و ان کے ساتھیوں میں اجتہاد کی وجہ سے اختلاف ہوا جو بالآخر جنگوں پر منتج ہوا مگر دونوں میں سے کسی کو بھی گناہ گار غیر آئینی کام مرتکب یا شریعت کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والا نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ مجتہد مخطی بھی معفو اور ماجور ہوتا ہے۔

جنگ جمل اور صفین کے محاربین کامل مسلمان تھے

تیسری تنقیح یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین مسلمان تھے

اولاً :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمل وصفین کے متعلق جو روئیداد مختلف شہر والوں کو بھیجی تھی اس میں صاف طور پر اپنے مخالفین کو ایمان واسلام، دین وشریعت ہر مسئلہ میں اپنی جماعت کے مساوی قرار دیا۔ اور صرف دم عثمان رض کے الزام کا ذکر کرکے اپنی برأت ظاہر کی جیسے نہج البلاغۃ جلد ۳ صـ۱۲۵ کی عبارت گزر چکی ہے۔

ثانیاً :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کو ابتداء حملہ کرنے سے روک دیا حالانکہ کفار پر اولاً حملہ کرنا جائز ہے (نہج البلاغۃ)

ثالثاً :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغۃ میں ارشاد ہے۔

اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علیٰ	اب ہم پر وہ وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے مسلمان
ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج	بھائیوں سے اس لیے لڑ رہے ہیں کہ ان میں
والشبھۃ۔ (وکذا فی سنن الکبری بیہقی ج ۸ صـ۱۷۲)	کچھ کجی ٹیڑھا پن اور اشتباہ پیدا ہو گیا ہے

نیز روضہ کافی صـ۱۸۰ پر امام صادق رح آیت کریمہ وان طائفتان من المومنین کی تفسیر میں مروی ہے "اس آیت کی تاویل بصرہ کے دن ظاہر ہوئی۔ وہ اس آیت کا مصداق ہیں جنہوں نے امیر المومنین رض پر چڑھائی کی۔ تو آپ پر ان سے جنگ کرنا اور قتل کرنا واجب ہوا حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں۔

رابعاً :۔ جنگ کے خاتمہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کیا چنانچہ فریقین کے مقتولوں پر نماز جنازہ پڑھی اور جنگ میں لوٹ کھسوٹ کا جو مال ملا۔ جامع مسجد بصرہ میں اسے جمع کرکے فرمایا" جس کسی کا کچھ ہو پہچان کر لے لے۔ مگر بیت المال کے ہتھیار جن پر شاہی مہر لگی ہو وہ کوئی نہ لے۔ نیز جنگ کے خاتمہ پر اپنے لشکر سے فرمایا۔

بھاگنے والے کو اور پناہ گزین کو قتل نہ کرنا، زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑانا۔ عورتوں کو ستا کر نہ بھڑکانا۔ اگرچہ وہ تمہیں اور تمہارے امراء کو گالیاں دیں کیونکہ وہ کمزور قویٰ والی ہیں اور جان وعقل کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ ہمیں اس وقت

بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے عورتوں کے حق میں کفِ لسانی کا حکم ہوتا تھا جب یہ مشرکہ تھیں (تو ان کے مسلمان ہونے کی صورت میں کیسے زبان درازی ان پر کریں) (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۳ صـ۴۱۸ وتاریخ ابن الاثیر جلد

دوم) متعدد مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین وغیرہ کے موقعہ پر فریقین میں جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جاکر ان کے مقتولین کی تجہیز وتکفین (ونماز جنازہ) میں حصہ لیا کرتے تھے۔ البدایہ جلد ۷ صـ۲۷۷ بحوالہ مقام صحابہ رض صـ۱۳۳۔

نیز جنگ جمل سے فارغ ہو گئے تو ام المومنین حضرت عائشہ رض کے پاس آئے اور فرمایا اللہ آپ کو بخش دے۔ حضرت عائشہ رض نے بھی فرمایا اللہ آپ کو بخش دے میں نے امت کی اصلاح چاہی پھر آپ کو عبداللہ بن خلف کے مکان میں (بمقام بصرہ) ٹھہرایا۔ تین دن کے بعد پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ملنے گئے تو آپ بہت خوش ہوئیں اور آپ کی بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے پاس بیٹھے رہے۔ ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! دروازے پر دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں بکتے ہیں تو آپ نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ ان کے کپڑے اتار کر ان کو سو سو کوڑے لگاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی سزا دی۔

جب حضرت عائشہ رض نے بصرہ سے کوچ کرنا چاہا تو حضرت علی رض نے سواری، سفر خرچ اور دیگر سامان مہیا کر دیا۔ آپ کے ہمراہ چالیس عورتیں روانہ کیں اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی بھیجا۔ جس دن حضرت عائشہ رض نے کوچ کیا تو حضرت علی رض دروازہ پر آکر کھڑے ہوئے اور حضرت عائشہ کجاوہ میں بیٹھ کر لوگوں کو الوداع کرنے لگیں۔ انہوں نے بھی آپ کو وداع کیا۔ پھر فرمایا اے بیٹو! ایک دوسرے کی غیبت نہ کرنا۔ بخدا میرے اور حضرت علی رض کے درمیان اتنی سی بات تھی جتنی کسی عورت اور اس کے خاوند کے بھائیوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اور حضرت علی رض نیک لوگوں میں سے ہیں۔ اس پر حضرت علی رض نے فرمایا "صَدَقَتْ" حضرت عائشہ رض نے سچ کہا۔ بخدا میرے اور ان کے درمیان اتنی سی بات تھی۔ سنو! دنیا وآخرت میں یہ تمہارے نبی علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ ہیں کئی میل الوداع کرنے کے لیے ساتھ چلتے رہے۔ (کذا فی مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ صـ۲۷۶)

خامسًا :۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔ (حجرات ع ۱ پ ۲۶)

اگر مومنین کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو۔ اگر ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے جنگ کرو۔ جب تک وہ خدا کے حکم کی طرف واپس آجاتے پھر ان کے درمیان صلح کرا دو انصاف سے۔ اگر وہ واپس آجائے

اس میں آپس میں لڑنے والی دو جماعتوں کو مومنین فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپس میں لڑنا گو بغاوت کی شکل میں ہو کفر نہیں۔

یہ کہنا کہ آیت میں خطاب حکام اور خلفاء کو ہے اور حکم مذکور عام مومنین کی دو جماعتوں کے متعلق ہے خلیفہ سے لڑنے والی کے متعلق نہیں لغو ہے کیونکہ جب آیت کے مخاطب خلفاء ہیں باغی گروہ سے لڑیں گے تو پھر شیعی اصول کے مطابق وہ باغی کافر ٹھہریں گے حالانکہ آیت ان کو مومن بتا رہی ہے۔ نیز اگلی آیت اس معنی پر نص صریح ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ۔

سب مومن بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

سادسًا :۔ بالفرض شیعی اصول تسلیم بھی کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضہ حضرت طلحہ رضہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جیسے اکابر تو مسلمان ہی ثابت ہوں گے کیونکہ علامہ ابن حدید شارح نہج البلاغہ۔ جو مائل باعتزال شیعہ ہیں اور مسئلہ امامت کی تفاصیل کے سوا باقی سب عقائد و کلیات میں شیعہ اور معتزلہ ایک ہی گروہ ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قال اصحابنا المعتزلة كل اهل الجمل هالكون الا من ثبتت توبته منهم وعائشة ممن ثبتت توبتها وكذالك طلحة والزبير۔

ہمارے اصحاب معتزلہ (شیعہ) کہتے ہیں کہ سب اہل جمل (انجام کے لحاظ سے) تباہ ہو گئے مگر جن کی توبہ ثابت ہو جائے۔ اور حضرت عائشہ رضہ انہی میں ہیں اسی طرح حضرت طلحہ رضہ و زبیر رضہ ان لوگوں سے ہیں جن کی توبہ ثابت ہو چکی ہے۔

پھر متعدد روایات اور واقعات سے ان کی توبہ ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں کہ ان کی توبہ اخبار آحاد سے ثابت ہے جو قطعی طور پر معلوم ان کے گناہ کا معارضہ نہیں کر سکتی کیونکہ مکلف کے لیے تائب ہونے کا حکم تمام مواقع میں غالب گمان پر لگایا جاتا ہے قطعی ثبوت پر ہرگز منحصر نہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو شخص منافقانہ طور پر جھوٹی توبہ ظاہر کرے تو اس کی توبہ کو ہم جائز اور معتبر سمجھتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ توبہ کی قبولیت میں ظن غالب کا اعتبار ہے۔ لہذا ان حضرات کی توبہ کا ظنی ثبوت قطعی طور پر ثابت ان کی معصیت کے صدور کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۳ ص۲۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان تصریحات۔ طرز عمل، نص قرآنی اور شیعہ کے ہاں معتمد علما اکابر کی وضاحت کے باوجود کوئی شخص ان حضرات کو معاذ اللہ کافر سمجھے یا حضرت طلحہ و زبیر اور ام المومنین رضی اللہ عنہم کو ہالک سمجھ کر ان سے بغض رکھے تو میں حیران ہوں کہ وہ حب علی رضہ اور اسلام کا دعویٰ کس منہ سے کرتا ہے۔

محاربین حضرات سب تائب و نادم ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس و خدا ترس گروہ نے اجتہادًا ان جنگوں کے باوجود تقویٰ اور شرعی حدود کا پورا لحاظ کیا اور ان کو ہار جیت یا ذاتی وقار اور فریق ثانی کی تذلیل کا مسئلہ نہیں بنایا۔ غالب و مغلوب دونوں حضرات اس پر حد درجہ نادم ہوئے۔ ذیل میں ان کے نادمانہ اور تائبانہ تاثرات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا مغفور و مومن ہونا یقینی ہے اور بدظنی کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب حادثہ جمل کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں تھیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ (شرح عقیدہ واسطیہ)

۲۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے قصور پر ندامت کا اظہار فرماتے تھے کہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے میں کوتاہی ہوئی۔ (شرح عقیدہ واسطیہ)

۳. حضرت زبیرؓ نے اپنے اس سفر پر ندامت کا اظہار کیا جس میں جمل کا حادثہ پیش آیا (شرح عقیدہ واسطی)

۴. حضرت علی رضؓ کرم اللہ وجہہ نے بھی ان دربیش حادثات پر ندامت کا اظہار فرمایا۔

اسحاق بن راہویہؒ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ جنگ جمل اور صفین کے موقعہ پر آپ نے ایک شخص کو سنا کہ مخالف لشکر والوں کو برا کہہ رہا ہے تو آپ نے فرمایا "ان کو بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو۔ انہوں نے سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (منہاج السنۃ جلد ۲ ص۶۱)

اور جنگ صفین کے دوران راتوں میں فرمایا کرتے تھے کہ اچھا مقام وہ تھا جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سعد بن مالکؓ (ابی وقاص) نے اختیار کیا کہ اس جنگ سے علیحدہ رہے۔ کیونکہ اگر انہوں نے یہ کام صحیح کیا ہے تب تو ان کے اجر میں کوئی شبہ نہیں اور اگر اس جنگ سے علیحدہ رہنا کوئی گناہ بھی تھا تو اس کا معاملہ بہت ہلکا ہے پھر (اپنے بڑے صاحبزادے) حضرت حسنؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے۔

یاحسن یاحسن ما ظن ابوک	اے حسنؓ اے حسنؓ! تیرے باپ کو یہ گمان کبھی
ان الامر یبلغ الی ھذا ود ابوک	نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا اب تیرا باپ
لو مات قبل ھذا بعشرین سنۃ۔	یہ چاہتا ہے کہ کاش وہ اس واقعہ سے بیس سال
	پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔

اور جنگ صفین سے واپسی کے بعد لوگوں سے فرماتے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امیر ہونے کو برا نہ سمجھو کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم سروں کو گردنوں سے اڑتے ہوئے دیکھو گے۔ (شرح عقیدہ واسطی) معجم طبرانی کبیر میں طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ جب واقعہ جمل میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ حضرت علی رضؓ کرم اللہ وجہہ کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت علی رضؓ گھوڑے سے اترے اور ان کو اٹھایا اور ان کے چہرے سے غبار صاف کرنے لگے اور رو پڑے اور کہنے لگے کہ کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔
(جمع الفوائد جلد ۲ ص۲۱۴)

سنن بیہقی جلد ۸ ص۱۸۲ میں ان کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت علی رضؓ سے

... جمل والوں کے متعلق پوچھا گیا کیا یہ لوگ مشرک ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ شرک سے بھاگ کر ہی تو وہ اسلام میں آئے۔ پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں تو فرمایا کہ منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں (اور یہ لوگ تو اللہ کو بہت یاد کرتے ہیں) پھر پوچھا گیا کہ پھر یہ کیا ہیں تو فرمایا کہ ہمارے بھائی جنہوں نے (ہم کو ناحق جان کر) ہمارے خلاف چڑھائی کی ہے۔

۵. اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا علی رضؓ مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اگر وہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنیوالا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ، ص۱۲۹ بحوالہ مقام صحابہ از مفتی محمد شفیع ص۱۳۰، ۱۳۱)

سابعًا: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضؓ سے مصالحت اور بیعت اور تادم زیست طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ اور آپ کے جملہ شامی اصحاب کو صحیح مومن سمجھتے تھے۔ چنانچہ علماء شیعہ میں سے علامہ مرتضیٰ اور صاحب الفصول مہمہ نے یہ روایت کی ہے کہ "جب حضرت حسنؓ اور معاویہؓ میں صلح تمام ہو گئی تو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے میرے حق کے متعلق مجھ سے نزاع کیا۔ میں نے اس امت کی اصلاح اور فتنے کا خاتمہ (اسی صلح میں) دیکھا۔ تم نے اس شرط پر میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ جن سے میں صلح کروں تم کو بھی صلح کرنی ہوگی اور جس سے میں جنگ کروں تمہیں بھی جنگ کرنی ہوگی۔ میں نے مسلمانوں کی خونریزی سے بہتر ان کے دماء کی حفاظت سمجھی لہذا میں نے اس صلح سے تمہاری خیر خواہی کا ہی ارادہ کیا۔
(بحوالہ مختصر التحفہ ص۲۸۱)

ثامنًا: حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی حضرت حسن رضؓ کے متعلق پیش گوئی میں فرمایا ہے اور فریقین کے ہاں یہ روایت مسلم ہے۔

اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ	میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ	کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان
الْمُسْلِمِیْنَ۔ (بخاری جلد ص۵۳۰)	صلح کرا دے گا۔

اس میں دونوں بڑی جماعتوں کو مسلمان فرمایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ظاہری

اسلام کی وجہ سے آپ نے انہیں مسلمان کہا باطن منافق اور حکماً کافر تھے۔ اس لیے کہ یہ حضور علیہ السلام کی طرف سے امت کے ساتھ بہت بڑی تلبیس ہوگی کہ حقیقت حال کو واضح نہ کر کے اس کے برعکس انہیں مسلمان فرمایا۔ نیز منافقین پر سختی کرنے اور ان سے جہاد کا حکم ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے صلح کر کے آپ کے ممدوح کیسے بن سکتے ہیں۔

ان تین تنقیحات میں مفصل جواب کا حاصل یہ نکلا کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضؓ کے محاربین کو زیادہ سے زیادہ خاطی فی الاجتہاد کہا جا سکتا ہے جس پر وہ عند اللہ ماخوذ نہ ہوں گے اور اس سے ان کے دین و ایمان اور تقویٰ میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔ (رضی اللہ عنھم اجمعین)

طالبین قصاص کے مناقب و فضائل

حضرات! طالبین قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہم نے حدود اللہ کے اجراء و قیام اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ مگر غیر محتاط مورخین ان کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں کہ ان کی دینی عظمت اور شخصیت مستور رہ جاتی ہے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ طبع دوم میں ام المومنین حضرت عائشہ، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر احادیث مرفوعہ کی روشنی میں اضافہ کیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر مستقل خاتمہ میں موجود ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا

آپ خلیفہ اول یارِ غار و مزار رسولؐ صدیق اکبرؓ کی نورِ چشم اور حبیبہ حبیب رب العالمین اور ام المومنین ہیں۔ علم و فضل، اخلاص و تقویٰ، زہد و سخاوت، خطابت و تحدیث میں اپنی نظیر آپ تھیں۔ بڑے بڑے فضلاء صحابہؓ مشکل مسائل آپ کے دار العلوم میں آ کر حل کراتے تھے۔ طلب قصاص کے لیے صحابہؓ و تابعین نے آپ سے رجوع کیا۔ پھر آپ کی قیادت میں تحریک اٹھائی۔ کچھ فضائل مخصوصہ مرفوعہ یہ ہیں

۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبریل آ کر آپ کو سلام کہہ رہے ہیں تو میں (حضرت عائشہ رضؓ) نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضورؐ آپ جبریل کو دیکھ رہے

ہیں میں دیکھ نہیں سکتی۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۲، مسلم جلد ۲ ص ۲۸۶، ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۱)

۲۔ بروایت انسؓ آپؐ نے فرمایا عائشہؓ کی فضیلت سب عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (گوشت روٹی چاول کا ملایا ہوا کھانا) تمام کھانوں پر فضیلت رکھتا ہے (ایضاً) مسلم جلد ۲ ص ۲۸۷ ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۱۔ نیز حضورؐ نے فرمایا کہ دین کا ۲/۳ حصہ عائشہ رضؓ سے حاصل کر لو (مشکوٰۃ)

۳۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہی کامل ہو گزری ہیں۔ عائشہ کی فضیلت سب عورتوں پر، ثرید کی تمام کھانوں پر فضیلت کی طرح ہے (ایضاً)

۴۔ حضورؐ مرض وفات میں جب ہر بیوی کے گھر میں ایک ایک دن ٹھہرتے تھے تو فرماتے میں کل کہاں ہونگا میں کل کہاں ہوں گا۔ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں جانے کے شوق میں یہ فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں جب میرے گھر میں پہنچے تو سکون پایا (حتیٰ کہ آپ کی گود میں وفات پائی) ایضاً۔ (مشکوٰۃ)

۵۔ حضرت عائشہ رضؓ کی باری والے دن لوگ ہدایا حضورؐ کو زیادہ بھیجتے تھے۔ ازواج مطہرات نے مشورہ کر کے حضرت ام سلمہ رضؓ سے کہا کہ حضورؐ سے کہیں وہ لوگوں کو ہماری باری میں ہدایا بھیجنے کا حکم دیں۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے یہ بات آپؐ سے عرض کی تو آپؐ نے اعراض کیا پھر کہی تو پھر ناگوار گزرا۔ تیسری مرتبہ کہی تو آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ مجھے عائشہ رضؓ کے بارے میں تکلیف نہ دو اس لیے کہ اللہ کی قسم عائشہ رضؓ کے سوا تم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ لحاف میں بیٹھا ہوں تو مجھ پر وحی اتری ہو (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۲، ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۰)

۶۔ ہشام بن عروہؓ آپ سے راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ کی باری والے دن صحابہؓ حضورؐ کو ہدایا خصوصیت کے ساتھ بھیجتے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتے تھے (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

۷۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ کو ازواج مطہرات نے اپنا وکیل بنا کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا کہ ابوبکر رضؓ کی بیٹی کے بارے میں (ہم سے) عدل فرمائیں۔ حضرت فاطمہؓ نے بادل نخواستہ جب یہ پیغام حضورؐ کو پہنچایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

یا بنیۃ الست تحبین ما احب فقالت بلیٰ قال فاحبی ھذہ (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

توآپؐ نے فرمایا اس (عائشہ صدیقہ رضؓ) سے تو بھی محبت کر (ایسی بات چھوڑ دے)

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا میں نے تین بار تجھے (منجانب اللہ) خواب میں دیکھا کہ فرشتہ ریشمی کپڑوں میں ملبوس کر کے لایا اور کہا یہ آپؐ کی بیوی ہیں میں نے نقاب اٹھا کر دیکھا تو تو ہی تھی میں نے کہا اگر یہ خواب منجانب اللہ ہے تو خدا اسے مجھ تک بھیجے گا (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

۹۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپؐ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے فرمایا عائشہ رضؓ، پوچھا گیا مردوں میں سے کون ہے فرمایا اس کے باپ ابوبکر رضؓ ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۱)

۱۰۔ حضرت عمار بن یاسر رضؓ فرماتے ہیں کہ عائشہ رضؓ آپ کی دنیا و آخرت (جنت) میں بیوی ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی و بخاری)

۱۱۔ حضرت عمار بن یاسر رضؓ کے پاس ایک شخص نے حضرت عائشہ رضؓ کا گلہ کیا تو آپ نے فرمایا، بدشکل ملعون دفع ہو جا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔؟

حواری رسولؐ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ کے صاحبزادے ہیں سابقین اولین مہاجرین میں سے ہیں۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ بڑے فاضل تلوار کے دھنی اور حواری رسولؐ سے ملقب ہیں۔ صدیق اکبر کے بڑے داماد، اسماء کے شوہر اور عبداللہ کے والد تھے۔

فضائل:۔ ۱۔ خود فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ قریظہ کے دن اپنے ماں باپ کا نام میرے لیے جمع کیا اور فرمایا میرے ماں باپ (تجھ پر) قربان ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۸)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن تین مرتبہ جہاد کے لیے ابھارا۔ ہر مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہی تب آپؐ نے فرمایا۔ ان لکل نبی حواریا وحواری الزبیر (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۱) ہر نبی کا خاص (مددگار) ہوتا ہے میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں

۳۔ جنگ احزاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دشمنوں کی خفیہ خبریں کون معلوم کر کے

لائے گا۔ تین مرتبہ کہا تین مرتبہ میں نے لبیک کہی۔ تب آپؐ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کی صبح عبداللہؓ کو وصیت میں یہ بھی فرمایا میرا کوئی عضو سالم نہیں مگر سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں زخمی ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ عضو خاص بھی زخمی ہوا ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۹)

۵۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم پہاڑ پر تھے۔ چٹان کانپنے لگی تب آپؐ نے فرمایا تھم جا تیرے اوپر نبی صدیق اور شہداء ہی تو ہیں (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۲)

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر رضؓ سے کہا (میرا باپ) اور تیرا باپ ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے اللہ و رسولؐ کی بات اس وقت (بھی) مانی جب ان کو زخم پہنچ چکا تھا۔ (آلِ عمران) مسلم جلد ۲ ص ۲۸۲ ابن ماجہ ص ۱۲ پر ہے کہ وہ ابوبکر رضؓ اور زبیر رضؓ ہیں

۷۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بار بار مشورہ دیا گیا کہ حضرت زبیر رضؓ کو خلیفہ بنا جائیں تو آپؓ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ میری دانست میں بہترین صحابہ رضؓ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین ہیں (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۷)

۸۔ جنگ یرموک میں صحابہ رضؓ نے حضرت زبیر رضؓ سے کہا آپ حملہ کیجیے ہم آپ کے ساتھ حملہ کریں گے تو دشمنوں نے آپ کو کندھے پر دو زخم لگائے۔ جن کے درمیان جنگ بدر والا زخم تھا عروہ کہتے ہیں میں جب چھوٹا تھا تو ان زخموں کے گڑھوں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۷)

۹۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے سخی تھے۔ وفات کے وقت ازواج مطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں بیچا گیا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضؓ سابقین قدیم الاسلام مہاجرین سے ہیں قریشی ہیں مرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب مل جاتا ہے۔ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے فضائل خاصہ یہ ہیں

۱۔ عشرہ مبشرہ بالجنۃ والی مشہور حدیث میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد پانچویں نمبر پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے (اکمال فی اسماء الرجال) (مشکوٰۃ ترمذی ابن ماجہ) ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن دو زرہیں پہنی تھیں ایک چٹان پر چڑھنا چاہا تو نہ چڑھ سکے۔ حضرت طلحہ رضؓ کو نیچے بٹھایا پھر آپؐ اس پر چڑھ گئے اور چٹان پر سیدھے بیٹھ گئے تو فرمایا۔ اوجب طلحۃ (ترمذی جلد ۲ صـ۲۳۸) طلحہ رضؓ نے (جنت) واجب کر لی

۳۔ بروایت جابر بن عبداللہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شہید کو زمین پر چلتا دیکھنا پسند کرے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضؓ کو دیکھ لے۔ (ترمذی جلد ۲ صـ۲۳۸)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے کانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بات سنی آپؐ فرماتے تھے کہ طلحہ و زبیر رضؓ میرے جنت میں پڑوسی ہیں (ترمذی جلد ۲ صـ۲۳۸)

۵۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "کہ طلحہ رضؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی حاجت (شہادت کا شوق) پوری کر لی۔ (ترمذی جلد ۲ صـ۲۳۸)

۶۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہؓ کا وہ کٹا سوکھا ہوا ہاتھ دیکھا کہ احد کے دن جس سے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کا بچاؤ کیا تھا۔ (ابن ماجہ صـ۱۲)

۷۔ ابو عثمان رضؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بعض خاص جنگ کے دنوں میں سوائے طلحہؓ اور سعدؓ (بن ابی وقاص) کے کوئی نہ رہا تھا۔ (بخاری جلد ۱ صـ۵۲۷)

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام فوت ہوئے تو طلحہ بن عبید اللہ سے راضی گئے۔ (بخاری جلد ۱ صـ۵۲۷)

۹۔ جنگ احد میں ۲۴ زخم کھائے بلکہ تیر تلوار اور نیزوں کے ۷۵ زخم آپ کو لگے تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال ضمیمہ مشکوٰۃ صـ۲۰۵)

۱۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی لاش دیکھ کر روتے تھے اور منہ سے مٹی پونچھ کر فرماتے تھے ہم ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق خدا فرماتا ہے "جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ کدورت تھی وہ ہم (قیامت کے دن) نکال کر بھائی بھائی ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بٹھائیں گے۔ (تاریخ اسلام)

الزامی جواب بصورت عدم تسلیم ہم بھی الزاماً کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی نہ لڑنا چاہیئے تھا کیونکہ اس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا تھیں۔ نصِ قرآنی کی رو سے آپ عام مسلمانوں کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ایمانی ماں تھیں۔ حرمت جنگ و عدم ایذاء اور واجب الاحترام ہونے کے احکام میں نسبی والدہ سے بڑھ کر تھیں۔ ان سے جنگ کیوں کی گئی؟ جبکہ معمولی سی خلافِ شان حرکت بھی حرام تھی۔

ہمارے ہاں تو طرفین میں سے کسی پر الزام نہیں کیونکہ صلح صفائی ہو چکی تھی۔ نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا موردِ الزام ہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتکب گناہ۔ علم غیب دونوں کو نہ تھا کہ سازش کے وقت ہی بلوائی شیطانوں کو گرفتار کر کے ان کا کام تمام کرا دیتے۔ البتہ شیعہ حضرات جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عالم الغیب اور کائنات کے ذرے ذرے سے آگاہ سمجھتے ہیں اور نفع اور نقصان کا مالک اور ہر معاملہ میں مختار جانتے ہیں۔ ان کے اس باطل عقیدہ کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام ضرور آئے گا۔ کہ باوجود ان کی سازش سے آگاہ ہونے کے ان پر کیوں پہرہ نہیں لگایا؟ قاتلین عثمان رضؓ کا علم اور ان کی گرفتاری پر قدرت ہونے کے باوجود کیوں قصاص نہیں لیا۔ صلح پر قادر ہونے کے باوجود کیوں لڑائی ہونے دی کہ دس ہزار نفوس کی شہادت کے علاوہ ام المومنین، حبیبہ حبیب رب العالمین سے جنگ ہوئی جس کا احترام ہر مومن کے ذمے واجب تھا

فما هو جوابكم فهو جوابنا

ایک ضروری تنبیہ یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نفس رسولؐ تھے اس لیے آپ سے جنگ کرنے والے محارب رسول اور کافر ہوئے غلط ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نفسِ رسولؐ ہونے کا ثبوت کسی صحیح حدیث اور قابل احتجاج روایت سے ہرگز نہیں۔

بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جائے تو یہ تشبیہ صرف عزت و اکرام۔ رشتہ داری یا ان کے متبع رسول ہونے میں ہے۔ ہر لحاظ سے فی جمیع الامور تشبیہ مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت فاطمہ رضؓ حضرت علی رضؓ کی بیٹی ہوں اور حضور صؐ کے ہم رتبہ اور اسی قدر واجب الاحترام ہوں حالانکہ یہ لوازم بداہتہً باطل ہیں تو ملزوم بھی باطل ہے۔

علاوہ ازیں حکماً حرب رسول گناہ کبیرہ تو ہے مگر کفر نہیں جیسے سود خوروں کے متعلق ارشاد ربانی ہے

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (بقرہ ع ۳۸)

پس اگر تم سود خوری سے باز نہ آتے تو اللہ و رسولؐ سے تمہاری جنگ ہے۔

حالانکہ سود خور محارب رسول کے حکم میں ہوتے ہوئے بالاتفاق مرتکب کبیرہ ہیں مگر کافر نہیں اور زیر بحث مسئلہ میں حرب علی عمداً نہیں بلکہ کیداً یا اجتہاداً تھی جو کبیرہ تو کجا گناہ صغیرہ بھی نہیں۔ (واللہ اعلم)

اعتراض چہارم

کتب طرفین اور تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ صحابہؓ سے کبائر کا ارتکاب ہوا۔ خدا و رسولؐ کی نافرمانی کی لہذا کامل الایمان نہ رہے ایسے لوگوں کی عظمت و عدالت کا اعتقاد غلط ہے۔

الجواب :- باب دوم کے آخر میں گو اس کا عقلی اور اصولی جواب دیا جا چکا ہے تاہم یہاں بھی کچھ وضاحت کی جاتی ہے۔

دو چار واقعات کے سوا کسی بھی گناہ کی کسی صحابیؓ کی طرف نسبت ہرگز درست اور ثابت نہیں۔ چند واقعات کے متعلق گزارش یہ ہے کہ عصمت صحابہؓ کا عقیدہ کسی سنی کا نہیں تاکہ نقض وارد ہو۔ تقریباً دو لاکھ صحابہؓ و صحابیاتؓ میں سے صرف چند سے اور وہ بھی زندگی بھر میں ایک آدھ مرتبہ بلا اصرار گناہ کا صدور۔ پھر اس پر کمال توبہ و ندامت اور مغفرتِ خداوندی کا بدرقہ نہ ان کی شان میں کمی کرتا ہے نہ ان کی عدالت میں سرمو فرق آتا ہے کیونکہ عدالت کے منافی اصرار علی الذنب اور عدم توبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان سے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہی ان کی عدالت اور ان کے متعلق حسن ظنی کے ایجاب پر کافی ہے۔

اور اگر آپ اس پر مطمئن نہیں تو (گستاخی معاف) ہم کہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک محبت علیؓ کا مدعی خواہ بڑا زانی، شرابی، سود خوار، ظالم، خدا اور رسولؐ کا حد درجہ نافرمان بلکہ کافر مشرک اور یہودی تک کیوں نہ ہو شیعہ مذہب میں اس کے لیے نجات یقینی ہے نیز اسے مومن و محب علیؓ سمجھتے ہوئے اس کی غیبت ایذا رسانی اور بدگوئی وغیرہ حرام ہے۔ مگر صحابہؓ نبی آخر الزمان۔ جن کے دل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے ان کے لیے حسن ظنی اور عدالت و عظمت اور اخروی نجات کا عقیدہ نہ رکھا جائے

اس کی وضاحت یہ ہے کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کی وجہ سے کچھ عذاب نہیں ہوگا نہ قیامت میں نہ قبر میں۔ اور یہ ان کا اجماعی عقیدہ ہے جو تمام فرقوں کے نزدیک مسلم ہے اور سمجھتے ہیں کہ حب علیؓ نجات کے لیے کافی ہے (مختصر التحفہ ص ۲۰۴)

چنانچہ روافض کے مشہور محدث ابن بابویہ قمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً (من گھڑت) روایت کی ہے کہ حضرت جبریل منجانب اللہ آپ کو سلام پہنچا کر کہتے ہیں۔

محمد نبيّ ورحمتي وعلي حجتي — محمدؐ میرا نبی ہے اور رحمت ہے اور علیؓ میری حجت

لا اعذب من والاه وان عصاني ولا — ہے جو اس سے محبت رکھے گا میں اسے کبھی عذاب

ارحم من عاداه وان اطاعني — نہ کروں گا اگرچہ میرا نافرمان ہو اور جو اس سے دشمنی

(مختصر التحفہ ص ۲۰۴) — رکھے میں اسے نہ بخشوں گا اگرچہ میرا مطیع و فرمانبردار ہو

نیز قمی نے ایک اور حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور بغض ہی کو جنت و دوزخ کا واحد سبب بتایا گیا ہے۔ بعض الفاظ یہ ہیں۔

فهو قسيم الجنة والنار لا — پس علی رضی عنہ ہی جنت و دوزخ بانٹنے والے

يدخل الجنة الا محبوه ولا — ہیں جنت میں صرف اس کے محب داخل ہوں گے

يدخل النار الا مبغضوه (مختصر التحفہ ص ۲۰۴) — اور جہنم میں صرف اس کے دشمن۔

نیز تمام شیعہ کے فرقے ابن فصلون یہودی ـ جو عبداللہ بن سبا یہودی لعین کا بیٹا اور تخریب اسلام میں اس کے مشن کا پورا مبلغ تھا ـ کو اس کے اس شعر کی وجہ سے محبوب سمجھتے ہیں۔

رب هب لی من المعيشة سؤلی — واعف عنی بحق آل رسول

واسقنی شربة بکف علی — سيد الاوصياء وبعل البتول۔

اے اللہ میرا رزق کا سوال منظور فرما دے۔ آل رسولؐ کے طفیل مجھے معاف فرما دے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مجھے پانی پلا جو تمام اوصیاء کا سردار اور جناب بتولؓ کا خاوند تھا۔ (بحوالہ مختصر التحفہ ص ۲۸۴)

نیز اصول کافی جلد ۱ ص ۳۷۲ پر ایک طویل حدیث میں ہے۔

ان الله يستحيي ان يعذب امة — بے شک اللہ تعالیٰ یقیناً حیا کرے گا کہ وہ اس

دانت یامام من اللہ وان کانت ظالمۃ مسیئۃ | اس جماعت کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام کو تسلیم کرے اگرچہ وہ ظالم اور بدکار ہی کیوں نہ ہو۔

امت سے مراد رافضی فرقہ ہے۔ الغرض جب یہودی ظالم اور بدکار اور خدائے تعالیٰ کا حددرجہ نافرمان، شیعہ حضرات کے نزدیک حب علی رضہ کے دعویٰ[1] کی وجہ سے ناجی ہے اور حب علی رضہ بہشت و دوزخ کی تقسیم کا معیار ہے تو کیا وجہ ہے کہ خدا و رسول ص کی محبت کا یہ مقام نہ ہو اور ان کی محبت میں سرشار صحابہ کرام رضہ کی جماعت میں سے بعض افراد چند غلطیوں کی وجہ سے مغفرت خداوندی کے دائرہ سے خارج سمجھے جائیں۔ (تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ) حالانکہ ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (بقرہ ع ۲۰) | جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے۔ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ۔ (مائدہ ع ۸) | اللہ تعالیٰ ایک قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے

وہ "وَاِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ"[2] کی تعمیل میں "یُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ"[3] کا مصداق ہو کر یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ[4] کی رو سے خدا کے محبوب بھی تھے اور محب بھی۔ یقیناً خدا اور رسول ص کی محبت کی وجہ سے ان کی مغفرت اور نجات لازمی ہے (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

۱۔ دعویٰ کی قید اس لیے ہے کہ حقیقی محب کافر بھی نہ ہوگا اور خدا کا نافرمان بھی کم ہوگا۔

۲۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ (آل عمران ع ۴)

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے ہیں۔ (توبہ ع ۹)

۴۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔ (آل عمران ...)

"شیعہ اور صحابہ" ایک رسالہ پر تبصرہ :۔

چونکہ شیعہ صحابہ کرام رضہ کو عادل اور مومن نہیں مانتے اور ان کی بدگوئی میں رطب اللسان رہتے ہیں تو جب ان کو الزاماً کہا جاتا ہے کہ تم صحابہ رضہ کی تکفیر کرتے ہو اور ان سے مروی دین اسلام کو نہیں مانتے تو جھلا کر کہتے ہیں کہ یہ ہم پر جھوٹا الزام ہے ہم سب کو عادل نہیں مانتے بعض کو مانتے ہیں اور ان کی روایات لیتے ہیں چنانچہ اس خفت کو مٹانے کے لیے ان کے مایہ ناز متکلم مدیر "اصلاح" ضلع سارن انڈیا نے "شیعہ اور صحابہ" کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا ہے۔ مگر بعض صحابہ رضہ کیسے چھپے وہ تو ولتعرفنھم فی لحن القول (اے رسول ص آپ منافقوں کو بات کے لہجہ میں پہچان لیں گے) کا مصداق بنے اور ہر صفحہ پر صحابہ کرام رضہ پر طعن بازی کر کے الزام کو اور پختہ ثابت کر دکھایا چونکہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق بحث ہے اس لیے طبع ثانی میں رسالہ ہذا پر ضروری گرفت کا مضمون اضافہ کیا جا رہا ہے اس کے مطاعن پانچ قسم کے ہیں۔

۱۔ صحابہ رضہ منافق تھے۔ توبہ۔ احزاب اور سورۃ منافقون میں از اول تا آخر منافقوں کا تذکرہ ہے کاش کوئی بتانے والا ہمیں بتائے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہونے کے بعد یہ صحابہ رضہ کیا ہوئے کہاں چلے گئے۔"

جواب :۔ صحابہ کرام رضہ پر نفاق کا الزام سفید جھوٹ ہے شیعوں میں اگر واقعی کوئی امانت و دیانت نام کی کوئی چیز ہے تو وہ تمام آیات متعلقہ منافقین کو غور سے پڑھیں شان نزول دیکھیں کم از کم دو دو معتبر سنی و شیعہ مفسروں سے ان کے نام کی تعیین کریں جتنے زیادہ نام نکال سکیں ہم آپ کو آفرین کہیں گے خود بھی ان کے منافق ہونے کی مہر لگا دیں گے مگر شیعہ گروہ چونکہ خود اسی برادری سے تعلق رکھتا ہے اور ایمان بالرسول ص کا دعویٰ محض ملمع سازی ہے اس لیے ہرگز اس سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، ثعلبہ بن حاطب، مسجد ضرار بنانے والے بارہ منافق جذام بن خالد بن عبید اللہ، معتب بن قشیر، ابوحبیبہ ابن ابی الاعز وغیرہم کو کوئی سنی مومن اور صحابی نہیں مانتا۔ ان کو صحابی کہہ کر اہل سنت کو طعنہ دینا بجائے خود بد دیانتی اور منافقت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ شیعہ ان کی مذمت نہیں کیا کرتے نہ تبروں میں یاد کرتے ہیں شاید ان کے اکابر ہوں کیونکہ یہی اصحاب رسول ص کے دشمن تھے اور لوگوں سے بھی کہتے تھے۔

لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ	جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہؓ
حتیٰ ینفضوا ...... الی وللہ	رہتے ہیں ان پر مت خرچ کرو حتی کہ وہ بھاگ جائیں
العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین	...... یہ منافق کہتے ہیں اگر ہم مدینہ لوٹے تو
ولکن المنافقین لا یعلمون	ہمارے غالب ان ذلیلوں کو نکال دیں گے حالانکہ
(منافقون پ ۲۸ ع ۱۳)	غلبہ اللہ اس کے رسولؐ اور مومنوں کو ہوگا

لیکن منافقین نہیں جانتے" اللہ کا وعدہ پورا ہوا منافقین خود ذلیل اور ناپید ہوئے۔ اللہ نے مسلمانوں کو عددی کثرت اور خلافت راشدہ و فتوحات کی صورت میں مکمل عزت اور غلبہ عطا فرمایا معلوم ہوا کہ سورۃ منافقون کا فیصلہ خود شیعہ کے خلاف ہے کہ ان کے اسلاف صحابہؓ کی عزت اور ترقی سے جلتے تھے اور آج یہ جل رہے ہیں۔

سورۃ توبہ والی آیت میں ہے پس اگر وہ (منافق) توبہ کریں گے تو ان کے لیے بہتر ہوگا۔ اور اگر وہ روگرداں ہوں گے تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب سے معذب کرے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار" ترجمہ مقبول ص۳۲۳۔ اور سورۃ احزاب میں ہے "اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کر دیں گے پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف ان پر لعنت ہوتی رہے گی وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسے قتل کیے جانے کا حق ہے (ترجمہ مقبول پارہ ۲۲ ع۵ ص۸۱۵) اور احزاب ہی کی ایک اور آیت میں ہے" اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول ص۵۰۲ پ۲۲ ع۱۹) شیعہ کی نشان کردہ تین سورتوں کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ منافقوں کو دو حالتوں میں سے ایک ضرور پیش آئے گی یا تو نفاق و کفر سے تائب ہو جائیں گے تو ان کو بہتری اور مغفرت و رحمت مل جائے گی یا پھر ذلیل و خوار ہو کر مقتول و معذب ہوں گے۔ ہمارے خیال میں اکثر منافقوں کو تو نصیب ہو گئی کیونکہ عہد نبوت کے آخر میں جب اسلام سب جزیرۃ العرب اور یمن تک چھا گیا تو ان کو اسلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین ہو گیا یہی ایمان لانا تھا۔ دوسری یہ کہ

اگر وہ منافق باز نہ آتے تو دنیا اور آخرت میں معذب و ذلیل ہوں گے۔ بدترین قتل سے دوچار ہوں گے بعض منافقوں کا یہ حشر بھی ہوا:

۱۔ آسمان نے دیکھا کہ وہ بعد از وفات نبویؐ کھلے مرتد ہوتے یا زکوٰۃ کے منکر ہوئے یا مسیلمہ کے پیروکار ہوئے تو سیف صدیقی نے ان کو لقمہ اجل بنا دیا قرآنی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ شیعہ چونکہ انہی کے مسلک پر ہیں۔ انکار زکوٰۃ اور بغض صدیقؓ آج بھی ان کا شعار ہے۔ لہٰذا ان کے شہید ثالث "احقاق الحق" میں بڑے غمناک ہیں کہ ابوبکرؓ نے انکار زکوٰۃ کی آڑ میں "مومنوں کو قتل کیا حالانکہ وہ خالص منافق تھے۔" اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا "کی تلوار سے ختم ہوئے اور موصوف کی "مصائب النواصب" اسی کی تشریح ہے۔ اب اگر شیعہ دوستوں کا خیال ہے کہ وہ منافق نہ تائب ہوئے نہ سیف صدیقی سے ختم ہوئے بلکہ وہ خلافت پا کر دنیا کے فاتح اور حاکم بن گئے۔ یہ تو قرآن کی کھلی تکذیب ہے۔ درحقیقت آیات منافقین ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایمان و عدالت اور خلافت راشدہ کی صداقت پر قطعی دلیل ہیں کہ اگر صحابہؓ عام یا خلفاء ثلاثہؓ منافق ہوتے تو ان کو کبھی یہ اقتدار و استخلاف اور تمکین دین نہ ملتی بلکہ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے حالانکہ معاملہ برعکس ہے کہ وہ تو دنیائے ارض کے بعد دنیائے قلب پر آج بھی معزز حکمران ہیں اور انکے دشمن حاسد چودہ سو سال سے بدستور مقہور و مقتول اور ماتم کناں چلے آ رہے ہیں۔ وللہ الحمد۔

طعن ۲: بعض صحابہؓ نے آیات کی غلط تاویل کی جیسے قدامہ بن مظعونؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے کی تو آپ نے رد کر دیا نیز حضرت عمرؓ اپنے عامل صحابہؓ سے سخت برتاؤ اور محاسبہ کرتے تھے معلوم ہوا کہ سب عادل نہ تھے۔

جواب: آیت میں تاویل یا اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے مگر اس سے عدالت ساقط نہیں ہوتی، ایک درجہ ثواب ملتا ہے۔ اپنے عمال سے سخت محاسبہ حاکم عادل کی فرض شناسی اور خدا پرستی کی دلیل ہے۔ شیعہ کا ایسے عمال پر طعن کرنا خبث باطنی ہی ہے کیونکہ ان پر یہ تو حاکم نہیں لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بنو ہاشم کو عہدے دیئے۔ بصرہ پر جو امیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ان پر خوب گرفت کی انہوں نے صفائی بھی دی حضرت مطمئن نہ ہوئے تو وہ ناراض ہو کر از خود مستعفی ہو گئے حالانکہ وہ

دونوں چچازاد بھائی اور بزرگ ہاشمی وصحابیؓ ہیں یہاں اگر شیعہ کو گرفت کرنا زیب نہیں دیتا تو حضرت عمرؓ اور ان کے گورنروں کے معاملات احتساب میں کیوں ٹانگ اڑاتے ہیں

طعن ۳۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیثوں کی بہتات ان کی سب ہی حدیثوں کو مشکوک بنا دیتی ہے دوسرا نمبر عبداللہ بن عمرؓ کا ہے تیسرا ام المومنین عائشہؓ اور ان کے بعد انس بن مالک کا ہے ہم ان کی احادیث کو محض عدالت کی بنا پر نہیں مانتے جانچ پڑتال کرتے ہیں۔

الجواب :۔ تلامذہ رسولؐ کے ساتھ شیعہ کا بغض محض کثیر الروایہ اور خادم الحدیث ہونے کی بنا پر لائق صد افسوس ہے مگر زرارہ بن اعین، ابوبصیر، محمد بن مسلم، برید بن معاویہ، حضرت باقر وجعفر سے ہی کثرت روایت کریں اور ان کو ائمہ ملعون کذاب بداعتقاد اور یہود ونصاریٰ سے بدتر بھی کہیں (رجال کشی) تو وہ صادق القول اور عادل ہوں۔؟ واہ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی حضرت ابوہریرہؓ کو ۷ھ میں مسلمان ہوئے اور چار سال خدمت نبویؐ میں رہے مگر مجرد تھے، ہمہ وقت رہے۔ حافظہ کی خصوصی دعا بھی کرا لی۔ عام اکابر صحابہؓ سے بھی مسائل واحادیث پوچھتے رہتے تھے پھر عمر بھی لمبی پائی۔ بیان کا شوق بھی خوب تھا۔ شاگرد بھی بہت اور لائق میسر ہوئے۔ تقریباً یہی وجوہ باقی تین حضرات کے کثیر الروایہ ہونے کی بھی ہیں۔ تو کیا یہ شخصی حالات وظروف ان کی روایات کی صداقت پر شاہد کافی نہیں؟ گو اور اکابر صحابہؓ قدیم الصحبت اور ان سے بڑے عالم تھے۔ مگر یہ شخصی حالات اور اسباب ان کو میسر نہ ہوتے تو ان سے روایت کم ہوئی۔ ۴ طعن ارتداد اور ۵ طعن محاربہ کا رد ہوچکا ہے۔ رہا "یہ کہ شیعہ بعض صحابہؓ کو عادل کہتے ہیں اور ان کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں" سادہ لوح اہل سنت کو دھوکہ ہی دینا ہے۔ بھلا ایسے عادل صحابہؓ کی کتنی تعداد ہے؟ ان کی روایات کیا ہیں؟ اور وہ کس کتاب میں مروی معتبر ہیں؟ شیعہ اس سے خاموش ہیں۔ صحاح اہل سنت کو کہاں مانیں اپنی کتب اربعہ سے ایک فیصد احادیث صحابہؓ رسولؐ دکھلا دیں ہم بہت ممنون ہوں گے۔

مدیر اصلاح نے بڑے زور شور سے آخر میں یہ پانچ سوال اہل سنت سے پوچھے ہیں۔

وہ کون لوگ ہیں جو تمام صحابہؓ کو کافر سمجھتے ہیں اور ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں

۲۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو اہل بیتؓ کے لیے درجہ ربوبیت کا دعویٰ کرتے ہیں

۳۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے مجوسیوں سے تعلیمات حاصل کیں اور ان تعلیمات کو اپنے عقائد میں

داخل کرلیا۔

۴۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے قرآن میں تحریف کی اور اس میں کمی کے دعویدار ہیں۔

۵۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے اسلام سے الگ مذاہب ایجاد کیے۔

سواد اعظم ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ یہ اقدامات حکومت کے ساختہ پرداختہ تھے

الجواب : نمبر ۱۔ حسب سابق وہی شیعہ جعفری ہیں جو تمام صحابہ کرامؓ کو معاذ اللہ منافق اور بے ایمان مرتد (کافر) مانتے ہیں۔ کیونکہ امام باقر وجعفر سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ سوائے تین افراد کے تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے (کافی، رجال کشی، منتہی الآمال)

ملا مجلسی لکھتے ہیں (۱) وہ مہاجرین وانصارؓ جو (بیعت علیؓ نہ کرنے سے) کافر ومرتد ہو گئے اور امیر المومنین کی خلاف ورزی کی اور اس کے دشمنوں (ابوبکرؓ وغیرہ) کی مدد کی۔ وہ تمام کفار سے بدتر ہیں العیاذ باللہ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۳)

نمبر ۲۔ جو شخص حضرت علیؓ کو (شیعوں کی طرح) مانتا ہے وہ مومن ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کو اس کی بیعت میں شریک کرتا ہے وہ مشرک ہے ... جو شخص علیؓ کو خلیفہ بلافصل ماننے میں شک کرتا ہے وہ جاہلیت کے کفار کی طرح پکا کافر ہے۔ (حیات القلوب ۵۴۲) خلافت بلافصل کا یہ شیعی عقیدہ کسی صحابی کا نہ تھا تبھی تو وہ سب حضرت ابوبکرؓ پر متفق ہوئے تو سب کو شیعہ نے کافر کہا۔

جواب سوال ۲ ۔ جو شیعہ آج بھی امام باڑوں میں علی ربی اور یا علی مدد، علی علی، اور کنی یا علی، غفتنی کے ورد کرتے ہیں دعا ان سے مانگتے ہیں۔ حاجات اولاد فتح شکست ان سے مانگتے ہیں ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے کھاتے اور قبور کے تابوت مجسمے تعزیے بنا کر پوجتے ہیں وہ سب علیؓ اور ائمہ کو رب مانتے ہیں آخر خدا کے پاس چھوڑا ہی کیا ہے۔ ان کی حدیث میں ہے کہ خدا نے فرمایا" میں نے اپنے کام علیؑ کے سپرد کر دیئے ہیں اور اس کو اپنے مخفی علوم پر آگاہ کر دیا منتہی الامال جلد ۱ ص ۱۴۲

۳ ۔ یہی موجودہ شیعہ ہیں جو "متعہ" کیوں کرتے ہیں؟ جیسے فحش رسائل لکھ کر جنسی انارکی پھیلاتے ہیں۔ یہ متعہ مجوسی ساسانی ... سے لیا گیا ہے کہ ان کی شادیاں دو قسم کی تھیں ایک مستقل اور ایک عارضی مستقل شادی کے ... پہلوی زبان میں "شود اور زن" کے الفاظ استعمال

ہوتے تھے لیکن عارضی شادی کی صورت میں شوہر اور بیوی کے لیے "میرگ اور زیانگ" کی قانونی اصطلاحات تھیں۔ قانون ساسانی جلد ا صـ ۳۶، ۳۷۔

اس عارضی شادی کے لیے نہ گواہوں کا کہیں ثبوت ملتا ہے نہ اس میں عورت کے وارثوں کی اطلاع یا رضا ضروری تھی! اس میں نہ وراثت چلتی تھی نہ طلاق ہوتی تھی نہ ہی ازدواج کی اولاد اپنے اصل باپ کیطرف منسوب ہوتی تھی۔ (قانون ساسانی جلد ا صـ ۲۹) یہی سب امور شیعہ کے متعہ میں پائے جاتے ہیں۔ (فروع کافی وتہذیب الاحکام ابواب المتعہ) شیعہ کا مسئلہ عاریۃ الفرج (استبصار جلد ۲ صـ ۷۵) بھی مجوسی معاشرت سے ماخوذ ہے کہ وہ اپنی بیوی محتاج بھائی کو کسب معاش میں امداد کے لیے عارضی طور پر دے دیتے تھے اس عارضی ازدواج میں جو اولاد پیدا ہوتی تھی وہ پہلے شوہر ہی کی سمجھی جاتی تھی (ایران بعہد ساسانیاں صـ ۴۳۰) (بحوالہ مقدمہ تحقیق متعہ صـ ۱۳ علامہ خالد محمود صاحب)

۴۔ قرآن میں تحریف کے قائل اور کمی کے دعویدار حسب سابق یہی موجودہ شیعہ اثنا عشری ہیں علامہ نوری ایرانی کی "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" محدث نعمت اللہ جزائری کی کتاب "الانوار" احتجاج طبرسی تفسیر صافی، اصول کافی کا باب تحریف صـ ۴۱۳ تا صـ ۴۳۶ اور ترجمہ مقبول کے حواشی دیکھیے۔ قدیم و جدید سب شیعہ قرآن کی تحریف اور کمی بیشی کے قائل ہیں۔ اصلی صحیح قرآن وہ حضرت مہدی کے پاس غار میں گم شدہ مانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ نے جمع کیا تھا اور وہی حضرت علی رضؓ کو پیدائشی طور پر تورات و انجیل کی طرح یاد تھا۔ (جلاء العیون حالات علی رضؓ)

الغرض اس قرآن سے شیعوں کو کوئی تعلق ہی نہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال میں اترا اور آپؐ نے خاص ترتیب سے امت کو حفظ کرایا اور لکھوایا اور آج بین الدفتین وہی مرتب قرآن کروڑوں مسلمانوں کو یاد ہے اور ہر گھر میں موجود ہے۔

۵۔ یہ شیعہ لوگ ہیں کہ اسلام محمدی سے الگ اذان بنائی کلمہ بدلا۔ تمام ثابت و متواتر شریعت کے مسائل بدلے۔ تمام جماعت رسولؐ کو کافر و مرتد کہا۔ خیالی اماموں کو انبیاءؑ سے افضل کر دکھایا متعہ کی فحاشی رائج کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات طاہرات کو نسب کی گالی دی۔ ازواج مطہرات امہات المومنین کو عصمت، ایمان اور اہل بیت رسولؐ سے خارج قرار دیا۔ قرآن کا انکار کیا۔ خدا کی پیشین گوئیوں کو جھٹلایا۔ غیر شیعہ تمام امت محمدیہ اور مسلمانوں کو معاذ اللہ خنزیر اور ولد الزناء کہا۔ (کافی) غیر شیعہ سادات اور اولاد علی رضؓ کو کتے سے بدتر درجہ کا معاذ اللہ (مجالس المومنین) اس سے بڑھ کر خلاف اسلام مذاہب اور کیا ہو سکتے ہیں۔

خاتمہ

ہمارے مقالہ میں بلا تخصیص عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت و فضیلت کا اثبات اور ان سے مدافعت پیش نظر رہی۔

لیکن خاتمہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خال المومنین، کاتبِ وحی، ہادی و مہدی، امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دور رفیق فاتح مصر و عبقریت عرب حضرت عمرو بن العاص اور تدبیر و فراست کے شہسوار اور عرب کی عظیم شخصیت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کے بھی مختصراً فضائل بیان کیے جائیں کیونکہ ان حضرات کو قدیم و جدید سبائیوں نے بہت مطعون کیا ہے حتیٰ کہ نام نہاد تحریک جماعت اسلامی کے امیر (مرحوم ہدی اللہ اتباعہ) نے بھی اپنی تحریروں میں قدیم تمام اعداء صحابہؓ کی وکالت کر کے ان کو خوب ہدف طعن بنایا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

تعارف: ــــــ معاویہ بن ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قریشی اور اموی ہیں، ہجرت نبوی سے ۱۰ سال قبل پیدا ہوئے۔ پانچویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ نسب مل جاتا ہے فتح مکہ سے ایک دن پہلے اپنے باپ کے ہمراہ اظہار اسلام کیا جبکہ اس سے قبل ۷ھ میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر والد کے خوف سے ظاہر نہ کیا۔ وصال نبویؐ تک آپؐ کے ساتھ رہے حنین و طائف کی لڑائیوں میں اور غزوہ تبوک میں شرکت کی۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی کی خدمت آپ کے سپرد کی کیونکہ آپؓ کو امین اور راستباز پایا۔ اس کے علاوہ باہر سے آنے والے وفود کی خاطر مدارات اور قیام و طعام کا انتظام بھی انہیں کے ذمہ تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے حملۂ شام کے وقت ایک دفعہ انہیں فوج کا سپہ سالار بنایا عرقہ کی فتح میں امیر معاویہؓ ہی کا ہاتھ تھا قیساریہ کی مہم سر کرنے کا سہرا بھی ــــ جس میں ۸۰ ہزار رومی کھیت رہے انہیں کے سر رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے امیر معاویہؓ کو ان کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال پر شام کا گورنر مقرر کیا۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے ان کے اعلیٰ کارناموں اور عمدہ قابلیت کی بدولت سارے شام کی گورنری آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ ہی نے سب سے پہلے بحری بیڑہ تیار کر کے رومیوں سے جنگ کی اور حدیث نبوی کے مصداق میں جنتی ہونے اور آپ نے ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے جو تاریخ اسلام و جزیرۃ العرب کے اوراق پر ابدالآباد تک نقش رہیں گے

یہ آپ ہی کی سرفروشانہ مساعی کا خوش گوار نتیجہ تھا کہ ولایت شام میں حکومت اسلامیہ کے سر بفلک ایوان کو ایسا استحکام و استواری نصیب ہوئی جس کے ساتھ ٹکرا جانے کے تصور ہی سے روم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ آپ کی عدل گستری، رعایا پروری، تحمل و بردباری، سخاوت و فیاضی، شجاعت و جانبازی، نظم و نسق میں کمال، سیاست و تدبیر، زندہ دلی، حسن خلق اور خوف خدا وغیرہ کی داستانیں اوراق تاریخ پر نقش ہیں۔

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر و عمرؓ اور اپنی ہمشیرہ ام المومنین ام حبیبہؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے مندرجہ ذیل حضرات نے روایت حدیث کی ہے۔ جریر بن عبد اللہ بجلیؓ، سائب بن یزید کندیؓ، ابن عباسؓ، معاویہ بن خدیجؓ، یزید بن جاریہؓ، ابو امامہ باہلیؓ، سہل بن حنیفؓ اور تابعین میں سے ابو ادریس الخولانی، سعید بن المسیب، قیس بن ابی حازم، عیسیٰ بن طلحہ، ابو مجلز، حمید بن عبدالرحمن بن عوف، محمد بن جبیر بن مطعم اور دیگر بہت سے حضرات نے روایت کی ہے۔ آپ بیس سال گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱ ترجمہ حضرت معاویہؓ)

حضرت معاویہؓ کے مناقب

۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَّاهْدِ بِهٖ۔ [1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت کرنے والا بنا دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

[1] ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۵۷۲

نیز ترمذی نے عمیر بن سعید سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا اَللّٰهُمَّ اهْدِ بِهٖ (اے اللہ معاویہؓ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دینا)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عقل بھی اس پر دال ہے کیونکہ بہت سی اسناد سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہؓ ایک وقت ضرور خلیفہ بن جائیں گے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت پر حد درجہ شفیق تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ ع ۱۶)

پیغمبر علیہ السلام تمہارے ایمان کے لیے حریص ہیں اور مومنوں پر بہت مہربان و رحم دل ہیں۔

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کاملہ امت کی طرف متوجہ ہوئی کہ ان پر ہونے والے خلیفہ کے لیے ہدایت یافتہ ہونے اور ذریعہ ہدایت ہونے کی دعا فرمائی۔ (ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۵۷۲)

۲۔ عن مسلمۃ بن مخلد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاویۃ اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَكِّنْ لَهٗ فِی الْبِلَادِ (وفی روایۃ العنب) وَقِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ رواہ الطبرانی من طریق جبلۃ بن عطیۃ عن مسلمۃ بن مخلد وجبلۃ لم یسمع من مسلمۃ فہو مرسل ورجالہ وثقوا وفی بعضہم خلاف۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۵۷)

مسلمہ بن مخلد کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کے حق میں دعا فرمائی اے اللہ اسے کتاب و حساب سکھا دے اور شہروں میں اسے پختہ اقتدار نصیب فرما۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اے اللہ اسے عذاب کی برائی سے بچا۔

اس حدیث کو ربیعۃ بن یزید نے عبدالرحمن بن ابی عمیرہ سے، امام بخاری نے تاریخ میں بطریق ابو مسہر سے، امام احمد بن حنبل نے عرباض بن ساریہ سلمیؓ سے، ابن جریر نے حدیث بن مہدی سے اور اسد بن موسیٰ، بشر بن السری اور عبداللہ بن صالح نے مسند ابو معاویہ بن صالح سے روایت کی ہے بشر بن سری کی روایت میں یہ اضافہ ہے؟ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ (اے اللہ معاویہؓ کو جنت میں داخل فرما) نیز ابن عدی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور محمد بن سعد نے مسند

[1] ازالۃ الخفاء جلد ص ۵۷۲

مسلمۃ بن مخلد سے بھی روایت کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے اس دعاء نبوی کے رواۃ شمار سے باہر ہیں۔
(تعلیق علی العواصم لمحب الخطیب ص۲۰۶)

۳۔ روی ابوبکر بن ابی شیبۃ بسندہ الی معاویۃ رضی اللہ عنہ انہ قال ما زلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا مَلَکْتَ فَاَحْسِنْ۔
(تطہیر الجنان ص۱۲)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس وقت سے خلیفہ بننے کی امید لگ گئی جب سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہؓ جب تو مملکت کا والی ہو جائے تو رعایا سے حسن سلوک کرنا۔

۴۔ امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے مگر اس میں جو ارسال ہے حافظ ابو یعلیٰؒ نے اس کا ازالہ کر کے موصولاً صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے جس کے لفظ یہ ہیں "حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا" وضو کرو جب وضو کر چکے تو معاویہؓ سے فرمایا

یَا مُعَاوِیَۃَ اِنْ وُلِّیْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ وَاعْدِلْ (تطہیر الجنان ص۱۵)

اے معاویہ! اگر خلیفہ بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل قائم کرنا

مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۶ پر حافظ ہیثمیؒ اس حدیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں "اسے طبرانیؒ نے اوسط اور معجم کبیر دونوں میں روایت کیا ہے۔ اوسط کے الفاظ یہ ہیں

فَاقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِیْئِهِمْ۔

اے معاویہ! نیکوکار کی نیکی قبول کرنا اور بروں سے درگزر کرنا۔

(باختصار ورجال احمد وابی یعلی رجال الصحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت معاویہؓ خلافت کے اہل تھے چنانچہ آپ نے ان کو وصیت اور ہدایت فرمائی۔ گویا حضور علیہ السلام کی جانب سے آپ اس منصب پر مامور ہوتے اور آپ نے عدل و انصاف سے خلافت کی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شخصی حد لغو اور بے نامزد ہو گا کیونکہ "وضع العذر عند غیر اہلہ" کا مصداق ہو گا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بالاتر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اقتضاء النص کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے

اور عدل و انصاف پر شہادت دی ہے اور یہ آپ کی بڑی منقبت ہے۔

نیز امام احمد بن حنبلؒ نے ایک دوسری حسن سند کے ساتھ جو اس سے ملتی جلتی ہے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہو گئے اور وہی وضو کرانے کے لیے آپ لوٹا اٹھاتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا لوٹا اٹھایا اور حضور علیہ السلام کے ہمراہ چل پڑے وضو کرانے کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر ایک یا دو مرتبہ اوپر اٹھایا تو فرمایا۔

یَا مُعَاوِیَۃَ اِنْ وُلِّیْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ وَاعْدِلْ قَالَ مُعَاوِیَۃُ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّیْ سَاُلِی الْخِلَافَۃَ حَتّٰی وُلِّیْتُ۔
(تطہیر الجنان ص۱۵)

اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو حاکم بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں برابر اس خیال میں رہا کہ عنقریب میں خلیفہ بن جاؤں گا چنانچہ میں خلیفہ بن گیا۔

۵۔ ایک اور حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلیفہ ہوں گے فرمایا بارہ جتنی بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد تھی "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ ان میں سے ہیں کیونکہ تمام ائمہ متفق ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان میں ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ان سے بھی افضل ہیں وہ بدرجہ اولیٰ ان میں داخل ہوں گے۔ (تطہیر ص۱۵)

۶۔ بخاری و مسلم کی اس مشہور حدیث کی رو سے آپ جنتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَیْشٍ مِّنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا

میری امت کا جو لشکر سب سے پہلے سمندری جنگ لڑے گا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی

مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۷ پر طبرانی کے حوالے سے ایک حدیث اس کی مؤید ہے جس میں حضرت عوف بن مالکؓ کو مسجد میں قیلولہ کے دوران خواب میں ایک شیر کی زبانی منجانب اللہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی نیز دوسروں تک اسے پہنچانے کا آپ کو حکم دیا گیا۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے البتہ ابوبکر بن ابی مریم میں اختلاط ہے۔

یہ یقینی بات ہے اور متواتر ہے کہ سب سے پہلے [illegible] حضرت معاویہؓ نے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رومیوں سے لڑی اس میں حضرت ام حرام رضی بھی تھیں جو واپسی پر خچر سے گر کر شہید ہوگئیں۔

۷۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ مَا رَءَیْتُ اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْبَہَ صَلَاۃً عَنْ اَمِیْرِکُمْ ھٰذَا یَعْنِیْ مُعَاوِیَۃَ ۔ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر قیس بن الحارث المذحجی وہو ثقہ ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہارے امیر حضرت معاویہ رض سے بڑھ کر کسی کو حضور علیہ السلام کے مشابہ نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا

(کذا فی مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۷)

۸۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب ذکر معاویۃ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رض سے کسی نے ذکر کیا کہ معاویہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا انہیں پڑھنے دو وہ فقیہ ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے ۔

قَدْ صَحِبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

کہ ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرفِ صحابیت حاصل ہے ۔

۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ مُعَاوِیَۃَ کَانَ یَکْتُبُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رواہ الطبرانی واسنادہ حسن (مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رض فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر (وحی خطوط وغیرہ) لکھا کرتے تھے ۔

۱۰۔ عن ابنِ عُمَرَ قَالَ مَا رَءَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِیَۃَ ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیہ جار خلاف کذا فی المجمع)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سردار نہیں دیکھا ۔

۱۱۔ عن ابن عبّاسٍ قَالَ جَآءَ جِبْرِیْلُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِسْتَوْصِ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ اَمِیْنٌ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَنِعْمَ الْاَمِیْنُ ھُوَ ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا اے محمد! معاویہ رض سے لکھوایا کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور بہترین امین ہیں ۔

وفیہ محمد ..... ولم اعرفہ وعلی بن سعید الرازی فیہ لین وبقیۃ رجال رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۔)

وروی الآجری بطرق متعددۃ ان ذالک (ای استکتاب معاویۃ) کان باشارۃ جبرئیل (ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۵۰۳)

۱۲۔ تطہیر الجنان میں آپ کے فضائل میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے جس کی سند کے سب رجال ثقہ ہیں البتہ ایک آدھ میں اختلاف ہے "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض اور عمر رض سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا ۔ مگر یہ ہر مرتبہ کہتے رہے کہ اللہ اور اس کے رسول ص ہی خوب جانتے ہیں پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھیجا جب وہ حاضر خدمت ہوئے (اور مشورہ دیا) تو آپ نے دوسروں سے فرمایا کہ تم اپنے کاموں میں انہیں بلایا اور مشورہ لیا کرو کیونکہ معاویہ طاقتور اور امین ہیں ۔ (تطہیر ص۱۱)

حافظ ابن کثیر (المتوفی ۷۷۴ھ) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں ہماری ذکر کردہ مرفوع احادیث نمبر ۴، ۲، ۸، ۱۱، ۱۲ بھی ہیں پھر آخر میں لکھتے ہیں

والتفینا بما اوردناہ من الاحادیث الصحاح والحسان المستجادات عما سواھا من الموضوعات والمنکرات

ہم نے صحیح حسن اور جید احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور موضوع ومنکر روایات سے احتراز کیا ہے ۔

(البدایہ جلد ۸ ص۱۲۳)

ان بے شمار فضائل کی رو سے کسی مومن کو یہ گنجائش نہیں کہ وہ مخالفین صحابہ رض کے پروپیگنڈہ اور جھوٹی روایات کی بنا پر حضرت معاویہ رض سے بدظن ہو یا آپ کی بدگوئی میں لب کشائی کرے باب دوم میں دسیوں حوالے اس پر گذر چکے ہیں کچھ حوالجات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا نام لے کر بدگوئی سے خصوصیت کے ساتھ روکا گیا ہے ۔ ان کی طرف مراجعت کر لی جائے ۔ یہاں صرف دو اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

معافی بن عمران رح :۔ جو مشہور محدث اور بزرگ ہیں ۔ سے پوچھا گیا ۔ کہ معاویہ رض اور عمر بن

عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ تو ان کو غصہ آگیا اور فرمایا کیا تم ایک تابعی کا صحابی سے مقابلہ کرتے ہو، بخدا حضرت معاویہ رضؓ آپ صلعم کے کاتب امین اور برادر نسبتی تھے جو آپ کو برا بھلا کہے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہو (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جو ہر خصلت میں جامع اور مسلم ہستی ہیں سے سوال ہوا کہ اے ابو عبدالرحمن معاویہؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؒ؟ تو فرمایا بخدا حضور علیہ السلام کے ہمراہ جہاد میں حضرت معاویہ رضؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ ہزار مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (خدا نے اس شخص کی بات سن لی جس نے اسکی تعریف کی) تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ (اے ہمارے پروردگار! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں) تو اس شرفِ عظیم سے بڑھکر اور کیا شرف ہو سکتا ہے؟

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ ازالۃ الخفاء جلد ا ص ۱۷۵ پر رقمطراز ہیں۔

تنبیہ۔ باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آں حضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطہ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی	معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم اور بڑے صاحب فضیلت صحابیؓ تھے اور صحابہؓ میں ایک خاص مقام رکھتے تھے کبھی ان کے حق میں بدظنی نہ رکھنا اور آپ کی بدگوئی کرکے ورطہ ضلالت میں نہ پڑنا تاکہ حرام کام کے ارتکاب سے بچو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطاعن پر ایک نظرؒ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ وہ شخصیت ہیں جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف وتشت[illegible]

[illegible] معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سوء ظن رکھنے والے تین گروہ ہیں۔ اول روافض خیران کا سوء ظن [illegible]

[illegible] تعجب نہیں۔ دوسرا گروہ [illegible] جاہل صوفیوں کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا تکملہ حضرت [illegible]

[illegible] بدگوئی کو سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنے کو سنی کہتے ہیں مگر درحقیقت بہت [illegible] اصول و فروع (باقی اگلے صفحہ پر)

[illegible] کے بعد پھر سے امت محمدیہؐ کو متحد اور منظم کر دیا اور آپ کے بیس سالہ دور خلافت میں پھر فتوحات کا سلسلہ جاری ہو گیا، سبائیوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں بلکہ ایسے منافقین و دشمنان اسلام پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا۔ اس لیے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی اختلاف کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت پر خوب بہتان تراشی کی اور ایسا غلط پروپیگنڈہ کیا کہ باقاعدہ تاریخ کا حصہ بنا دیا گیا۔

حالانکہ حقیقت حال بہت مختلف ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سبائیوں کے بہت بڑے مظلوم ہیں، ابن ابی الحدید شیعی معتزلی شیعوں کے وضع روایات کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں

واعلم ان اصل الاکاذیب فی احادیث الفضائل کان من جہۃ الشیعۃ فانہم وضعوا فی مبدء الامر احادیث مختلفۃ فی صاحبہم حملہم علی وضعہا عداوۃ خصومہم۔ (شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۷)	معلوم ہونا چاہیئے کہ فضائل (ومثالب) کے سلسلے میں حدیثیں بنانے کی اصل ابتدا شیعوں کی طرف سے ہوئی۔ انہوں نے کئی قسم کی احادیث اپنے صاحب (حضرت علی رضؓ اور ان کی اولاد) کے بارے میں وضع کیں، اس اختراع پر انہیں مخالفین کے ساتھ دشمنی نے آمادہ کیا۔

اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب فضائل میں وضع حدیث کے بانی یہی لوگ ہیں جس کا سبب مخالفین سے عداوت ہے تو اپنے مخالفین کی مذمت میں کیا کچھ افتراء نہ کیا ہوگا چنانچہ عطیہ عوفی محمد بن [illegible] ہشام کلبی جابر بن یزید جعفی ابو مخنف لوط بن یحییٰ وغیرہ مشہور کذاب رافضیوں نے مثالب صحابہؓ میں خوب حکایات و روایات وضع کیں اور ان کے ثعلبی نے تو مثالب صحابہؓ پر ایک کتاب لکھ ماری۔

بہر حال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات چند قسم ہیں۔

[illegible] ہی یہ اہلسنت کے مخالف [illegible] فرقے شیعہ میں داخل ہیں۔ تیسرا گروہ اس زمانہ کے بعض اہل ظاہر کا ہے بعض روایات میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن ان کی نظر سے گزرے۔ بوجہ ظاہریت کے ان کی تاویل [illegible] کر سکے ان میں سب سے [illegible] رس [illegible] گروہ [illegible] تیسرا

[illegible] از مولانا عبدالشکور لکھنوی بحوالہ حاشیہ ازالۃ الخفاء ص ۱۷۵ جلد اول)

۱۔ دو جو سند اور روایت کے لحاظ سے بالکل ناقابل اعتبار ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر افترا ہیں جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا اور آپ پر سب و شتم کی رسم جاری کرنا۔ حضرت حسن کو زہر دلانا شریعت کے کسی مسلم اور غیر مختلف فیہ قاعدے کی خلاف ورزی کرنا۔ عمال سے قصاص واجب ہونے پر قصاص نہ لینا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت دینا کہ معاویہ رض و اہل شام دیندار نہیں بلکہ شر پر لوگ ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار کی توہین کرنا، منکرات کا مرتکب ہونا۔ حضرت حسن رض کا معاویہ رض کو خوارج سے بڑھ کر مستحق قتال سمجھنا، مال غنیمت کی تقسیم میں ناانصافی کرنا وغیرہ ؎۔ یہ سب سبائیوں کے من گھڑت اتہامات ہیں جو روایت و درایت کے لحاظ سے ہرگز ثابت نہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن ان سے پاک ہے

۲۔ جو درحقیقت طعن نہیں معترض نے غلط فہمی یا بدنیتی سے انہیں مطاعن میں شمار کیا ہے مثلاً ایک واقعہ میں حدیث نبوی سننے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کا الزام حالانکہ آپ کا عمل ایک دوسری حدیث پر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رض کو یہ واقعہ معلوم ہونے کے باوجود آپ نے حضرت معاویہ رض سے کچھ مواخذہ نہیں کیا حالانکہ اس معاملہ میں آپ بہت سخت تھے۔

حضرت حجر بن عدی رض کا قتل بھی اسی نوعیت کا ہے کیونکہ وہ بغاوت کی مد میں تھے۔ اہل کوفہ کے سبائی اور شریر لوگ ان کے ذریعے فتنہ برپا کر کے استحکام خلافت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا نظم و نسق اور اتحاد مسلمین کی بحالی کے لیے ایسا اقدام ناگزیر تھا جو شرعاً ممنوع نہیں۔

زیاد کا استلحاق بھی اسی نوعیت کا ہے کہ شرعی ثبوت فراہم ہونے پر اپنا بھائی بنایا۔ شریعت کے کسی مسلم قاعدے کی خلاف ورزی نہیں کی۔

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جنگ بھی اسی نوع سے ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خطا اجتہادی کی مد میں آتی ہے جو شرعاً گناہ نہیں

۳۔ کچھ وہ ہیں جو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما میں مشترک ہیں جیسے بعض عمال سے ناپسندیدہ کاموں کا ظہور ان کے افعال کی ذمہ داری حضرت علی رض و معاویہ رض پر نہیں ڈالی جا سکتی جب تک کہ ان گورنروں کے افعال

؎ یہ نمبرات ایک عراقی رافضی ابن عقیل کی کتاب "النصائح الکافیہ لمن تولی معاویہ" سے ماخوذ ہیں

کا قابل حد و تعزیر ہونا اور ان کے علم میں آنا ثابت نہ ہو۔

۴۔ جو عام پروپیگنڈہ میں ہدف طعن بن کر رہے اور آپ کو بدنام کرنے کا مخالفین کے ہاتھ حربہ آ گیا حالانکہ وہ فی نفسہٖ اتنے قابل مذمت اور حدود شریعت سے باہر نہیں۔ ماحول زمانہ اور معاشرہ کے رجحان کی رو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک حد تک ان میں معذور بھی تھے وہ یہ دو چیزیں ہیں:-

۱۔ ملوکیت کا آغاز ۲۔ یزید کی ولی عہدی ہم ان پر قدرے تفصیلاً روشنی ڈالتے ہیں گو یہ ساری بحث ضمنی ہے۔

ملوکیت کی حقیقت

اہل علم حضرات پر مخفی نہیں کہ ملوکیت فی حد ذاتہ کوئی ممنوع اور قابل اعتراض چیز نہیں۔ لغت اور عام استعمال میں ملوکیت، بادشاہت اور صاحب اقتدار ہونے کا نام ہے جس کی وجہ سے ملک اپنے احکام نافذ کر سکے اور رعایا اس کی مطیع ہو۔

قرآن کریم میں نیک لوگوں کو اس منصب سے نوازا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ	جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ جَعَلَ	اے قوم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ
فِیْكُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّ	تم میں انبیاء مبعوث کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں
اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ	وہ نعمتیں دیں جو تمہارے زمانے میں کسی کو بھی
الْعٰلَمِیْنَ۔ (مائدہ ع ۴)	سب جہان والوں سے نہیں ملیں۔

یہاں خالص مذہبی امور کے سربراہوں کو انبیاء علیہم السلام کہا اور انتظامی و سیاسی ارباب اقتدار کو بادشاہوں سے تعبیر کیا ہے اور دونوں کی بعثت کو اللہ کی نعمت بتایا ہے۔ بنی اسرائیل کے ایک اور قصے میں ارشاد ہے۔

اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا	جب اپنے نبی سے ان لوگوں نے کہا ہمارے لیے ایک
نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ	بادشاہ مقرر کیجیے جس کے ماتحت ہم اللہ کی راہ میں
.... وَقَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ	جہاد کریں .... ان کے نبی نے ان سے کہا کہ
اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔ الخ	اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔
(البقرۃ ع ۳۱)	الخ ــــــ

یہاں حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا گیا اور علم و قد و قامت میں ان کی برتری کو واضح کر کے بادشاہی کا مستحق ترین بتایا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لیے دعا مانگی تھی۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکاً لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ۔ (ص ع ۳)
اے پروردگار! مجھے بخش دے اور ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ایزدی ہے

وَاٰتَاہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ وَالْحِکْمَۃَ۔ (بقرۃ ع ۳۲)
اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دی اور حکمت و (نبوت) سے سرفراز کیا۔

اور کتنے بے شمار مقامات پر مُلک کا لفظ اقتدار اور بادشاہت کے لیے استعمال کیا گیا ہے کسی مقام پر مذمت میں نہیں بلکہ ہر جگہ مدح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ملوکیت اور خلافت میں فرق

خلافت کے معنی پیچھے آنے اور جانشین بننے کے ہیں۔ بادشاہی اور خلافت میں فرق یہی ہے کہ خلافت میں اقتدار ہوتے ہوئے دوسرے کی نیابت ہوتی ہے۔ جیسے حضرت آدم، داؤد، سلیمان، اور دیگر انبیاء وعلیٰ نبینا وعلیہم السلام کے خلیفہ ہونے کی خبر دی کیونکہ وہ اجراء شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نائب تھے اور فی نفسہٖ صاحب اقتدار ہونے کی حیثیت سے ان کو مَلِک (بادشاہ) بھی کہا گیا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی نیابت کرنے والوں اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کو خلفاء راشدین کہتے ہیں گو لغوی اور قرآنی استعمال کے رو سے امیرالمؤمنین اور صاحبِ اقتدار ہونے کی وجہ سے مَلِک کی تعریف بھی ان پر صادق آتی ہے۔ تو ملوکیت و خلافت میں فرق عام اور خاص کا ہے۔ ملوکیت وہ اقتدار جو اصالۃً ہو خواہ نیابۃً ہو اور خلافت وہ اقتدار جو صرف نیابۃً ہو۔

البتہ عرف عام میں ملوکیت کی ایک مذموم قسم بھی ہے جو خلافت کی عین ضد ہے کیونکہ اس میں اقتدار علیٰ منہاج النبوۃ اور احکام الٰہی کے بجائے بادشاہ کی اپنی ذاتی خواہشات کا ہوتا ہے اور وہ اپنے آپ کو مطلق العنان سمجھتے ہوئے احکام خداوندی کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہی قیصر و کسریٰ کی سنت ہے اور اسی کو حدیث میں عتو (سرکشی) اور جبروتیت (ڈکٹیٹر شپ) سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی مذموم معنی کی حیثیت سے خلیفہ اور مَلِک کا تقابل کر کے بعض علماء سے الگ الگ معنی منقول ہیں۔

اس سلسلے میں اب مشہور حدیث ملاحظہ[1] فرمائیں۔

اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَکُوْنُ بَعْدَ ذٰلِکَ الْمُلْکُ۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۲۰)
خلافت تیس سال تک ہے پھر اس کے بعد بادشاہی ہوگی۔

اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکاً۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۳) رواہ ابوداؤد
خلافت تیس سال تک ہے پھر بادشاہی ہوگی

خِلَافَۃُ النُّبُوَّۃِ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ اَوْ قَالَ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَاءُ (ترمذی)
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تیس سال تک رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے بادشاہی دے گا

ان روایات میں عضوض کا لفظ نہیں بعض روایات میں ہے مگر وہ سنداً قابل اعتماد نہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تیس سال تک ہوگی۔ اور یہ بھی خلفاء کے ذاتی مناقب و فضائل کی حیثیت سے ورنہ رعایا میں امن و امان اور استحکام خلافت کے لحاظ سے پچیس برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک رہی پھر فتن کا دور شروع ہو گیا مگر اس کے بعد جو خلافت ہوگی اس میں ملوکیت کی بھی آمیزش ہوگی اور وہ خلافت راشدہ سے کم درجہ ہوگی۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی نہ تھی اور مطلق العنان بادشاہت اور حکومت تھی کیونکہ احادیث میں انداز تعبیر ایسا ہے کہ بعض مرتبہ کمال کی نفی کو اصل چیز کی نفی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی شناعت ذہن میں بیٹھ جائے مثلاً آپؐ نے فرمایا

لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔
مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی۔

---

[1] علامہ ابن خلدون اور قاضی ابوبکر بن العربی نے اس میں کلام بھی کیا ہے کیونکہ حضرت سفینہ رضؓ سے اس کا راوی سعید بن جمہان ہے جس کی ثقاہت میں اختلاف ہے۔

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ	بے امانت کا کوئی ایمان نہیں۔
۳۔ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ مَنْ لَّا يَامَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ (وغیرہا من الاحادیث)	جس کے پڑوسی اس کے نقصانات سے مامون نہ ہوں وہ اللہ پر ایمان نہیں لایا۔

جن روایات میں ملک عضوض (کاٹنے والی بادشاہی) کا لفظ آیا ہے بصورت تسلیم ممکن ہے کہ اغلب حالات کی بنا پر ملک عضوض فرمایا ہو جو بنو امیہ اور بنو عباس کے دور اقتدار میں رہا۔ نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہ مخصوص ہے اور نہ اس سے استثناء کا ہونا محال ہے ورنہ حدیث کی عمومیت کے پیش نظر یہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے دور خلافت کو بھی شامل ہے حالانکہ وہ بالاتفاق خلافت راشدہ تھی معلوم ہوا کہ حدیث اپنے عموم پر نہیں تو اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بھی ملک عضوض کا مصداق نہیں بلکہ مابعد کی خلافتیں ہیں

ایک اور حدیث سے مذکور حدیث کا معنیٰ و مصداق بھی سمجھ میں آجاتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ هٰذَا الْاَمْرِ نُبُوَّةٌ وَّرَحْمَةٌ ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ مُلْكًا وَّرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ اِمَارَةً وَّرَحْمَةً ثُمَّ يَتَكَادَمُوْنَ عَلَيْهَا تَكَادُمَ الْحُمُرِ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ وَاِنَّ اَفْضَلَ جِهَادِكُمُ الرِّبَاطُ وَاِنَّ اَفْضَلَ رِبَاطِكُمْ عَسْقَلَانُ۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ (تطہیر الجنان ص۱۳)	حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتظام امت کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی پھر بادشاہی اور رحمت ہوگی پھر سرداری اور رحمت ہوگی پھر اس کو کاٹ کھانے کے لیے قبیلہ حمیر کی طرح بادشاہ لڑیں گے تو اس وقت تم پر جہاد ضروری ہے اور بہتر جہاد قلعہ بند ہونا ہے اور بہتر قلعہ عسقلان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت گو من وجہ ملوکیت تھی تاہم رحمت بھی تھی۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت آئینی تھی

آپ کی خلافت باضابطہ آئینی تھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری واجب تھی آپ کے خلاف خروج بغاوت تھا اس کے لیے دو باتوں پر غور ضروری ہے

اول۔ خلیفہ کے شرائط — دوم۔ طریق انعقاد خلافت

امر اول ۔ حضرت شاہ ولی اللہ رہ نے ازالۃ الخفاء کے شروع میں مندرجہ ذیل شرائط بتائی ہیں

۱۔ مسلمان ہو (۲) عاقل و بالغ ہو (۳) مرد ہو (۴) متکلم اور سمیع و بصیر ہو۔
۵۔ مجتہد ہو (۶) بہادر اور صاحب الرائے ہو (۷) عادل ہو (۸) قریشی ہو۔
۹۔ علی قول الاصح کتابت بھی مشروط ہے۔

واضح بات ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ کی شخصیت میں یہ سب صفات بحسن و تمام پائی جاتی تھیں۔ آپ کا فقیہ و مجتہد اور عادل ہونا مسلم ہے۔ معاند کے سوا اس کا کوئی انکار نہیں کرے گا

امر دوم ۔ حضرت شاہ صاحب نے انعقاد خلافت کے چار طریقے بتاتے ہیں۔

۱۔ بیعت عامہ اور اجماع امت سے ہو جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت۔
۲۔ خلیفہ سابق کی نامزدگی سے ہو جیسے حضرت فاروق اعظم کی خلافت
۳۔ مستحق ترین خاص جماعت سے شوریٰ کے ذریعے کسی کا انتخاب کیا جائے
۴۔ استیلا اور غلبہ سے خلیفہ بنے۔

ان چاروں طرق میں سے کسی ایک کے بغیر کوئی شخص خلیفہ نہیں بن سکتا۔ بعض مورخین کے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا استخلاف چوتھے طریقے سے ہوا مگر اس کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اور نہ ہی تلوار سر پر رکھ کر لوگوں سے بیعت لی۔

بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیاست و تدبر، حسنِ انتظام اور رعایا پروری میں بہت ہی مشہور تھے اس لیے فطری طور پر رعایا آپ کی وفادار تھی۔ خلافت علوی ہی میں اکثر صوبے آپ کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے۔

آپ کی رعایا کی فرمانبرداری امانت ایثار اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے عمال

کے مملکت میں اصلاح اور امن و امان قائم کرنے کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اعتراف کیا ہے جیسے شریف رضی نے نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۱۱۶ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں نقل کیا ہے۔

چونکہ مذکورہ بالا اسباب کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مملکتِ اسلامیہ میں عموماً اور اہل شام میں خصوصاً ہر دلعزیز اور منصب خلافت کے قریب ترین ہو چکے تھے۔ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آتے ہی اہل شام کے ارباب حل و عقد اور سلطنت کی اکثر رعایا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ ادھر اہل کوفہ کے ارباب حل و عقد نے حضرت حسن رض کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گویا صلح حسن تک چھ ماہ کے عرصہ میں ایک مملکت میں دو خلیفہ تھے جن میں بیعت کی رو سے کسی کی تقدیم کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ متاخر کی بیعت کو باطل کہا جائے

البتہ محققین کی ایک جماعت اس چھ ماہ کے عرصہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آئینی خلیفہ تسلیم نہیں کرتی جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور بیعت کر لی تو سب اہل مملکت نے بالاتفاق آپ کی خلافت تسلیم کر لی اس وقت سے آپ جائز اور آئینی خلیفہ مقرر ہو گئے۔ نہ اس وقت کوئی اختلاف ہوا نہ کسی کا خون بہا۔ نہ کسی کو دولت کی لالچ یا جان و مال کے اتلاف کی دھمکی دی گئی اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہاں استیلا بھی فی الحقیقت نہیں بلکہ جنگ صفین اور استقرار بر ولایت شام کی وجہ سے صوری ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس وقت بیعت نہ کی جاتی تو پھر خانہ جنگی کا اندیشہ تھا مگر یہ بھی موہوم ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کو مستولی اور قابض نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ حقیقتاً استیلا ر اسی وقت ہوتا کہ عام پبلک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہی نہ کرتی اور آپ لشکر کشی کر کے جبراً ہر ایک سے بیعت لیتے۔

مگر ہوا اس کے برعکس کہ آپ سے شدید ترین اختلاف رکھنے والوں نے بھی برضا و رغبت بیعت کر لی جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فوجی کمانڈر قیس بن سعد اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ

(دیکھیے کتب تاریخ)

حضرت شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۲۵ پر لکھتے ہیں

انعقاد خلافت کا چوتھا طریقہ استیلاء ہے جب خلیفہ فوت ہو جائے اور کوئی شخص بغیر بیعت اور انتخاب کے خلافت حاصل کرنے کے درپے ہو جائے یا لوگوں کو الفت و مہربانی سے اپنے ساتھ ملانے کے ذریعے یا زبردستی اور جنگ کے ذریعے اپنے ساتھ ملائے تو ایسا شخص بھی خلیفہ بن جاتا ہے اور تمام لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ شریعت کے موافق کاموں میں اس کی اتباع کریں۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں ۱۔ مستولی اور قابض میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور مصالحت و حکمتِ عملی کے ذریعے (یعنی عوام سے مہربانی اور الفت کا سلوک کر کے) کسی حرام کام کے ارتکاب کے بغیر مخالفین کو مزاحمت سے باز رکھے یہ قسم جائز ہے جضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کر چکنے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد اسی قسم کا تھا۔ اھ

جب، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں خلافت کی تمام شرطیں موجود تھیں اور بذریعہ استیلاً بھی وہ قانونی اور جائز خلیفہ تسلیم کر لیے گئے اور تحصیل خلافت میں کسی ناجائز اور حرام کام کا بھی ارتکاب نہیں کیا بلکہ حکمتِ عملی اور تالیف قلوب سے کام لیا تو اب کیسے ان کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور ملک و بادشاہ ہونے کا طعنہ دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی خلافت گو سابق خلفاء اربعہ کی خلافت بعینہٖ نہ تھی مگر اس کے مشابہ ضرور تھی کیونکہ خلافت کے اغراض و مقاصد، احیاء سنت و علوم دین اقامتِ ارکان اسلام شعبہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا قیام، اقامت جہاد و منصب قضا، اقامت حدود وغیرہ جملہ شعبہ جات امور شرعیہ جو خلیفہ کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں وہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوتے رہے۔ اور کبھی بھی مسلم شرعی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوئی اور نہ ہی بدنیتی سے آپ نے کسی کے جان و مال کو تلف کیا۔

درحقیقت آپ کا دور [illegible] علی منہاج النبوۃ اور ملوکیت کے درمیان حد فاصل ہے۔

کیونکہ ملوکیت مذموم یہ ہے کہ حکمران مطلق العنان اور احکامِ شرعیہ سے بے پرواہ ہو اور یہ

آپ کے بعد آنے والے خلفاء میں پائی گئی۔

آپ کی خلافت کی صحت پر اجماع ہونے پر بہت سے حوالہ جات باب پنجم میں گزر چکے ہیں ان کی مراجعت کرلی جائے۔

یہ ہے وہ امور جن کی بدولت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت خلفاء اربعہ کی خلافت راشدہ سے کم درجہ ہوگئی تھی وہ یہ تھے کہ خلافتِ راشدہ میں لباس طعام، رہائش دربار اور عوام سے براہ راست تعلق میں نہایت سادگی تھی مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ کیفیت باقی نہ رہی۔ طبائع کے اختلاف، زمانہ کے تغیر، رعایا کے عہد نبوی ؐ سے دور ہونے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درجہ فضائل و تقویٰ میں خلفاء راشدین سے کم ہونے کے علاوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک حد تک اس لیے بھی معذور تھے کہ قیصر روم کے قرب اور رومیوں کی معاشرت کی وجہ سے سادگی میں خلافت اور خلیفہ کی ہیبت عوام الناس اور دشمنوں میں قائم نہ رہ سکتی تھی چنانچہ ضرورۃً اسے اپنایا گیا جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عمدہ شاہانہ لباس میں مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کسریٰ العرب فرما کر تنقید کی مگر جب انہوں نے مذکورہ بالا عذر پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور پھر کبھی تعرض نہ کیا۔

تو دراصل یہ شان و شوکت بھی تفاخر اور تکبر کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اپنے زمانہ کے معاشرہ میں اسلام کا وقار اور خلافت کی شان و شوکت بحال رکھنے کے لیے دشمنوں کی سرحد جیسے علاقہ پر ضروری تھی۔

خلفاء راشدینؓ کی اتباع لازم ہے مگر امور شرعیہ اور ان کے قضایا و احکام میں ان کی ذاتی عادات و خصائل کی اتباع نہ شرعاً لازم ہے نہ اسلام کا منشاء، البتہ بخوشی متبع ماجور ہوگا۔ یہ بھی واضح رہے کہ خلیفہ کے راشد ہونے کا معیار اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی من کل الوجوہ سمجھے جائیں تو پھر تا قیامت ایسے خلیفہ کا وجود ناممکن ہے کیونکہ شیخین جیسا کوئی ماں بیٹا نہیں جنے گی۔ اس سے تو خلافت کا قیام محال ہونا لازم آئے گا جو اسلام کے منشاء کے بالکل خلاف ہے بلکہ خلیفہ کے راشد ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے احکام کا کس حد تک متبع ہے اگر وہ بالعموم شریعت کا پورا پابند ہے اور احکام الٰہیہ کا اس نے اجراء کیا ہے تو وہ خلیفہ ہے گو خلفاء راشدینؓ جیسی خصائل و عادات اس کی نہ ہوں اور پیوند لگے کپڑے اور معمولی نفقہ پر گذارا اس کا معمول نہ ہو حضرت معاویہ رضؓ کی

خلافت سے متعلق ہم اپنی اس گفتگو کو مایہ ناز مورخِ اسلام علامہ ابن خلدونؒ کے اس بیان پر ختم کرتے ہیں وہ اپنی تاریخ جلد ۲ کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

" مناسب یہی تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے حالات کو ہم اسی جلد میں خلفاء راشدینؓ کی خلافت اور ان کے تذکرہ کے ساتھ ذکر کرتے کیونکہ آپ فضیلت عدالت اور مقام صحابیت میں ان کے تابع ہیں اور اس سلسلے میں حدیث " الخلافة من بعدی ثلثون سنة " (کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی) کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے کیونکہ یہ پایہ صحت کو نہیں پہنچی۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار خلفاء راشدینؓ میں ہے مگر مورخین نے دو وجہ سے ان کا الگ ذکر کیا ہے اول۔ آپ کی خلافت غلبہ کی سی تھی جس کا سبب وہ قومی حمیت اور عصبیت ہے جو آپ کے زمانے میں پیدا ہوگئی۔ اس سے قبل خلافت انتخاب اور شوریٰ سے منعقد ہوتی تھی تو مورخین نے دونوں حالتوں میں فرق واضح کرتے ہوئے الگ الگ ذکر کیا۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان خلفاء کے پہلے فرد ہیں جو بعد میں عصبیت اور تغلب سے برسر اقتدار آئے جنہیں اہل ہوا ملوک کہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تشبیہ دینے لگ جاتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مابعد کے خلفاء کے ہرگز مشابہ نہیں بلکہ وہ خلفاء راشدینؓ میں سے ہیں۔ خلفاء مروانیہ میں سے دینداری اور فضیلت میں جو آپ کے بعد ہوگا وہی آپ کے بعد صاحب مرتبہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح خلفاء بنو عباس بھی دینداری میں درجہ بدرجہ ہیں۔

یہ سوال نہیں ہوتا کہ ملوکیت خلافت سے تو کم رتبہ ہے تو بادشاہ خلیفہ کیسے ہوا؟ (کیونکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ملوکیت کی جو قسم خلافت کے مخالف بلکہ عین ضد ہے وہ جبروتیت ہے جسے کسرویت کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ شاہانہ لباس میں دیکھ کر اسی پر گرفت کی تھی (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معقول عذر بیان کرنے سے آپ خاموش ہوگئے)

رہی ملوکیت کی وہ قسم جو قہر و غلبہ اور قومی عصبیت اور شان و شکوہ سے رونما ہوتی ہے۔ وہ خلافت کے منافی نہیں بلکہ نبوت کے بھی منافی نہیں کیونکہ حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ دین و دنیا دونوں میں خوب مستقل جمے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضؓ

نے بادشاہی اور اس کی شوکت کو دنیا سمیٹنے کے لیے نہیں اپنایا تھا بلکہ اس عصبیت کی وجہ سے طبعی طور پر وہ ادھر مائل ہوئے کیونکہ جب مسلمانوں نے تمام ممالک پر غلبہ حاصل کر لیا اور آپ چونکہ ان کے سردار تھے لہٰذا قوم کو بھی ادھر دعوت دی جیسے بادشاہ اپنی قوموں کو قومی عصبیت کے عروج کی طرف عند الضرورت بلاتے ہیں۔ آپ کے بعد اور دیندار خلفاء کا بھی یہی حال رہا کہ جب ملکی ضرورت اور حالات نے ان سے ملکی احکام کی پختگی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے قوم کو ادھر دعوت دی۔

خلیفہ اور بادشاہ کی پہچان کے سلسلے میں ضابطہ اور معیار یہ ہے کہ ان افعال کو کمزور احادیث کی بجائے صحیح احادیث پر پیش کیا جائے۔ جس کے افعال احادیث صحیحہ کے موافق ہوں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور جس کے افعال اس سے متجاوز ہوں (وہ ملک ہے) خلیفہ مجازاً ہی ہوگا۔ اھ

اگر کوئی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم ہی نہ کرے اور آپ کو بادشاہ کہنے پر ہی مصر ہو تو ہم اس سے لفظوں پہ نزاع نہیں کرتے مگر اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت معاویہ رضؓ کو بالفرض بادشاہ ہی تسلیم کیا جائے تو وہ قابل مذمت نہیں اور نہ ان کی بادشاہی اور ظالم یا کافر بادشاہوں کی سی ہے کیونکہ وہ بادشاہ ہوتے ہوئے حدود اللہ کے پابند شریعت کے محافظ اور عدل و انصاف میں ممتاز اور رعایا کے پورے نگہبان تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۹۔ ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں۔

انہ کان جید السیرۃ حسن التجاوز جمیل العفو کثیر الستر والجہاد فی بلاد العدو قائم وکلمۃ اللہ عالیۃ والغنائم ترد الیہ من اطراف الارض والمسلمون معہ فی راحۃ وعدل و صفح و عفو۔	حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین سیرت کے مالک ایک اچھے درگزر کنندہ خوب معاف کرنے والے اور رعایا کے عیوب کی بہت ستر پوشی کرنے والے تھے آپ کی خلافت میں دشمن کے علاقہ میں جہاد جاری تھا اللہ کا کلمہ سربلند تھا اطراف زمین سے مال غنیمت جمع ہو کر آتا تھا مسلمان آپ کے زیر سایہ نہایت آرام عدل وانصاف اور عفو و درگزر کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۱۸۵ پر آپ پر ملوکیت کے طعن کے متعلق لکھتے ہیں۔

"مسلمان بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں ہوا اور نہ ہی کسی بادشاہ کی رعایا آپ کی رعایا سے بہتر تھی جب آپ کے زمانے کی مابعد والے بادشاہوں کے زمانے کی طرف نسبت کی جائے۔ ہاں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانے کی طرف نسبت کرو تو یقیناً فرق واضح ہوگا۔"

پھر مسنداً چند آثار نقل کیے ہیں

"قتادہؒ (تابعین کے مشہور عالم) کہتے ہیں لوگو! اگر تم حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ہوتے تو تمہاری اکثریت یہ کہتی کہ مہدی یہی ہے! اعمش مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو پاتے تو تم کہتے یہ مہدی ہے۔

اعمشؒ کی مجلس میں عمر بن عبد العزیزؒ اور آپ کے عدل کا تذکرہ ہوا تو اعمشؒ بولے اگر تم معاویہؓ کو پاتے تو کیا کہتے۔ لوگوں نے کہا وہ حلم میں برتر تھے۔ اعمشؒ نے کہا وہ عدل و انصاف میں بھی (عمر بن عبد العزیزؒ سے) برتر تھے۔

ابو اسحاق سبیعیؒ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں کے ان کے آباء کے روزینوں کے مطابق روزینے مقرر کیے جب میری باری آئی تو مجھے بھی تین سو درہم دیئے۔

نیز ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے زمانہ کو پا لیتے تو کہتے یہ مہدی ہے نیز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا ان کے بعد کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا فرماتے تھے "تمہیں عطیات دے چکنے کے بعد بھی بیت المال میں کچھ بچا ہے۔ وہ بھی میں تم میں تقسیم کر دوں گا۔ اگر آئندہ سال کچھ مال آ گیا تو تم میں تقسیم کر دیں گے ورنہ مجھے ملامت نہ کرنا کیونکہ یہ میرا مال نہیں بلکہ یہ اللہ کا مال ہے جو اس نے تمہیں دیا۔ (منہاج السنۃ مختصراً)

نیز علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ عدل و انصاف۔ رعایا سے احسان اور سیرت کی عمدگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں ان کی حدود حکومت خراسان سے لے کر بلاد

افریقہ تک اور قبرص سے لے کر یمن تک تھی سب سلطنت میں آپ کا یہی کردار تھا اس کے باوجود آپ کو اعتراف تھا کہ فضلاء صحابہؓ سے نہیں۔ نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنی رعایا سے سلوک ایسا تھا جیسے بہترین حاکم رعایا سے سلوک کرتے ہیں۔ رعیت بھی آپ کو بہت پسند کرتی تھی۔ صحیحین کی یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن کو تم پسند کرو اور وہ تمہیں پسند کریں وہ تم پر نماز جنازہ پڑھیں اور تم ان پر پڑھو۔ تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جنہیں تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں تم ان پر لعنت کرو وہ تم پر لعنت کریں۔ (منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۱۸۹ قدیم)

حضرت معاویہؓ کی قابلیت پر غیر مسلموں کی شہادت

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۴ ص ۱۴۱ پر ہے۔

" آپ ایک پیدائشی حکمران تھے اس لیے شام انتظامی نقطہ نظر سے تمام اسلامی مملکت میں ایک مثالی صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا آپ شامیوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے آپ نے طاقت سے نہیں نرمی و بردباری اور خداداد ذہانت سے فرمانروائی کی۔"

کولمبو انسائیکلوپیڈیا ص ۱۲۲۹ میں ہے۔

" معاویہ رضی اللہ عنہ کی پالیسی ہمیشہ بردبارانہ رہی اور روشن دماغی سے امور مملکت سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اسلامی مملکت کو پھر سے نمایاں طور پر یک جہتی بخشی"۔ بروکلمن ص ۷۳ پر ہے

" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت اور نظام حکومت کو ایک بار پھر فاروقی بنیادوں پر استوار کیا جو خانہ جنگیوں سے درہم برہم ہو چکا تھا"

(بحوالہ سیدنا معاویہؓ ص ۲۴۲ از محمود ظفر احمد سیالکوٹی)

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔

" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے بردبار صاحب وقار اور رئیس و سردار کی حیثیت سے لوگوں میں مسلم تھے سخی عادل اور صاحب رعب و جلال تھے۔ مدائنی صالح بن کیسان سے روایت

کہتے ہیں کہ عرب کے ایک دانا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں دیکھا جب وہ اپنی ماں کے ساتھ تھے تو کہنے لگا یہ لڑکا عرب قوم کا سردار ہوگا۔ آپ کی ماں ہند کہنے لگی اگر یہ اپنی قوم کا سردار بنے تو اسے ماں گم پاتے۔

قضا و عدالت:۔ آپ کے قاضی اور منصف و عادل ہونے کے متعلق مسعودی جیسا شیعی خیال مورخ بھی لکھتا ہے۔

" آپ دربار میں جانے سے قبل روزانہ مسجد میں جاکر کمزور ناتواں اور نادار لوگوں اور لاوارث بچوں تک کی شکایتیں سنتے اور ان کا تدارک کرتے۔ (مروج الذہب جلد ۴ ص ۱۷)

سید امیر علی شیعی نے عوام کی شکایات سننے کے لیے مسجد میں جانا ظہر کے وقت لکھا ہے نیز عدلیہ کو بالکل آزاد رکھا گیا تھا یہاں تک کہ ایک قاضی امیر المومنین کو بھی عدالت میں طلب کر سکتا تھا۔ قاضی حضرات کتاب و سنت کی روشنی میں اپنا کام کرتے تھے اس دور کے قاضی ہر قسم کے غلط لوازمات سے پاک تھے۔ متقی عالم مجتہد تھے اور حدود اللہ میں بڑے سے بڑے افسر سے بھی مرعوب نہیں ہوتے تھے منصب قضاء عموماً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سپرد تھا۔

(النظم الاسلامیہ ص ۲۳۴ بحوالہ سیدنا معاویہؓ ص ۳۵۷)

حلم و بردباری:۔ حلم کے متعلق آپ کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا

انی لا رفع نفسی من ان یکون ذنب اعظم من عفوی وجھل اکثر من حلمی او عورۃ لا اواریھا بستری او اساءۃ اکثر من احسانی۔

میں اپنے آپ کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ کوئی گناہ میری معافی سے بڑا ہو اور جہل میری بردباری سے زیادہ ہو یا کسی عیب کی سترپوشی نہ کروں یا کوئی برائی میرے حسن سلوک سے زیادہ ہو۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۳۳۵)

احنف بن قیسؓ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ حلیم کون ہیں؟ آپ یا معاویہؓ تو انہوں نے فرمایا۔ بخدا میں نے تم سے بڑھ کر جاہل نہیں دیکھا۔ معاویہؓ قدرت رکھتے ہوتے حلم سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوئے بردباری کرتا ہوں تو میں ان سے کیسے بڑھ سکتا یا برابری کر سکتا ہوں۔ (طبری ج ۶ ص ۱۸۷)

ایک دفعہ ایک شخص کی بدکلامی پر فرمایا میں لوگوں اور ان کی زبانوں میں دخل نہیں دیتا جب تک وہ ہمارے نظام حکومت میں دخل نہ دیں گے (طبری بحوالہ سیدنا معاویہؓ صـ۴۳۲)

یزید کی ولیعہدی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلافت کے لیے ولی عہد بنایا جس کے زمانے میں امت کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز بیٹے کو نامزد کرنا قطعاً جائز نہ تھا کیونکہ یہ قیصر و کسریٰ کی رسم تھی یہی ملوکیت کا سنگ بنیاد بنا معہذا وہ خلافت کا اہل بھی نہ تھا۔

الجواب :۔ یہاں تین باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

۱۔ کیا باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو سکتا ہے۔

۲۔ کیا خلیفہ خود اپنے بیٹے یا عزیز کو نامزد کر سکتا ہے۔

۳۔ کیا نامزدگی کے وقت حضرت معاویہؓ کے علم میں یزید میں خلافت کی اہلیت تھی یا نہ؟

پہلی بات کے سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ فی نفسہ باپ کے بعد بیٹے کے برسر اقتدار ہونے میں اور جانشین بننے میں کوئی قباحت نہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد تاج و تخت کے وارث آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام ہوتے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے جانشین آپ کے فرزند .... ہوتے۔

گو نبوت وہبی تھی مگر بادشاہت اور جانشینی کسبی تھی جو ان بزرگوں کو اپنے اختیار سے حاصل ہوئی تھی امت محمدیہؐ میں سب سے پہلے سیدنا حضرت حسنؓ اپنے والد ماجد کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوتے۔ جب حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد حسنؓ کو خلیفہ منتخب کر لیں تو آپ نے فرمایا۔ نہ میں روکتا ہوں نہ میں حکم دیتا ہوں۔ حالانکہ آپ اپنی جماعت کی رائے عام کو خوب جانتے تھے کہ وہ حسنؓ کو خلیفہ بنائیں گے مگر اس سے روکا نہیں۔

چنانچہ قیس بن سعدؓ نے اس بات کو اجازت سمجھ کر سب سے پہلے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر واقعی بیٹے کا جانشین ہونا جرم تھا تو حضرت علیؓ کو سختی سے منع کر کے جانا چاہیے تھا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے بغیر ہی عوام کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف میلان اس وقت کے غیر صحابہ عوام اور معاشرے کی یہ غمازی کرتا ہے کہ وہ باپ کے بعد بیٹے ہی کو جانشین دیکھنا چاہتے تھے ورنہ حضرت حسنؓ فضائل و مناقب کے باوجود صغار صحابہؓ میں سے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہو کر سیاست و تدبر میں بھی مشہور تھے اور ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہم اہل علم اور اکابر صحابہؓ موجود تھے جو خلافت کے فرائض بخوبی سرانجام دے سکتے تھے۔ مگر انتخاب کے وقت ان کا تصور بھی نہیں کیا گیا کیوں؟۔ ہماری ناقص رائے میں اس کا سبب اس وقت کے معاشرہ کی وہی ذہنیت تھی جس کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند سال بعد اور بخوبی مشاہدہ کر کے یزید کو بنا بر مشورہ نامزد کر دیا تاکہ اختلاف واقع نہ ہو۔

امر دوم :۔ خلیفہ عادل کو اختیار ہے کہ دیانتاً امت کی فلاح و بہبود کے پیش نظر اور قطع نزاع کی خاطر جسے بھی چاہے خلیفہ نامزد کر سکتا ہے خواہ اپنے باپ یا بیٹے ہی کو نامزد کرے اور وہ متہم نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ جب اس کے جملہ تصرفات رعایا پر واجب العمل اور نافذ ہیں تو یہ نامزدگی بھی جائز ہونی چاہیے کیونکہ شریعت میں بیٹے کے جانشین یا اس کے نامزد کرنے پر حرمت کے کوئی احکام موجود نہیں۔ (دیکھیے مقدمہ ابن خلدون صـ۳۷۲)

رہا اس کا خلفاء راشدینؓ کی سنت کے خلاف ہونا تو یہ مسلم ہے مگر ان حضرات کا یہ طرز عمل نہایت تقویٰ اور پرہیزگاری پر مشتمل تھا وہ شبہ تہمت سے بچنے کے لیے بہت سے مباح کام بھی نہ کرتے تھے گو وہ شرعاً کر سکتے تھے اسی کمال ورع کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ اصحاب پر مشتمل مجلس شوریٰ کا رکن کسی بیٹے کو نہیں بنایا حالانکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ موزوں خلافت تھے۔ تو ان حضرات کے اس طرز عمل پر عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شریعت کا مخالف یا امر حرام کا مرتکب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بیٹے کی نامزدگی کے لیے شریعت میں کوئی امتناعی احکام موجود نہیں۔

امر سوم :۔ یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو یزید کو نامزد کیا تو محض بیٹا ہونے کی حیثیت سے اور شفقت پدری کی بنا پر یا خلافت کے لیے موزوں اور امت کے لیے مفید سمجھ کر؟

امت کی اکثریت کی رائے یہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خلافت کا اہل سمجھ کر

نامزد کیا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے کئی موقعوں پر آزمایا تھا مثلاً غزوہ قسطنطنیہ میں یزید سپہ سالار تھا اس کے ماتحت سادات صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت تھی مثلاً حضرت حسنین ابن عمر ابن عباس ابن زبیر ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور بڑی مشقت سے انہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔ اور یہ وہ لشکر ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں ہے "قیصر کے شہر کو جو سب سے پہلا لشکر فتح کرے گا وہ بخشا جائے گا۔ (دیکھیے البدایہ والنہایہ جلد ۸ صہ ۳۲)

تو اس غزوہ میں یزید امیر لشکر تھا جس نے اپنی قابلیت دکھائی اور اکابر صحابہؓ اس کے ماتحت تھے کسی نے اعتراض نہیں کیا اور بھی کئی جنگوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کی اہلیت کا پتہ چلا تھا اور آپ نے امیر حج بھی اسے بنایا تھا۔

یہ بات اپنی جگہ بلاشبہ صحیح ہے کہ تقویٰ اور استحقاق خلافت میں کئی حضرات یزید سے بڑھ کر تھے اور انتظامی امور میں بھی ہم سب حضرات پر یزید کو فوقیت نہیں دیتے مگر پھر بھی یزید کا انتخاب کیا گیا۔ ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قومی اور خاندانی عصبیت اور اس کی حمایت عربوں کے رگ و ریشہ میں تھی۔ اسی چیز کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کو قریش میں محصور کر دیا تھا کیونکہ ان کی جلالتِ شان مسلم تھی اگر غیر قریش کا خلیفہ بنتا تو کبھی سارا عرب اس کی اتباع نہ کرتا۔

اسی طرح اب قریش کے دو اہم خاندانوں، بنو ہاشم اور بنو امیہ، میں ہی اقتدار رہ سکتا تھا کوئی تیسرا خاندان اس پوزیشن کا ہرگز نہ تھا مگر اس میں بھی رائے عامہ بنو امیہ کے حق میں تھی اور رعایا کی اکثریت بنو ہاشم جیسے معزز خاندان پر متفق نہ تھی۔ حضرات حسنینؓ کو اپنے والد ماجد کے آغازِ خلافت سے لے کر زمانہ صلح تک اس کا خوب تجربہ ہو چکا تھا اور وہ اپنے خاندان میں خلافت کے واپس آنے سے مایوس ہو چکے تھے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صاف بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان میں نبوت اور خلافت کو ہرگز جمع نہ کرے گا"

یہ بھی دیکھیے کہ اس وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد محدود تھی جو عصبیت سے بالاتر ہو کر سوچتے تھے ورنہ پبلک کی اکثریت (تابعین وغیرہ) عرب کی قدیم عادت عصبیت کی ہی خوگر تھی۔ اب اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی کا تقرر نہ کر کے رخصت ہو جاتے اور اہل مدینہ کے بقایا اہل حل و عقد ہی مثلاً حضرت حسین، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو

...مقرر کرتے تو بھی امت کا کسی ایک پر اجماع یقینی نہ ہوتا۔ بغاوتوں کا امکان تھا۔ خانہ جنگی ہوتی ...مثلاً بنو امیہ اور شام کے عوام کبھی تابع نہ ہوتے جیسے بعد میں حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ ...ہونے والے مصائب شاہد ہیں انہی اندیشوں کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی ہی ...میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی اور چند حضرات کے سوا کسی کی طرف سے چنداں مخالفت نہ ہوئی ...چنانچہ ولی عہدی کے سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ...کی گفتگو کا حاصل یہ تھا۔

"حضرت مغیرہؓ نے معاویہؓ سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد امت میں کیا کچھ اختلافات اور خونریزیاں ہوئی ہیں۔ یزید آپ کی جانشینی کر سکے گا۔ آپ اس کو ولی عہد بنائیں۔ وہ آپ کے بعد لوگوں کا پشت پناہ ہوگا نہ کوئی فتنہ ہوگا نہ خونریزی ہوگی۔ اہل کوفہ سے بیعت ...میں ذمہ دار ہوں اور اہل بصرہ سے ابن زیاد کافی ہے" اھ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ صہ ۳۴)

تاریخ ابن اثیر میں ہے "کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گورنر مدینہ مروان کو لکھا میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ امر خلافت کے متعلق میرے بعد اختلاف و خونریزی نہ ہو میں چاہتا ہوں کہ خود خلیفہ نامزد کر جاؤں۔ آپ اہل مدینہ سے مشورہ لیں۔ چنانچہ مروان نے سب اہل مدینہ کو جمع کر کے پوچھا سب نے خوش ہو کر کہا بہت اچھا ہمیں خلیفہ سے یہی امید ہے وہ اس میں کوتاہی نہ کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امت کی فلاح اور قطع نزاع کے لیے آپ نے ایسا کیا تھا۔

علامہ ابن خلدونؒ مقدمہ فصل ولایۃ العہد صہ ۳۷۲ پر لکھتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مصلحت کے تحت ولی عہد چنا تھا کیونکہ بنو امیہ کے ارباب حل و عقد کا یزید کی ولی عہدی پر اتفاق تھا کیونکہ اس وقت بنو امیہ اپنے سوا کسی اور کے لیے خلافت نہیں چاہتے تھے۔ بنو امیہ قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اور یہی ارباب اقتدار تھے اس لیے انہی میں سے ولی عہد چنا گیا اور جو بقامہ خلافت کے اہل تھے انہیں نظر انداز کر دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد میں جو شارع کے نزدیک انتہائی اہم ہے خلل نہ آئے اور ملک میں انتشار نہ پھیلے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی حسن ظن رکھنا چاہیئے کیونکہ آپ کی عدالت اور صحبت رسالت مآبؐ کا یہی تقاضا ہے اور پھر بڑے بڑے

صحابہؓ کا اجماع اور ان کی خاموشی اس کی کھلی دلیل ہے کہ اس سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ
بدگمانی سے بری ہیں کیونکہ صحابہ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ حق سے چشم پوشی فرمائیں اور مروت سے کر
کے ساتھ نرمی برتیں اور نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی یہ شان تھی کہ وہ اقتدار شاہی کر
سامنے حق ماننے سے انکار کر دیں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان اس سے بلند و ممتاز ہے اور
ن کی عدالت اس قسم کی بدگمانیوں سے مانع ہے۔ اھ"

اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یزید فاسق و فاجر نہ تھا ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
سے ہرگز نامزد نہ کرتے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم تھا اور وہ چشم پوشی کر رہے تھے
؛ ذکر کرنے کا پہلو یہ ہے کہ علی الاصح ۵۰ھ میں یزید کی ولی عہدی ہوئی۔ دس سال تک
یہ اسی حیثیت سے رہا۔ آخر پوری مملکت میں کوئی ایسی ناہی عن المنکر جماعت نہ تھی جو نرم
انداز سے سہی مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نکیر کرتی یا آپ کو سمجھاتی اور یزید کے فسق و فجور
کو طشت از بام کرتی۔ دس سال کی طویل مدت میں بہت بڑا پروپیگنڈہ کر کے یزید کے خلاف
فضا مکدر کر سکتے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قاتلانِ
حسینؓ شیعان کوفہ نے یزید کے خلاف فسق و فجور کے خوب طومار باندھے۔ ابو مخنف نے عالم
دنیا میں اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

ورنہ ابن تیمیہؒ قاضی ابوبکر بن عربیؒ وغیرہ کئی محققین نے اس کے غیر فاسق ہونے
کی تصریح کی ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ بھی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۳ پر لکھتے ہیں۔

جب مدینہ میں یزید کے خلاف بغاوت ہوئی تو محمد بن علیؓ بن ابی طالب (ابن حنفیہ) نے
ابن مطیع سے مناقشہ کرتے ہوتے یزید کے متعلق کہا کہ جو کچھ تم اس کی برائیاں ذکر کرتے ہو میں
نے نہیں دیکھیں حالانکہ میں یزید کے پاس آیا گیا اسکے ہاں قیام کیا۔ میں نے اسے نماز کا پابند
نیکیوں کا متلاشی اور سنتِ نبوی کا متبع پایا۔ فقہ اور دینی مسائل اس سے پوچھے جاتے تھے۔

حضرت محمد بن الحنفیہؒ جیسے فاضل کی یزید کے متعلق یہ عینی شہادت بڑا مقام رکھتی ہے
اور فسق و فجور کا پردہ چاک کرتی ہے۔ گو کئی حضرات نے اپنے زمانہ خلافت میں یزید کے فسق

عتراف کیا ہے۔

" یزید میں کئی قابل تعریف خصلتیں تھیں مثلاً سخاوت، بردباری، فصاحت و
بلاغت، شعر گوئی، بہادری، حکومت کے متعلق عمدہ سیاست دانی وغیرہ اور
خوبصورت اور خوش اخلاق تھا۔ معہذا شہوانی مزاج اوقات نماز کو قضا کر دینے
والا اور بسا اوقات نماز چٹ کر جانے والا تھا۔ (ابن کثیر از البدایہ والنہایہ ص ۲۳۰ ج ۸)

مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک اس کا فسق ثابت نہ تھا نہ آپ کے علم میں تھا
آپ کی عدالت اس کی اجازت دیتی ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ مقدمہ ص ۲۷۵ ط جدید پر رقم طراز ہیں۔

" یزیدؒ نے اپنی خلافت میں جو نافرمانیاں کیں ان کے متعلق یہ کبھی گمان نہ کرنا کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھیں کیونکہ آپ کی شان اس سے افضل اور برتر تھی بلکہ آپ
سے عین حیات گانا سننے پر ملامت کرتے اور روکتے تھے۔

الغرض اپنے دور حکومت میں یزید نے جو برے کام کیے تو وہ بلاشبہ مذموم ہیں ہم ان
کی حمایت نہیں کرتے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں مگر ان کی ذمہ داری حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ پر ہرگز نہیں ڈالی جا سکتی کیونکہ انھوں نے نہ ایسے کام کی وصیت کی نہ ان کو یہ علم
غیب تھا کہ یزید ایسے گل کھلائے گا۔ انہوں نے تو نیک نیتی سے امت کے مفاد اور اتحاد کے
لیے شوریٰ کے ارباب حل و عقد کے مشورہ کے بعد یہ اقدام کیا۔ گو فی نفسہٖ خلافِ اولیٰ تھا۔ مگر نتیجۃً
وہ ناخلف نکلا اور نوشتۂ تقدیر اور تھا۔

اگر کہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو جانشین نہ بناتے تو یہ حادثات نہ ہوتے تو
ہم کہتے ہیں کہ یہ ہوائی تیر ہیں اور تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے اس اگر مگر سے بات لمبی بھی ہو سکتی ہے
کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح نہ کرتے تو بزعمِ
مخالفین بادشاہت کی مصیبت سے امت دوچار نہ ہوتی اور نہ ہی یزید کی ولی عہدی
عمل میں آتی۔ اگر شیعان کوفہ ہی دعوت خلافت کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہ بلاتے
تو نہ حادثہ کربلا ہوتا نہ سانحہ حرہ پیش آتا۔ ھلم جرا۔

حضرت معاویہؓ کی یزید کو وصیت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رحلت فرماتے وقت یزید کو جو وصایا کیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خلافت کو بازیچۂ اطفال نہیں بنایا بلکہ امت کی فلاح و بہبود اور استحکام خلافت کے پیش نظر یزید کو خوب تاکید کر دی تھی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے مندرجہ ذیل وصایا نقل کی ہیں۔

١۔ اے یزید اللہ سے ڈرتے رہنا، خلافت کا کام تیرے لیے میں نے آسان کر دیا ہے۔

٢۔ رعایا سے نرم سلوک کرنا اور ان کی تکلیف دہ یا اہانت آمیز بات سے چشم پوشی کرنا، اور گوارا کر لینا اس سے تیری زندگی خوش گوار اور رعایا درست رہے گی۔

٣۔ جھگڑنے اور غصہ کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے بچنا ورنہ اپنے نفس اور رعایا دونوں کو برباد کر دو گے۔

٤۔ معززا اور شرفاء لوگوں کی توہین اور ان پر تکبر کرنے سے بچنا اور ان سے اس حد تک نرم رہنا کہ وہ تجھ میں کوئی کمزوری یا عاجزی نہ دیکھنے پائیں انہیں اپنے تخت پر بٹھا کر مقرب ترین بنانا وہ بھی تیرا حق پہچانیں گے۔

٥۔ ان کی توہین یا حق تلفی نہ کرنا ورنہ وہ بھی تیری حق تلفی کر کے عیب جوئی کریں گے۔

٦۔ جب کوئی اہم کام کرنے لگو تو اہل خیر و تقویٰ معمر و تجربہ کار بزرگوں سے مشورہ کرنا، اور ان کی رائے کی مخالفت نہ کرنا۔

٧۔ صرف اپنی رائے پر نہ اڑے رہنا کیونکہ بہتر رائے صرف ایک سینے میں نہیں ہوتی۔

٨۔ جو کوئی تجھے کسی نیک کام کا مشورہ دے تو اس کی بات ماننا۔

٩۔ چست و ہوشیار رہنا اپنی فوج کی دیکھ بھال کرتے رہنا۔

١٠۔ تم اپنی ذات کو درست اور صاف رکھنا۔ رعایا بھی تیری مطیع اور درست رہے گی۔

١١۔ اپنی ذات میں لوگوں کو عیب گیری کا موقع نہ دینا کیونکہ لوگ شر کی طرف لپک کر جاتے ہیں

١٢۔ نماز باجماعت کی پابندی کرنا۔ اگر تو نے میری ان وصیتوں پر عمل کیا لوگ تیرا حق پہچانیں گے تیری سلطنت طاقتور ہوگی اور لوگوں کی نگاہوں میں تیری عزت بڑھے گی۔

١٣۔ مکہ، مدینہ کے باشندوں کی عزت کرنا کیونکہ یہی تیرے آباء و اور قبیلہ بھی ہیں۔

عام شہروں کے باشندگان کی طرف ایسا خط لکھنا جس میں تیری طرف سے ان سے بھلائی کا وعدہ ہو اس سے ان کی امیدیں بڑھ جائیں گی۔

١٤۔ اہل شام کی عزت کی حفاظت کرنا کیونکہ وہ تیرے اطاعت شعار ہیں

١٥۔ اگر اطراف مملکت سے تیرے پاس وفود آئیں تو ان سے حسن سلوک کر کے ان کی عزت کرنا کیونکہ وہ اپنے علاقوں کے باشندوں کے نمائندے ہوں گے۔

١٦۔ کسی تہمت لگانے والے اور بہتان تراش کی بات پر کان نہ دھرنا کیونکہ میں نے ان کو بدترین وزراء پایا ہے۔ (البدایہ جلد ٨ ص ٢٣)

حضرت معاویہؓ کا خوف خداوندی

جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ مجھے اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک آپ کے پاس تھے آپ نے وصیت کی کہ انکی راکھ بنا کر میری آنکھوں اور منہ میں ڈالی جائے۔ اور فرمایا یہ ایسا ضرور کرنا پھر مجھے میرے خدا ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔

جب وفات ہونے لگی تو فرمایا کاش میں ذی طوی مقام کا قریش کا ایک عام آدمی ہوتا اور خلافت کی کچھ ذمہ داری نہ لی ہوتی۔ جب آپ رحلت فرما گئے تو حضرت ضحاک بن قیسؓ نے آپ کا کفن لیا اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ خطبہ دیا کہ حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ عرب قوم کا سنگ بنیاد تھے اور عربوں کا محور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے فتنہ کا خاتمہ کیا۔ اپنے بندوں پر انہیں بادشاہ بنایا آپ کے لشکروں کو خشکی اور سمندر میں پھیلا دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ خدا نے آپ کو بلایا انہوں نے لبیک کہی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد ٤ ص ٣٨٧ و نحو فی البدایہ جلد ٨ ص ١٤٣)

حضرت معاویہ صحیح قول کی بنا پر ١٥ رجب ٦٠ھ میں فوت ہوئے آپ کی عمر اٹھتر سال تھی اور خلافت کا زمانہ ١٩ سال چند ماہ تھا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

تعارف ۔ مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب ثقفی آپکی کنیت ابوعیسیٰ اور ابوعبد اللہ ہے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے مشرف با اسلام ہوتے۔ حدیبیہ اور اس کے بعد کے تمام غزوات اور معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی لہ آپ کو اور حضرت ابوسفیان بن حرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ طائف میں بھیجا تھا تو انہوں نے وہاں والوں کو شکست دی تھی۔ لہ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو تہمت لگائے جانے تک آپ گورنر رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے آپ کو معزول کر دیا اور ثبوت جرم نہ ہونے کی بنا پر کوفہ کا گورنر بنا دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ کوفہ کے گورنر رہے۔ پھر کچھ مدت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔ جنگ یرموک میں آپ کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھی۔ قادسیہ اور فتح نہاوند میں بھی شریک تھے جبکہ حضرت نعمان بن مقرنؓ میسرہ پر سپہ سالار تھے۔ ہمدان وغیرہ کی فتوحات میں بھی شرکت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جمل وصفین کے فتنوں سے الگ رہے پھر فیصلہ تحکیم میں شریک ہوتے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا تو وفات تک آپ گورنر رہے۔

(اسدالغابہ جلد ۴ صـ ۴۰۶)

آپ نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کی اولاد میں سے عروہ، حمزہ اور عقار اور آپ کے غلام وراد کے علاوہ آپ کے چچا زاد بھائی جبیرہ بن حیہ اور زیاد بن جبیرہ، مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن الاجدع، نافع بن جبیر عامر، شعبی عروہ بن زبیر، عمرو بن وہب ثقفی، قبیصہ بن ذویب، عبید بن فضلہ، بکر بن عبداللہ مزنی زیاد بن علاقہ اسود بن ہلال تمیم بن حذلم علقمہ بن وائل جعفر حی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، علی بن ربیعہ والبی ہذیل بن شرجیل زرارہ بن اوفیٰ اور دیگر بہت سے تابعین رحمہم اللہ اجمعین نے احادیث روایت کی ہیں۔

لہ تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صـ ۲۶۳

ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ مغیرۃ الرائے (صاحب تدبیر مغیرہ) سے مشہور تھے مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ سیاست و تدبیر میں سب اہل عرب سے بڑھے ہوتے چار آدمی ہیں جن میں حضرت مغیرہؓ بھی ہیں۔ نیز مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں قبیصہ سے سنا، کہتے تھے کہ میں حضرت مغیرہؓ کی صحبت میں رہا ہوں اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے (بند) ہوں اور کسی تدبیر کے سوا نکلنا ممکن نہ ہو تو حضرت مغیرہؓ تمام دروازوں سے تدبیر اور چالاکی سے نکل جائیں گے۔ ابوالقاسم بن سلام کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بصرہ کا دیوان انہوں نے بنایا تھا لہ

لہ مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۴۴۷ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صـ ۲۶۲)

مستدرک حاکم جلد ۳ صـ ۴۴۷ پر ہے "آپ کو مغیرۃ الرائے کہا جاتا تھا آپ نہایت زیرک اور صاحب تدبیر تھے۔ آپ کے سینے میں اگر دو مشکل معاملے کھٹکتے تو آپ یقیناً ایک کا حل نکال لیتے۔ ابوالقاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ۴۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی مگر ابن سعد ابوحسان زیادہ اور بہت سے مورخین نے ۵۰ھ بتایا ہے اور خطیب بغدادیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے"

احقر مولف کی نظر سے کوئی خاص مرفوع اور صحیح حدیث آپکی فضیلت میں نہیں گزری مگر چونکہ آپ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لاتے اور حدیبیہ میں بیعت رضوان کی سعادت سے مشرف ہوتے اور حدیبیہ کی شب میں حضور علیہ السلام کا پہرہ بھی دیا تھا اس لیے دیگر زندگی کے سب اعمال حسنہ سے قطع نظر حدیبیہ میں شرکت ہی آپ کی فضیلت پر روشن دلیل اور جنت کی ضامن ہے جیسے اصحاب حدیبیہ کی فضیلت میں حدیث گزر چکی ہے۔ آپ سے رواۃ حدیث کی کثرت آپ کی وسعت علمی اور احادیث نبویہؐ سے کمال شیفتگی پر روشن دلیل ہے۔ علاوہ ازیں سیاست اور مدبرانہ صلاحیتوں کی بنا پر آپ عمر بھر حاکم اور گورنر ہی رہے۔ رضی اللہ عنہ۔

ایسے بزرگ صحابی پر یہ الزام کہ ذاتی مفاد کے لیے ولی عہدی یزید کی تحریک کا آغاز کیا تھا" آپ کی نیت پر کھلا حملہ اور تامل کے اندرونی مرض کی غمازی کرتا ہے۔

اعاذنا اللہ منہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید فتح مکہ سے قبل حدیبیہ اور فتح خیبر کے درمیان مشرف باسلام ہوتے بعض نے ۸ھ بتایا ہے۔

اسد الغابہ جلد ۴ ص۱۱۶ میں ایک قول کے مطابق ہجرت نبوی سے قبل ہی حبشہ میں نجاشی کے ہاں اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام کی تاریخ میں تابعی کے ہاتھ پر صحابی کے قبول اسلام کی یہی ایک مثال ہے پھر حدیبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام لانے کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا۔ خالد بن ولیدؓ سے ملاقات ہوئی جب وہ فتح مکہ سے قبل مکہ سے مدینہ کو آ رہے تھے میں نے پوچھا اے ابو سلیمان کہاں کا ارادہ ہے کہنے لگے یہ آدمی سچے نبی ہیں بخدا میں اسلام لانے جا رہا ہوں کب تک منحرف رہوں گا میں نے کہا بخدا میں بھی تو صرف اسلام لانے آیا ہوں۔ پس ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ پہلے خالد بن ولیدؓ نے اسلام قبول کر کے بیعت کی پھر میں قریب ہوا اور اسلام قبول کر کے بیعت کی۔

عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ جب ہم اسلام لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ اور میرے برابر کسی کو نہیں سمجھا جو بعد میں اسلام لاتے (مستدرک جلد ۳ ص۴۵۴)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمانؓ بن طلحہ عبدری بھی قبول اسلام میں ان کے ہمراہ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا تھا کہ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جیش سلاسل کا سپہ سالار بنایا تھا آپ کے جھنڈے کے تحت حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور اکابر صحابہؓ بھی تھے حضور علیہ السلام نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا تھا وصال نبویؐ کے وقت آپ بدستور حاکم تھے شام کی فتوحات میں لشکر کے سپہ سالاروں میں سے ایک آپ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت میں مصر فتح کیا اور گورنر رہے اور کچھ مدت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی وہاں کے گورنر رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پھر آپ مصر کے گورنر بنائے گئے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبائل عرب کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا تھا کہ اہل دیہات کو اسلام کی دعوت دیں۔ چونکہ آپ کی پھوپھی قبیلہ بلی سے تعلق رکھتی تھیں اس لیے حضورؐ نے اس قبیلہ کی تالیف قلب کرنے کے لیے بھی آپ کو بھیجا تھا (اسد الغابہ ج ۴ ص۱۱۶) آپکی دعوت پر عمان کے سردار اور سب عرب مسلمان ہوگئے۔

آپ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور آپ کے غلام ابوقیس کے علاوہ قیس بن ابی حازم ابوعثمان نہدی علی بن رباح لحمی عبدالرحمٰن بن شماسہ عروہ بن زبیر اور محمد کعب قرظی اور عمارۃ بن خزیمہ وغیرہ تابعینؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ (تہذیب)

فضائل ومناقب

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ هِشَامٌ وَعَمْرٌو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاص کے یہ دو بیٹے مومن ہیں ہشام اور عمرو۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ ص۴۵۳)

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور قابل احتجاج ہے

حضرت عمرو بن العاص کی فضیلت میں یہ اہم حدیث ہے کیونکہ صادق ومصدوق و ترجمان وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے ایمان پر شہادت ہے اور اس سے کامل درجہ ہی مراد ہے لہذا آپ کے ضعیف الایمان ہونے یا بدعہدی جیسے منافقانہ خصائل سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کپڑا اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے یا سوتے معلوم ہوتے تھے تو آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَمْرٍو (اے اللہ عمرو کو بخش دیجیے) تین مرتبہ یہ فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا،

یارسول اللہ عمرو کون ہیں ؟ فرمایا عمرو بن العاص جب میں اسے صدقہ کے لیے بلاتا تھا تو لے آتا تھا ۔ (کنز العمال جلد ۷ صـ ۳۳) صاحب کنز العمال فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے ۔

اور مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۵۴ پر بھی یہ حدیث موجود ہے جس کے لفظ یہ ہیں

" اللہ تعالیٰ عمرو بن العاص رضؓ پر رحم فرمائے تین مرتبہ فرمایا ۔ صحابہ رضؓ کے وجہ دعا پوچھنے پر فرمایا وہ مجھے یاد آ گئے میں جب لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا تھا تو عمرو بن العاص رضؓ کافی مقدار میں صدقہ پیش کرتے تھے میں پوچھتا اتنا مال تمہارے ہاں کہاں سے آیا تو کہتے یہ اللہ کی جانب سے ہے عمرو سچ بولتے تھے واقعی عمرو مالدار تھے ،،

زہیر (راوی حدیث) کہتے ہیں " جب فتنوں کا زمانہ آیا تو میں نے سوچا کہ میں اس شخص کی پیروی کروں گا جس کے بارے میں آپ نے ایسا فرمایا ہے چنانچہ میں آپ کا متبع ہو کر آپ سے جدا نہیں ہوا ۔ ،،

حاکم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہیں مگر شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ۔ حافظ ذہبی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے (مستدرک)

۳ ۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے پاس آئے تو فرمایا ابو عبداللہ (عمرو رضؓ) اور ام عبداللہ کیا ہی بہترین گھرانے کے لوگ ہیں

(کنز العمال جلد ۷ صـ ۳۳)

۴ ۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں ۔ (ایضاً)

مجاہد شعبیؒ سے اور وہ قبیصہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مدت تک حضرت عمرو بن العاص رضؓ کی خدمت میں رہا ۔ میں نے آپ سے بڑھ کر عمدہ جچی تلی رائے والا ، بہترین مصاحب اور ظاہر و باطن میں یکسانیت والا کوئی آدمی نہیں پایا ۔

مجاہد شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے ہوشیار اور زیرک ترین انسان چار ہیں حضرت معاویہ ، عمرو بن العاص رضؓ ، مغیرہ رضؓ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اور زیاد بن ابی سفیان رضؓ ، معاویہ رضؓ علم اور

ی میں ، عمرو بن العاص مشکل ترین مسائل حل کرنے میں ، مغیرہ بن شعبہ فی الفور عمدہ تدبیر نے میں اور زیاد بن ابی سفیان رضؓ ہر چھوٹے بڑے معاملے کو حل کرنے میں (تہذیب ج ۸ صـ ۵۸)

لیث بن سعد مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لام آزاد کر دیئے تھے (طبقات بن سعد جلد ۴ صـ ۶ ط لیدن)

آپ عرب کے مشہور بہادروں اور پہلوانوں میں سے تھے اور صاحب تدبیر تھے ۔ مصر میں لفطر کی رات (۴۳ ھ) وفات پائی ۔ (اسد الغابہ جلد ۴ صـ ۱۱۷)

ت خداوندی ۔

قرب وفات کے وقت حضرت عمرو بن العاص رونے لگے ۔ صاحبزادے نے پوچھا آپ یوں رو رہے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ بشارت نہیں دی تھی ؟ اور کیا یہ ارت نہیں دی تھی ؟ تو آپ نے اپنی زندگی کے تین ادوار بیان کیے ۔ ا ۔ جب میں کافر تھا اہل نار میں سے تھا مگر حضور علیہ السلام کی خدمت میں آ کر اس شرط پر اسلام قبول کیا کہ میرے پہلے سب گناہ معاف ہوں تو آپ نے فرمایا قبول اسلام پہلے کے سب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے تو حضور علیہ السلام سے بڑھ کر مجھے کوئی ہستی محبوب نہ تھی اور میں نے متعدد اعمال کیے اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا تو یقینی جنتی تھا ۔ (۳) پھر ہمیں چند ایسے کاموں سے واسطہ پڑا جن کے بارے میں اپنے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میرا انجام کار کیا ہوگا ۔ جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے پاس کوئی بین کرنے والی نہ آئے اور نہ ہی آگ میرے قریب لانا ۔ جب مجھے دفن کر چکو تو قبر پر مٹی کا کوہان بنا دینا ۔ جب میری قبر سے فارغ ہو جاؤ تو اتنی مقدار میری قبر پر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے ۔ کیونکہ میں تم سے مانوس ہوں گا تاکہ میں معلوم کر دوں کہ اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں ۔

(طبقات بن سعد جلد ۴ صـ ۶)

واضح رہے کہ آپ نے تیسرے دور (ایام فتن) کے متعلق اس خوف و خشیت کا اظہار کیا ہے جو کمال تقویٰ کی دلیل ہے ان سے دوچار ہونے والا ہر صحابی یہ حذر رہتا تھا اور یہی کاملین کی شان ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ذنوبی بلائی فما حیلتی　　اذا کنت فی الحشر حمالها.

میرے گناہ مجھ پر مصیبت ہیں جب حشر کے دن ان کو اٹھانا پڑے گا تو کیا تدبیر کروں گا۔

وفات کے وقت آپ یہ کلمات باربار دہراتے تھے۔

اللھم انك امرتنی فلم اءتمر وزجرتنی فلم انزجر (ووضع یدہ علی موضع الغل وقال) اللھم لا قوی فانتصر ولا بری فاعتذر ولا مستکبر بل مستغفر لا الہ الا انت۔

اے اللہ تو نے مجھے حکم دیا میں نے کما حقہ اس پر عمل نہیں کیا تو نے مجھے ڈانٹا میں نے اس سے نصیحت حاصل نہیں کی۔ پھر اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے اللہ تیرے سوا کوئی طاقتور نہیں جس سے مدد چاہوں تیرے سوا کوئی بے عیب نہیں کہ میں عذر بیان کروں۔ تیرے بغیر کوئی بڑائی والا بلکہ کوئی گناہ بخشنے والا نہیں تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صـ۱۱۷)

ترکہ و میراث حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرو بن العاص کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا میرے مال کو ماپو جب وہ ماپا گیا تو ۵۲ مد نکلا تو فرمایا اسے کون لے گا۔ کاش یہ مینگنیاں ہوتا مد میں ۱۲ اوقیہ ہوتے ہیں (مستدرک جلد ۳ صـ۴۵۳)

اوقیہ نصف رطل کا چھٹا حصہ ہے جو چوتھائی چھٹانک ہوتا ہے (منجد اردو صـ۸۵)

تو یہ کل وزن ۱۰-۹ (۹ سیر ۱۰ چھٹانک) ہوا اگر اس وزن سے مراد چاندی بھی ہو تو اس کی قیمت اس زمانہ کے مطابق چند صد دراہم ہی ہو گی۔

یہ اس شخص کا ترکہ ہے جو عمر بھر مختلف صوبوں کا حاکم اور گورنر رہا۔ اس قلیل ترکہ سے آپ کے زہد و تقوی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر عام دنیادار قسم کے انسان ہوتے جیسے مخالفین صحابہ کا خیال ہے تو ہوں کو بہت بڑا سرمایہ دار ہونا چاہیئے تھا۔

بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے سیاسی اور اجتہادی اختلافات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے سبائی پارٹی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ایسی بے سروپا داستانیں اختراع کی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے جو "دلیکن قلم درکف دشمن است" کا مصداق ہے۔

وما قدروا اصحاب محمد حق قدرھم
رضی اللہ تعالیٰ عنھم وارضاھم اجمعین

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا واعف عنا
ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان
ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنو ربنا انك
رءوف رحیم
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی
الہ واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ واتباعہ
اجمعین

وانا الراجی الی عفو اللہ مہر محمد بن میاں محمد المیانوالوی موطنًا والدیوبندی مسلکا خطیب و مدرس "امداد الاسلام" جامع مسجد بازار خراداں نور باوا نمبر ۱ گوجرانوالہ

۱۵ رجب ۱۴۰۲ھ

کتب مراجع ومصادر

القرآن الحکیم

کتب حدیث

۱ صحیح بخاری
۲ صحیح مسلم
۳ جامع ترمذی
۴ سنن ابی داؤد
۵ مشکوٰۃ
۶ صحیح ابن حبان
۷ موارد الظمآن
۸ مستدرک حاکم
۹ مسند احمد
۱۰ مجمع الزوائد
۱۱ جمع الفوائد
۱۲ کنز العمال
۱۳ سنن رزین
۱۴ جامع الاصول من احادیث الرسول
۱۵ فتح الباری للحافظ ابن حجرؒ
۱۶ عمدۃ القاری للعینیؒ
۱۷ شرح مسلم للنوویؒ

اصول حدیث

۲۰ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم
۲۱ الکفایہ فی علم الروایہ
۲۲ الجامع بین آداب الراوی والسامع
۲۳ کلاہما للخطیب البغدادی
۲۴ تقریب التہذیب
۲۵ مقدمہ ابن صلاح
۲۶ فتح المغیث للسخاوی
۲۷ باعث الحثیث
۲۸ تدریب الراوی
۲۹ توضیح الافکار
۳۰ توجیہ النظر
۳۱ السنۃ قبل التدوین
۳۲ کوثر النبی
۳۳ المصباح للقاسم الاندجانی

کتب عقائد

۳۴ مقالات اسلامیین
۳۵ غنیۃ الطالبین
۳۶ العواصم من القواصم

۳۷ منہاج السنۃ النبویہ
۳۸ الصارم المسلول
۳۹ تحریر الاصول
۴۰ تقریر الاصول
۴۱ مسامرہ مع مسایرہ
۴۲ شرح عقیدہ طحاویہ
۴۳ تمہید ابی الشکور سالمی
۴۴ ارشاد الطالبین
۴۵ شرح عقائد
۴۶ شرح مقاصد
۴۷ شرح فقہ اکبر
۴۸ تطہیر الجنان
۴۹ الصواعق المحرقہ
۵۰ شفاء لقاضی عیاض
۵۱ نسیم الریاض شرح شفاء
۵۲ شرح شفاء لملا علی قاریؒ
۵۳ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ
۵۴ رسالہ تائید مذہب اہل سنت
۵۵ تحفہ اثنا عشریہ
۵۶ مختصر التحفۃ الاثنی عشریہ
۵۷ التعلیق علی العواصم لمحب الخطیب
۵۸ ازالۃ الخفاء
۵۹ نبراس شرح شرح عقائد
۶۰ الناہیہ عن طعن معاویہؓ

کتب تاریخ ورجال

۶۱ مقام صحابہؓ
۶۲ تاریخ اسلام ندوی
۶۳ شیعہ اور صحابہؓ
۶۴ الاخبار الطوال *
۶۵ تاریخ الامم والملوک للطبری
۶۶ الاستیعاب
۶۷ تاریخ ابن اثیر
۶۸ الطبقات الکبری لابن سعد
۶۹ میزان الاعتدال
۷۰ اسد الغابہ
۷۱ الاصابہ فی احوال الصحابہؓ
۷۲ تہذیب التہذیب
۷۳ البدایہ والنہایہ
۷۴ تاریخ ابن خلدون
۷۵ مقدمہ ابن خلدون
۷۶ ریاض النضرۃ لمحب طبری
۷۷ محاضرات تاریخ الامم
۷۸ تاریخ الخلفاء للخضری
۷۹ سیدنا معاویہؓ لمحمود ظفر
۸۰ تاریخ اسلام لنشتر
۸۱ خلافت وملوکیت للمودودی

کتب تفسیر

٨٢ - الجامع لاحکام القرآن للقرطبی
٨٣ - روح المعانی
٨٤ - تفسیر ابن کثیر
٨٥ - تفسیر کبیر
٨٦ - تفسیر مدارک
٨٧ - ترجمہ اردو از مولانا فتح محمد جالندھری
٨٨ - ترجمہ از مولانا عبد الماجد دریا آبادی
٨٩ - تفسیر جلالین - ٩٠ - شیعہ ترجمہ مقبول

کتب اصول فقہ

٩١ - جامع الاصول للجزری
٩٢ - مسلم الثبوت
٩٣ - فواتح الرحموت
٩٤ - اصول سرخسی
٩٥ - اصول فقہ للخضری
٩٦ - شرح مختصر المنتہی
٩٧ - الاحکام فی اصول الاحکام

کتب متفرقہ

٩٨ - مصباح اللغات
٩٩ - المنجد - ١٠٠ - تفہیمات
١٠١ - درمختار مع ردالمحتار شامی
١٠٢ - ارشاد القاری علی صحیح البخاری
١٠٣ - مختصر الفتاوی المصریہ
١٠٤ - تحفۃ الاخلاء فی عصمۃ الانبیاء
١٠٥ - النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہؓ
١٠٦ - آیات بینات از محسن الملک
١٠٧ - جامع البیان - ١٠٨ - جماعت اسلامی کا دستور [illegible]
١٠٩ - احیاء العلوم للغزالی
١١٠ - الروض الباسم
١١١ - فضائل قرآن مجید از مولانا زکریا صاحب
١١٢ - ایک تنقیدی نظر از قاضی مظہر حسین
١١٣ - عادلانہ دفاع از نور الحسن شاہ
١١٤ - ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر ١٩٧٠ء

کتب شیعہ

١١٥ - اصول کافی لابی جعفر کلینی م (٣٢٩)
١١٦ - فروع کافی " "
١١٧ - روضہ کافی " "
١١٨ - نہج البلاغہ از شریف الدین رضی
١١٩ - شرح نہج البلاغہ لابن حدید اردو از رئیس احمد جعفری
١٢٠ - رجال ابی عمرو الکشی المتوفی (٦٠٩ھ)
١٢١ - تنقیح المقال للمامقانی المتوفی (١٣٣٠)
١٢٢ - تفسیر حسن عسکری م (٢٦٠)
١٢٣ - تفسیر مجمع البیان للطبرسی م (٥٠٢)
١٢٤ - تفسیر صافی لمحسن کاشانی م (١٠٩٣)
١٢٥ - منتہی الآمال لقمی م (١٣٠٩)
١٢٦ - تحقیق متعہ - ١٢٧ - مجالس المومنین
١٢٨ - جلاء العیون - ١٢٩ - حیات القلوب - ١٣٠ - حق الیقین - ١٣١ - الاستبصار

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یا اللہ مدد

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ

"نجات شیعہ" پر دلچسپ تحریری مناظرہ بنام

سچا مذہب کیا ہے؟

مع

سُنّی مذہب سچا ہے

مؤلفہ: حافظ مہر محمد میانوالوی

اس میں فریقین کے ۵-۵ خطوط کے بعد رسالہ "انگور کھٹے ہیں" کا مکمل و مدلل جواب دیا گیا ہے، جس نے مخالف کے دانت کھٹے کر دیئے

مذہب حق اہل سنت کی صداقت پر روشن برہان

ناشر مکتبہ عثمانیہ۔ نور باوا منہرا گوجرانوالہ پاکستان۔

بار دوم تعداد ایک ہزار صفحات ۲۷۰ ہدیہ نو روپے

الم کا معنی ومفہوم آیت و اسے سے ص ۹۰

یا اللہ مدد

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ

"نجات شیعہ" پر دلچسپ تحریری مناظرہ بنام

سچا مذہب کیا ہے؟

مع

سُنّی مذہب سچّا ہے

مُولفہ: حافظ مہر محمد میانوالوی

اس میں فریقین کے ۵-۵ خطوط کے بعد رسالہ "انگور کھٹے ہیں" کا مکمل و مدلل جواب دیا گیا ہے، جس نے مخالف کے دانت کھٹے کر دیئے

مذہب حق اہل سنت کی صداقت پر روشن برہان

ناشر مکتبہ عثمانیہ۔ نور باوا نمبر ۱ گوجرانوالہ (پاکستان)

باردوم　تعداد ایک ہزار　صفحات ۱۴۴　ہدیہ ۹/ روپے

محافظِ ایمان و سنت کتابیں

مُولفہ: محققِ اہلسنت مولانا مہر محمد صاحب

		صفحات	قیمت
عدالت حضرات صحابہ کرامؓ	عظمت صحابہؓ کے متفقہ عقیدہ پر خاص علمی و تحقیقی کتاب مجلد	۳۵۲	۲۷/-
فضائل صحابہ کرامؓ	قرآن و سنت اور اجماع کی روشنی میں	۱۷۶	۱۲/-
تحفہ امامیہ	تحفہ اثنا عشریہ کے طرز پر جدید اسلوب میں جامع کتاب	۴۸۰	۳۵/-
ہم سنی کیوں ہیں؟	شیعہ کے ایک سو دس سوالات کے مسکت و مدلل جواب	۳۲۰	۲۴/-
مسئلہ ماتم داری از تعلیمات اہلبیتؓ	ننگِ اسلام ماتم وغیرہ پر ۵۰ دلائل سے فیصلہ کن بحث	۶۰	۱۰/۵۰
سنی مذہب سچا ہے	حقانیت مذہب پر دلچسپ تحریری مناظرہ	۱۴۴	۹/-
شیعہ حضرات سے ایک سو سوالات	تبلیغ مذہب کے لیے زبردست ہتھیار		۲/۰۰
تحفۃ الاخیار (شیعہ اعتراضات کا جواب)	مشہور چوبیس اعتراضات کا جواب۔		۲/۵۰

نوٹ: تحفۃ الاخیار کا سائز ۳۰×۲۰/۱۶ ہے اور باقی کتابوں کا سائز ۲۲×[illegible] ہے۔

رد رفض و بدعت کے تمام مولفین کی کتابیں ملنے کا پتہ } مکتبہ عثمانیہ نور باوا نمبر ۱ گوجرانوالہ

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سنی سائل کا پہلا خط	۷	توحید سے مذاق۔	۴۱
پہلے خط کا شیعی جواب	۸	رسالت سے مذاق۔	۴۲
سنی سائل کا دوسرا خط	۱۰	قرآن سے مذاق۔	۴۴
دوسرے خط کا شیعی جواب	۱۵	آئمہ شیعہ سے دنیا کو کیا ہدایت ملی۔	۴۶
سنی سائل کا تیسرا خط	۱۸	ایک شبہ کا ازالہ	۴۸
مسلمہ فریقین شرائط مناظرہ	۲۱	آخری گزارش شیعہ دوست سے	۴۹
تیسرے خط کا شیعی جواب	۲۵	چوتھے خط کا شیعی جواب	۵۰
سنی سائل کا چوتھا خط جس میں نجات شیعہ پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔	۲۸	سنی سائل کا پانچواں خط مشتاق کی کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" پر تنقید و تبصرہ	۵۱
صحابہ رض پر مطاعن کا تشفی بخش جواب (قرآن سے)	۲۹	کتب شیعہ سے سنی مسلمانوں کے کلمہ کا ثبوت۔	۵۳
منافقوں کا انجام	۳۲		
نام اہل سنت والجماعت کا قرآن سے ثبوت۔	۳۴	خلافت راشدہ کی صداقت	۵۷
مذہب شیعہ کی اخلاقی تصویر۔	۳۵	شیعہ کے لیے قابل توجہ تین موضوع	۵۸
آئمہ اہل بیت رض سے	۳۶	شیعہ مؤلف کی بطور نمونہ خیانتیں	۵۹
شیعہ عوام سے۔	۳۷	پانچویں خط کا شیعی جواب جس میں ناکامی اور لاجوابی کا اقرار ہے	۶۱
[illegible] سے	۳۹		
مذہب شیعہ ضامن نجات نہیں۔	۴۰		۶۳

فہرست سنی مذہب سچا ہے

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
تمہید	۶۳	سنی سائل کے چوتھے خط کا جواب الجواب	۱۰۱
سنی سائل کا چھٹا خط	۶	جھوٹے مذہب کے ۱۲ جھوٹے الزامات	۱۰۳
جواب الجواب کا نقطہ آغاز	۶۶	اہل بیت رض کے سوا پورے دین کا انکار	۱۰۴
غیر اخلاقی تحریر کا مجموعہ	۶۸	مطاعن کی آڑ میں قرآن کا انکار	۱۰۵
کس کے انگور کھٹے ہیں؟	۷۱	صحابہ رض سے محبت مان لی	۱۰۸
نعرہ تکبیر، ختم نبوت، حق چاریار	۷۴	ذکاء الاذہان کا تعارف (دجل و تحریف کے نمونے)	۱۱۰
یا فلاں مدد کا نعرہ مشرکین کی ایجاد ہے۔	۷۶		
گزارش احوال واقعی پر تبصرہ کا جواب	۷۷	منافقوں کی فہرست	۱۱۳
مسلمانوں کی سائنسی خدمات	۷۸	اخلاقی تصویر کی تائید مزید	۱۱۴
خاتم المعصومین، اثبات خلافت	۷۹-۸۰	جانبداری کیوں؟	۱۱۹
مسلمانوں کی کثرت خدا کا انعام ہے	۸۱	کیا مذہب شیعہ ضامن نجات ہے؟	۱۲۰
نفاذ فقہ جعفریہ اور انقلاب ایران	۸۲	شیعہ کی توحید دشمنی	۱۲۰
تقیہ کے الزام سے فتح کا دعویٰ	۸۴	ختم نبوت کا انکار	۱۲۳
باغی مومن ہیں	۸۶	حق و باطل کا معیار	۱۲۴
ذاتی کوائف شائع کرنے پر شکایت کا ازالہ	۸۷	نجات شیعہ کی چند روایات پر ایک نظر	۱۲۷
بارہ ہزار صحابہ رض کو مومن مان لیا	۸۹	ناجی مسلمان بننے کے لیے سنی عقائد کا اقرار کیا	۱۲۹
تیسرے خط کے جواب اور ضمیمہ پر گزارش	۹۱	اہل سنت کے نام اور صداقت پر	
تضاد بیانی کا ازالہ	۹۲	بیس احادیث	۱۳۱
عقل سلیم قرآن و سنت کے تابع ہوگی	۹۴	مذہب شیعہ کے غیر ناجی ہونے پر ۱۲ دلائل	۱۳۴
اپنے مذہب کی جڑ [illegible]	۹۹	الوداعی ملاقات	۱۴۳

گذارش احوال واقعی

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اسلام اس دین فطرت اور اقوام عالم کی دارین میں فلاح وبہبود کا نام ہے جسے اللہ کے سچے پیغمبروں نے پھیلا پڑھا کر دنیا کو فرعونوں نمرودوں اور ان کے مظالم سے پاک کیا۔ جناب فخر رسل خاتم النبیین والمعصومین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہ وسلم بھی تا قیامت سب نسل انسانی کے لیے ہادی اور رسول بن کر آئے۔ وہ اپنے پیغمبرانہ اور فاتحانہ مشن میں کامیاب ہو کر رخصت ہوئے۔ کتاب خدا اپنی سنت اور اپنی جماعت صحابہ رضؓ مومنین کے ذریعے نہ صرف عرب کو کفر وشرک سے پاک کیا۔ بلکہ قیصر وکسریٰ جیسی سوپر ظالم طاقتوں کا نام ونشان مٹایا اپنا خلیفہ کتاب وسنت کو بنایا تو اختلاف وفرقہ بندی کے دور کے لیے یہ وصیت فرما گئے۔ "تم پر لازم ہے کہ میری سنت وطریقے پر چلو اور ہدایت یافتہ "خلفاء راشدین" کے طریقے پر چلو اسے داڑھوں سے مضبوط تھامو اور بدعتیں (شریعت میں نئے طریقے) نکالنے سے بچو کیونکہ ہر ایسی بدعت گمراہی ہے (ابوداؤد ومشکوٰۃ) اسلام محمدی کے دشمن تو بہت ہوتے جو ہر دور میں کھلے سامنے آ کر ملتے رہے۔ چنداں اسلام کو نقصان نہ ہوا مگر یہود ومجوس اور نصاریٰ کی ملی بھگت سے اسلام کا لباس اوڑھ کر منافقین کا جو ٹولہ مار آستین اور دام ہمرنگ زمین کی صورت میں سامنے آیا وہ سب سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا۔

یہ لوگ مومن کہلاتے خدا رسول اور قرآن کا نام لیتے ہیں مگر درحقیقت کسی بھی چیز کو تعلیم محمدی کے مطابق نہیں مانتے۔ توحید اور خدائی کے تمام حقوق وصفات" علی مشکل کشا اور یا علی مدد" کہہ کر آنجناب کو دیتے ہیں۔ ہادی اعظم رسول ؐ کے سوا لاکھ صحابہ رضؓ و شاگردان کو معاذ اللہ مرتد منافق اور بے ایمان کہتے ہیں۔ آپؐ کے ہاتھ پر دس آدمیوں کو

مومن وہدایت یافتہ نہ مان کر مکتب رسالت کی ناکامی کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ اس تیس پارے [ا]ن کو ناقص بدلا ہوا اور غیر واجب الاتباع مانتے ہیں اور اصلی ہادی قرآن کو امام مہدی کے [سا]تھ غار میں گم شدہ مانتے ہیں۔ بظاہر اتباع اہل بیت رضؓ کا نام لیتے ہیں مگر ان کا رشتہ ایمان وہدایت [و]اسطہ نبوت خدا سے جوڑ کر تعلیم نبوت سے برأت وبیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ بایں ہمہ [کس]ی دور میں ان کو اہل بیت کی اتباع نصیب نہیں ہوتی بلکہ تعلیم آئمہ کے خلاف اپنے مجتہدوں [ش]ریعت مداروں اور سیاسی شعبدہ بازوں کی اتباع ہر دور میں فرض جانتے ہیں۔ جیسے ایران کا [ح]الیہ خونیں انقلاب اور پاکستان میں "نفاذ فقہ جعفریہ" کا ایجی ٹیشن شاہد عدل ہے۔ حالانکہ غیبت کبریٰ" کے دور میں تعلیم جعفری کے مطابق ان کو تقیہ سے اور سنی مسلمانوں سے مل کر رہنا [ف]رض قطعی ہے۔ اپنی تاریخ کے مطابق ہر دور میں "کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے [وا]لی امت محمدیہ سے برسرپیکار اور اسلام دشمن یہود ونصاریٰ کے ایجنٹ رہے ہیں مثلاً خمینی [ح]کومت نے امریکہ وروس کا ایک آدمی نہیں مارا مگر یہود ونصاریٰ کے دشمن کرد وبلوچ سنیوں [ک]ے دس ہزار مسلمان تقریباً سیاسی مذہبی اختلاف کی آڑ میں بھون دیئے۔ ہندو مسلم فسادات میں [ا]ن انڈیا کی تائید کی ہے اور تہران ریڈیو پاکستان کے خلاف زہر اگل رہا ہے۔ اسی پر بس نہیں اب [و]ہ تمام انبیاء بشمول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناکامی کا خمینی جیسے ذمہ دار [اع]لان کر رہے ہیں مثلاً ۲۹ جون ۸۰ء کے تہران ٹائمز میں امام مہدی کے حق میں انٹرویو دیا [ہ]ے کہ "وہ سماجی اور انصاف کا پیغام لائیں گے

یہ ایک ایسا کام ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی مکمل طور پر [کام]یاب نہ ہوتے تھے" (معاذ اللہ) کویت کے روزنامہ "الرأی العام" میں خمینی تقریر کا ایک [اقت]باس یہ ہے جس کی تردید ابھی تک نہیں ہوئی ہے" اب تک سارے رسول جن میں حضرت [محم]د صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں دنیا میں عدل وانصاف کے اصولوں کی تعلیم کے لیے آئے [لیک]ن وہ اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکے حتیٰ کہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جو انسانیت کی اصلاح اور مساوات قائم کرنے آئے تھے اپنی زندگی میں نہ کر سکے۔ الخ معاذ اللہ (بحوالہ بینات کراچی و تعمیر حیات لکھنؤ۔)

میرے مسلمان سنی بھائیو! ان کے عقائد و عزائم آپ کے سامنے ہیں وہ جیسے کچھ ہیں مگر اپنے غیر قرآنی و نبوی غیر سنی امامی و شیعی مذہب پر پکے ہیں ان کا ہر فرد اپنی تبلیغ سیاسی باور اور جداگانہ تشخص منوانے پر تلا ہوا ہے اگر آپ کو باعزت قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو بیدار ہو کر اپنے تحفظ و بقا کا فریضہ ادا کیجیے۔ ورنہ زمانہ اور آئندہ نسل آپ کو معاف نہیں کرے گی۔ آپ ان کو ان کی خواہش پر کلمہ معصوم پیشوا کتاب قانون اور ملت جعفریہ میں قادیانیوں کی طرح علیحدہ حقوق دے کر ان سے مذہبی و معاشرتی مکمل بائیکاٹ کریں اور آپس کے بریلوی وہابی اختلافات و مقابلے ختم کر کے ٹھیک اہل سنت والجماعت مسلمان بن جائیں کیونکہ آپ شیعہ کے مقابل فرقہ نہیں بلکہ اسلام و سنت کے ترجمان سنی سواد اعظم ہیں۔

یہ رسالہ آپ کو سنی شعور اور سچے دلائل فراہم کرنے کی ایک کڑی ہے ہم نے شیعہ کے مشہور رائٹر و مولف عبدالکریم مشتاق ادیب فاضل سے رابطہ قائم کیا تاکہ ان سے متعارف ہو کر ہدایت کا پیغام گوش گزار کر سکیں ان کو "نجات شیعہ" پر ناز تھا ہم نے یہ موضوع قبول کر کے شرائط لکھ دیں۔ پھر وہ موضوع سے کترانے لگے مگر ہم نے اصرار کیا کہ وہ اپنے مایہ ناز موضوع پر دلائل دیں۔ جب وہ عاجز آ گئے تو چوتھے خط میں ہم نے مجبوراً منفی دلائل دیئے۔ جن کا جواب مدت تک نہ ملا۔ پھر ہم نے ان کی کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" جو اپنی تردید آپ ہے پر مختصر تبصرہ پانچویں خط میں کر کے یاد دہانی کرائی تو ایک مختصر خط میں گویا یہ فیصلہ دیا "اسے آپ میری جہالت اور اپنی علمی ذکاوت کا طبعی تکراؤ خیال فرما سکتے ہیں۔" اکتوبر ۱۹۸۰ء میں جب یہ خطوط شائع ہوئے تو موصوف مشتعل ہو گئے لومڑی کی تصویر دے کر بنام "انگور کھٹے ہیں" بازاری لہجہ میں رسالہ لکھ مارا۔ طبع دوم میں "سنی مذہب سچا ہے" کے نام سے انکے لومڑی کردار رسالہ کا پورا جواب دے دیا ہے قارئین خطوط اور جواب الجواب پڑھیں اور حق و باطل کا فیصلہ خود فرما کر ہمیں اطلاع دیں۔ واضح رہے کہ یہ خطوط راقم نے مصلحۃً ایک دوست کے نام اور معرفت سے لکھے ہیں تاکہ حریف مافی الضمیر چھپا نہ سکے۔ والسلام مہر محمد گوجرانوالہ ۲۵/۳/۸۱

سنی سائل کا پہلا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب عبدالکریم مشتاق صاحب! سلام مسنون

عرض حال یہ ہے کہ آپ کا رسالہ "اصول دین" میں کیوں شیعہ ہوا مع سنّیہ پر ایک سو سوال نظر سے گزرا۔ غور سے پڑھا۔ اہل سنت کی آپ نے خوب خبر لی مگر ایک چیز کھٹکتی ہے اور اس کا تسلی بخش جواب نہیں ہے وہ یہ ہے کہ کیا واقعی آپ پہلے سنی تھے رسالہ سے اس کا جواب نہیں ملتا۔

براہ کرم آپ اولین فرصت میں خط کے جواب میں تحریر فرمائیں کہ :۔

۱۔ آپ کا اصل وطن اور سنی خاندان کیا تھا۔ مسلک کیا تھا

۲۔ کب سے آپ کو سنی مذہب سے نفرت ہوئی اور کتنا عرصہ اضطراب رہا۔

۳۔ کن علماء اہل سنّت سے آپ نے رجوع کر کے اپنے شبہات و سوالات دور کرانے کی کوشش کی

۴۔ اس عرصہ میں اہل سنّت کے علماء نے آپ سے کیا تعاون کیا۔ علماء شیعہ نے کیسے آپ کو خوش آمدید کہی۔

۵۔ اب آپ کا فہم کیا کہتا ہے کہ آیا آپ نے دریافت و تحقیق کے ساتھ سنی مذہب کو چھوڑ کر شیعت کو قبول کیا یا حالات کی ستم ظریفی اور اپنوں کی بیگانگی اس کا سبب بنی۔ اگر آپ کو سو سوال کا تحقیقی اور تسلی بخش جواب مل جائے تو کیا دنیوی مفادات سے قطع نظر محض اخروی نجات کی خاطر دوبارہ مذہب اہل سنّت میں آ سکتے ہیں امید ہے کہ ان پانچ سوالوں کے جواب تقیہ سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ ٹھیک ٹھیک لکھیں گے اور اپنے ایک مضطرب قاری کو مطمئن کریں گے شاید اس میں بہتوں کا بھلا ہو۔ والسلام :۔

آپ کا مخلص ..... بشیر الابراہیمی نور باوا نمبر ۲ گوجرانوالہ

پہلے خط کا شیعی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وکفیٰ باللہ وکیلا

گرامی قدر قاری بشیر صاحب دام اقبالک

ہدیہ سلام مسنون اور پرسش احوال خیریّت وعافیّت کے بعد معروض ہوں[1] کہ آپ کا نوازش نامہ مرقومہ ۷۹-۸-۲ آج ۷۹-۸-۱۵ کو بمقام لاہور موصول ہوا۔ چونکہ کمترین ۷۹-۷-۱۰ سے لاہور میں ایک نجی کام کے سلسلے میں مقیم ہے لہٰذا خط کے جواب میں تاخیر ہوئی جس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ عیدالفطر سے قبل انشاء اللہ واپس کراچی چلا جاؤں گا اور آپ کا جواب مستطاب غریب خانہ پر ہی مطالعہ کرنے کا شرف حاصل کروں گا تاہم مسئولہ امور کے جوابات حسب ذیل ہیں

۱۔ میں مسلمان پاکستانی شہری صوبہ پنجاب کے شہر لاہور سے متعلق ہوں۔ آبائی مذہب اہل سنّت والجماعت تھا اور بریلوی مکتب فکر سے منسلک تھا والدِ محترم بفضل خدا حیات ہیں جو تادم تحریر اپنے مذہب سُنی پر قائم ہیں۔

۲۔ سُنی مذہب سے نفرت کا ہونا امر بعید ہے کہ ابھی سارا کنبہ سُنی ہے۔ البتہ آپ یہ پوچھ سکتے ہیں کہ اس مذہب میں وہ کونسی کمزوری یا خامی تھی جس کے باعث میں نے اسے باعث نجات تسلیم نہ کیا۔ دراصل بچپن ہی سے مجھے دینی تعلیم سے طبعی لگاؤ تھا۔ اکثر مذہبی کتابوں اور کہانیوں میں دلچسپی لیتا تھا۔ کیونکہ گھر کا ماحول بڑا سادہ عقیدت مند اور خدا خوفی والا میسر تھا تاہم نمازیں، اذانیں میلاد تراویح وغیرہ ہی مشاغل ہوتے تھے۔ جب ۱۹۵۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا تو کتب احادیث کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ بخاری شریف میں حضرت سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی حضرات شیخین

---

[1] گرامر کے لحاظ سے یہاں "ہوں" کے بجائے "ہے" درست ہوتا۔

پر ناراضگی اور تادم وفات قطع کلامی نے قدرتاً ایسا اثر کیا کہ بس شیعہ بننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا اور تقریباً پانچ برس اپنی استطاعت کے مطابق کُتب بینی اور وعظ ومباحثات کے نذر کیے اور بالآخر ۱۹۶۱ء میں مصمّم ارادہ کے ساتھ عالم شباب میں مذہب شیعہ قبول کرلیا۔ اس کی مفصّل وضاحت میں نے اپنی کتاب" فروع دین" مع مذہب سنیہ پر ہزار سوال میں کرنے کی کوشش کی ہے۔ مطالعہ فرمالیجیے۔ بہتر ہے کہ میری تمام کتابوں کا مطالعہ کریں

۳۔ جو صاحب علم بھی مجھے ملتا رہا میں ان سے اپنی الجھن بیان کرتا رہا مگر فیصلہ اپنی ذاتی تحقیق کی روشنی میں کرتا رہا۔ لہٰذا کسی کا نام لینا ضروری نہیں ہے البتہ تمام علماء کرام نے فراخدلی اور کشادہ ذہنی سے تعاون کیا

۴۔ میرا شمار نہ ہی شیعہ علماء میں ہے اور نہ ہی میں کوئی سُنی مولوی تھا بلکہ عام طالب علم کی حیثیّت سے میں نے محض محققانہ انداز فکر میں اپنی نجات کا وسیلہ تلاش کرنے کی سعی کی ہے۔ میں پیشہ ور مولوی نہیں ہوں بلکہ بابو ٹائپ نو شیعہ طالب علم ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم سے کھاتے پیتے گھر سے تعلق رکھتا ہوں اور خود بھی اعلیٰ منصب اور خوبصورت مشاہرہ پاتا ہوں تصنیف وتالیف شوقیہ اور تبلیغانہ کہ معاش وکسب۔

۵۔ میں خوش قسمت ہوں کہ میرے اہل خاندان نے میری مذہبی تبدیلی میں کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی ہے اور مجھے کسی قسم کا کوئی نقصان اس سلسلہ میں اٹھانا نہیں پڑا ہے تعلقات حسب معمول قائم رہے ہیں

۶۔ اگر میرے سو سوالات کا تسلّی بخش جواب دے دیا جائے تو عین ممکن ہے کہ میں دوبارہ اپنے ماں باپ کے مذہب میں شامل ہو جاؤں مگر یہ امر محال ہے کیونکہ مذہب کو انسان صرف اپنی اخروی نجات یا مادی فلاح کے لیے اپناتا ہے اور شیعہ مذہب چاہے کیسا بھی ہو بہ حال نجات کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔ اور میں نے اپنی حالیہ کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" بجواب "سُنی مذہب حق ہے" میں یہی مقدمہ بارگاہ ایزدی میں تصوراتی انداز میں پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ کوئی ممکنہ صورت ایسی باقی نہیں رہتی ہے کہ شیعہ کی نجات یقینی نہ ہو۔ شیعہ مذہب صحیح ہو یا غلط ہر حالت میں شیعہ کا روز محشر مغفور ہونا یقینی ہے

شرطیہ ہے اور نجات ہی کے لیے مذہب ضروری ہوتا ہے

آپ کے سوالات کا جواب پورا ہوا۔ مزید خدمت کے لیے بندہ ہر وقت حاضر ہے۔ یاد آوری

کا بہت بہت شکریہ ۔ والسلام

مخلص ۔ عبدالکریم مشتاق

لاہور کا پتہ :

Abdul Karim Mushtaq c/o
Jawa Paper store,
69 - Alamgir Market Lahore

نوٹ ۔ خط کا جواب کراچی تحریر کیجئے

سُنی سائل کا دوسرا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وھو المستعان

ترجمہ (یا اللہ مدد)

محترم جناب مشتاق صاحب : دام اقبالکم فی الدنیا

ہدیہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا خط ملا۔ جواباً یاد آوری کا شکریہ ! حالت اعتکاف میں جواب لکھنے کی اذکار و تلاوت کی وجہ سے فرصت تو نہ تھی تاہم ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ کے قائل بھائی سے اس کی اخروی نجات کی خاطر بطور اتمام و تفہیم ابتغاءً لوجہ اللہ

کے جذبے سے جوبات کی جاتے وہ کار ثواب ہی ہے۔ لہٰذا آج جمعۃ الوداع ۳۰ رمضان المبارک کو جواب لکھنے کی سعادت پا رہا ہوں۔

محترم وقت ہر ایک کا قیمتی ہے To the point,

پر طرفین کو عمل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے آپ سے اُمید کرتا ہوں پھر مکرر گزارش بھی کرتا ہوں کہ آزاد ذہن ہو کر اور جانب داری سے پرہیز کر کے میری معروضات پر غور فرمائیں" جس طریقہ تحقیق کی آپ نے فروع دین صـ۱۳۲ میں محترم ناظرین سے اپیل کی ہے میں اسی پر آپ کو کاربند دیکھنا چاہتا ہوں انشاءاللہ" غلط و صحیح ۔ مہمل و مکمل اور حق و باطل میں شناخت "تائید ربانی سے کر سکیں گے ۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا پ۲۱ ع۲ آپ کے جوابی خط کے متعلق میرے تاثرات یہ ہیں ۔

۱۔ آپ نے محض سرسری نگاہ سے دیکھ کر جوابات نامکمل دیتے ہیں پہلے اور دوسرے سوال کے جواب میں آپ کو بتانا چاہیئے تھا کہ بخاری شریف میں سیدہ بتول رض کی ناراضگی کی روایت پڑھنے سے قبل آپ کس اضطراب اور ذہنی کشمکش میں رہے ۔ آخر شیعہ علماء ذاکرین کی صحبت، مجالس عزا میں شرکت، ان کی مناظرانہ کتابوں کا مطالعہ ضرور کیا ہوگا اور یہ واقعہ آپ کے ذہن میں ڈالا گیا ہوگا تبھی تو اسے دیکھتے ہی آپ پر ایسا اثر ہوا کہ بس شیعہ بننے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہا" معلوم ہوا ذہن شیعہ ہو چکا تھا صرف تصدیق قلبی اصل حوالہ دیکھنے سے ہوگئی ۔ اگر آپ صحیح سُنی ہوتے یا شیعہ پروپیگنڈہ سے خالی الذہن ہوتے ۔ آپ یہ روایت دیکھ کر شیعہ نہ ہوتے اسے راوی کا گمان فاسد بتاتے دیگر روایات کے معارض کہتے یا اس کی مناسب توجیہ کرتے ۔ اور بضعہ رسول بتول مقبول رض کے متعلق یہ تصور بھی نہ کر سکتے کہ وہ اپنے اس نانا سے جو کفار اشرار سے اس وقت حضور علیہ السلام کا دفاع کرتا اور اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ * کہہ کر مار کھاتا تھا ۔ جب سیدہ آپ کی پیٹھ سے اوجھڑی اٹھا کر پھینکتیں جو کفار نے ڈالی ہوتی ۔ یہ ارشاد پدری سن کر کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے ہمارا سب مال صدقہ ہوتا ہے ۔ ناراض ہو جائیں اور چند روزہ متاع دنیا نہ ملنے سے تا وفات قطع کلامی کر لیں ۔ جس کی تین دن بعد شرعاً اجازت نہیں ہے اور وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

* کیا تم اس آدمی کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے " میرا رب اللہ ہے " :

پ۴ (مومن) غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے ہیں ۔

سے متصف نہ ہوں اور یارِ غار پدر سے دل میں (بقول شیعہ) بغض لے کر جائیں۔ جو تنزعار

ہے۔ بلکہ آپ سُنی ذہن سے حضرت فاطمہؓ کو ان تمام اخلاقی عیوب سے بچاتے ہوئے علم

اہل سُنّت کی طرف رجوع کرتے رضا والی روایات پڑھ کر مطمئن ہو جاتے۔

۲۔ فروع دین ابھی منگا کر دیکھی، ۳ سوال تک پڑھی جو فی نفسہ تمین اعتراض ہیں۔ اور اصول دین میں آپ نے کیسے تھے نمبر لگا کر بات بڑھاتے جانا تعلی اور دعاوی کرتے جانا نصوص صریحہ قطعیہ کی صاف مخالفت کرنا اپنے مذہب دعقائد کے بھی خلاف کرنا اہل علم و دین کا شیوہ نہیں ہے۔

۳۔ اگر آپ اپنے فراخ دل اور کشادہ ذہن : علماء اہل سُنّت کا کچھ نام و پتہ بتاتے تاکہ ہم کو بھی ان کے علمی مقام سے خصوصی سُنی و شیعہ مباحث میں مہارت سے آگاہی ہوتی یا اپنے سنی والدین کا نام و پتہ تحریر کرتے تو بہتر تھا۔ میں وضاحت چاہتا ہوں کہ آپ اپنے والد ماجد اور سنی و شیعہ علماء کے نام، ان کی پڑھی گئی خاص خاص کتابیں ضرور لکھیں تاکہ سوال اول و دوم کا مقصد واضح ہو ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ معیار تحقیق بہت ہی جذباتی و سطحی ہے باقاعدہ صحیح علم دین پڑھے اور مستند علماء سے فیض پائے بغیر ایک نظریہ بنا لینا اسے ہی ناقابل رد تحقیق اور معیار نجات بنا لینا۔ کسی بزرگ کی کوئی بات نہ ماننا۔ گو وہ قرآن و سُنّت اور دلائل عقلیہ سے مبرہن ہو۔ اپنے سابق و لاحق مذہب کو دھوکہ دینے اور نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔

۴۔ جب آپ نہ سُنی مولوی ہیں نہ شیعہ عالم ”طالب علم“ کی حیثیت سے محققانہ انداز فکر میں نجات کا وسیلہ تلاش کرنا نہ آپ کا کام ہے نہ بس کا روگ۔ یہ تضاد بیانی اور خود رائی بالکل ایسی ہے جیسے طب و ڈاکٹری کی کتابیں پڑھ کر کوئی شخص ہسپتال کھول لے یا قدرے مطالعہ کرے اور بلڈنگیں دیکھ کر انجینئر بن جائے۔ چند اردو کتابیں پڑھ کر مفتی، محقق، مصنف اور صرف اپنے افکار و تحقیقات کو باعث نجات سمجھے اور اس کی دعوت دے، اختلاف کرنے والوں کو گمراہ اور غیر ناجی و بے ایمان بتائے تو محترم ہر فن میں استاد بنانا، بڑوں پر اعتماد کرنا، فن کے اصول و ضوابط کی پابندی کرنا یا انصاف و دیانت کا لحاظ رکھنا شرط اول ہے۔ گستاخی معاف مجھے آپ کے خط

…لفات سے یہ باتیں عنقا نظر آئیں لہٰذا کسی مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے ان بین الاقوامی مسلّمہ …ولوں کی پابندی کا میں آپ سے عہد لینے کے لیے مندرجہ ذیل چند باتوں کا واقعی جواب پوچھتا …ں۔ آپ خوب سمجھ کر تقیہ و اخفاء سے گریز کرتے ہوئے ان پر روشنی ڈالیں پھر ان کی پوری پابندی …یں تاکہ جہاں دو چار ملاقاتوں میں فیصلہ کن نتیجہ سامنے آئے اور میرا۔ آپ کا اور بہت سے حضرات …بھلا ہو وہاں میں آپ کی طرح دنیا میں تصوّراتی انداز میں دربارِ الٰہی میں نہیں بلکہ واقعاتی حقائق میں …لک یوم الدین احکم الحاکمین کے دربار قیامت میں یہ کہہ سکوں کہ بارِ خدایا تیرا ایک بندہ صرف اپنے …کار کی پیروی کر کے تیرے رسول معصوم خاتم النبیّین آخری تاجدار شریعت صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا باغی ہو …ر اس کی سُنّت قائمہ متوارثہ سے اس کی جماعت مومنین مہاجرین و انصارؓ کے طریقہ سے منحرف ہو کر اس …روہ میں شامل ہو گیا جو امّت رسول کے عین مدمقابل اور اپوزیشن شیعہ علی کہلاتا تھا۔ اس نے اپنے …تقاد میں اپنے آئمہ اہل بیت کی نہ صرف مخالفت کی بلکہ قتل سے بھی گریز نہ کیا نیز وہ اپنے عقیدہ، عمل …ور سعی و فکر کی روشنی میں قرآن، توحید، مقام ہادیت رسول، قرآنی انقلاب ہدایت کا اعلانیہ دشمن تھا …نی توحید، رسالت، قرآن کی دشمنی اس کی بنیادوں میں بھری گئی تھی۔

…ابل جواب چند امور مستولہ یہ ہیں۔

کیا آپ نے سنی مذہب کی مبادی کتب، تعلیم الاسلام، رکن دین، بہشتی زیور، بہار شریعت۔ …وی سیرت نبوی صلعم اور تاریخ اسلام پر مستند کتاب خلافت راشدہ کی تاریخ وغیرہ باقاعدہ سنی زمانہ …ں سُنی ذہن سے پڑھی تھی یا پہلی میں داخلہ لینے کی بجائے دسویں ہی میں داخلہ لیا اور بخاری اردو …ر پڑھ ڈالی۔

مروّجہ درس نظامی میں عربی، فارسی، صرف و نحو، فقہ ادب اصول، تفسیر حدیث وغیرہ باقاعدہ …م ۸-۱۰ سال میں نہ پڑھ سکے تو کیا چار سال ہی صرف کئے اور عربی اور فارسی سے براہ راست مطالعہ …ستعداد اور علمی مباحث و اصطلاحات جاننے کی اہلیت پیدا ہوئی اور کس استاد سے باقاعدہ …قرآن پڑھا؟

۳۔ مذہب شیعہ کی عام کتب مناظرہ اور معائب صحابہ کے مطالعہ کے علاوہ آپ نے مذہب شیعہ کی مقدس اور قرآن سے بھی محفوظ تر کتاب نہج البلاغہ اردو یا عربی کا باقاعدہ مطالعہ غور سے کیا، کیا حضرت علیؓ کے قول و فعل کو آپ مبنی برحق جانتے ہیں اور اس کے مخالف کو دشمن اسلام، بے ایمان، غیر ناجی اور جہنمی جانتے ہیں۔ ہر بات کا دو لفظی جواب نفی و اثبات میں لکھ دیں۔

۴۔ کیا آپ نے مذہب شیعہ کی سب سے معتبر کتاب کافی۔ جس کی عربی میں ایرانی مطبوعہ ۸ جلدیں ہیں کا اردو یا عربی میں باقاعدہ مطالعہ کیا۔ کیا اس کے تمام ابواب اور مندرجہ احادیث سے اتفاق رکھتے ہیں حضرت باقر و جعفرؒ کی کسی حدیث کو جو شخص نہ مانے یا اس کے مفہوم کا انکار کر دے اس پر کیا فتویٰ لگے گا کیا وہ مذہب شیعہ سے خارج ہوگا اور غیر ناجی ہوگا یا نہ دو ٹوک جواب دیجیے؟

۵۔ کیا علم حدیث، تاریخ سیرت نویسی میں علامہ باقر علی مجلسی ایرانی اصفہانی کو آپ تمام شیعہ کے اتفاق کے مطابق انتہائی معتبر اور خاتم المحدثین مانتے ہیں اگر وہ حیات القلوب و جلاء العیون حق الیقین وغیرہ میں کوئی روایت و واقعہ بسند معتبر کہہ کر آئمہ معصومین سے روایت کریں تو کیا وہ آپ کے لیے حجت ہے اور اس کی مخالفت کرنے والا غیر ناجی ہوگا یا نہ۔؟

۶۔ کیا آپ موجودہ قرآن شریف کو از الحمد تا والناس صحیح مرتب کم و بیشی سے پاک سب سے بڑا واجب الاتباع ماخذ دین مانتے ہیں؟ تو جو شخص اسے صحیح نہ مانے، کسی آیت سے اعراض و انکار کرے یا اصل قرآن کچھ اور مانتا ہو جو امام غائب کے پاس مستور ہو ایسے آدمی کے متعلق کیا رائے ہے؟

۷۔ حضرت علی رضؓ اپنی زندگی میں اور عہد خلافت میں جو علانیہ مذہب رکھتے تھے یا مدینہ میں مقیم حضرت حسنین رضؓ زین العابدین باقر و جعفر رحمہم اللہ جو دین رکھتے اور پڑھاتے تھے اور کتب اہل سنت میں ہزاروں احادیث ان سے مروی ہیں جیسے مسند اہل بیت مطبوعہ لاہور بازار سے دستیاب ہے کیا سنی ذہن و زمانہ میں آپ اسے قبول کر سکتے تھے یا آج بھی صرف اہل بیت رسولؐ سے وہ دین اسلام حاصل کر سکتے ہیں جو خیالی نہیں واقعی و عملی ہے ہر دور میں کروڑوں اہل اسلام کا معمول بہ ہے اور گالی بد زبانی۔ بد اخلاقی اور جھوٹ و فریب سے بحمد اللہ مبرا ہے

محترم کوئی بات ناگوار گزرے تو میں معافی چاہتے ہوئے عرض گزار ہوں کہ آپ پہلی ملاقات میں ان ...ت باتوں کا واقعی مکمل جواب دیں بے فائدہ طوالت اور غیر متعلق گفتگو سے گریز کریں تاکہ اصول موضوع ...ے ہو چکنے کے بعد صحت مندانہ طرز پر "شیعہ کی نجات" پر تحقیق کی جا سکے۔ والسلام آپ کا مخلص . . . .

. . . بشیر الابراہیمی ایم اے نور باد نمبر ۲ گوجرانوالہ ۲۴ اگست مطابق ۳۰ رمضان جمعۃ الوداع ۱۳۹۹ھ

دوسرے خط کا شیعی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وکفی باللہ وکیلا

گرامی قدر بشیر ال براہیمی صاحب: گذشتہ عید مبارک!

سلام مسنون۔ حالت اعتکاف میں قلم بند کردہ نوازش نامہ موصول ہوا نیک نیتی اور اخلاص ...پر مبنی یہ جواب مستطاب لائق ہدیہ تشکر ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دینی تحقیقات میں عقل سلیم ...کے علاوہ کسی شے کی پابندی قبول نہ کروں گا۔ باقی انسان سے سہو و خطا کا سرزد ہو جانا فطری امر ...ہے۔ میں نے گزشتہ خط میں آپ کو مختصر جوابات دیئے مگر جناب کی نگاہ عالیہ میں وہ نامکمل ہیں۔ ...لہذا دوبارہ باوضاحت عرض کر دیتا ہوں۔ چونکہ آپ نے مجھ سے ذہنی کشمکش اور اضطراب کے ...بارے میں کوئی استفسار نہ فرمایا تھا اس لیے اس کا کوئی ذکر نہ کیا گیا۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ مجھے ...سیدہ کی ناراضگی والی روایت کا بخاری شریف میں نشان ایک شیعہ دوست ہی نے بتایا تھا۔ ...لیکن اس سے پہلے میرا جھکاؤ شیعت کی طرف ہرگز نہ تھا بلکہ میں یہ بات تو تصور میں بھی نہ لا سکتا تھا کہ ایسا ...واقعہ رونما ہو سکتا ہے البتہ صحیحین میں مذکور یہ متفق علیہ واقعہ جب بچشم خود پڑھا تو پاؤں اکھڑنے ...شروع ہو گئے پھر چل سو چل سر پیر رکھ کر دوڑنا پڑا

اب آپ اسے شیعہ ذہنی کا نام دے لیں تو آپ کو اختیار ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک شیعہ واعظین کی تقاریر اور شیعہ مؤلفین کی کتب کا سامع و قاری ذہنی اعتبار سے شیعہ ہو جاتا ہے حالانکہ میرے نزدیک یہ کلیہ درست نہیں ہے جو توضیحات علماءِ اہل سنّت اس روایت کے ذیل میں وکالتِ صفائی کی خاطر بیان کرتے ہیں میرے ذاتی اطمینان اور روایتی و درایتی اصولوں کے معیار پر پوری نہیں اترتی ہیں۔ اور عقیدت یا رسولؐ سے رشتہ داری معقول دلیل نہیں ہے۔ اگر ابولہب حقیقی چچا ہو کر بھتیجے کا خیرخواہ نہیں ہو سکتا پھر کیا ضروری ہے کہ سوتیلا نانا غیر حقیقی نواسی کا خیراندیش ہو۔ حدیث لا نورث کی وضعیّت پر میں نے الگ سے ایک کتاب "وہی مجرم وہی منصف" لکھی ہے جس میں مقدمہ فدک پر سیر حاصل بحث کر کے اس لاوارث حدیث کو موضوع ثابت کیا ہے۔ سُنی علماء کی طرف رجوع کر کے مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ صحابہؓ پر تنقید کرنا بہت بڑا جرم خیال کرتے ہیں۔ اور ان تنازعوں کو مشاجرات یا اجتہاد کے پردوں میں ڈھانپ لینے میں بہتری خیال کرتے ہیں۔ لہٰذا وہاں سوائے زبان بندی کے اور کچھ نہ مل سکا۔ یوں "کلہم عدول" تھے۔ مگر یہ غیر معقول پابندی مجھے پسند نہ آئی۔ کہ غیر معصوم بھی ہو، گناہ کا ارتکاب بھی ثابت ہو مگر پھر بھی تنقید سے بالا ہو۔ "فروع دین" میں ایک ہزار سوالات ایک سائل کی حیثیت سے پوچھے گئے ہیں اور سائل علم کی خاطر غلط و صحیح سب کچھ پوچھنے کا حق محفوظ رکھتا ہے اس لیے وہ کسی شیوہ کا پابند نہیں ہے الّا یہ کہ اپنے ذہنی شبہات کے ازالہ کے لیے مناسب تسلّی کا طلب گار ہو۔

سُنی علماء کے نام یا اپنے والد کا نام و پتہ پوچھنے کا مقصد کیا ہے مجھے علم نہیں۔ اس پر اسرار کیوں ہے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ تاہم چند حضرات کے اسماءِ گرامی تحریر ہیں۔ مولوی غلام مرشد صاحب، مولوی قاری محمد یوسف، مولوی فیروز دین صاحب، قاری بشارت علی صاحب، مولوی محمد عمر اچھروی صاحب وغیرہم۔ میرے والد صاحب کا نام میاں جلال الدین ہے جو مذہبیات سے کوئی خاص واقفیت نہیں رکھتے۔ سیدھے سادے مسلمان ہیں میری مطالعہ شدہ کتابوں کی فہرست کے لیے میری کتاب "صرف ایک راستہ" ملاحظہ فرمالیں۔ آپ کا مدعا پورا ہو جائے گا۔ رہ ضروری

نہیں ہے کہ علم دین کے لیے باقاعدہ کسی دینی مدرسہ ہی میں درس لیا جائے۔ علم خداوند علیم کا عطیۂ خاص ہے اس میں کسب کا حصۂ قلیل ہے اور فضل کا وافر۔ اگر میں قرآن و سنّت اور عقل سے روشنی حاصل نہ کرتا تو پھر کبھی اندھی تقلید سے چھٹکارا نہ پاتا۔ واضح ہو کہ علم کسی کی میراث نہیں کہ اسے صرف سُنی مولوی یا شیعہ عالم کے لیے وقف قرار دیا جائے۔ ہر شخص قدرتی صلاحیتوں سے مستفید ہو سکتا ہے۔ باقی تعجب انگیز بات یہ ہے کہ حَسْبُنَا کتاب اللہ کے قائل کتاب کو ناکافی قرار دے رہے ہیں اور معلّم کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ یہ مختار بھی مذہب منیہ کی تنگ نظری کی اعانت کرتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری گزارشات میں آپ کو انصاف و دیانت وغیرہ نہ دیں شاید اس لیے کہ آپ "عدل" کی اصل سے ناآشنا یا لاتعلق ہیں۔ آپ جن بین الاقوامی مسلّمہ اصولوں کی پابندی کا عہد حقیر سے لینا چاہتے ہیں ان کا اظہار فرمائیں۔ انشاءاللہ بندہ کو معتمد پائیں گے۔ بھلا بھلائی کون نہیں چاہتا۔ بسم اللہ کیجیے۔ اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے۔ بہرکیف خیر مذکور اپنے مقام پر مطمئن ہے اسے یقین محکم حاصل ہے کہ وہ مطابق اتباعِ خدا اور رسولؐ شیعہ علی ہو کر نجات یافتہ ہے۔ مہاجروں اور انصاروں سے نہ ہی اسے کوئی ذاتی عداوت ہے اور نہ ہی انہوں نے اسے کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچایا ہے کہ دشمنی یا نفرت ہوتی۔ وہ اگر کسی سے تولا رکھتا ہے تو صرف اس لیے۔ اللہ و رسولؐ سے اس نے تولا رکھا اور اگر کسی سے بیزاری اختیار کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ اسے موذی رسولؐ سمجھتا ہے۔ اور یہ بغاوت صرف تخیلات یا انکار کا نتیجہ نہیں بلکہ تاریخ حقائق سے روایتاً اور درایتاً جنم لیتی ہے۔ حقیقتوں کا انکار صرف عقیدت یا شخصی اقتدار کے بل بوتے پر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پس دربار قیامت میں جب یہ سوال کیا جائے گا تو اس کا جواب بالکل آسان ہو گا۔ کہ جو شخص دشمن رسولؐ تھا اسے چھوڑ دیا۔ گواہیاں انہی کے دوستوں کی کافی ہوں گی۔ اگر بے زبان بتوں کو محض اس لیے توڑا جا سکتا ہے کہ ان کو لوگوں نے معبود بنا لیا تو جیتے انسانوں کو بھی چھوڑا جا سکتا ہے جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ چھوڑ کر تخت کے پیچھے چلے گئے۔ توحید و رسالت و قرآنی تعلیم و ہدایت کا کسی غیر معصوم سے اختلاف رکھنے سے بھی کوئی واسطہ ہے اور نہ ہی ربط لہٰذا ایسے لوگوں سے دامن

رکھتا جن پر اللہ کا غضب ہوا حکم خدا کی سرتابی ہے۔ اور میں جسے دوست نہیں رکھتا یقیناً یہ سمجھ کر نہیں رکھتا کہ وہ مغضوب علیہم میں سے ہے۔ اب امورِ مسئولہ کی طرف آیئے

۱۔ ناظرہ قرآن شریف محلہ کی مسجد میں پڑھا۔ اسلامیہ ہائی سکول بھاٹی گیٹ لاہور میں میٹرک تک تعلیم پائی۔ کورس میں انجمن حمایت اسلام کی شائع کردہ دینیات لازمی پڑھائی جاتی تھی۔ اسی سکول میں قاری بشارت علی صاحب سے ترجمہ پڑھا نیز حافظ کفایت اللہ صاحب کی تعلیم الاسلام کا سبق بھی لیا۔ بہشتی زیور اشرف علی تھانوی صاحب کا مطالعہ بھی کیا اور سیرت ابن ہشام، سیرت النبی شبلی و سلیمان ندوی وغیرہ کا مطالعہ بعد میں کیا۔ اسی طرح صحاح ستہ کا باقاعدہ مطالعہ بعد میں کیا تاہم سرسری طور پر بخاری شریف کو پہلے دیکھا

۲۔ علمی بے بضاعتی و بے مایگی کا اعتراف پہلے ہی کر چکا ہوں اور درس نظامی میں شمولیت سے محروم رہا ہوں۔ آتا جاتا کچھ نہیں ہے نہ پڑھا نہ لکھا نام محمد فاضل ہوں اتفاقاً ادیب فاضل کا امتحان پاس کر لیا تھا

۳۔ نہج البلاغہ کے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے مگر شیعہ کے نزدیک وہ قرآن سے محفوظ تر نہیں ہے یہ جناب کا زعم ہے۔ میں حضرت علی کو معصوم امام اور رسولؐ کا خلیفہ بلا فصل اعتقاد کرتا ہوں اور حضرت علیؓ کے دشمن کو ذاتی طور پر غیر مسلم سمجھتا ہوں۔

۴۔ شیعہ چودہ معصومین کے علاوہ کسی کو یہ مرتبہ نہیں دیتے کہ اس سے سہو و خطا ممکن نہیں۔ اس لیے میں شیعہ ہونے کی حیثیت سے علامہ مجلسی سے غلطی کا ارتکاب ممکن تجویز کرتا ہوں علامہ مجلسی کوئی خطا سے محفوظ ہستی نہ تھے۔ ان سے بھی سہو ہوئے ہیں اور وہ تنقید سے بالا نہیں ہیں

۵۔ شیعہ کے لیے قرآن ثقل اول ہے اور ماخذ ہدایت ہے تاہم اس کی ترتیب موجود نزولی نہیں ہے۔ امام مہدی کے پاس وہ قرآن ہے جو خود حضورؐ نے تحریر کروایا تھا اور اس کے علاوہ باقی تمام قرآن کے نسخے نقلی ہیں۔ قرآن پر ایمان نہ لانے والا غیر مسلم ہے۔ اور جب مسلمان ہی نہیں تو پھر شیعہ کیسے ہو سکتا ہے۔ باقی باتوں کا جواب میری کتاب "سفید نقاب سیاہ چہرے"

خلیفہ بلا فصل یعنی حضورؐ کے بعد متصل امت کی ہدایت و انتظام میں جانشین ہوئی۔ اہل سنت و تاریخ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مانتی ہے۔ شیعہ خیالی طور پر حضرت علیؓ کو مانتے ہیں۔

میں ملاحظہ فرمائیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ پہلے میری تمام کتابیں پڑھیں پھر اتمام حجت کا فریضہ ادا فرمائیں۔ شکریہ والسلام۔

مخلص

عبدالکریم مشتاق۔

سنی سائل کا تیسرا خط

(شرائط مناظرہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(وایاہ نستعین)

مکرم جناب مشتاق صاحب۔ دام فضلکم

ہدیہ سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ آپ کا دوسرا خط ۳۰ ستمبر کا مکتوب ۱۲ کو وصول ہوا بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے پھر یاد فرمایا ہم والہانہ استقبال میں کہتے ہیں

اے کہ آئی دلبعد ناز آئی — بے حجابانہ سوئے محفل ما آئی

مجھے تعجب ہے اور آپ کے قلم خوش نویس کو بھی داد دیتا ہوں کہ آپ علمی بے بضاعتی کا منکسرانہ اعتراف بھی کرتے ہیں اور اصرار کے بجائے اسرار اور باقاعدہ کی بجائے بقائدہ لفظ کا استعمال اس کی غمازی بھی کرتا ہے مگر درجن سے زائد رسائل کے مؤلف بھی ہو گئے۔ "سفید نقاب سیاہ چہرے" اور "وہی محرم وہی منصف" جیسی ناول و افسانہ نما کتابیں خالص مذہبی و علمی موضوع پر آپ نے لکھ دی ہیں گویا ناول و افسانہ خواں قسم کے اوباش طبقہ میں شیعیت کی تبلیغ کرنا اور اہل سنت کے خلاف زہر بھرنا آپ کو خوب آتا ہے آپ کا رہبر شیعہ دوست بھی خوب ہو گیا کہ اس نے اہل سنت پر تنقید اور تجسس عیوب کے لیے صحاح ستہ کا مطالعہ

آپ سے کروا ڈالا اور اپنے زعم کے مطابق اہل سنّت کے عیوب دکھانے میں آپ نے مذہبی و اخلاقی قدروں کو پامال کر ڈالا مگر اپنی صحاح اربعہ خصوصاً کافی یا شیعہ تاریخ کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔ ورنہ میرے سوال نمبر چار اور پانچ میں ضرور آپ ذکر کرتے۔ اگر آپ مذہب شیعہ کا باقاعدہ مطالعہ کرتے تو اہل سنّت پر طعن و الزام تراشی یوں نہ ہوتی جیسے آپ نے کی ہے۔ اور میں دیانۃً کہتا ہوں کہ آپ کے کہنے پر آپ کی چند کتب کا مطالعہ کر کے آپ کی شخصیت اور بارعب نام سے بدظن ہوگیا ہوں کہ مغالطہ دہی بار بار تکرار اور حوالہ جات میں کتر و بیونت اور جذباتیت کا مظاہرہ دکھانے کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے آپ مجھے مجبور نہ کریں کہ مزید آپ کی مؤلفات کا مطالعہ کروں اس سے اور کئی بحثیں چھڑ سکتی ہیں جو مستقل کتابوں کا موضوع ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ خط و کتابت میں سنجیدہ طرز سے نجات شیعہ پر گفتگو کی جائے اور طرفین کے یقینی دلائل سامنے آجائیں میں مناظرہ بازی یا علمیت جتانے کے لیے یہ کاوش نہیں کر رہا بلکہ ثواب اور آپ کی ہدایت مطلوب ہے۔ آج تہجد کے بعد بھی یہی دعا کی ہے کہ اے اللہ مشتاق صاحب کا کوئی حسن عمل اگر آپ کو پسند ہے تو ان کو دوبارہ ہدایت و توفیق دے دے کہ وہ سنی و محمدی اسلام کی [illegible] اور اصحاب نبی، امہات المومنین و اہل بیت ازواج نبی اور تمام دنیا میں اسلام کا جھنڈا [illegible] خلفائے اسلام راشدین کا بغض ان کے دل سے نکال دے تاکہ دنیا و آخرت میں ان کو راحت نصیب ہو آپ کے والد کا پتہ بھی اسی لیے پوچھا مگر آپ کنی کترا گئے کہ کچھ باتیں ان کے ذریعے آپ تک پہنچاؤں اور باپ بیٹے میں [illegible] علیحدگی [illegible] ظاہر ہے کہ آپ کی خیرخواہی چاہتا ہوں اور آپ کے [illegible] اور آپ [illegible] شیعہ [illegible] وہ آپ کے خیرخواہ ہوں گے۔ کاش کہ اس نکتہ پر آپ [illegible] مجھے [illegible] میں آپ کی تسلی [illegible] کی خط میں مکتوب علما [illegible] سکتے [illegible] کی مباحث [illegible] [illegible] سنّت [illegible] پابند اعمال لوگ [illegible] [illegible] دین [illegible] دلیل

نہیں ہو سکتی جبکہ شیعہ حضرات، قادیانی اور عیسائی عامۃ الناس بھی مباحث کے لیے تیار رہتے ہیں ان کے بچہ بچہ کو تربیت دی جاتی ہے اور طعن و تشنیع اور مباحثہ بازی میں ان کی بقا کا راز مضمر ہے۔

آمدم برسر مطلب! میں آپ سے مندرجہ ذیل اصول کی پابندی چاہتا ہوں۔

۱۔ گفتگو میں تہذیب و شرافت انتہائی لابدی ہے۔ اور مجھے قدیم و جدید شیعہ احباب و مولفین سے شکایت ہے کہ وہ اہل سنت کے اکابر کو سب و شتم صراحۃً یا کنایۃً سے گریز نہیں کرتے آپ نے بھی، بولہب سے، پتھر کے بتوں سے تشبیہ دی، ان کو موذی رسول اور جنازہ رسول چھوڑنے والا جن پر اللہ کا غضب ہوا بتایا ہے معاذ اللہ۔ ہر بات کا تحقیقی و لفظی جواب دیا جا سکتا ہے مگر میں اشتعال میں آکر اصول شکنی نہیں کرتا نہ در گفتگو بند کرتا ہوں برائے کرم آئندہ زبان و قلم کو محتاط رکھیے۔

۲۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ انسان سے سہو و خطا کا سرزد ہو جانا فطری امر ہے۔ اپنے ذہن و اعتقاد کو اس پر آمادہ رکھیے کہ سہو و خطا کا صدور آپ سے بھی، شیعہ دوست سے بھی اور آپکے رسالوں کے ماخذ شیعہ مؤلفات البلاغ المبین، تجلیات صداقت، شیعہ پاکٹ بک وغیرہا سے بھی سہو و خطا ممکن ہے۔ لہٰذا اپنے مسلمہ اصول عقل سلیم، قرآن کریم، سنّت نبوی کے خلاف ان باتوں کو آپ چھوڑ دیں گے۔ ضد، ہٹ دھرمی، گروہی مفادات کا تحفظ اور مذہب کی ناجائز طرفداری سے گریز کریں گے۔ میں بھی انشاء اللہ اس کا پابند رہوں گا۔

۳۔ قرآن کریم کو آپ ثقل اوّل مانتے ہیں گو ایک ایک آیت کے صحیح غیر محرف اور واجب التسلیم ہونے کی صراحت آپ نے نہیں کی تاہم میں اپنی طرح آپ کو سمجھتے ہوئے کسی بھی آیت سے اتمام حجت کر سکوں گا چونکہ آپ موجودہ قرآن کو صامت اور اہل بیت و امام کو قرآن ناطق کہتے ہیں (چودہ مسئلے ص ۱۲۹) تو آپ پابند ہیں کہ آیت سے تب استدلال کریں جب آپ کے امام زمانہ معصوم نے کیا ہو۔

۴۔ کوئی بھی حدیث سنی کی ہو یا شیعہ کی اگر قرآن کے خلاف ہوگی یا مفہوم قرآن اور ظاہر قرآن کو باطل کرتی ہوگی قابل استدلال نہ ہوگی کیونکہ جعفر صادق کی یہ حدیث کئی مرتبہ آئی ہے جو حدیث

قرآن کے موافق نہ ہو وہ جھوٹی ہے (باب الاخذ بالسنة وشواہد الکتاب از اصول کافی ص ۶۸.)
جب خبر واحد قرآن کے معارض[۱] پیش نہیں کی جاسکتی تو تاریخی اخبار اور کہانیوں سے استدلال بالکل مقبول نہ ہوگا۔

۵۔ چونکہ آپ حضرت علیؓ کے ارشاد کے مخالف کو دشمن اور ذاتی طور پر غیر مسلم سمجھتے ہیں" لہٰذا کافی یا نہج البلاغہ سے آپ کے کسی قول وفعل کو نظر انداز نہیں کرسکتے نہ ایسی توجیہ وتاویل کریں گے جو آپ کی یا ہم مذہب علماء کی اختراع ہو کیونکہ اصول مناظرہ میں آپ خصم ہیں خصم کی بات حجت نہیں ہوتی بجز اس کے کہ اجمالی کلام کی توضیح وتشریح کسی مفصل کلام مرتضوی سے کی جائے اور دونوں جگہ سیاق وسباق اور موضوع سخن تبدیل نہ ہو

۶۔ حضرت باقر وجعفر رحمہما اللہ کے ارشادات پر مبنی" اصول کافی" کو من وعن حجت تسلیم کرنے سے آپ خاموش ہیں چونکہ قدیم وجدید تمام شیعہ علماء اسے مستند اور حجت مانتے ہیں جیسے علامہ نجاشی طوسی علامہ حلی، ابن داود، ابن شہر آشوب، سید رضی الدین ابن طاوس شیخ ہمدانی خلیل قزوینی شیخ مفید وغیرہم نے یہ کہا ہے کہ علامہ کلینی سب لوگوں سے بڑھ کر علم حدیث میں ثقہ تھے۔ پختہ تھے علوم میں گہری دسترس رکھتے تھے۔ حدیثوں کے بڑے نقاد اور عارف تھے ان کی کتاب الکافی اجل کتب شیعہ میں سے ہے۔ اسکے ہم پلہ یا قریب کوئی کتاب نہیں ہوسکتی (راجع مقدمة الکافی لعلی اکبر الغفاری)
اگر آپ شیعہ کہلا کر کافی کی روایات نہ مانیں تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ شیعہ سے بھی فراڈ اور جعل سازی کر رہے ہیں

۷۔ بعض آیات قرآنی تفسیر کی محتاج ہیں میرے ہاں سنی تفسیر ابن کثیر مختار ہے آپ کے ہاں علامہ طبرسی کی مجمع البیان لہٰذا کسی آیت سے مطلب کے اختلاف میں طرفین صرف ان دو تفسیروں سے ایک دوسرے کو قائل کرسکیں گے۔

۸۔ لفظ شیعہ کا لغوی معنیٰ گروہ، جانبدار متبع وغیرہ جو کسی بھی جماعت پر صادق آسکتا ہے۔ محل نزاع سے خارج ہے موضوع مناظرہ صرف وہ شیعہ ہیں جن کی طرف انبیاء کرامؑ مبعوث ہوتے یا شیعہ اثنا عشری

[۱] معارض، مد مقابل مخالف دلیل

اپنے عقائد وخصوصیات کے ساتھ جو حضرت رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو اپنے لیے آخری وقطعی حجت نہیں مانتے بلکہ ہر دور میں نبی کے ہم مرتبہ ومثل امام معصوم حلال وحرام میں مختار کے قائل ہو کر ان کے واسطہ سے تازہ دین الٰہی کو مانتے ہیں آج ان کے امام حضرت مہدیؒ ہیں

۹۔ میں صرف نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیحین سے اپنے خلاف حجت تسلیم کرونگا آپ اپنی تائید میں اپنی کتب سے جب استدلال کریں تو صرف اصول کافی اور الفقیہ سے (صحیحین کے ہم پلہ عند الشیعہ) فرمان معصوم زمانہ سے استدلال کرنے کے مجاز ہونگے، مجھ پر الزام صرف تقریب التہذیب از ابن حجر سے ہوگا۔ آپ پر رجال کشی سے کہ دونوں کتابیں فریقین کی مستند مختصر اور ممکن الحصول ہیں۔

۱۰۔ میں ان کتب سے آپ کے خلاف استدلال کا پابند ہوں گا، نہج البلاغہ، کافی مکمل، مجلسی کی تالیف حیات وجلاء العیون، مجالس المومنین، آپ امام بخاری مسلم ابوداود ترمذی کی صحاح اربعہ سے استدلال کے پابند ہوں گے۔ فریقین کے اکابر کا عزت واحترام سے نام لینا فریقین کا اخلاقی فرض ہوگا۔ شیعہ کے غیر ناجی ہونے پر عقلی ونقلی دلائل تحریر کر دیتا مگر چونکہ یہ دعویٰ آپ کا ہے کہ" شیعہ نجات یافتہ" ہے اس لیے اصول مناظرہ کی رو سے آپ اول دلائل پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ میرے ذمہ آپ کے دلائل کا نقض[۱] اور عدم نجات پر ایرادات ہیں میرے خیال میں فریقین کی تین تین تحریریں کافی ہوں گی۔ پہلی (اس خط کا جواب) آپ کی ہوگی آخری راقم کی۔ اگر شرائط میں خاص ترمیم واضافہ چاہیں تو مطلع کریں ورنہ ان میں کسی فریق کی جانب داری نہیں ہے فریقین اس کے پابند ہوں گے۔ بھلائی ہر شخص چاہتا ہے بسم اللہ کیجیے اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو دین اسلام سنت نبوی جماعت صحابہ واہل بیتؓ کے نقش قدم پر چلائے اور نجات دے۔ موضوع سے خارج خط کی چند ناجائز باتوں کا جواب حاضر خدمت ہے۔

۱۔ دینی تحقیقات میں قرآن وسنت کے بعد آپ عقل سلیم استعمال کریں ورنہ قرآن وسنت کے مقابل کفر ہوگا۔

[۱] یعنی دلائل کا توڑنا اور غیر ناجی ہونے پر اعتراضات

۲۔ حدیث لانورث درجن بھر صحابہ کرامؓ سے مروی ہے جس راوی صحابی نے سوال فاطمہؓ ذکر کیا حدیث بھی ضرور ذکر کی وضع کا دعویٰ جھوٹ ہے اس حدیث کے وارث و محافظ امام باقر و [illegible] ہیں۔ اصول کافی کتاب فضل العلم میں یہ حدیث کئی دفعہ آئی ہے کہ علماء ہی انبیاءؑ کے وارث ہیں کیونکہ انبیاءؑ درہم اور دینار کا کسی کو وارث نہیں بناتے بلکہ وہ احادیث علم وراثت میں چھوڑتے ہیں جس نے اس سے کچھ حاصل کیا اس نے وراثت کا بڑا حصہ لیا۔ ص ۳۲

۳۔ ابولہب کی اشتعال انگیز مثال کے رد میں بالفرض کہا جاسکتا ہے کہ چچا اگر بھتیجے کا خیرخواہ نہیں تو چچازاد بھائی کیسے خیرخواہ ہو سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی قارون اور سامری اگر امت موسیٰ کو بہکا سکتا ہے۔ تو بقول خوارج حضرت علیؓ ایسا کیوں نہیں کر سکتے معاذاللہ خدا اندھی دشمنی سے بچائے۔

۴۔ غیر معصوم ہونے کے لیے گناہ کا ارتکاب فعلی ضروری نہیں امکان عقلی کافی ہے پھر [illegible] وقوع بضرورت بیان واقعہ اور چیز ہے۔ اور تنقید کو شعار بنانا، عقیدہ میں گمراہ جاننا اور مرنے کے بعد گالی دینا اور چیز ہے۔ پہلی بات درست ہے دوسری حرام۔ علت کا قائل مسلمان ہی نہیں

۵۔ جیسا کتاب اللہ امتحان کے جواب میں کہا گیا ہے جو برمحل اور درست تھا کیونکہ اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ کا جواب مطابق تھا۔ احادیث نبوی کی ضرورت صحابہؓ کرام کو بدستور رہی وہ منکر حدیث نہ تھے۔ تو حضرت علیؓ کو معلم مقرر کرنا یا انہیں اپنا وزیر و مشیر بنانا سنی مذہب کی تائید اور مذہب شیعہ کی بیخ کنی کرتا ہے۔ جو علیؓ و عمرؓ کو ہم مسلک و ہم مشرب نہیں مانتے ہیں علاوہ ازیں "وشاورھم" کے تحت مشورہ لینا اسے استاد بنانا نہیں ہے ورنہ پیغمبرؐ کا استاد صحابہ کرامؓ کو ماننا پڑے گا جو بداہۃً باطل ہے۔

۶۔ اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ، ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا، اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ، اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ، اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ، اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ، وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ، ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ، ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ،

ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ، یُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ، وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ۔ (الخ) جیسی صداقت وجنت کی سندیں رکھنے والے ہزاروں مومنین اصحاب رسول ہرگز موذی رسول نہ تھے موذی رسول وہ بدترین کفار تھے جنہوں نے صحابہ کرامؓ سے جنگیں کیں یا آج ان کی اولاد ہے۔ جو ان سے دشمنی، تبرا اور ان کی غیبت فرض منصبی سمجھتی ہے۔ اسی طرح مغضوب علیہم وہ نہ تھے یہودی تھے۔ یا ابن سبا کا پیدا کردہ گروہ ہے جو بروایت رجال کشی حضرت علیؓ سے محبت کا اظہار کر کے تمام امت مسلمہ محمدیہ کو بے ایمان بتاتا ہے۔ اور دشمن رسول بھی یہی شیعوں کا گروہ ہے جو رسولؐ کی تمام تعلیم و تربیت کو علانیہ ناکام بتاتا ہے۔

۷۔ شیخین یا دیگر صحابہ پر جنازہ چھوڑنے کا اتہام ہواس مختص ہے۔ انصار کے مسئلہ چھیڑنے پر شیخین تھوڑی دیر میں انتشار و اختلاف رفع فرما کر واپس آگئے تھے۔ اور تمام مہاجرین و انصار مرد و زن اہل مدینہ اور مضافات مدینہ چھوٹوں بڑوں کے ساتھ آپ نے جنازہ پڑھا اور اہتمام سے پڑھایا جیسے اصول کافی باب مدفنہ و صلاۃ علیہ میں صراحت ہے۔ اگر تھوڑی دیر غیر حاضر رہنا جرم ہے تو وہ بھی مجبوری اور شرعی عذر کی بنا پر ہے۔ تو حضرت علیؓ نے بھی روٹی کھانے، نماز پڑھنے، طبعی ضرورت کے لیے جانے اور رات کو نیند کرنے کے لیے بھی ضرور جنازہ چھوڑا ہوگا۔ دونوں فعل قابل اعتراض

والسلام۔ آپ کا مخلص ...... بشیر الابرار ابن نوربا و نمبر ا گوجرانوالہ ۱۷ ستمبر ۱۹[illegible]

۶ مدح صحابہؓ میں بارہ قرآنی جملوں کا ترجمہ۔ یہی لوگ سچے ہیں، یہی پکے برحق مومن ہیں، اللہ کے ہاں درجہ میں یہی سب امت سے بڑے اور کامیاب ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اس سے راضی ہیں، ان لوگوں کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے یہ اللہ کا لشکر ہیں سنو اللہ کا لشکر ہی سب پر غالب ہے۔ جو حضورؐ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں، یہی نیکوکار ہیں یہی پرہیزگار ہیں۔ یہی نجات یافتہ ہیں، وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمانبردار ہیں، ایمان لانے میں سب سے پہلے مہاجرینؓ و انصارؓ اور جنہوں نے ان کی پیروی کی (خدا نے ان کے لیے جنت

تیسرے خط کا شیعی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وکفیٰ باللہ شہیدا

مکرمی جناب سید الاہرامی صاحب - دام اقبالہٗ - سلام مسنون - مکتوب گرامی ملا۔ شکریہ وصول ہوا - "اجرائ
ولغائدہ" کی اصلاحی بحث پر تہ دل سے ممنون ہوں جسکو اپنی کم علمی کا اعتراف پہلے ہی کر چکا ہوں۔ "سعید نقاب اسناد
چہرے" اور "دیکھیم دین منصف" کے ناموں پر اعتراض سر آنکھوں پر البتہ گذارش یہ ہے کہ ان کتب کے اصل نام
"عقائد و حکائد" اور "معتقدہ مذکر" ہیں۔ لیکن ناشروں نے تجارتی پالیسی کے تحت ان کے عرفی نام مشہور کر
دئیے ہیں۔ مجھے آپ کے مخلص جذبات کا احترام ہے مگر حق صفائی استعمال کرتے ہوئے التماس کروں گا کہ مجھے
کسی مسلک سے کوئی عداوت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے غلو سے کوفت [illegible] اس لئے نشاندہی کرنا ضروری ہے ورنہ اس مسلک سے تو علاوہ
نہیں ہے۔ البتہ تنقید کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتا۔ اب چونکہ خاکی انسان ہوں اگر کسی مقام پر ایسی بات
کہہ دیتا ہوں جو دوسرے کو اچھی نہ لگے تو اس کیلئے معذرت خواہ ہوں۔ آپ چونکہ "الدین النصیحۃ" کے تحت
امر بالمعروف کے حکم کی تعمیل میں مصروف ہیں لہٰذا ملتمس ہوں کہ اس میدان میں اگر کہیں ناگوار مقامات سے گزرنا
پڑے تو صبر و تحمل کا دامن تھامے رکھیں۔ آپ بحمد اللہ اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں اور سنت رسول پر
[illegible] جیسا کہ [illegible] سے بہت کچھ [illegible]
کی یہ [illegible] تبلیغ دین میں [illegible] الامام کا سبب ہوا۔ اگر آپ [illegible] بات
سننے [illegible] کے حذف کو پڑھنے پر [illegible] تو معاف کیجئے آپکی سعی تبلیغ خاطر خواہ
نتائج برآمد نہیں کر سکے گی۔ آپ نے لفظ [illegible] تلاش کرنے میں زحمت اٹھائی جبکہ اگر یہ آپ [illegible]
پر ایسی [illegible] کی نشاندہی کرنے پر آتے تو "اہم" [illegible] امام [illegible] کے [illegible]
ہیں۔ مثلاً [illegible] "صحاح" "ارکم" اور "کلا [illegible] الفقہ" [illegible] اور "تقض"
وغیرہ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ حقیر سے [illegible] میں [illegible] کے باعث آپ کو [illegible]
ہدایت سے محروم [illegible] ہو سکتی ہیں [illegible] صفائی اور خلوص نیت
پر مبنی ہے بہرحال میں آپ کا صمیم قلب [illegible]

سے شکر گزار ہوں کہ آپ اپنی دعاؤں میں حقیر پرتقصیر کو یاد رکھتے ہیں اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے
میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ مجھے اپنی بات سنانے کے زیادہ خواہش مند ہیں اور میری سننے پر
آمادہ نہیں ہیں۔ لہٰذا میں وہ ساتوں امور جو آپ نے میرے جواب میں قلم بند فرمائے نظر انداز کرتا
ہوں اور جوابی تبصرہ سے ہماری دوستی کی بھینٹ چڑھا کر دل کی دل ہی میں رکھنا پسند کرتا ہوں چونکہ
میرے مسلک اور آپ کے مذہب میں بڑا اختلاف ہی مطاعن کا ہے جو آپ جواب دے کر تشفی
کرنا تو کجا سننا بھی گوارا نہیں کرتے تو پھر سلسلہ افہام و تفہیم کس طرح برقرار رہ سکتا ہے آپ
نے پابندی کے قابل جو بارہ مسلمہ اصول تحریر کیے ہیں۔ مجھے انہیں قبول کرنے میں کوئی عذر مانع نظر
نہیں آتا مگر آپ کی تحریر یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ کا حقیقی مقصد اپنی کہنا ہے میری سننا نہیں۔
اس لیے قبل اس کے کہ آپ نجات شیعہ کے موضوع پر میرے دلائل پر اپنا دلی اظہار خیال فرمائیں
اپنے مذہب کی حقانیت درج ذیل استفسار کی روشنی میں پایہ ثبوت تک پہنچائیں۔

عرض یہ ہے کہ کسی شے سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے پہلے اس کا نام معلوم کر لیا جاتا
ہے۔ آپ کے مذہب کا نام "اہل سنت والجماعۃ" ہے۔ اپنے ہی اصول کے مطابق اہل سنت والجماعۃ
کا نام قرآن مجید یا اپنی صحاح اربعہ (بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی) سے کوئی ثبوت پیش کریں جس
سے یہ نام قرآنی یا حدیثی ثابت ہو۔

جب تک آپ کا مذہبی نام و نشان قرآن و حدیث (صحاح اربعہ) میں نہیں مل جاتا میں یہ
سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ جس مذہب کا نام و نشان قرآن و حدیث میں وجود نہیں رکھتا وہ
مسلک مصنوعی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ آپ میری سہو و خطا کو نظر انداز فرماتے ہوئے جواب
سے مشرف فرمائیں گے۔

تمام متعلقین کی خدمت میں سلام دعا یہ۔ درجہ بدرجہ قبول ہو۔

نیک اندیش

مشتاق

ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

سُنی سائل کا چوتھا خط

(جس میں نجاتِ شیعہ پر مفصل گفتگو کی گئی ہے۔)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وایاہ نستعین

مکرمی جناب مشتاق صاحب ھداکم اللہ

سلام مسنون۔ محبت نامہ بعد شکریہ وصول پایا۔ اغلاط کی نشاندہی کے جواب میں جو آپ نے راقم کی غلطیاں گنی ہیں" مثلاً خود ساختہ اصطلاح شیعہ صحاح اربعہ[۱۲] اور فی لا یحضرہ الفقیہ" نامی عنقا کتاب اور نقض وغیرہم"۔ گزارش یہ ہے کہ یہ آپ کے علم و فہم کا قصور ہے صحاح اربعہ شیعہ میری خود ساختہ اصطلاح نہیں ہے بلکہ شیعہ کی ساختہ کتابیں ہیں جن کو وہ اہل سنت کی صحاح ستہ[۱۱] کے مقابلے میں صحیح اور مرجع دین بتاتے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ نمبر۱۔ کافی از محمد یعقوب کلینی المتوفی ۳۲۹ھ نمبر۲۔ الاستبصار نمبر۳ تہذیب الاحکام از ابوجعفر طوسی المتوفی ۴۶۰ھ۔ نمبر۴ من لا یحضرہ الفقیہ از شیخ صدوق ابن بابویہ قمی المتوفی ۳۸۲ھ اپنے علماء سے پوچھ لیں آخری کتب کا نام بھی آپ نہ پڑھ سکے غالباً سنا بھی نہیں ہے یہ عنقا نہیں عربی کتب خانوں سے دستیاب ہے اور شیعہ کی اہم ترین قدرے شریف کتاب ہے نقض کا معنی توڑنا یعنی دلائل کا جواب دینا ہے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آپ اپنی مبادی کتب اور وجہ الفاظ تک کے معانی سے ناواقف ہیں۔ مگر راقم کے دلائل سے عاجز آ کر یہ فرماتے ہیں کہ" آپ کا حقیقی مقصد اپنی کہنا ہے میری سننا نہیں"

بھائی جان! میں نے تو ہر خط میں آپ کو مساوی حق دے کر نجاتِ شیعہ پر دلائل ہو مانگے ہیں مگر کوئی دلیل نہیں دی مگر آپ تمہید ہی میں انداز تحریر دیکھ کر گھبرا گئے ہیں اور اپنے شروع کردہ مایہ ناز موضوع" نجاتِ شیعہ" کو بدل کر نام اہل سنت کا ثبوت۔ قرآن و حدیث سے مانگنے

[۱۱] صحاح ستہ اہل سنت کی حدیث کی چھ معتبر کتابیں بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی

لگے ہیں۔ گویا اپنے مذہب کے بطلان کا اعتراف کر کے شکست تسلیم کر لی ہے۔ الحمد للہ "الدین النصیحۃ" کے طور پر یہ کاوش کر رہا ہوں آپ کی ہدایت کا طالب ہوں۔ اس خلاف امید خط کے بعد بھی آپ کو دعاؤں سے نہیں بھلایا۔ نالہ صبحگاہی میں افغانستان کے مظلوموں کے بعد آپ کو بھی یاد کیا ہے۔ سنی و محمدی اسلام کی طرف آپ کے پلٹنے سے مایوس بھی نہیں ہوں گو آپ کا یہ خط میرے دلائل پر غور نہ کرنے اور معروضات نظر انداز کر دینے کی اطلاع فراہم کرتا ہے میں آپ سے بلا وجہ بدظن نہیں ہوں نہ نیک خیالی اور پر خلوص نیت کی کمی ہے یہ جناب کا ظن فاسد مجھے تکلیف دہ ثابت ہوا۔ "ان بعض الظن اثم"

آپ کے خیال میں سنی و شیعہ مذہب میں بڑا اختلاف ہی مطاعن کا ہے جس کا جواب دے کر تشفی کرنا تو کجا ہم سُنی سننا بھی گوارا نہیں کرتے تو پھر سلسلہ افہام و تفہیم کس طرح برقرار رہ سکتا ہے"۔

گزارش یہ ہے کہ اس میں تو آپ نے اعتراف کر لیا کہ اہل سنت والجماعت تولا اور محبت اہل بیت میں شیعہ سے کم نہیں۔ ہاں شیعہ کی بنیاد صحابہ کرامؓ کے مطاعن اور بغض و عناد پر ہی ہے اور سُنی اس سے انکاری ہیں۔ ذرا اسی نکتہ پر غور کریں تو حق و باطل سمجھ میں آ سکتا ہے۔ منفی بنیاد و جماعت رسولؐ سے بغض و عناد پر مبنی مذہب کیسے برحق ہو سکتا ہے؟ اور جماعت رسول سے دفاع کرنے والا اور ان کے خود ساختہ معائب و غیبت نہ سن سکنے والا ناحق کیسے ہو سکتا ہے؟

مطاعن[۱] کا تشفی بخش جواب

جہاں تک جواب دے کر تشفی کرنے کا سوال ہے اہل سنت کی بیسیوں ضخیم کتابیں آج بھی [illegible] سے دستیاب ہیں [illegible] تحفہ اثنا عشریہ، نصیحۃ الشیعہ، ہدیۃ الشیعہ، ہدایۃ الشیعہ، منہاج السنۃ، المنتقی من المنہاج وغیرہ کا مطالعہ کریں بشرطیکہ اخلاص اور حق پرستی کی نیت ہو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[۱] مطاعن یعنی اعتراضات | [illegible] دین اسلام [illegible] کا نام ہے

بھی یوں دی

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ

(اے جماعت رسولؐ) لیکن اللہ نے تمہیں ایمان محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی کی نفرت تمہارے دلوں میں ڈال دی یہی لوگ تو ہدایت یافتہ ہیں۔

علام الغیوب نے ان کے مافی الضمیر ایمان اور اخلاص کی گواہی بھی یوں دی۔ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ وہ اپنے رب ہی کا فضل اور رضا چاہتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ یہی لوگ سچے ہیں یہی تو ایمان دار ہیں ان کے لیے بخشش اور بہت اچھا رزق ہے۔ بتقاضائے بشریت اگر احد و حنین میں ان سے غلطی ہوئی تو معافی کی سند بھی دے دی۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ [illegible] وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ پھر اللہ نے اطمینان قلب اپنے رسول اور ایمان داروں پر اتارا [illegible] بخشنے والا مہربان ہے۔ ان میں انفاق و جہاد و ہجرت اور سبقت الی الاسلام میں مراتب کے لحاظ سے گو یہ قسم کے افراد تھے مگر سب کے سب تنقید سے بالا حسنیٰ اور جنت والے تھے۔

لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

فتح مکہ سے پہلے ایمان لا کر جہاد کرنے والے اور خرچ کرنے والے تم سے بعد والوں کے برابر نہیں یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بہت بڑے ہیں جنہوں نے بعد میں انفاق و جہاد کیا اللہ نے ہر ایک سے بھلائی جنت کا وعدہ کیا ہے۔

گویا ان کی ثبات اور ترقی دیکھ کر کفار جلتے ہیں۔ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔ اور ان کے ہم لوا

اور متبع مکتب رسالت کے ایک ایک سٹوڈنٹ اور فاضل سے جلتے اور ان کے مطاعن کو اچھالنا بے پر کی اڑانا ہی بہت بڑی خدمت اہل بیت رسالت سمجھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کو انہی پر ناز تھا۔ ان ہی کا وجود نصرت خدا با پیغمبرؐ تھی۔ ان کے تیار ہو چکنے کے بعد حضورؐ کی ضرورت دنیا میں نہ رہی۔ تیاری الی الآخرت کا حکم دے دیا گیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۔

جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھ لیں تو اپنے رب کی پاکی اور تعریف کریں اور بخشش مانگیں۔

اب ایسے پاکیزہ صفات لوگوں پر مطاعن کرنا یا جھوٹی تاریخ و روایات چھان چھان کر منقلبیں تیار کرنا دراصل قرآن و سنت کا انکار ہی کرنا ہے۔ اگر پہلے سے ابوجہل کی طرح ان کے ساتھ ایک بغض رکھا جائے تو ان آیات سے بھی شفا و تشفی حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر ان آیات سے عقیدت کی بنیاد استوار کی جائے تو کسی تاریخ و روایت سے ان پر طعن کا تیشہ خبیث لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ جب قرآن و سنت کی تعلیم سے عام مسلمان پر بدظنی، طعن تراشی، غیبت کرنے، طعنہ دینے، بدلقب رکھنے، نام بگاڑنے اور گزشتہ عیب کا الزام دینے سنانے کی اجازت نہیں تو ان قدوسی صفات، حزب اللہ و حزب الرسول پر بھی کسی گرفت کی بدرجہ ایک بٹے لاکھ بھی گنجائش نہیں۔ ان کے مطاعن برآمد کرنے والے اگر ان کے قرآنی مناقب و فضائل نظر انداز کر کے اپنی پختہ بدظنی کی بنا پر جوابات سے مطمئن ہوں یا نہ ہوں بہرحال اللہ نے ان کے لیے دعائے مغفرت کرنے اور کینہ و کدورت دل سے نکال پھینکنے کو ہی شرط ایمان و اسلام قرار دیا۔ سورۃ حشر میں لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الآیۃ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی تمام افراد مہاجرین اور انصار سے عقیدت و محبت واجب ہے۔ ماو شما کو اللہ نے یہ تعلیم دی ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(مال فے صرف ان مسلمانوں کا حق ہے) جو ان (مہاجرین اور انصار رض) کے بعد آئیں وہ یوں دعا مانگیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان (مہاجرین اور انصار رض) بھائیوں کو جو ہم سے پہلے مومن ہو گئے اور ہمارے دلوں میں ان مومنوں کے متعلق کینہ اور دشمنی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بڑا شفیق اور مہربان ہے۔

دوسری بات یہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکابر اہل بیت رض بھی ان آیات پر عامل تھے اور ان کا سینہ کینہ اس غل وعناد سے پاک تھا۔ ان کے حب داروں کو بھی اسی جذبہ محبت سے صحابہ کرام رض کی سیرت و کردار کا مطالعہ کرنا چاہئیے خصوصاً حضرات خلفاء ثلاثہ رض، اُمہات المومنین رض اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، کی قریبی رشتہ داریاں ہیں تو ایمان ہجرت نصرت رسول ص کے علاوہ صلہ رحمی بھی محبت کا قوی سبب ہے

تیسری بات یہ ذہن میں رہے کہ قرآن کریم نے ان کی غلطیوں سے سکوت کیا ہے۔ احیاناً ذکر کے ساتھ معافی اور جنت کی بشارت دی ہے اگر ان میں اختلاف وقتال ہو جائے تو صلح صفائی کرانے کی وصیت کی ہے۔ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ [illegible] ان کا اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ سے تعارف کرایا ہے اور تاریخ اور سیرت ان کے محبت آمیز واقعات سے لبریز ہے مثلاً حیات الصحابہ (۱۰ جلدیں) از مولانا محمد یوسف ہیں التبلیغ خیر جوئی کی نیت سے مطالعہ کریں۔ اب اگر مشاجرات صحابہ کی جھوٹی تاریخ سے قرآن وسنت کے مخالف ہو کر ان کے عیوب ومطاعن ہی بنیاد ایمان بنائے جائیں اور قرآن وسنت کی ہدایات صفائی نہ مانی جائے تو بتلائیے کہ نفاق کس چیز کا نام ہے :

منافقوں کا انجام | بے شبہ قرآن میں منافقوں کا ذکر آیا ہے اور وہ اصحاب رسول ص

وہ بدترین کفار جو اسلام کا زبان سے اقرار کریں مگر درحقیقت اسلام کی کوئی بات سچی نہ جانیں

میں ملے جلے تھے تو ان پر اعتماد نہ رہا تو گزارش یہ ہے کہ منافقوں کے ہم بھی دشمن ہیں اور ان کو بدترین جہنمی مانتے ہیں مگر قرآن وسنت اور سنی وشیعہ کے کم از کم دو دو معتبر محدثین مفسرین سیرت نگاروں کی شہادت سے آپ یا آپ کے ہم مشرب علماء ناموں کی تعیین بتلاتے جائیں میں دستخط کرتا جاؤں گا۔ اور بہت خوش ہوں گا شکریہ میں انعام تک پیش کروں گا کہ یہ صحیح خدمت دین ہو گی لیکن اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ منافقوں کا چند اشخاص کے سوا۔ اللہ نے نام ونشان بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور وہ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ (احزاب) (اگر اللہ چاہے تو منافقوں کو عذاب دے یا چاہے تو ان کو توبہ (وایمان) کی توفیق دے دے) کے مطابق یا دو بڑے عذاب کے مستحق اور اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا سے ختم ہو گئے یا ان کو اللہ نے توبہ صالح اور ایمان کی توفیق دیدی اور ان کی پارٹی ختم ہو گئی۔ جیسے کسی نظریاتی پارٹی کو ختم اسی طرح کیا جاتا ہے۔ تو پھر ایسی آیات کی آڑ میں تمام اصحاب رسول ص چند تلامذہ علی رض کے سوا۔ کو غیر معتبر اور ایمان واعمال صالحہ سے محروم کیوں مانتے ہیں کیا اصحاب علی رض میں خوارج ونواصب کی طرف سے آپ یہ تفریق وطعن تراشی مان سکتے ہیں۔ اگر نہیں۔ کیونکہ دین وتعلیم مرتضوی کا خاتمہ ہو جائے گا اور حضرت علی رض سے دشمنی بن جائے گی تو ٹھیک اسی دلیل سے ہم اصحاب رسول ص کی عزت وتوقیر پر نفاق کا حملہ اور الزام سازی برداشت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ ص کی تعلیم وتربیت کا خاتمہ ہو گا دین اسلام کا جنازہ اٹھے گا اور حضرت رسول ص سے ابوجہل کی سی دشمنی بن جائے گی۔ اگر پنجاب یونیورسٹی یا ایجوکیشن بورڈ کا نتیجہ برآمد ہو مثلاً سو لاکھ امیدواروں میں سے ایک ہزار یا پانچ سو ناکام بتائے جائیں ایک عام شخص کو ناموں کی تعیین دستیاب نہ ہو سکے تو کیا یہ پروپیگنڈہ کرنا صحیح ہو گا کہ ۵ - ۷ اول آنے والے امیدواروں کے سوا۔ جن کو پرنسپل جامعہ سے رشتہ داری اور خصوصی قرب حاصل ہے۔ کسی کی بھی ایم اے یا گریجویشن کی سند معتبر نہیں ہے۔ اور محکمہ تعلیم۔ جامعہ۔ یا پرنسپل جامعہ پر کیا اعتماد رہے گا اور اس طرح تعلیم

کو کون معتبر یا سچا کہے گا؟

محترم مشتاق صاحب! یہاں تک آپ کی سب سے بڑی الجھن "مطاعن" کا تشفی بخش اصولی جواب دینے کی ادنیٰ کوشش کی گئی ہے آپ مزید مطالعہ فرمائیں ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔ اب آپ کے اصل سوال کا جواب حاضر خدمت ہے۔

اہلِ سنت والجماعۃ کا قرآن سے ثبوت

بحمد اللہ ہم اور ہمارے اکابر اصحاب اہل بیت رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں۔ خلط مبحث کر کے اگر الٹ پلٹ سوال بھی کر دیئے جائیں تو ہم انشاء اللہ جواب دے سکتے ہیں کیونکہ ہمارا خوشبودار سرخ سیب چاروں طرف سے اور اندر سے بھی بے داغ ہے۔ ہمارا مسلمان نام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا۔ پ۱۷ رکوع ۱۷۔ مومنین کا لقب اللہ نے بیسیوں آیات میں بخشا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۴ ع ۸) اہل سنت سے مراد سنت نبوی والے ہیں اور نبی سے تعلیم و تزکیہ اور قرآن و حکمت سیکھ کر دنیا کو پڑھانے والے لوگ مراد ہیں۔ انبیاء کی طرف سنت کی نسبت قرآن نے کی ہے۔ ۱۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ سنت ان انبیاء اور رسل کی (برحق ہے) جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا اور ہماری سنت میں آپ تبدیلی نہ پائیں گے۔ ۲۔ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ..... اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰهِ۔ الخ احزاب۔ (بے حرج اپنا حکم منوانے کی) سنت الٰہی ان لوگوں میں رہی جو پہلے ہو گزرے اور اللہ کے احکام پہنچاتے تھے۔ سنت سے مراد طریقہ رسول ہے جس کی اتباع و اطاعت کا ذکر و حکم سینکڑوں آیات میں اللہ نے کیا ہے۔ تو جب سنت اللہ اور سنت رسولؐ کا حکم و ثبوت قرآن میں قطعی ہے تو ہم اس کے پیروکار اور مضاف ہو کر اہل سنت کہلاتے ہیں۔ لفظ اہل تو اضافت اور "والا" کے معنوں میں ہے جیسے ایک مسلمان مومن کی صداقت "اہل اسلام اور اہل ایمان" کا لفظ قرآن سے دکھا سکنے پر موقوف نہیں ہے اسی طرح سُنی کی صداقت بھی لفظ اہل دکھانے پر موقوف نہیں۔ "سُنی"

سنتِ نبی کی طرف نسبت ہے کہ اس کا دین رسول خدا سے چلا ہے جیسے امامی اثنا عشری کی نسبت ۱۲ آئمہ کی طرف ہے۔ کہ ان کا دین رسولِ خدا کی بجائے علم لدنی والے صاحبان وحی، حلال و حرام میں مختار غیر شاگردان رسول سے چلا ہے۔ رہا "والجماعۃ" کا ثبوت۔ تو اللہ تعالیٰ نے پ۵ ع ۱۴ میں مخالفت رسولؐ کے علاوہ سبیل المومنین کی اتباع نہ کرنے کو بھی جہنم جانے کا سبب بتایا ہے۔ معلوم ہوا کہ سنت رسولؐ کے ساتھ سنت مومنین (جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی اتباع بھی لازمی ہے۔ تو مسلمانوں کو والجماعۃ بھی ہونا چاہیئے۔ جماعت کے راستے کا تارک و مخالف بہ نصِ قرآنی جہنمی ہوا۔ نیز پ۱۱ ع ۲ کے شروع میں مہاجرین و انصار کے متبعین کو بھی اللہ نے وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (الخ) (جن لوگوں نے نیکیوں میں مہاجرین و انصار کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے اور خدا نے ان کے لیے جنت تیار کی ہے) فرما کر اہل جنت و رضوان بتایا ہے۔ معلوم ہوا برحق مذہب قرآنی سنتِ نبوی و سنتِ صحابہ والا اہل سنت والجماعت ہی ہے۔ صحاح ستہ میں سے بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد سے بھی تسمیہ اہل سنت والجماعت کا قطعی ثبوت ہے مگر خط میں اس کا بیان طوالت سے خالی نہیں۔ آپ عنقریب انشاء اللہ "ہم سنی کیوں ہیں" میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

مذہب شیعہ کی اخلاقی تصویر

آپ کے اعتراف کے مطابق ہم بحمد اللہ اہل سنت ہونے کے دعویدار ہیں اور سنت رسول یہ ہے کہ حضور پاک اپنی شان میں گستاخیاں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے اور آپ کے اسوہ حسنہ کی یہ مثال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل صبر ہی تبلیغ دین میں پُر سرعت اضافہ کا سبب بنا۔ تحدیث نعمت کے طور پر کہہ رہا ہوں کہ تا ہنوز آپ سے اور آپ کے شیعہ بھائیوں سے بہت کچھ گالی گلوچ سُن چکا ہوں اگر میں ان کے وہ خطوط ظاہر کر دوں تو شیعہ دین اور اخلاق و تہذیب کا ماتم کرنا پڑے گا مگر میں نے جواباً نہ گالی دی نہ بد دعا اور پھٹکار کی آپ کو بھی چاہیئے کہ آنحضرتؐ کے بے مثل صبر سے تبلیغ دین میں پُر سرعت اضافہ کا قول حسن جزو ایمان بھی

[illegible] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مومن صادق [illegible] نفاق [illegible] ہدایت یا نہ مانیں تاکہ آپ کی بات بنائیں [illegible]

واقعی سچی ہو اور میری یہ شب بیداری کی محنت انجام بخیر ہو۔ آمین۔ میں ایک حد تک آپ کے شیعہ بھائیوں کو بدگوئی میں معذور بھی سمجھتا ہوں کہ گستاخی معاف ان کو ملاء اعلیٰ سے ہی یہی اخلاق حسنہ اور عادات طیبہ ورثہ میں ملی ہیں۔ [illegible] ڈرتے ہوئے۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ نہج البلاغہ جیسے شیعہ کے مقدس صحیفہ اور شیعہ عقیدہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے خواہش مند تھے۔ جب [illegible] ووٹ بھی آپ کو نہ ملے تو خلافت راشدہ سے لاتعلق اور ناراض ہو گئے۔ [illegible] کے خلاف [illegible] ریشہ دوانیاں کرتے تھے۔ جو [illegible] خفیہ جماعت کی بنیاد ڈالی۔ مہاجرین اور انصار [illegible] خوب غیبت کی [illegible] آپ کی جماعت نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے جب حکومت آپ تک پہنچائی [illegible] وزیر [illegible] جو آپ کے قدیمی رفقاء تھے اور حضرت ام [illegible] بنت زینب بنت [illegible] آپ کے ساتھ بیاہ دینے میں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے وصی تھے [illegible] تک کو معاف [illegible] کی۔ جیسا آپ کے ایک جاں نثار ساتھی عمرو بن حزم نے آپ [illegible]

[illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شامی [illegible] وظیفہ [illegible] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جلی کٹی بھی سنائے [illegible] روایت کے مطابق ایک دفعہ سنی کا جنازہ [illegible] حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے [illegible] پھر [illegible] کو قتل کرنے آ گئے۔ کہ [illegible] کا ارشاد ہے [illegible]

[illegible] کُلُّهُمْ اَوْلَادُ الْبَغَايَا [illegible]

مَا خَلَا شِيعَتَنَا (روضہ کافی ص ۲۱۵۔) اللہ کی قسم ہمارے شیعوں کے سوا دنیا کے سب لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں۔

۷۔ امام عصر حضرت مہدی جب تشریف لائیں گے تو صرف ۳۱۳ مومن ان کی بیعت و حمایت کریں گے۔ باقی سب سنی و شیعہ لوگوں سے وہ جنگ کریں گے۔ وہ روضہ نبوی (معاذ اللہ) گرا کر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی لاشیں نکالیں گے وہ صحیح سالم ہوں گی۔ خشک درخت پر لٹکائیں گے وہ سرسبز ہو جائے گا۔ (کافی) (یہ زندہ کرامت بھی شیعہ کو ان کی بزرگی کا قائل نہیں کر سکتی) وہ اپنی نانی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی لاش نکال کر ان کو بھی درے لگائیں گے۔ (معاذ اللہ) (حیات القلوب)

۸۔ حضرت صادق فرماتے ہیں اہل شام (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ مسلمان) رومیوں (عیسائیوں) سے بدتر ہیں اور اہل مدینہ مکہ والوں سے بدتر ہیں اور اہل مکہ خدا کے کھلے منکر ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ اہل مکہ کھلے کافر اور مدینہ والے ان سے ستر گنا پلید ہیں۔ (اصول کافی جلد ۲ ص ۴۰۹) کہاں تک یہ گالیاں نقل کروں کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ کیا یہی وہ آئمہ اہل بیت ہیں جن کو خدا نے نبی کے بعد مامور باشریعت کیا ہے۔ مرزا قادیانی کی مغلظات سے مقابلہ کیجئے یقیناً آپ کے آئمہ غالب علی کل غالب ہیں۔ اہل سنت کی تحقیق میں مذکورہ بالا سب امور آئمہ پر بہتان ہیں۔ وہ بالکل سنی عقیدہ و مذہب پہ تھے مگر شیعہ لٹریچر اور مذہب بزور دریں ان بزرگوں کا یہی تعارف کراتا رہا ہے۔ کفار سے سب و شتم کرنے والے پیغمبر کریم ﷺ کے تابعدار اہل سنت کا صبر و تحمل واقعی قابل داد ہے کہ اتنی گالیاں سننے کے باوجود آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بدظن نہیں۔ نہ ان کو برا کہتے ہیں بلکہ حتی الامکان صحیح ثابت امور میں ان کی اتباع کرتے ہیں اور رشتہ رسول کی بنا پر محبت ہی کرتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّهُمْ وَاتِّبَاعَهُمْ۔ شیعہ حضرات [illegible] نہیں کہ جس بات میں [illegible] کو اپنے خلاف پایا معاذ اللہ حرامی و [illegible] بد [illegible] ڈالا جیسے نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین ج [illegible] ص [illegible] میں اولاد علی رضی اللہ عنہ [illegible] یہ تو خوش کا

خلاق ہلوتھا۔ [illegible] کہ جب کسی بارش [illegible] دیکھتے ہیں [illegible] جیسے [illegible]

اور دشمنانِ اصحاب محمدؐ کا حال یہ بتلایا۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾۔ جب وہ ان (اصحاب رسولؐ) سے گزرتے ہیں تو اشارے کرتے ہیں۔ گزشتہ سال راقم سپر ایکسپریس کراچی سے واپس آ رہا تھا حیدر آباد کے پلیٹ فارم پر نماز عشاء پڑھنے لگا کہ نوجوانوں کا غول مجھے دیکھ کر سامنے بھنگڑا ناچ ناچنے لگا۔ اور نعرہ لگاتا تھا یا علی مدد یا علی مدد۔ اس کے سوا آخر میں نے کیا قصور کیا تھا کہ اپنے خالق کے سامنے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ پر عامل تھا مگر اس (ابوجہل کی) پارٹی نے وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ (زمر) کا مظاہرہ کیا۔ (جب صرف اللہ کو یاد کیا جائے تو آخرت کے منکروں کے دل سکڑ جاتے ہیں جب اللہ کے سوا دیگر ہستیوں کو یاد کیا جائے تو خوب خوش ہوتے ہیں) وَاِذَا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ (جب وہ اللہ کا بندہ پیغمبر کھڑے ہو کر رب کو پکارتا ہے تو یہ حملہ آور ہونا چاہتے ہیں) کا فرض منصبی ادا کیا۔ جو شتم نامے راقم کو ملتے ہیں ان میں سے ایک تازہ خط میں چھ صفحات کی گالیوں میں بار بار یہ ایمان سوز فقرے لکھے ہیں۔ "تو آپ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ معاویہؓ عائشہؓ یزید عمر ابن زیاد، عبدالقادر جیلانیؒ، ابن تیمیہ، ہندہ اور حفصہؓ وغیرہ کو مانتے ہیں۔ ہم ان پر صبح و شام اٹھتے بیٹھتے لعنت کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ شیعہ حضرات صرف کلمہ پڑھنے کے بعد ان تینوں خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم و غاصب علی [illegible] پر لعنت کرتے ہیں اور [illegible] کرتے رہتے ہیں۔ [illegible] ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ پر لعنت کرتے ہیں معاذ اللہ [illegible] کہتے ہیں"

میرے محترم کیا یہی مذہب سچا [illegible] کہ حضور علیہ السلام کے یاروں، خسروں، دامادوں، بیویوں، بیٹیوں [illegible] نسب [illegible] اولاد کو [illegible] گالیاں دی جائیں۔ جبکہ [illegible] مذہب [illegible] حرام ہے تعجب بالائے تعجب ہے کہ لعنت [illegible] پر صلوٰۃ و سلام [illegible] لعنتیوں کے گروہ میں [illegible] تعلیم و تربیت [illegible] رسالت

کی ناکامی اور بعض آل و تمام اصحاب کی مذمت اور برائیوں پر درجن بھر کتابیں لکھ دیں۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔ ذرا غور کیجئے: ربِ محمدؐ کے دربار میں حضورؐ کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔؟ آپ کی بیوی بیٹیوں مذہبی دوستوں اور رشتہ داروں کو موضوع سخن بناؤں آپ بھڑک اٹھیں گے۔ کوئی شخص میرے اہل خانہ کے متعلق لب کشائی کرے زبان کاٹی جائے گی مگر کیا معلم غیرت حضور علیہ السلام اور آپ کے رب ذوالجلال کو غیرت نہیں آئے گی کہ ان کی مقدس ہستیوں پر صبح و شام رب کا رزق کھاتے پیتے وہ لوگ گالیاں دیں۔ کہ جو بعض بزرگان اہل بیت کو عونیہ خدا اور رسولؐ کی صفات میں شریک کریں بے نماز، بے شرع ہو کر بد اخلاقی گالی گلوچ متعہ بازی اور نسب و نسبت پر فخر کو ہی اپنا دین بنالیں۔ فوا اسفا۔

میرے محترم: حضرت ابراہیم و اسماعیلؑ کے نسب و اولاد کے سادات کفار و قریش حضور علیہ السلام کی زبانی توحید الٰہی اور آپ کی جماعت پر مشتعل ہو کر ہر قسم کے مظالم اور کمینہ حرکات ان پر روا رکھتے تھے مگر کسی تاریخ و سیرت کی کتاب میں یہ نہ ملے گا کہ انہوں نے شرم و غیرت کے لحاظ سے حضورؐ کو روحانی اذیت پہنچائی ہو۔ آپ کی بیٹیوں اور حرم خانہ کو بری نگاہ سے دیکھ، بدزبانی اور لعنت بازی کا نشانہ بنایا ہو۔ یہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ کلینی سے کر نجف تک کے شیعہ مجتہدین اور مولفین اور ذاکرین و واعظین چشم فلک سے بھی مستور حرم نبوی و اہل خانہ رسالت کو تقریر و تحریر میں بدزبانی اور تبرا کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ ابوجہل، عتبہ و شیبہ سے بھی اخلاق میں گندے ہیں۔ کیا یہی صفت اور مذہب والے اپنے ناجی ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ كَلَّا۔ آپ نے اہل سنت کی دل آزاری میں بہت کچھ لکھا ہے کیا اہل سنت نے بھی آپ کے اپنے اکابرین کو یوں لعنتوں سے بھر پور خطوط لکھے ہیں؟ یہ تو عوام کا اخلاق ہے۔ سب وہ لوگ جو اہل بیت کی آڑ میں عوام کو دھوکہ دے کر برسر اقتدار آئے اور لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کے خون سے دریا بہائے جیسے ابن زیاد شیعہ علی، محمد تقی، معز الدولہ، فاطمیین مصر، ابن علقمی اور ہلاکو خان، تیمور لنگ، شاہان صفویہ، نادر شاہ، اسکندر مرزا، یحییٰ خان اور جناب بھٹو صاحب کی کیا شکایت

کریں کہ ان کے دور میں کفار کو چشم زخم نہ پہنچا مسلمان کا خون بہتا رہا۔ مذہب کے نام پر برسرِ اقتدار آنیوالے شیعہ کے تیرھویں امام علامہ خمینی صاحب۔ جن کے نام کا کلمہ لا الٰہ الاّ اللّٰہ الامام الخمینی (آیت اللّٰہ) کراچی کے اخبارات میں چھپا اور ان کی ذرہ بھر مخالفت کفر گنی جاتی ہے۔ خون آشامی میں اپنے پہلوں سے کم نہیں کہ ہزاروں مسلمانوں کی لاشوں سے گزر کر جب اقتدار پایا تو ذرا سیاسی اختلاف سے سینکڑوں اعلیٰ افسروں اور ہزاروں افراد کو بھی قتل کرایا پھر تا ہنوز ۱۰ دس ہزار سنی مسلمان ان کی بے رحم تلوار کا لقمہ بن چکے ہیں کہ رمضان شریف میں بھی ان پر بمباری کی گئی۔ فرمایئے یہی فقہ جعفری اور شیعہ شریعت دخول جنت کی ضامن ہے؟ دو سال سے یہاں شیعہ علماء و عوام فقہ جعفری کے نام پر حکومت اور قانونِ اسلام کو خوب گالیاں دے رہے ہیں کیا یہاں کی سنی حکومت نے کسی ایک شیعہ کو بھی شہید یا زخمی کیا۔؟ یہیں سے آپ اندازہ لگالیں کہ روایتہً صحابہ پر متحمل ہمدرد انسانیت اور منصف کون ہے۔ اور جھوٹا بے رحم اور انسانیت کش کون ہے؟

مذہب شیعہ ضامن نجات نہیں۔

محترم ما! اس طویل تمہید کو معذرتؔ سمیٹتے ہوئے اب میں گزشتہ خط میں مذکورہ دس شرائط کی روشنی میں شیعہ عقائد پر تبصرہ اور غیر ناجی ہونے پر کچھ دلائل عرض کرتا ہوں کیونکہ آپ تو فدا ہو گئے اب میری باری ہے۔

عزیز من! میرا دعویٰ ہے کہ بحیثیت جماعت کے شیعہ کا۔ جن کی نجات اور ترقی کا آج پر دیگنڈہ ہو رہا ہے۔ توحید الٰہی۔ حضور کی حیثیت رسالت۔ قرآن کی ہدایت پر ایمان ہی نہیں۔ اہل بیتؓ سے وفا اور ان کی اتباع ہی نہیں لہٰذا شیعہ نجات یافتہ نہیں ہو سکتے۔ ذرا غور و فکر اور ٹھنڈے دل سے مطالعہ فرمایئے

ا۔ ... مطابق توحید یہ ہے کہ اللہ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں۔ ... کے ... صفحہ پر اللہ نے الٰہ کا معنی یہ بتایا ہے کہ جو ... بارش برسائے۔ فصل اگائے۔ زمین پر قرار ... دریا بہائے۔ پہاڑ بنائے۔ ... عوام کی فوری ... اسباب فریاد سنے اور مصائب ... زمین میں لوگوں کو ایک دوسرے کا جانشین بنائے۔ خشکی اور سمندر میں مشکل کشائی ... باران رحمت برسائے۔ مخلوق کو ... یا انتہا ...

کرے اور عالم الغیب ہو ءَ اِلٰہٌ مع اللہ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی ایسی صفات والا اور بھی ہے؟ مگر آج عوام و خواص شیعہ ان تمام امور پر قادر و مختار حضرت علی کو مانتے ہیں

علیؓ کا معجزہ اک اک ہے نادر — علیؓ کی ذات ہے ہر شے پر قادر (مناریخ الآئمہ)

بلکہ وہ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کا مذاق اڑا کر علانیہ حضرت علیؓ سے اولاد، رزق، فتح، مصائب سے رہائی اور مشکل کشائی مانگتے ہیں اور اپنے تمام امور کی کارسازی حضرت علیؓ و آئمہ کے ہاتھ مانتے ہیں یہی ان کو خدا ماننا ہے۔ ایسے ہی مت لوگوں کو بروایت سُنی حضرت علیؓ نے زندہ آگ میں جلا دیا تھا۔ آپ قرآنی توحید سمجھنے کے لیے فرمان علی کا ترجمہ سامنے رکھ کر پ ع ... ع ۱۴۔ پ سورۃ الانعام کے آٹھ رکوع پ سورت ہود، پ ع ۱، پ ع ۵، پ ع ۷۔۸۔۹، پ سورت روم، لقمان، حوامیم وغیرہ غور سے دیکھیں اور انصاف سے خدا لگتی کہیں کہ کیا موجودہ شیعہ لا الٰہ الا اللہ اور قرآنی توحید کے قائل کہے جا سکتے ہیں۔؟ ہرگز نہیں بالکل نہیں۔

۲۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں آپ نے کس مسئلہ کی تبلیغ و تشریح کی؟ اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بے پناہ مصائب کفار سے جھیلے۔ آپ کیا کہتے تھے کفار کیا مانتے تھے۔ یہ بت کون تھے۔ کیوں پوجے گئے۔ کیا آپ کا بڑے سے بڑا خطیب صرف اس پر ایک گھنٹہ بھی تقریر کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں شیعہ موجودہ مذہب رکھتے ہوئے اس پر تبصرہ نہیں کر سکتا ورنہ وہ عوام کے عتاب کا شکار ہو جائے گا یا تو کہہ مذہب سے اور یا غلی ... مدد کے نعرہ ... دستبردار ہونا پڑے گا۔ ان دو آیات کی روشنی میں یہ دعویٰ حق بجانب ہے کہ تعلیم قرآنی و تعلیم نبوی کے مطابق شیعہ کبھی توحید الٰہی نہیں مان سکتے۔ تو نجات کیسے ہوگی۔ خدا اگرچہ بندہ ... کو معاف کر دے مگر شرک کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ پ ع ۵۔

۳۔ ذات رسول مقبولؐ کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خاندانی طور پر نور ... و ... میں سے ... علیؓ کو ... سے ... ہے ... تھے۔ سیدہ خواتین جنت کے ... حسنینؓ کے نانا ... حضرت علیؓ کے خسر ... تھے۔ ... ذات کے ...

سے واجب الاحترام ہیں۔ ہر شیعہ یہ مانتا ہے اور خاندانی طور پر پنجتن کی بزرگی کا قائل ہے۔ مگر اہل علم فہم پر مخفی نہیں کہ اس تمام کمال اور معزز خاندان و رشتہ داری کے قریش بھی منکر نہ تھے وہ آپ کا اس حد تک یقیناً احترام کرتے تھے۔ دوم یہ کہ آپ محترم انسان اور بے مثال بشر ہو کر اللہ کے سچے کامیاب تمام دنیا کے لیے ہادی اور مرسل تھے۔ تاقیامت رہبر عوام هُدًى لِلنَّاس کتاب آپ کو ملی۔ تمام لوگ آپ ہی کی وحی اور ہدایت کے محتاج ہیں لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ، کے تحت آپ کے انقلاب ہدایت کو ماننا اور آپ ہی کے کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ میں نجات منحصر جاننا، باعث فلاح و ایمان ہے۔ کفار قریش ان کی باتوں کے منکر تھے۔ وہ کہتے تھے" محمدؐ کی اولاد نہیں اس کا دین نہیں چلے گا۔ یہ تبلیغ و ہدایت چند روزہ ہے دین کفر اسی طرح رہے گا۔ (اسی کے جواب میں سورت کوثر اتری)۔ محمدؐ کے پیروکار سُفَهَا (بیوقوف) اور گمراہ ہیں یہ دنیا میں کیا انقلاب لاسکیں گے۔ مگر قرآن و تاریخ شاہد ہے کہ کفار خود مٹ گئے یا اس انقلاب و ہدایت کا خوش شکار ہو گئے۔ کلمہ توحید و رسالت دنیا کے چپے چپے میں پھیل کر رہا اور ایک ارب مسلمان آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتے ہیں لیکن ستم پر ستم تو یہ ہے کہ اصحابِ محمدؐ کا دشمن طبقہ ایسا بھی پیدا ہوا جس نے کفار و قریش کے تمام دعاوی کو (قرآن و سنت جھٹلا کر) اعتقاداً و عملاً سچ کر دکھایا۔ برملا وہ کہتے ہیں " محمدؐ کا دین اسلام اتنے لوگوں نے بھی تسلیم نہ کیا کہ گننے کے لیے دو ہاتھ کی انگلیوں کی ضرورت پڑے۔ (اسد کاظم نقوی کا مضمون ملحقہ رسالہ ذکاء الافہام۔ مولفہ عبدالکریم مشتاق) بعد از وفات نبیؐ یہ چند حقیقی مسلمان بھی دین محمدؐ کی تبلیغ سے خاموش اور چند در تقیہ ہیں۔ روپوش ہو گئے۔ دین یزید و نفاق غالب ہوا اور تا ظہور مہدی رہے گا۔ محمدؐ کے اصحاب معاذ اللہ و تعلی (مرتد) منصب بازوں تھے۔ دنیا میں کوئی انقلاب ہدایت وہ برپا نہ کر سکے۔ وہ تو خود گمراہ و منافق تھے۔ معاذ اللہ۔ اگر کوئی ہدایت کی کرن ہے تو وہ محمد مہدی کے تاجدار نبی کے خزانے تیرہ اسلام حضرت علیؓ و ان کی نسل میں ہے کہ وہ پیدائشی عالم معصوم قرآن تھے۔ خاص ہو بارہ صحیفوں سے او منجانب اللہ حکم ہدایت

پاتے تھے اور اپنے شیعوں کو پڑھاتے تھے اصلی قرآن بھی انہیں کے پاس ہے۔ الخ

محترم من! ان عقائد و نظریات سے آپ کو اور تمام موجودہ شیعوں کو پورا اتفاق ہے۔ انصاف سے خدا لگتی کہیئے۔ انکار رسالت محمدیؐ میں کیا کسر باقی رہ گئی ہے۔ یہی نا کہ مفادات کی خاطر کلمہ پڑھ لیا اور خسر علیؓ ہونے کی وجہ سے حضور علیہ السلام کا احتراماً نام لے لیا۔ کیا یہ آیت قرآنی ان پر صادق نہ آئے گی۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو گواہی اور قسم کھا کر کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں اللہ بھی آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہے مگر خدا یہ گواہی بھی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ ۲۳ سال میں جو لا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ حضور خاتم النبیین والمعصومین نے پڑھایا اس میں ذرہ تاثیر ہدایت نہیں۔ آج ایک ارب یہ کلمہ پڑھنے والے مسلمان مومن ہدایت یافتہ اور جنتی بالکل نہیں بلکہ معاذ اللہ گمراہ منافق اور جہنمی ہیں (ہر شیعہ آج اس عقیدہ پر فخر کرتا ہے)

۴۔ ۱۰ سال سے شیعیت کی بنیاد پر مطالعہ کرنے والا راقم آثم اگر یہ دعویٰ کرے تو کر سکتا ہے کہ انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے گو بین الاقوامی کانفرنسیں ہوتی ہیں مگر از لکھنؤ تا نجف کوئی شیعہ عالم مصنف جس سید الانبیاء سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ سب دنیا و ما فیہا کی عزت ان کے مرتبہ کے سامنے ہیچ ہے۔ کو رسول کی حیثیت سے تو کجا (خاکم بدہن) عام موجودہ انسانی حقوق بھی نہیں دیتے جن کے لیے وہ خود تڑپتے رہتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو رسول پاکؐ کی امت اصحاب تلامذہ۔ اقارب۔ خدام و خواص۔ ازواج مطہرات۔ بنات طاہرات کو اور یاران واجب التعظیم اور محبت و غیبت کا نشانہ نہ بنایا جاتا۔ اس پر رسائل نہ لکھے جاتے۔ روضہ اقدس میں حضور رحمۃ للعالمین کو درود و سلام کے بجائے گالیوں اور لعنتوں کے تحفے نہ بھیجے جاتے۔ کاش

اس بدبخت ملک میں ملعون فرقہ بندی کے معاشرہ میں صدر مملکت اور گورنر سے لے کر عام چپڑاسی اور چوڑے چمار تک کی بیٹیوں کی بیویوں کی احباب و بہی خواہوں کی تو عزت کا تحفظ ہے قوانین ہیں جذبات کی رعایت ہے۔ مگر علت کائنات رحمت رب ذوالجلال کی بیویوں بیٹیوں کی عزت، جس پر تمام عالم قربان کیا جا سکتا ہے۔ محفوظ نہیں ہے نہیں ہے نہیں ہے۔ ان حالات میں نجات شیعہ کا دعویٰ مذاق سے بھی تمسخر ہے۔ ے اترجو امتہ سبت نبیا۔ شفاعت نبیھا یوم الحساب

۵۔ رہا قرآن پر شیعہ کا ایمان تو اس کی حقیقت سراب (دھوکہ) ہی ہے۔ تقیۃً چار علماء کے سوا قدیم و جدید تمام شیعہ علماء قرآن کو محرف بدلا ہوا مانتے ہیں۔ اصول کافی جمع ایمان [illegible] مستقل تحریف کا باب موجود ہے۔ ترجمہ مقبول کے حاشیہ پر بھی بیسیوں آیات کی لفظی تحریف کی نشاندہی کی گئی ہے آپ کو تو قرآن منگوا کر [illegible] نظر کرم سے دیکھنا چاہئے کہ سینہ سے ننانوے سوال میں لگاتار نو سوال صرف قرآن کو بے اعتبار اور بے حجت ظاہر کرنے کے لئے دھڑلے سے بنائے ہیں گو بندوق اہل سنت کے کندھوں پر رکھ کر چلائی ہے۔ مگر اپنا عقیدہ تو خوب ظاہر کر دیا ہے۔ گزشتہ خط میں صاف طور پر آپ نے لکھا ہے ” امام مہدی کے پاس وہ قرآن ہے جو خود حضورؐ نے تحریر کروایا تھا اور اس کے علاوہ باقی تمام قرآن کے نسخے نقل ہیں [illegible] اب قرآن کو نقلی (جعلی) بتانے والا اور ایک [illegible] اصلی قرآن کا قائل [illegible] قرآن پر کیسے ایمان و عمل کی بنیاد رکھ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ حفظ قرآن پر محنت کرنا تو کجا حافظوں قاریوں اور قرآن کا ترجمہ سننے پڑھنے والے عاموں کو ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ ظاہر ہے کہ یہ قرآن تو اصحاب نبی نے لکھا یا یاد کر کے آئندہ امت تک پہنچایا۔ جب وہی معاذاللہ منافق اور غیر معتبر بے حجت بنا دیئے گئے تو ان کا نوشتہ اور دو قرآن کیسے حجت و معتبر ہو۔ جیسے حضرت جبریل امینؑ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتبار کئے بغیر قرآن پر ایمان ممکن نہیں اس طرح صحابہ کرامؓ خصوصاً ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و معاویہ رضی اللہ عنہم کو معتبر مانے اور ان کی بات مانے بغیر قرآن پر ایمان ممکن نہیں۔

جو آیات کو شیعہ سنی [illegible] بھی مانتے ہیں [illegible]

[illegible] کا فرض ہے [illegible]۔ منہ

[illegible]

شیعہ کے شہید ثالث نور اللہ شوستری نے کیا صاف لکھا ہے۔ "واز ینجا معلوم مے شود کہ قرآن حجت نتواند بود مگر بتقیمے کہ بیان مفاصد آں بر وجہے نماید کہ احدے را دراں مجال شبہ و احتمال نماند" (مجالس المومنین ج ۱ ص ۳۸۶) اس تقریر سے معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن حجت نہیں ہو سکتا۔ مگر امام کی زبان سے کہ اس کا مقصد اس طور پر بیان کر دے کہ کسی کو اس میں شک و شبہ کا موقع نہ رہے۔

محترم [illegible] حاجی مشتاق صاحب۔ اب کہئے کہ شیعہ جب قرآن کو معتبر نہ مانیں نہ ہدایت پا سکیں امام غائب موجود نہ ہو تو وہ ہدایت یافتہ یا ناجی کیسے ہو سکتے ہیں۔ خیال امت و محال است و جنون آپ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ آپ کدھر جا رہے ہیں۔ مجھے تو آپ کی حالت پر بڑا رحم آتا ہے۔ خدا آپ پر رحم فرمائے اور اس شیعیت کے جال قرآن و نبی سے دشمنی و محرومی سے نجات عطا فرمائے۔ غالباً موجودہ قرآن پر ایمان و محبت نہ ہونے کی یہ وجہ ہے کہ حالیہ محرم ۱۴۰۰ھ میں ڈیرہ غازی خان میں شیعہ [illegible] جو شیعہ سے ہوا۔ شیعہ ہی نے مسجد پر حملہ کر کے امام و نمازیوں کو زدوکوب کیا پھر مسجد کی بے حرمتی کرتے ہوئے [illegible] سے قرآن نکال کر جلائے

۶۔ قرآن و سنت پر ایمان نہ ہونے کا کامل ثبوت ایک یہ بھی ہے کہ عام مسلمان سب سے پہلے قرآن پھر سنت نبوی پھر اجماع امت [illegible] اور جو قرآن و سنت میں غیر مذکور و غیر صریح مسائل ہیں ان میں مجتہد امام و فقیہ پر اعتماد کر کے دین پر عمل کرتے ہیں۔ مگر شیعہ کا ہر فرد اپنی ذات پر [illegible] اعتماد کرتا ہے [illegible] کے خلاف سب سے بڑی حجت [illegible] شیعہ [illegible] عقیدہ [illegible] قرآن و سنت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سے نہ کہیں۔ بتلائیے قرآن وسنت سے یہ استہزا ہوا یا نہیں؟ ایسا فرقہ کیسے ناجی ہوگا؟

۷۔ قرآن وسنت سے اعراض یا شیعہ کی ان سے بے احتیاجی کے بعد عقیدہ امامت بلا فصل ہی کو لیجئے یہ ختم نبوت کا در پردہ ٹھوس انکار ہے۔ اور قرآن وسنت نبوی کی ابدیت کا خاتمہ ہے۔ غور کیجئے کہ جب نبی کی وفات سے عہد نبوت ختم اور نبی کی طرح خدا کی طرف سے مبعوث[۵] و منصوص حلال وحرام میں مختار نسخ کر سکنے والے بنام شیعہ اپنی الگ امت اور ملت بنانے والے مفترض الطاعت کرانے والے صاحبان وحی وصحائف معصوم بارہ آئمہ مانیں جا ئیں جن سے قرآن وسنت پر اعتماد کرتے ہوئے اختلاف کفر ہو تو قرآن ورسول کے پاس کیا رہ گیا؟

۸۔ ذرا یوں بھی سوچئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے شاگرد حواریوں کے بعد اللہ نے چھ صدیوں تک کوئی منصوص نہ بھیجا۔ سب لوگ شریعت عیسوی کے پابند بنائے گئے۔ مگر خاتم المرسلین والنبیین کی وفات کی گھڑی ہی سے اللہ نے ایک امام مبعوث کر دیا جو مرتبت میں نبیوں کی سی شان ورفعت رکھتا تھا اور اس نے دعویٰ بھی کر دیا کہ میں صاحب امر مفترض الطاعت امام بلا فصل ہوں۔ مجھے نہ ماننے والا پکا کافر وجہنمی ہے۔ پھر یہ منصب نبوت پر ڈاکہ ۵۰۰ برس تک جاری رہا اور اصلی قرآن امام آخر الزمان کے ساتھ غائب ہوتے ہوتے نعوذ باللہ سو برس تک ان کا نام ونشان نہ مل سکا۔ اور امت قرآن کی محتاج ہو کر در در کی ٹھوکریں کھاتی رہی اور وفات پا رہی ہے۔ سوچیئے بھلا اس سے بڑھ کر عقل ونقل کے خلاف کسی قوم کا ایمان وعقیدہ ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کیسے مدار نجات ہو سکتا ہے؟

۹۔ چلیئے ہم مان لیا کہ ایسے بارہ امام وی ومعصوم منجانب اللہ بھیجے گئے۔ مگر وہ کتنے کتنے نفوس ہدایت یافتہ اور جنتی بنا سکے۔ شیعہ لٹریچر پڑھ کر معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ چند صد بھی نہ ہو سکے۔ آپ کے ذکاء اور فہم کے ضمیمہ سرکار نقوی کے مضمون میں عہد نبوی کے بھی حقیقی مسلمان انگلیوں پر گنے جاتے تھے۔ حقیقی مسلمان صرف حضرت امام حسین کے بہتر ساتھی تھے۔ باقی آئمہ اور ان کے پیروکاروں کا حقیقی مسلمان ہونا وہ بھی نہیں بتاتے۔ گویا حقیقی اسلام ہی دشت کربلا میں ختم ہو گیا۔

[۵] مبعوث منصوص مفترض الطاعۃ یعنی جس کو خدا نام لے کر امت کی طرف بھیجے اور امت

گیا۔ حضرت زین العابدینؒ کے ساتھ بھی کوئی مومن شیعہ نہ تھا ورنہ وہ یزید کی غلامی اور بیعت کا طوق گردن میں نہ ڈالتے (روضہ کافی ص ۲۳۵) امام پنجم حضرت باقر کے بھی کوئی ہدایت یافتہ شیعہ نہ تھے ورنہ وہ اوصاف شیعہ میں یوں نہ فرماتے۔ فِيهِمُ التَّمْيِيزُ وَفِيهِمُ التَّبْدِيلُ وَفِيهِمُ التَّمْحِيصُ تَأْتِي عَلَيْهِمْ سِنُونَ تُفْنِيهِمْ وَطَاعُونٌ يَقْتُلُهُمْ۔ یہ جدا جدا ہوں گے ان کے مذہب بدلیں گے ان کو چھانٹا جائے گا ان کو قحط سالیاں فنا کریں گی اور طاعون کی وبا قتل کرے گی۔ (اصول کافی باب المومن وعلاماتہ)

حضرت جعفر صادق کے بھی تین شیعہ مومن نہ تھے ورنہ وہ تقیہ حلال اور فرض جانتے تھے اور احادیث چھپاتے تھے (کافی باب قلۃ عدد المومنین) امام ہفتم ہشتم نہم یازدہم کے بھی کوئی مومن شیعہ نہ تھے ورنہ ان کے خیر وشر کا کچھ شیعہ لٹریچر سے پتہ چلتا۔ امام ہشتم علی رضا کے بھی کوئی خالص شیعہ نہ تھے ورنہ وہ اپنے شیعوں کے بارے کا یوں اعلان نہ فرماتے اگر آپ میرے شیعہ کا جائزہ لیں تو سب کو نیں پائیں گے اگر پرکھیں تو سب کو مرتد پائیں اور اگر ان کی چھانٹی کریں تو فی ہزار ایک بھی نہ رہے اگر ان کو چھانٹی سے چھانیں تو کوئی بھی نہ بچے بجز اس کے کہ جو میرا ہو۔ یہ مدت سے تکیہ پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں ہم شیعہ علی ہیں حالانکہ شیعہ علی تو وہ ہے جو اپنے قول وفعل کو سچ کر دکھائے (روضہ کافی ص ۲۲۸)

۱۰۔ اب سب سے حضرت امام العصر مہدی غائب شدہ ۲۵۵ھ کے شیعہ تو بنو بعلی اختلاف روایات ۳۱۳ مومنین شیعہ بھی یک وقت نہیں ہوئے ورنہ امام (اپنے وعدہ کے مطابق) باہر نکل کر ظلم وکفر کا خاتمہ اور عدل وتوحید کا ڈنکا بجا دیتے۔ اصول کافی باب التمحیص والامتحان ج ا ص ۳۷۰ میں ہے کہ امام صادق سے سوال ہوا قائم کے ساتھ کتنے لوگ ہوں گے فرمایا نفر یسیر (چند آدمی ہوں گے) (النفر ۳ سے لے کر ۹ عدد تک بولا جاتا ہے) تو راوی نے کہا شیعہ لوگوں میں مہدی کی حمایت کا دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں۔ فرمایا یقینی بات ہے کہ شیعہ لوگوں کو پرکھا چھانٹا اور چھانا جائے گا اور بہت سی مخلوق چھانٹی سے نکل جائے گی۔

محترم مشتاق صاحب۔ بارہ آئمہ کے ہاتھ پر ایمان وہدایت پانے والے شیعہ یا حقیقی مسلمانو

کی تعداد آپ کے سامنے ہے کیا صرف یہی کامیاب اور ناجی ہیں اور خلفاء ثلاثہ رضؓ کو ماننے والی کروڑوں اربوں کی تعداد میں امت محمدیہ شیعہ کے اعتقاد میں غیر ناجی اور جہنم میں جائے گی تو پھر اصول کافی کی اس صحیح حدیث کا مفہوم کیا ہوگا۔ ” قیامت کے دن سب لوگوں کی ایک لاکھ بیس ہزار صفیں ہونگی۔ ۸۰ ہزار صرف امت محمدیہ صؐ کی ہوں گی اور چالیس ہزار باقی سب امتوں کی (کتاب فضل القرآن صفحہ ۵۹۶)

ایک شبہ کا ازالہ

ممکن ہے آپ کہیں یہ قلت شیعہ آئمہ کے زمانے میں تھی جبکہ ہم تقیہ کرتے تھے اور تحریک عزا کے ذریعے دین شیعہ کی تبلیغ نہ کرتے تھے اب ہم قدیم تقیہ کی تعلیم چھوڑ کر عزاداری کے ذریعے ترقی میں ہیں۔ صرف پاک ایران و عراق میں ۴-۵ کروڑ کی تعداد میں بستے ہیں اور ہر مخالف طاقت کا مقابلہ کر سکتے ہیں گذارش یہ ہے کہ تقیہ کی جبری تعلیم اور عزاداری کی صورت مرتجہ اب بھی بدستور قائم ہے کوئی نیا امام اور پیغمبر تو نہیں آیا جس نے سابق شریعت بدل دی ہو۔ کافی میں باب تقیہ باب کتمان باب تعزی باب الصبر والصراخ اور بحار الانوار سے کتاب التقیہ نکلوا کر اپنے علماءؒ سے پڑھوائیں اور سنیں۔ انصاف اور فکر آخرت سے خدا لگتی کہیں کہ شیعہ جن اعمال اور شعائر سے اپنے مذہب کو رواج دے رہے ہیں اور ایمان کی طرح [illegible] بھی ملکی سلامتی اور امن و امان کا خطرہ پیدا کر رہے ہیں کیا ارشاد آئمہ تعلیم آئمہ درست ہیں اگر یہ درست نہیں تو مان لیں کہ آئمہ سچے تھے اور آج شیعہ لوگ صریح غلطی اور گمراہی پر ہیں۔ امام صادق کا تو یہ ارشاد ہے ” جوں جوں امام مہدی کے نکلنے کا وقت قریب آئے گا تقیہ میں شدت سے کرنا ہوگا۔ (الکافی) مگر اب تو حالات بر عکس ہو چکا ہے تو معلوم ہوا کہ آپ لوگ شیعہ [illegible] ہدایت یافتہ نہیں خواہ کتنے بڑے تعزیے بنا کر پوجیں یا عزاخانوں ماتمی مجالس اور متعہ کا نظام [illegible] قائم کر دیں۔ [illegible] آج شیعہ اپنے خود ساختہ مذہب تحریک عزا قومی اور شیعہ تعصب [illegible] ذاکروں [illegible] کے ذریعہ دین کے [illegible] جذبہ اور ایمان رکھتے ہیں مگر [illegible] آپ شیعہ [illegible] لوگوں [illegible] آپ کے وجود سے کیا فائدہ ہے [illegible] مذہب توحید و عبادت [illegible] نماز قرآن [illegible] تشریح محمدی کو کیا مدد ملی جب کہ

آپ کا شیعہ طبقہ اکثر نسلی مسلی مراثی جرائم پیشہ افراد نسل پرست سادات اور متعہ و بادہ نوشی میں مست ملنگ مادر زاد ملنگ علی پنجتن کے نام پر بھکاری تارک شریعت قلندر اور نشہ باز اوباش لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے اور وہ مجالس عزا میں بے دین ذاکروں سے فرضی جنت کا ٹکٹ حاصل کر کے بدعملی کی سند لے لیتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ چونکہ قرب قیامت ہے بداء الاسلام غریبًا وسیعود غریبًا کے مصداق میں حقیقی اور محمدی اسلام کی عصر ہے کمیونسٹ قادیانی یہودی عیسائی اور جرائم پیشہ طبقے دن بدن ترقی میں ہیں اسلام کی گرفت ڈھیلی ہوگئی ہے۔ برٹش اور بے دین حکمرانوں کے دور سے تبلیغی نظام بگڑا ہوا ہے۔ فرقہ بندی عروج پر ہے۔ ان حالات میں اگر مذکورہ بالا طبقات پر مشتمل شیعہ مذہب کے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ اور حسینؓ کے پیارے نام کے دھوکہ سے پھیلنے کا پرچار کیا جائے تو اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ مذہب سچا ہوتا تو عہد رسالت اور آئمہ کے دور میں پھیلتا یا پھر ۳۱۳ کی تعداد ہونے پر امام العصر غار سے باہر تشریف لے آتے۔

آخری گزارش

میرے محترم بھائی! میں نے قیمتی کثیر وقت صرف کر کے آپ کو یہ کڑوی حقیقت سنائی گویا میرے سامنے آج آپ دور اضطراب میں ہیں۔ بحمد اللہ ہر بات ٹھوس تجربہ شدہ اور اپنے مطالعہ کے حوالے سے سپرد قلم کی ہے۔ آپ سے یہ خط تین دفعہ پڑھنے اور غور و فکر کی درخواست ہے۔ مذہب بدلنے کی نہیں مگر مومن کو چاہیئے کہ وہ قرآن و سنت اور تعلیمات آئمہ اہل بیت کے آگے سر خم کر دے۔ ہٹ دھرمی گروہ بندی اور عقیدہ و مسلک کی تبدیلی سے متوقع مفادات و خطرات کو نظر انداز کر دے۔ آپ جیسے حسین نوجوان، جیسے آپ کی کلین شیو اپٹوڈیٹ تصویر بتاتی ہے، کا میں اپنی طرح دوزخ میں جانا پسند نہیں کرتا۔ دعا بھی کی ہے اور نصیحت بھی ہدایت اللہ کے قبضے میں ہے۔ شاید آپ شرائط مذکورہ کے تحت نجات شیعہ پر دلائل نہ لکھیں تو میرا یہ آخری خط ہو۔ اس لیے ہر قسم کی تلخ گوئی شوخ بیانی اور خلاف مزاج تحریر سے معذرت کرتے ہوئے حضرت رسول مقبول صؐ آل رسولؐ جماعت رسولؐ اور امت محمدیہؐ کے لیے صلوۃ و سلام اور دعا پر اختتام کرتا ہوں

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ وجمیع امتہ اجمعین

آپ کا مخلص۔

.... بشیر الابراہیمی امام مسجد قاری صاحب والی محلہ نو... بادا گوجرانوالہ

چوتھے خط کا شیعی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

گرامی قدر بشیر الابراہیمی صاحب

السلام علیکم۔ طالب خیریت باعافیت ہے اور دعاگو ہے کہ رب کریم آپ کی نیک توفیقات میں اضافہ کرے۔ آپ کا نوازش نامہ بصد شکریہ وصول پایا۔ ایک ہی دفعہ مطالعہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور حسب الحکم دو مرتبہ مزید پڑھنا باقی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی اپنے تاثرات ارسال کروں گا۔

... خط کا مقصد محض اطلاع رسید ہے چونکہ جناب کا مکتوب خاصہ طویل ہے اس لیے اس کے نکات پر غور کرنے کے لیے کچھ وقت صرف ہوگا تاہم میری انتہائی کوشش یہی ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے اپنی رائے کا اظہار کر دوں۔ میں آپ کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ ... جذبہ کے ساتھ حقیر کی ... کے لیے کوشاں ہیں۔ دعاگو ہوں کہ رب العالمین ... دارین ... عطا فرمائے۔ آمین۔ والسلام

... محمد مشتاق عفی عنہ   ... ناظم آباد کراچی نمبر 18-

سُنّی سائل کا پانچواں خط

(شیعہ مؤلف کی کتاب پر تبصرہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا اللہ مدد

جناب مشتاق صاحب!

سلام مسنون، امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے راقم بھی بفضل اللہ وعونہ تاحال خیریت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کو حق پرستی کی توفیق دے اور دارین میں خیریت عطا فرمائے۔ آپ سے خط وکتابت میں میرے نمبر ۴ مفصل خط کے جواب میں ۲۷ جنوری ۸۰ء کو آپ کا کارڈ ملا تھا کہ رجسٹری وصول پائی ایک دفعہ پڑھ لیا ہے مزید دو دفعہ پڑھ کر جلد ہی اپنے تاثرات ارسال کروں گا۔" چنانچہ پانچ ماہ ہونے کو ہیں آپ نے راقم کو جواب سے نہیں نوازا۔ مذہب شیعہ کی حقانیت کے دلائل کی جستجو میں رہا حتیٰ کہ مجھے پتہ چلا کہ شیعہ مذہب حق ہے ایک ضخیم کتاب آپ نے چھاپی ہے۔ میں نے خوشی سے ایک دوست سے منگوالی مگر پڑھ کر جو مایوسی کی کیفیت طاری ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ یہ کتاب آپ کے دس ہزار روپے کے انعامی دس سوالات کے جواب میں مولانا قاضی مظہر حسین اعلی اللہ مقامہ کے تحریر کردہ رسالہ "سنی مذہب حق ہے" کے جواب میں آپ نے لکھی ہے۔ میں بصد معذرت سچی زبان سے اپنے تاثرات آپ کو سناتا ہوں آپ کو ناراض نہ ہونا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے قاضی صاحب کا جواب بڑا معقول اور دل کی گہرائیوں میں اترنے والا ہے۔ وار مظہر آپ کے جگر میں کارگر ہوا تبھی تو آپ نے آپے سے باہر ہو کر بداخلاقی اور بدزبانی کا کوئی جملہ نہیں چھوڑا اور اس ضخیم کتاب کو ہفوات کا پلندہ بنا کر مذہب اہل بیت رضی اللہ عنہم کی (معاذ اللہ) ترجمانی کی ہے مثلاً متعائی جوڑے کے حق میں کہا میاں بیوی

راضی کیا کرے گا قاضی" عقل مند کا فریب دقوف قاضی بازار حسن چمک اٹھے، یہ چچا چور بھتیجا قاضی بخاری اور بدکاری، قاضی بیٹھا بغلیں جھانکے جیسے فحش عنوانات فہرست کے گیارہ صفحات کو حاوی[16] ہیں۔ کیا یہی امام صادق کی سچی تعلیم ہے۔ حالانکہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے" اے میرے تابعدار ایسا عمل نہ کرنا جس سے تم ہم کو بدنام کرو بری اولاد ہی باپ کو بدنام کیا کرتی ہے۔ تم ہمارے لیے زینت ہو۔ بدنامی کا داغ نہ ہو۔ اہل سنت کے پیچھے نمازیں پڑھو۔ ان کے جنازے پڑھو۔ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ اجتماعی کاموں میں شرکت کرو۔ وہ تم سے کسی اچھی بات میں آگے نہ بڑھنے پائیں" (کافی ص۲۲۰) مگر آپ ہیں کہ صادق کی تعلیم کو جھٹلا کر تقیہ کو طلاق مغلظہ دے کر اہل سنت اور ان کے اکابر، اصحاب رسولؐ، ازواج رسولؐ اقرباء رسولؐ خلفاء رسولؐ پر خوب کیچڑ اچھالتے اور دلیل کی بجائے گالیوں الزام تراشیوں سے تواضع کرتے ہیں حالانکہ آپ کا حق یہ تھا کہ سنی و شیعہ علماء کا ایک بورڈ تشکیل کر کے کتاب ان کے حوالے کر دیتے کہ آیا یہ جوابات مکمل اور قابل انعام ہیں یا نہیں پھر کلی یا جزوی ان کے فیصلہ پر آپ عمل کرتے۔

ارے بندہ خدا! قاضی صاحب نے اس ۱۲۸ صفحے کے رسالہ میں ایک جملہ بھی آپ کے خلاف شان نہیں لکھا بلکہ باادب "مولوی عبدالکریم مشتاق" بار بار لکھا ہے۔ حالانکہ آپ داڑھی مونچھ صاف فیشن ایبل ظاہر الفسق متکبر نوجوان ہیں نامعلوم پانچوں ٹائم نماز بھی پڑھتے ہیں یا نہیں اور علم یا جہالت کا یہ عالم ہے کہ اردو املا ہی غلط۔ ہوس کو حوس اور بے قاعدہ کو بے قائدہ، وغیرہ لکھا ہے۔ جگہ جگہ کلمہ طیبہ بھی غلط کہ محمد الرسول اللہ۔ یعنی مضاف پر بھی الف لام ڈالا ہے۔ سبحان اللہ مگر بد ... ۷ سالہ عالم ... کو سوقیانہ زبان میں جگہ جگہ خطاب کیا ہے۔ آپ کی یہ کتاب ... خود ... گی ہمیں ضرورت نہیں۔ بلاشک اس کو خوب پھیلائیں تین ماہ بعد اس کا ... جائے گا۔ توحید رسالت ... تمسک باہل بیت اسلام کے ہر عقیدے کی اس کتاب میں آپ نے ... پلید کی ہے مثلاً توحید و رسالت کے کلمہ سے آپ نے یہ دشمنی کی ہے۔

[16] حاوی ہے۔ مشتمل اور پھیلی ہوئی ہے

"سنی کلمہ پر اعتبار نہیں ہے۔ میں نے خدا کی عطا کردہ عقلی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے بغور فیصلہ کر لیا کہ جب سنیوں کا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لینا دلیل ایمان نہیں بلکہ اس کے اقرار پر بھی خدا نے صحابہ کو (معاذ اللہ) منافق قرار دے دیا اور دور حاضر میں احمدی اس کلمہ گوئی کے باوجود کافر ہیں لہذا سمجھ لیا جاتے کہ اس کلمے کا کوئی اعتبار نہیں، کلمہ حق وہی ہے جو قبول و مقبول ہو شیعہ مذہب حق ہے ص۳۲۴") کس قدر غضب کی بات ہے کہ

۱۔ خدا تو یہی کلمہ قرآن میں اتارے پڑھائے، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پ۲۶) ع۷، ۱۲

۲۔ سب سے پہلے قلم پیدا فرما کر اسے عرش پر یہی کلمہ لکھنے کا حکم دے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (حیات القلوب ج ۲ ص۸ جلاء العیون ص۱۲)

۳۔ اپنے پیغمبر کو اسی کلمہ کی تعلیم و تبلیغ کا حکم کرے۔ (حیات القلوب ج ۲ ص۳)

۴۔ حضور علیہ السلام کی بشارت دینے والے دس ہزار فرشتوں کی قندیلوں پر یہی کلمہ لکھوائے (حیات القلوب ج ۲ ص۵۸)

۵۔ حضورؐ کی مہر نبوت پر دو سطروں میں یہ کلمہ کندہ کر دے (جلاء العیون و حیات القلوب ج۲ ص۳۶)

۶۔ آپ کی بعثت سے قبل تمام پرندے اور فرشتے اور درخت یہ کلمہ پڑھیں۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (حیات القلوب ص۱۰۰)

۷۔ حضرت علیؓ اذان و اقامت میں اسی کلمہ کا اعلان کریں۔ (جلاء العیون ص۱۷۹)

۸۔ اُم فاطمہؓ و جدہ حسنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں۔

۹۔ اور قریش کو اسی کلمہ پر ایمان لانے کی حضور علیہ السلام دعوت دیں (حیات القلوب ج۲ ص۳۲۶)

۱۰۔ شب معراج میں عرش پر جا کر آپ یہی کلمہ خدا کو سنائیں۔ (حیات ص۳۸۱)

۱۱۔ ۸ھ فتح مکہ پر بھی آپ یہی کلمہ شہادتین ... کو پڑھائیں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ۔ (حیات القلوب ص۵۰۲)

۱۲۔ سید الشہداء حضرت حمزہؓ یہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہوں۔ (حیات ص۶۵۷)

۱۳۔ حضرت سلمان فارسی رضؓ نے مرتے وقت بھی کلمہ شہادتین ہی پڑھا ہو۔ (حیات ص ۶۵۵)
۱۴۔ آپ کے امام العصر مہدی کی مشرکہ مجوسیہ ماں خواب میں حضرت فاطمہ الزہرا سے یہی کلمہ سیکھے اور پڑھے۔ (جلاء العیون ص ۵۸۲)
۱۵۔ خود امام العصر پیدا ہوکر یہی کلمہ پڑھ کر اپنی سنی مسلمانی کا اقرار کریں۔ (جلاء العیون ص ۵۸۷)

مگر ایک نام نہاد مومن حب دار اہل بیت بت پرستوں کی طرح تعزیوں کے آگے جھکنے اور نجف و کربلا کی مٹی کے بنے ہوئے ایک گونہ بتوں پر جبین ٹیکنے کی وجہ سے اس کلمہ توحید و رسالت کو ایمان کے لیے معتبر نہ مانے، بے اعتبار کہے۔ خدا رسول ازواج اصحاب اور اقربا رسول کو یہ کلمہ پڑھنے کی وجہ سے مومن معتبر نہ مانے۔ استغفر اللہ، کیا اس سے بڑھ کر بھی کفر ہو سکتا ہے۔ قادیانیوں نے ایک ملعون کو نبی مان کر اس کا کلمہ پڑھنے پڑھانے کی جرأت نہیں کی مگر شیعہ ان سے بڑھ گئے بلکہ منافقوں کے بھی پیشوا ثابت ہوئے کہ وہ کلمہ توحید و رسالت کو نجات و ایمان میں غیر معتبر مان کر تکذیبون ٹھہرے۔ مگر شیعوں نے ایک اور متوازی کلمہ بنا کر شہادتین کو غیر معتبر کہہ کر توحید و رسالت سے اپنے اندرونی بغض کا مظاہرہ کیا منافقوں اور شیطان کے دم چھلوں کو اپنا مرید کر دکھایا۔ تفو بر تو اے چرخ دوراں تفو۔ آپ نے ص ۲۷ سے ص ۳۲۶ تک کلمہ کی بحث کی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ میں نے توحید و رسالت کے ساتھ اقرار ولایت کو ضروری سمجھا اور کہا۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہٗ بلا فصل

مگر یہ پچاس ۵۰ صفحات آپ نے آئیں بائیں شائیں سے ٹرخائے۔ قرآن و حدیث نبوی سے تو کجا اپنی کتب سے بھی یہ پورا سہ جزوی کلمہ کسی حوالے سے نہیں دکھا سکے۔ ص ۳۰۳ پر شیعہ کتب میں کلمہ ولایت کے اثبات کی کمی نہیں ہے۔ ایک پر فریب دعویٰ کیا ہے۔ کسی بھی حوالہ میں آپ کا اقراری کلمہ بلفظہ نہیں ہے۔ میں چیلنج دے کر کہتا ہوں کہ آپ نہج البلاغہ اور کتب اربعہ معتبرہ سے اپنا پورا کلمہ بایں طور پر دکھا دیں کہ بارہ میں سے کوئی امام پڑھتا رہا ہو۔ کسی کافر کو مسلمان بناتے وقت پڑھاتا رہا ہو یا شیعوں کو یہ کہا ہو کہ تم یہ کلمہ پڑھ کر مسلمان و مومن بنو۔ پورے کلمے (۵ فقرے) کی شہادت و اقرار کا ایک

حوالہ دکھا دو اور بذریعہ عدالت منہ مانگا انعام حاصل کرو۔ رہا یہ کہ آپ کی کسی روایت میں علی ولی اللہ کا لفظ ملتا ہے۔ تو یہ آپ کی فضیلت و القاب کی بات ہے جیسے امیر المومنین اسد اللہ وغیرہ القاب ہیں آخر حضرت علی اللہ کے دوست تھے دشمن تو نہ تھے۔ اگر آپ ولی بمعنی حاکم لیتے ہیں تو علی اللہ کے حاکم یہ کلمہ کفر ہوگا۔ اگر آپ بمعنی خدا کا بنایا ہوا امام لیتے ہیں تو علی امام اللہ کہا کریں اور پھر یہ بتلائیں کہ باقی گیارہ آئمہ ولی اللہ یا امام اللہ نہیں؟ پھر ان کا کلمہ کیوں نہیں۔ اگر وقت کے رسول کے ساتھ وقت کے امام ولی اللہ کا اقرار جزو کلمہ بنانا لازمی ہے تو اب آپ کو علی ولی اللہ کے بجائے الامام المہدی ولی اللہ پڑھنا چاہیئے۔ آپ سے تو وہ ایرانی شیعہ اچھے ہیں جنہوں نے وقت کے امام خمینی کا کلمہ پڑھا اور جو اخبار جنگ کراچی میں چھپا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ الامام الخمینی۔ (معاذ اللہ) ذرا مکمل کلمہ با حوالہ بتانے کے بعد یہ ضرور وضاحت کریں کہ باقی آئمہ کا کلمہ کیوں نہیں پھر وقت کے امام کا کیوں نہیں اگر علی ولی اللہ کے اقرار سے ضمناً بارہ اماموں کا اقرار مانا جائے تو محمد رسول اللہ کے پڑھنے سے حضرت علی کا ولی خدا ہونا اور ماننا ضمناً کیوں معتبر نہ ہوگا؟

جناب! اگر آپ کو کلمہ توحید و رسالت پر اعتماد نہیں تو آپ کے معصوم امام کو بھی کلمہ ولایت پر اعتماد نہیں تو آپ منافق کے منافق ہی رہے

عَنْ اَبِی الْحَسَن علیہ السلام یَقُوْلُ لَیْسَ مَنْ قَالَ بِوَلَایَتِنَا مُؤْمِنًا وَلٰکِنْ جُعِلُوْا اُنْسًا لِلْمُؤْمِنِیْنَ (کافی ج ۲ ص ۲۴۲)

امام ابوالحسن (آٹھویں امام رضا) فرماتے ہیں جو شخص بھی علی ولی اللہ کہے وہ مومن نہیں ہوتا البتہ مومنوں سے انس رکھتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی کا ناقص پر خیانت حوالہ دے کر مفت کا شور مچایا حالانکہ وہ ان کے مرید کا حالت اضطرار میں خواب کا واقعہ تھا آپ نے اس کی تعبیر میں فرمایا، بحمد اللہ تم نے جس کا نام خواب میں لیا وہ متبع رسول ہے۔ جب وہ متبع رسول کہلائیں تم خود مخواہ ان کو "رسول اللہ" مشہور کر رہے کتنی بددیانتی کا افسوس ناک مظاہرہ ہے جبکہ خواب اصل سے کافی مختلف ہوتا ہے۔

قرآن پاک سے آپ کی دشمنی یہ ہے کہ اس کو نقلی ناپاک ہاتھوں والا اور ادھورا کہہ کر ماننے

سے انکار کر دیا۔ ص ۱۱۵-۱۱۶ پر قرآن دشمنی کے نشہ میں آپ لکھتے ہیں "ہمارا ایمان اس قرآن پر ہے جس کے متعلق صاحب القرآن رسول نے فرمایا کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے اور ارشاد کیا کہ قرآن علیؓ کے ساتھ ہے نہ قرآن علیؓ سے جدا اور نہ علیؓ قرآن سے علیحدہ ہو سکتے ہیں" مگر آپ کے بزرگوں نے نہ ہی علی کو مانا اور نہ ان کے ساتھی قرآن کو۔ آپ بھی اسی راہ پر گامزن ہیں کہ علیؓ کو فرضی امام کہتے ہیں اور ان کے مرتبہ قرآن کو فرضی و ناپید کہتے ہیں۔ اپنے لکھے ہوئے کو خدا کا لکھا ہوا کہہ کر اتراتے ہیں اب فیصلہ خود کرو کہ خدا کے قرآن پر ہمارا ایمان محکم ہے یا تمہارا۔

کسی شے کا اوجھل ہونا اس کے ناپید ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اس اصلی قرآن پر ایمان ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ اس دنیا میں موجود ہے۔ جسے غیر مطہرین چھو تک نہیں سکتے جبکہ تمہارا ایمان صرف نقلی قرآن پر ہے جسے ہر ناپاک چھو سکتا ہے وہ اکیلا بے یار و مددگار ہے۔ جب ہمارا قرآن امام طاہر کا دائمی ساتھی ہے۔ تمہارے قرآن کا کثیر حصہ اذہاب ہو چکا یعنی ضائع ہو چکا (نسخ پر طعن ہے) تبھی تو آپ کے خلیفہ دوم کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے قرآن کو پورا کہنے پر پابندی لگا دی جبکہ ہمارا اعتقاد کردہ قرآن وہ ہے جس میں سب خشک و تر موجود ہے وہ مکمل و جامع ہے اور اپنے مفسر و وارث کی حفاظت میں ہے۔ ایمان کا تعلق ہمیشہ اصل سے ہوتا ہے نقل پر نہیں پس ہمارا قرآن اصلی ہے (جواب بقول مشتاق حضرت علیؓ کے ساتھ قبر میں ہے) اور تمہارا نقلی جو ادھورا ہے"

ص ۱۱۶) توبہ توبہ نقل کفر کفر نہ باشد۔ جب آپ کا تیس پارے قرآن پر ایمان ہی نہیں تو آپ اس کے مطابق نماز روزہ حج زکوٰۃ امور دین کیسے بجا لا سکتے ہیں۔ خبردار اگر آپ نے یا کسی شیعہ نے اپنے کسی مسئلہ پر قرآن سے استدلال کیا تو وہ پکا ظالم اور منافق ہو گا کیونکہ ملک غیر میں تصرف کر رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ لاریب فیہ ھدی للناس کتاب خدا نے جبریل کے ذریعے اپنے پیغمبر پر اس لیے اتاری تھی کہ علیؓ کے ساتھ قبر میں یا غار میں چلی جائے اور کوئی شخص نہ ہدایت کر سکے نہ ہدایت پا سکے۔ پھر اس کا لوح محفوظ پر اوجھل ہونا ناپید ہونے کی دلیل تو نہ تھی وہیں اصلی بنا رہتا نقلی بن کر نیچے کیوں آیا؟ اب جبکہ علیؓ و قرآن دونوں غائب ہیں آپ کے پاس کیا ذریعہ ہدایت ہے پھر آپ

شیعہ بنانے کے لیے کونسا گھونگرو در در بجاتے پھرتے ہیں۔ میں آپ کو ناصحانہ مشورہ دے رہا ہوں کہ صاحب! قرآن کے متعلق اس یاوہ گوئی اور ارتداد سے توبہ کر لیں اور معافی نامہ شائع کریں ورنہ ابھی سنی محافظ قرآن مسلمان زندہ ہے۔ ہو سکتا ہے مسلمان مشتعل ہو جائیں اور کوئی غازی علم دین پھر اٹھ کھڑا ہو آپ کو اپنے ممدوح پیشوا راجپال تک پہنچا دے یا پھر ہائی کورٹ کا فیصلہ آپ کو سزائے ارتداد میں الٹا لٹکا دے۔ ذرا ہوش کے ناخن لیں اور توحید و رسالت ازواج و خلفاء رسول سے دشمنی کے بعد قرآن سے یہ دشمنی نہ کریں۔ آپ کو خلفائے راشدینؓ کی فتوحات اور مجاہدانہ قربانیاں یہود و نصاریٰ کی طرح ناپسند ہیں آپ ان سے بڑھ کر خلفاء ثلاثہؓ پر غضبناک ہیں۔ لیکن یہ نہ سوچا کہ قیصر و قصریٰ کی فتوحات اور زمین کی انتہا تک اسلام کا پھیلاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل تھیں۔ ان کی پیش گوئی آپ کی ولادت کے وقت ہوئی۔ آپ کی والدہ نے شام کے محلات دیکھے۔ غزوہ خندق وغیرہ کے موقع پر آپ نے پیش گوئی کی۔ جس کا ذکر حیات القلوب میں متعدد جگہ منتہی الامال اصول کافی وغیرہ میں متواتر ہے۔ حدیث صخرہ کو آپ کے علماء نے شرح کافی میں متواتر کہا ہے۔ آپ کا اس پر جلنا کڑھنا کیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و سطوت اور دین کی اشاعت پر جلنا مرنا نہیں ہے؟ کیا اب بھی مومن بالرسول کہلائیں گے۔ اگر وہ فتوحات نہ ہوتیں تو ایران پر آپ کی حکومت اور عجم و عراق میں آپ کا وجود کیسے ہوتا۔ ماوشما سب آتش پرست و بت پرست ہوتے۔ شہر بانو شہزادی کیسے حضرت حسینؓ کے نکاح میں آ کر تمام سادات کی ماں بنتی۔ کیا آپ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی فتوحات اور تلوار زنی پر حملہ کر کے سادات و اہل بیت کے نسب پر حملہ کرتے ہیں پھر آپ کے دشمن شیعہ ہونے میں کیا شک ہے؟ دوسرے شیعوں کو آپ کی حرکات پر نظر رکھنی چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا قرآن متواتر پر نہ ایمان ہے نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ خلفاء راشدینؓ کے مبارک ہاتھوں سے دنیا میں اشاعت پذیر ہوا۔ انکار خلافت کا منحوس عقیدہ ایمان بالقرآن کو لے ڈوبا بلکہ نبوت کو بھی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ پر دس آدمی بھی مومن ہدایت یافتہ ناجی نہیں مانتے "جیسے سو سنار کی ایک لوہار کی" کے آخر میں آپ نے اور آپ کے راہنما نقوی نے فخریہ اقرار کیا ہے

توحید الٰہی۔ صرف ایک خدا کو ذات وصفات اور کمالات وحقوق میں وحدہ لاشریک لہ ماننا ہے
آپ کی دشمنی محتاج ثبوت نہیں۔ آپ انشاء پرداز اور زود نویس ہیں۔ ہر بات پر رسالہ لکھ مارتے ہیں
میری بات سے اگر آپ کو اختلاف ہے تو میں آپ کو یہ موضوعات دیتا ہوں۔ ان پر ایک ایک
رسالہ لکھ دیں میں بہت ممنون ہوں گا۔

۱۔ توحید قرآنی جو تیرہ سال مکہ میں آپ نے مار مار کھا کھا کر پھیلائی اور شرک کا رد کیا۔ وہ
توحید و شرک کیا تھا؟ ۔ کم از کم صرف ایک سو آیات مع تشریح خاص سلیقہ سے مرتب کریں
تاکہ لا الہ الا اللہ کی خدمت ہو۔

۲۔ ۲۳ سال میں سید المرسلین معلم الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا انقلاب ہدایت برپا کیا
کتنے خوش بختوں کو ہدایت ہوئی۔ صرف ایک سو صحابہ کرام رضی کے مومنانہ حالات اپنے عقیدہ کے
مطابق اپنی ہی کتب سے مرتب کر کے ایمان بالرسالت کا عملی ثبوت دیں۔

۳۔ قرآن کریم جو صداقت واعجاز سے لبریز اور انقلاب آفرین کلام اللہ ہے۔ اس نے شیعہ
اعتقاد کے مطابق کتنے نفوس میں تاثیر کر کے ان کو شرک وکفر سے پاک کیا؟ یا کیا خود ہی ان کی
کتابت وتلاوت میں آکر معاذ اللہ ناپاک ہوگیا۔ صرف ایک سو عامل بالقرآن قراء مومن کی فہرست
بنائیں مگر واضح رہے کہ سنی عقیدہ اور سنی روایات وتاریخ سے مدد لے کر اپنی خودداری کو مجروح نہ کریں
اگر آپ ان تین مسئلوں پہ خامہ فرسائی نہیں کر سکتے اور ہرگز نہیں کر سکتے تو اتنا تو مان لیں کہ آپ کا اساسی
ایمانیات سے بھی کوئی تعلق نہیں تا بفروع اعمال چہ رسد۔ حقیقۃً آپ کی زندگی صرف ماتمی رسوم ومنفی
پروپیگنڈہ سے وابستہ ہے یہی کچھ آپ کے امام سیزدہم، غاصب وسفاح اہل سنت کش خمینی نے کہا ہے
ملاحظہ ہو ہفت روزہ رضاکار ۹ محرم ۱۳۹۹ھ اور یہی کچھ آپ نے ص ____ پر سچا اعتراف کیا ہے
اب پتہ چلا کہ عزاداری کے لیے آپ کیوں اتنی قربانی دے رہے ہیں کہ یہ زندگی باقی رکھنے کا پٹرول ہے
اگر پانچ سال آپ عزاداری چھوڑ دیں تو آپ کا وجود ختم ہو جائے آزمائش شرط ہے۔ اور ہمیں کیوں بجا
آتا ہے اس لیے کہ آپ توحید قرآن ورسالت تمام صحابہ رضی وامت کا انکار کر کے عزا کی آڑ میں خود کو

مسلمان باور کراتے ہیں جبکہ مجرم کو کعبۃ اللہ میں پناہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ اب آپ مشتے نمونہ
اپنی چند خیانتوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ص۸۷ پر "من عشق وکتم وعف ومات فھو شہید" کے ترجمہ میں عف کا معنیٰ "ناکام رہے" لکھا
ہے۔ یہ کونسی لغت میں ہے؟ اردو دان طبقہ بھی جانتا ہے کہ یہ عفت سے بنا ہے جس کا معنی پاکدامنی
ہے۔ اسی سے کہا جاتا ہے رجل عفیف پاکدامن مرد امرأۃ عفیفۃ پاکدامن عورت۔ مطلب یہ ہے
کہ محبت قلبی کسی کے اختیار میں تو نہیں جو دل دے بیٹھے مگر اس کا اظہار تک نہ کرے خوف خدا
سے گناہ سے بچ کر رہے اس کو پاکدامنی کے صلہ میں بعد از موت شہید کا اجر ملے گا۔ اب اس میں
کوئی قباحت نہیں جیسے غصے سے انتقام لے سکنے والا صبر کرے اور معاف کر دے۔ نادار
ناداری سے راہ خدا میں خرچ کرے۔ گناہ پر قادر گناہ سے بچ نکلے تو بہت بڑا ثواب پائے گا۔

۲۔ متعہ[18] کی بحث میں آپ نے بخاری کے حوالے سے حضرت عمران بن حصین رضی کی حدیث نقل کی ہے
کہ آیت متعہ نازل ہوئی تو ہم نے حضور ص کے ہمراہ تمتع کیا۔ قرآن نے نہیں روکا پھر ایک شخص نے اپنی
مرضی سے جو چاہا کیا۔ حالانکہ یہ روایت بخاری کتاب التفسیر ص۶۴۸ زیر آیت فمن تمتع بالعمرۃ
الی الحج میں ہے۔ یعنی تمتع حج کے بارے میں ہے آپ نے خیانت متعۃ النساء بنا ڈالا پھر یہ متعہ
حرام قطعی ہے تمتع حج مسنون ہے۔ حضرت عمر رضی کا فرمان وقتی بندش کے تحت تھا۔

۳۔ کافی کی حدیث انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ کا ترجمہ قاضی صاحب نے شافی ترجمہ کافی ج ۲ ص۲۴۵
ادیب اعظم سے یوں نقل کیا ہے۔ فرمایا ابو عبداللہ (یعنی امام جعفر صادق) علیہ السلام نے اے
سلیمان تم اس دین پر ہو کہ جس نے (اس کو) چھپایا خدا نے اسے عزت دی اور جس نے ظاہر کیا
اللہ نے اسے ذلیل کیا۔

آپ نے قاضی صاحب کو یا نادانستہ تحقیق نہ ہونے کا طعنہ دیا ہے۔ حالانکہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے
کی مثال خود آپ پر صادق آئی کہ من کتمہ کی مفعولی ضمیر جو دین کی طرف راجع ہے۔ کا ترجمہ ذہنی قدرت نے
ظاہر کر دیا ہے۔ آپ کا خائن مترجم اسے حذف کر دے تو کیا دوسرا بھی یہ خیانت کرے۔ آپ اس

[18] متعہ و تمتع ...

کا ترجمہ "از خود راز" بتاتے ہیں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ کیا دین کا معنیٰ راز ہے تو آپ کا سب دین راز ہی ہوا پھر اسے کیوں ظاہر کرتے پھیلاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب الایمان والکفر کے دو باب تقیہ اور کتمان دین اسی مقصد کے واسطے ہیں کہ اپنے دین و ایمان کو چھپاؤ۔ اسے ظاہر نہ کرو نہ پھیلاؤ خصوصاً کسی بھی عنوان سے عقیدۂ امامت کو ظاہر نہ کرو۔ ظاہر وہ کرو جو تمہارے اعتقاد میں کفر ہو مختصر یہ کہ پورے منافق بن کر رہو۔ مسلمانوں کے ساتھ باجماعت نماز جنازہ میں شرکت عیادت مریض، خدا اور رسول، قرآن پر ایمان کا اظہار جو عند الشیعہ کفر ہی ہے خوب کرو اور ان سے علیحدگی نہ کرو۔ مگر دل میں اس کے خلاف چھپاتے رکھو (کافی کا باب تقیہ کتمان پھر پورا پڑھ لیں۔)

۴۔ آپ بار بار خلفاء کو طعنہ دیتے ہیں۔ ۱۔ کہ انہوں نے تلوار چلائی ۲۔ ان کی فتوحات تھوڑے عرصے کے بعد کفار کے ہاتھ پھر چلی گئیں۔ ۳۔ مجھے ان اصحاب کی زبان سے دین کا تعارف ہی دستیاب نہ ہو سکا تو پھر کیسے مان لوں کہ انہوں نے دین کی اشاعت کی یا تبلیغ اسلام فرمائی (ص ۲۳)۔ یہ کتنا بڑا جھوٹ اور تاریخ کی تکذیب ہے۔ کیا حدیث سیرت تفسیر قرآن فقہ و قانون عمرانیات کی کتب میں جگہ جگہ خلفاء راشدینؓ کے فرمودات و فتاویٰ موجود نہیں۔ صرف نہج البلاغہ اور فقہ عمرؓ کا موازنہ کر دیکھیے کہ مسلمان کے لیے عملی ہدایت کس میں زیادہ ہے۔ پھر حضرت علیؓ کے سامنے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ مجاہدین کو روانہ فرماتے دعوت الی الاسلام سب سے پہلا مقصد ہوتا۔ حضرت علیؓ اسے اللہ کی مدد، لشکر خدا کی تیاری اور دین کے پھیلاؤ سے تعبیر کرتے (نہج البلاغہ) ہم تو چاروں یاران نبیؐ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کو سچا مانتے ہیں جن چاروں کے آپ علانیہ منکر و دشمن ہو چکے ہیں

۵ آپ نے تحریف[19] قرآن کے جرم عظیم کا ارتکاب کر کے ص ۲۷ پر یہ لکھا ہے کہ سنی مذہب حق کے خلاف ہے اور صرف شیعہ مذہب ہی حق ہے۔ کلام پاک کی سورت کہف میں خدا نے ولایت کو حق کہا ہے کہ ھُنَالِکَ الْوَلَایَۃُ لِلّٰہِ الْحَقِّ۔ الخ۔ حالانکہ اس کا ولایت علیؓ سے ذرا تعلق نہیں۔ آپ خائن تو ترجمہ ہی نہ کر سکے آپ کے مقبول مفسر نے یہ ترجمہ کیا ہے " اس موقعہ

[19] تحریف قرآن یعنی قرآن کو مکمل نہ جاننا کم و بیش ماننا جیسے شیعہ کا عقیدہ ہے اور سب مسلمان

پر حکومت خدائے برحق ہی کی ہوگی وہ ثواب دینے کے لیے بھی سب سے اچھا ہے اور انجام کی رو سے بھی سب سے بہتر ہے۔ (ترجمہ قرآن ص ۵۷۳) معلوم ہوا اس سے مراد قیامت میں خدائے واحد کی حکومت ہے۔

محترم! تبصرہ لمبا ہو گیا یہ بھی راہ حق نمائی کی کوشش ہے جیسے پہلے خطوط میں کر چکا ہوں اب میں اللہ کے سامنے کہہ سکوں گا کہ اے خدا ایک بندہ کریم پر اتمام حجت کر دی تھی۔ تلخ گوئی سے معذرت خواہ ہوں صرف اتنا مطالبہ آپ سے کرتا ہوں کہ شیعہ اثنا عشریہ کے برحق ہونے پر قرآن و حدیث صحاح ستہ اہل سنت یا صحاح اربعہ شیعہ سے تیسرے خط میں مذکورہ شرائط کی روشنی میں باقاعدہ دلیل صریح پیش کریں تاکہ میری معلومات میں اضافہ ہو۔ کتابی ہفوات اور محاذ آرائی کی ضرورت نہیں ٹو دی پوائنٹ کام کی بات جوابی خط میں ۲۸ جون تک ضرور لکھ بھیجیں اگر ۹ جون تک آپ کا جواب سلیم وصول نہ ہوا تو یہ تمام خط و کتابت بغرض اشاعت بھیج دی جائے گی اور قارئین حق و باطل کا فیصلہ خود کر لیں گے۔

چشم براہ ...... بشیر الابراہیمی۔ نور باوا گوجرانوالہ ۷-۶-۸۰

پانچویں خط کا شیعی جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وکفیٰ باللہ وکیلا

گرامی قدر بشیر صاحب!

سلام مسنون۔ نوازش نامہ موصول ہوا۔ بندہ کریم پر آپ کی کرم نوازی لائق تشکر ہے۔ کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" کا مطالعہ فرمانے کے بعد آپ کے جذبات کو جو ٹھیس پہنچی اس

پرمعذرت خواہ ہوں۔ اسے آپ میری جہالت اور اپنی علمی ذکاوت کا طبعی ٹکراؤ خیال فرما سکتے ہیں

محترمی گزشتہ چھ ماہ سے احقر سخت پریشانیوں سے دوچار ہے ضیق معاش اور خاندانی الجھنوں نے اس قدر گھیر رکھا ہے کہ دینی مشاغل کے لیے فرصت کے چند لمحات بھی میسر نہیں۔ تحریر و تقریر کی تمام سرگرمیاں سرد پڑ چکی ہیں۔ نہ ہی مطالعہ کا وقت ملتا ہے اور نہ ہی کچھ لکھنے کا یہی وجہ ہے ۱۹۸۰ء میں میری کوئی کتاب منظر علم پر نہ آسکی حالانکہ دس بارہ موضوعات ادھورے پڑے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں آپ کے خط نمبر ۴ کو دوسری مرتبہ پڑھنے سے بھی قاصر رہا ہوں یہ کام فراغت و فرصت اور سکون و اطمینان کے ہوتے ہیں مگر میں اس وقت ایسے حالات سے دوچار ہوں کہ بیان نہیں کر سکتا۔

فی الحال آپ سے ملتمس ہوں کہ دعا فرمائیں کہ رب العزت مجھے دنیوی جھمیلوں سے سرخرو کرے۔ جیسے ہی میرے حالات معمول پر آئیں گے انشاء اللہ آپ سے تبادلہ خیالات کی پرخلوص سعی دوبارہ شروع کر دوں گا۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ۲۹ جون تک اگر میں نے جواب نہ دیا تو یہ خط و کتابت بغرض اشاعت بھیج دی جائے گی۔ اسی لیے میں یہ نامکمل سا جواب بھیج رہا ہوں ورنہ اس وقت میری ذہنی کیفیت اس قابل نہیں کہ مفصل معروضات پیش خدمت کر سکوں۔

اللہ کے احسان سے آپ مخلص نیکوکار اور ہمدرد النفس ہیں لہٰذا ملتجی ہوں کہ میرے حق میں خصوصی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے موجودہ پریشانیوں سے نجات دے ممنون ہوں گا۔ تمام متعلقین کی خدمت میں درجہ بدرجہ فرداً فرداً سلام دعا پیار قبول ہو۔ شکریہ والسلام۔

خیر اندیش طالب دعا۔

عبدالکریم مشتاق۔

؎ آج ۲ اکتوبر ۱۹۸۰ء تک کوئی جواب وصول نہیں ہوا جو صاحب اصل خطوط دیکھنا چاہیں وہ فی صفحہ ایک روپیہ بھیج کر فوٹو اسٹیٹ منگوا سکتے ہیں۔ (از مرتب)

سُنّی مذہب سچا ہے

المعروف (تماشہ دیکھیئے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

جب یہ خطوط شائع ہو گئے تو راقم نے "سچا مذہب کیا ہے مع ہم سنی کیوں ہیں" رجسٹرڈ پیکیٹ مشتاق صاحب کو بھیج دیا۔ مہینہ بھر کے بعد ان کا یہ خط وصول ہوا۔

از کراچی ۷۸۶

۸۰/۱۲/۳۰ مکرمی مولوی صاحب !

سلام مسنون۔ آپ کی ارسال کردہ کتابیں بصد تشکریہ وصول پائی ہیں۔ "سچا مذہب کیا ہے" کا جواب "شیعہ مذہب سچا ہے" چھپ گیا ہے اور عنقریب آپ کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے گا۔ "ہم سنی کیوں ہیں" کا جواب ہم سنی کیوں نہیں کی صورت میں کچھ دنوں کے بعد پیش خدمت کیا جائے گا۔ والسلام مخلص مشتاق۔

چنانچہ میں نے چالیس دن تک اس رسالہ کی انتظار کی مگر نہ آیا تو ایک اور دوست سے پتہ چلا کہ اس رسالہ کا فی نام "انگور کھٹے ہیں" رکھا گیا ہے۔ اور لومڑی کی تصویر بھی چھپی ہے اور انداز تحریر بہت دلآزار ہے تو راقم نے متاثر ہو کر درج ذیل چھٹا خط لکھا اور غیر شرعی و غیر اخلاقی حرکت پر احتجاج کے ساتھ حق پرستی اور دلائل شرعیہ مسلمہ الطرفین پر غور کرنے کی پوری درخواست کی۔

سُنّی سائل کا چھٹا خط

باسمہ تعالیٰ۔ محترم جناب عبدالکریم مشتاق صاحب : مدظلہ اللہ، سلام مسنون امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ آپ کا پانچواں خط جس میں "ضیق معاش" ور

خاندانی الجھنوں میں مصروفیت کی وجہ سے مفصل جواب لکھنے سے معذوری ظاہر کی گئی تھی پڑھ کر مجھے افسوس ہوا تھا اور تعجب بھی ہوا کہ ایسی کونسی افتاد اور حادثہ رونما ہوا کہ آپ بقول خط نمبر ۲ ” اللہ کے فضل وکرم سے کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور خود بھی اعلیٰ منصب اور خوبصورت مشاہرہ پاتے تھے۔ تصنیف وتالیف شوقیہ اور تبلیغاً تھی نہ معاشاً وکسباً“ اور اب ایسی نہ گفتہ بہ حالت ہوگئی خیر مقدر الٰہی سے یہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ میں یہ سوچتا تھا کہ محدود بساط کے مطابق آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجوں مگر آپ کے اعلیٰ منصب خوبصورت مشاہرہ اور ناظم آباد جیسے کمرشل ایریا میں آسودہ رہائش کے سامنے اسے حقیر پاتا اور جرأت ترسیل نہ کرتا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کا خط ملا کہ ”سچا مذہب کیا ہے“ کا جواب چھپ گیا ہے اور ہم سنی کیوں ہیں کا جواب ہم سنی کیوں نہیں کچھ دنوں تک آجائے گا۔“ تو پڑھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ۸ - ۹ ماہ تک جب میں انتظار میں رہا تو جواب لکھنے کے لیے لمحات فرصت وسکون میسر نہ تھے۔ جونہی میں نے جون ۱۹۸۰ء میں آپ کو چھاپنے کے ارادہ کی اطلاع دی پھر چھاپ کر نومبر میں بھیج دیا تو آپ کو اتنے پرسکون حالات ووسائل میسر آگئے کہ ایک ماہ میں لکھ کر کتابت وطباعت کے تمام مراحل سے گزار کر مارکیٹ میں پہنچا دی۔ اگر اس میں کوئی خفیہ معمہ نہیں تو واقعی آپ بے مثل زود نویس ہیں۔

آپ نے وعدہ کے باوجود مجھے (جواب رسالہ) بھیجنے کی جرأت نہیں کی۔ تاہم آپ کے قریبی دوستوں کی معرفت کچھ کوائف معلوم ہونے پر عرض کر رہا ہوں۔

۱۔ میں نے طرفین کے سارے خطوط من وعن آپ کو باقاعدہ اطلاع دے کر (اور خاموشی علامت رضا پاکر) شائع کیے اور کوئی تبصرہ واضافہ (بجز افتتاحیہ گزارش احوال واقعی کے) شائع نہیں کیا آپکو مزید تبصرہ واضافہ کے ساتھ اسے شائع کرنے کا حق نہ تھا۔ اگر بعد از جون جواب لکھا تھا تو بصورت خط مجھے جواب بھیجنا تھا تو میں شائع کرتا۔ آپ نے میری ایک ایک تحریر کے ساتھ اپنی دو دو کیوں شائع کیں؟

۲۔ آپ نے انگور کھٹے ہیں لکھ کر نیچے لومڑی کی تصویر باقاعدہ ھا کی نشانی دے کر ایسے شائع کی ہے کہ میرے نام کا جزاول سمجھا جاتا ہے۔ یہ انتہائی قبیح وغیر انسانی حرکت ہے تصویر کشی اور وہ بھی آدمی کی تحقیر میں کسی شریف انسان کا شیوہ نہیں۔ چہ جائیکہ ایک مذہبی رائٹر ایسا کرے۔ خیر آپ کے ظرف میں یہی کچھ تھا یہی نکلا۔ آپ باقاعدہ یہ رسالہ مجھے بھیج دیں بغور پڑھ کر انشاء اللہ آپ کو اپنا مقام دکھلایا جائے گا۔

”ہم سنی کیوں ہیں“ کا آپ کو جواب لکھنے کا حق حاصل ہے مگر آپ کے دس سوالوں (دس ہزار انعام والے) کا جواب (ضمیمہ) کا حق جواب حاصل نہیں۔ اسے آپ ایک بورڈ کے حوالے کریں یا میں دو فیصل نامزد کرتا ہوں آپ بھی دو ناموں کا اعلان کر کے جوابات ان کے سپرد کریں وہ جو فیصلہ دیں اس پہ ہمیں صاد کرنا اور عمل کرنا لازمی ہوگا ورنہ میں باقاعدہ عدالتی رجوع کا حق محفوظ رکھتا ہوں۔ تمام مباحث اور باتوں کا مدلل جواب دیں ورنہ ادھوری تحریر جواب نہ سمجھی جائے گی

مقام شکر ہے کہ آپ کے ساتھ خط وکتابت بہت اچھے دوستانہ ماحول میں رہی اگر اس دوران یا اس کے بعد ہم سنی کیوں ہیں (جس میں شیعہ مولف کے ۱۱۰ سوالوں کا مدلل اور مسکت جواب دیا گیا ہے) لکھی جاتی تو گنتی کے چند تلخ الفاظ جو سوال اور مقام کے مناسب سپرد قلم ہوئے وہ بھی نہ ہوتے ۔ اب آپ نئے جواب میں ایسے الفاظ وجملے استعمال نہ کریں تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں وہ الفاظ بھی آپ حذف پائیں گے۔

چونکہ ہم دونوں ایک منزل کے مسافر ہیں اب ہماری رفاقت اور تحریروں کو ملاء اعلیٰ کے ذمہ دار اور تعلیم یافتہ حضرات دیکھا پڑھا کریں گے۔ اس لیے انتہائی شستہ مدلل اور شریفانہ انداز میں لکھا کریں تاکہ کوئی ہمارے مذہب اسلام سے ہی بدظن نہ ہو۔ آپ فوراً یہ رسالے دو دو کاپیاں ہدیہ بھیجیں ---- نیز اس جوابی خط میں ان دو مسئلوں پر کماحقہ روشنی ڈالیں۔ بنات رسولؐ کا ایک یا چار ہونا صرف نقلی پہلو سے مسئلہ خلافت پر عقلی ونقلی صریح دلائل

دیں تاکہ میں شیعہ موقف پر غور کر سکوں۔ آپ کے لیے پُرخلوص جذبات اور اخروی سعی نجات کے لیے اب بھی کمی نہیں ہے دعا بھی کرتا ہوں۔ اور آپ کے والد صاحب کو آپ کے اساتذہ محترم قاری بشارت علی صاحب کو بھی اسی مضمون کے خط لکھے ہیں شاید آپ کے علم میں آگئے ہوں۔ اگر مجھے یقین ہو کہ آپ ضد و تعصب چھوڑ کر سنی و محمدی اسلام کے صراط مستقیم پر آجائیں گے تو کراچی کا سفر بھی گوارا کر لوں "ہم سنی کیوں ہیں" میں قرآن و حدیث فرامین آئمہ سے شیعہ اصول کے مطابق آپ پر پوری پوری اتمام حجت کی گئی ہے۔ اب اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ ان پر غور کرتے اور مانتے بھی ہیں یا نہیں تا بحد امکان آپ کے والد اور استاد صاحبان سے بڑھ کر راہنمائی اور خیر خواہی کی کوشش کر چکا ہوں لہٰذا آپ وقار کا مسئلہ نہ بنائیں کہ ضد و تعصب میں آکر تمام دلائل کو ٹھکرا دیں اور جواب بنانے لگیں۔ انجام اللہ کے سپرد ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل وما علینا الا البلاغ۔ بہر حال آپ مندرجہ بالا رسائل اور دو مشکوں پر ضروری دلائل، قریب ترین فرصت میں ارسال کریں میں بہت منتظر اور ممنون ہوں گا۔

والسلام آپ کا مخلص مہر محمد خطیب جامع نور باوا نمبر ا گوجرانوالہ ۸۱/۲/۱۰ - ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۱ھ

اس خط کا جواب ان کو دینا چاہیے تھا مگر نہ دیا۔ تاہم دو ماہ کے بعد رسالہ "شیعہ مذہب سچا ہے" یعنی انگور کھٹے ہیں ۸۱-۴-۷ کو رحمت اللہ بک ایجنسی کھارادر کراچی کی جانب سے وصول ہوا۔ وصولی کے شکریہ کے ساتھ اپنے جوابی تاثرات قارئین کی خدمت میں حاضر ہیں اور اس کا عرفی نام "تماشہ دیکھیے" تجویز کرتا ہوں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

جواب الجواب کا نقطۂ آغاز رب مہربان کا بندہ سراپا عصیان مہر محمد بن میاں محمد غفرلہما الرحمٰن کسی بھی قیمت پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا کہ اس نے ایک غریب اور ناخواندہ خانوادے میں پیدا کر کے علم دین کی دولت سے سرفراز فرمایا اور زمانے کے جید علماء اور اساتذہ کرام کی صحبت و تلمذ سے بہرہ ور فرمایا۔ اور اہل اللہ کی جوتیاں سیدھی کرنے کی

توفیق دی۔ ہر چند کہ حقیر سراپا تقصیر تھا مگر رب رحیم کی مہربانی اور اساتذہ کی تربیت و دعا نے حبیب رب العالمین کے گھرانے کی چوکیداری سپرد کر دی۔ اس گھر میں نزول اجلال فرمانے والی کتاب اللہ پر اگر کوئی دشمن خدا اور رسولؐ حملہ آور ہوتا ہے تو وہ میرے حق میں "بندوق تانے ہوئے" ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ اگر کوئی ازواج رسولؐ۔ اہل بیت نبویؐ وامہات المومنینؓ کے ایمان و کردار پر حملہ کرنے آتا ہے تو منہ کی کھاتا ہے۔ اگر کوئی رافضی بنات رسولؐ کے نسب مبارک پر حملہ کرتا ہے تو ہمارے شہاب ثاقب سے رجم شیاطین کا مصداق بنتا ہے۔ اگر کوئی دشمن اسلام اصحاب رسولؐ سے بھری ہوئی محفلِ رسالت کو منتشر کرنے کے لیے منافقانہ آنسو گیس کے شیل پھینکتا ہے تو وہ جوابی حملہ سے ہمیشہ خود ہی آنسو بہاتا رہتا ہے۔ جو منکر رسول معلم الکائنات اشرف الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا لاکھ شاگردوں کو۔ بجز چند کے۔ فیل اور ناکام کہہ کر دراصل آپؐ کی صفت تعلیم و تربیت اور تاثیر پر حملہ کرتا ہے۔ وہ یہ اقرار کر کے اپنے حملہ میں ناکام لوٹتا ہے" نہ ملا نہ مولوی نہ علامہ نہ فقیہ۔ طفل مکتب سے بھی کمتر شیعہ طالب علم ہوں اسے آپ میری جہالت اور اپنی علمی ذکاوت کا طبعی ٹکراؤ خیال فرما سکتے ہیں" اگر یہ الفاظ مبنی بر حقیقت ہیں اور رسمی سخن سازی اور جعلی انکساری پر محمول نہیں ہیں۔ تو ایسے مدعی کو خدا و رسول اور اپنے آئمہ کے فرامین کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا چاہیے۔ اور اپنی انا و وقار کو پوجتے ہوئے حریف کی طرف سے پیش کردہ شرعی دلائل کو ضد میں ٹھکرانا چاہیے۔ بحمد اللہ خادم اہل سنت مہر محمد نے ایک پیشہ ور قلم باز پر جب با اصول گرفت کی اور مطالبہ کے باوجود شیعہ مذہب کے ناجی ہونے پر وہ کوئی دلیل نہ دے سکے نہ میرے پیش کردہ دلائل کو توڑ سکے۔ جب ہم نے اسی موضوع پر ان کی ضخیم کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" پڑھی اور احتجاج و تبصرہ لکھ بھیجا تب بھی یہ تحریر سامنے آئی۔ کتاب "شیعہ مذہب حق ہے" مطالعہ فرمانے کے بعد آپ کے جذبات کو جو ٹھیس پہنچی ہے اس پر معذرت خواہ ہوں اسے آپ میری جہالت اور اپنی علمی ذکاوت کا طبعی ٹکراؤ خیال فرما سکتے ہیں" پھر چار ماہ تک مزید انتظار کی گئی اور جواب نہ آیا تو احقر نے سوا سال کی اس بلا نتیجہ طرفین کی

تحریر اور پھر خاموشی کو حریف کی "عاجزی" اور پھر "عملاً شکست کے اعتراف" سے تعبیر کر کے وہ خط و کتابت شائع کی اس کے سوال کے حق میں ایک حرف بھی نازیبا نہیں لکھا اب ہر عقل مند انصاف کر سکتا ہے کہ ہم نے یہ دو لفظ کہہ کر کونسا جرم کیا ہے کہ مشتاق صاحب نے ۶ صفحے اس پر سیاہ کر کے دل کی بھڑاس نکالی ہے اظہار کے لیے اس سے کم تر اور مہذب لفظ اور ہو سکتے ہیں؛ جبکہ میں ظنِ غالب کے تحت یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ اگر میں یہ خطوط شائع نہ کراتا تو نہ ان کو مانع تحریر پریشانیوں سے نجات ملتی نہ جواب کے لیے حالات معمول پر آتے۔ غالباً "سنی سائل کا چھٹا خط" ان ہی پریشانیوں اور جھمیلوں میں گم ہو چکا ہوگا۔

اگر محض اشاعت سے انکو گرمی ہے تو یہ بھی ان سے خفیہ اور بلا پوچھے بتائے نہیں ہوئی بلکہ خاموشی ..... سلامت رہنا پا کر یہ اقدام کیا اور پھر ان کو فوراً رسالہ بھیج دیا تاکہ "خفیہ سازش" اور شہرت کو نقصان پہنچانے کا الزام کوئی نہ لگا سکے۔ شیعی پانچویں خط کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ ہوں "آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ..... تک اگر میں نے جواب نہ دیا تو یہ خط و کتابت بغرض اشاعت بھیج دی جائے گی اسی لیے میں یہ مکمل جواب بھیج رہا ہوں" کیا یہ اشاعت کی اجازت پر کافی سند نہیں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان خطوط میں شیعہ مؤلف کو اپنی کمزوری اور خفت واضح محسوس ہوتی اور اشاعت پر مذہب کا بطلان ہر ہاتھ میں پہنچ گیا تبھی تو اپنے الفاظ میں کھسیانے ہو کر جھوٹے پروپیگنڈہ کا سہارا لیا پھر اپنے لایعنی جواب پر ۱۰ صفحے مزید سیاہ کیے ہیں "قومی وقار کے لیے اور ملی ناموس کے تحفظ کے لیے ضروری سمجھا؟"

والفضل ما شہدت بہ الاعداء۔ یہ اقرار ہی "الاکھ مدعی پہ بھاری ہے گواہی تیری" کا مصداق ہے شکست ہے کہ دشمن کے من وعن خطوط کی اشاعت سے "قومی وقار اور ملی ناموس" کا خاتمہ ہو گیا وغیرہ۔

غیر اخلاقی تحریر کا مجموعہ | شیعہ مذہب سچا ہے "دلائل کے اعتبار سے اور علم و خرد کی روشنی میں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتا" ہاں جھوٹ، سخن سازی، لچر پوچ افسانہ نویسی اور گالی گلوچ دبنگ ..... نمونہ شرافت ملاحظہ ہو۔

مہر جیسے منہ پھٹ ص ۴۳ (پورا نام لینا بھی گوارہ نہیں)

فاضل بھی ہیں فضول بھی ہیں اللہ جانے کیا ہیں۔ اپنے علم پر نازاں اور متکبر بھی ہیں ص ۵۵

اسی طرح بقاعدہ کی غلطی پر غل غپاڑا کیا۔ ص ۵۵

اگر رتی بھر بھی ایمان رکھتے ہیں تو خود ہی ندامت محسوس کریں۔ ص ۵۶

موصوف یہ کاوش صرف پیسہ کمانے کی خاطر کر رہے ہیں۔ دین کو فروخت کر کے دنیا کمانے میں مصروف ہیں۔ ص ۵۶

اور خود نما علامہ دیوبندی کی اپنے ہاتھوں مٹی پلید ہوگی۔ ص ۵۶

چوتھے خاصے طویل خط کا جواب لکھنے میں دیر ہوئی میں یہ سوچ بھی نہ سکا کہ ایسا نام نہاد ..... پابند صوم و صلوٰۃ تعلیم یافتہ مسلمان ایسے اوچھے پن کا بھی مظاہرہ کر سکتا ہے کہ چند کوڑیوں کے بدلے میں اجر و ثواب کا سودا کرنے سے بھی باز نہ رہے گا۔ ص ۹۳

اور ہم جیسے طفل مکتب کو شیعوں کا بہت بڑا عالم (نہیں منشی رائٹر) مشہور کر کے اپنے فرضی غلبہ ..... کر کے اپنے پیٹ کے اُلو کو سیدھا کرنے کی مذموم کوشش کی ص ۹۳ وغیرہ من الخرافات۔

..... ناکی میں یہ گالی گلوچ اس شخص کی دی گئی ہے جس نے مشتاق کی اصلاح و رہبری کے لیے ..... "راتوں کی نیند حرام کی" دن اور رات ہدایت کا طلب گار رہا۔ انتہائی شریفانہ لہجہ میں محترم ..... مشتاق صاحب دام اقبالکم فی الدنیا دام فضلکم مدظلکم اللہ، میرے محترم، محترم ما عزیز ..... محترم بھائی مشتاق صاحب "مجھے تو آپ کی حالت زار پر بار بار رحم آتا ہے خدا آپ پر ..... فرمائے" جیسے الفاظ سے اپنی سچی مگر مشتاق کے لیے کڑوی باتیں سنائی اور چھاپی ہیں۔ ایک ..... ظرف مزاج اسی طرز سے سچے اور جھوٹے مذہب کا فیصلہ خود کر سکتا ہے۔ یہاں مجھے ..... گلستان سعدی کی وہ حکایت یاد آگئی کہ ایک بزرگ کو کتے نے کاٹ کھایا وہ زخمی قدم گھر پہنچے تو ..... نے کہا ابا جان کیا آپ کے دانت نہ تھے کہ اسے کاٹ کھاتے تو کہنے لگے بیٹی دانت تو تھے ..... کتوں کی طرح کاٹنا آدمیوں کا کام نہیں۔ اب ہم گالیوں کا جواب گالیوں میں دینے سے معذور

ہیں کیونکہ متفقہ حدیث نبوی کے مطابق مومن اور منافق میں بالفاظ دیگر سچے اور جھوٹے میں، فاتح اور شکست خوردہ میں مابہ الامتیاز یہی اخلاقی کردار ہے! الفاظ حدیث یہ ہیں جس شخص میں چار باتیں ہوں وہ پکا منافق ہوتا ہے وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے بات کرے تو جھوٹ بولے امین بنایا جائے تو خیانت کرے جب بحث کرے تو گالی بدتمیزی پر اتر آئے۔ (مسلم)

شیعہ کی اصول کافی ج ۲ باب التقویٰ والطاعہ ص۳۳ بروایت جابر امام باقرؒ سے ایک لمبی حدیث میں ہے کہ ہمارے محب اور تابعدار (شیعہ) وہ لوگ ہیں .... جو سچ بولیں قرآن کی تلاوت کریں لوگوں سے بجز بھلائی کے اپنی زبانیں بند رکھیں امین صفت ہوں۔ جابر نے کہا اے رسول اللہ کے بیٹے کہ ہم آج کسی شیعہ کو ان صفات والا نہیں پاتے تو فرمایا اے جابر تجھے مذہب کے متعلق یہ دھوکہ نہ ہے کہ آدمی یہ کہتا پھرے کہ "میں علیؓ کا محب ہوں اور ان سے تولا رکھتا ہوں پھر اس کے بعد عامل نہ ہو اگر وہ کہے۔ میں رسول اللہ سے محبت رکھتا ہوں حالانکہ رسول اللہ حضرت علیؓ سے بہتر تھے پھر آپؐ کی سیرت پر نہ چلے اور سنت پر عمل نہ کرے تو رسول اللہ کی محبت بھی اسے کچھ نفع نہ دے گی۔ چہ جائیکہ علیؓ کی زبانی نعروں والی محبت اسے فائدہ دے۔ تو اللہ سے ڈرو اور عمل کرو۔ خدا کی کسی کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں ہے" الخ

جب امام باقر کے اصحاب شیعہ یہ مومنانہ صفت نہ رکھتے تھے تو مشتاق جیسوں کو یہ صدق و ایمان اور مسلمانوں کی عزت سے کیونکر نصیب ہو جبکہ ان کے امام خود ان کے خوف سے کہیں غائب مستور ہیں اور ۳۱۳ مومنوں کی تلاش میں ہیں۔ جو بقول مشتاق واقعی ابھی تک پورے نہیں ہوتے۔ رسالہ مذکورہ ص۸۰ پر حضرت رسول و ائمہ اہل سنت کی صداقت اور شیعوں کی شکست و ہلاکت کا فیصلہ کر دیتے ہیں کیونکہ مومنین کی یہ صفات خود ان میں پائی جاتی ہیں۔ خود ہی کے اقراری بھی ہیں جبکہ شیعہ بشہادت امام باقر خود ان سے محروم ہیں۔

مشتاق صاحب نے اپنے رسالہ کو بسم اللہ سے شروع کیا ہے۔

اللہ کے نام سے آغاز ہے جو رحمن الرحیم ہے۔ بے شک عزت اور غلبہ اور قوت اللہ کے لیے ہے

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور پھر مومنین کرام صاحبان عزت ہیں لیکن اس بات کو منافقین نہیں سمجھتے"۔

قرآنی آیت تسمیہ کے بجائے اردو تسمیہ کی ایجاد پھر دونوں صفتوں میں سے ایک کو نکرہ دوسری کو معرفہ کرنا اور صفتوں کی آپس میں اضافت مشتاق جیسے ادیب کا ہی کمال ہے۔ غلبہ و عزت والی آیت سورت منافقوں کی ہے۔ جو ان کے اس قول کے رد میں ہے کہ مدینہ کے معزز ذلیلوں (نبیؐ و اصحابؓ) کو نکال دیں گے۔ چنانچہ اللہ نے منافقوں کو ناکام و ذلیل کیا اور مومنین کو غلبہ، آبرو اقتدار اور چار دانگ فتوحات نصیب فرمائیں۔ شیعہ تفسیر مجمع البیان میں اس آیت کے تحت ہے وللمومنین۔ کہ دنیا میں اللہ مومنین کی (فتوحات واقتدار ارضی کے ذریعے) مدد فرمائے گا اور آخرت میں جنت میں داخل کرے گا ..... پھر اللہ نے اس وعدہ کو سچ کر دکھایا کہ اپنے رسول اور مومنین کو غلبہ دیا اور زمین کے مشارق و مغارب کو فتح کیا ..... یہ مومنوں کی عزت کی ایک وجہ یہ ذکر کی کہ ان کو کثرت دی یعنی یہ تمام امتوں سے زیادہ تعداد میں ہوں گے لیکن منافق (مستقبل میں ہونے والی ان باتوں کو نہیں جانتے (مجمع جلد ۵ ص۲۹۵) معلوم ہوا کہ مشتاق کو اس آیت سے ذرا فائدہ نہیں اس نے تو اصحاب رسول کی عزت، غلبہ اور فتوحات کی بشارت دے کر مشتاق جیسے دشمن صحابہ کے جعلی مذہب کو فنا کر دیا۔ وللہ الحمد۔

انگور کھٹے ہیں متعلقہ ص۱۱

مشتاق یہاں روٹ ہی کا قصہ بیان کر کے لکھتے ہیں۔

"چنانچہ علامہ محمد صاحب میانوالوی پر بھی یہ مثال صادق آتی ہے کہ انہوں نے مشتاق کو شکست دینے کا اشتیاق ظاہر کرتے ہی فتح پانے کے شادیانے بجا دیئے۔ بغیر کسی مقابلہ کے بلکہ آغاز وقوع سے قبل ہی اپنے جیتنے کا اعلان کر دیا۔" الخ

الجواب۔ مولف کی یہی مذہبی اور اخلاقی شکست تو لوٹ ہی کی تصویر و تمثیل انسان چھاپنے سے ہوئی کہ جاندار کی تصویر بنانا حرام اور سخت ناپسندیدہ کام ہے کتب فریقین کی احادیث اسے حرام کہتی ہیں اور فقہ جعفری میں بھی یہ کام ناجائز ہے۔ چنانچہ شیعہ کی معتبر کتاب جامع المسائل مترجم اردو ص۲۴۴

پر ذی روح کے فوٹو چھاپنے کے متعلق ہے "جناب آقا ابوالحسن اصفہانی اعلیٰ اللہ مقامہ نے کتاب وسیلہ میں اس کو حرام فرمایا ہے۔ پھر آقا حسین بروجردی لکھتے ہیں "اقویٰ یہ ہے کہ غیر مجسم تصویریں خواہ فوٹو ہوں یا نقش مکروہ ہیں اور سخت کراہت ہے لیکن حرام نہیں ہیں"۔

بہر حال شیعہ کے دینی رائٹر نے حقائق کو جھٹلانے اور سنی سائل کی توہین و تحقیر کے لیے حرام اور سخت ناپسند کام سے بھی احتراز نہیں کیا۔ حالانکہ تصویر کو دیکھو تو یہ لومڑی انگوروں کو نہیں دیکھ رہی بلکہ پنجے اٹھاتے خود عبدالکریم مشتاق پر نظریں گاڑھے ہوتے ہے۔ گویا مولف کی اپنی لومڑی کے ہاتھوں عزت اور جان خطرے میں ہے! ور اللہ نے یہ مثال تصویر ان پر سچ کر دکھائی کیونکہ یہ مثال اس وقت دی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص امنگ و خواہش کو نہ پاسکے تو اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے اس خواہش و مقصود کو برا بتلانے لگے۔ مشتاق کو ہمارے پہلے خط سے شوق دامنگیر ہوا کہ اس سائل کو شکار کر لیا جائے۔ چنانچہ سوالات کا سرسری جواب دے کر پھر یہ لکھا "مزید خدمت کے لیے بندہ ہر وقت حاضر ہے یاد آوری کا بہت بہت شکریہ والسلام"۔ دوسرے خط میں شرائط کو پیش کرنے کا حکم دیا اور ان کی پابندی کا عہد کر کے موضوع خود ہی یہ متعین کر دیا۔

آپ جن بین الاقوامی مسلمہ اصولوں کی پابندی کا عہد حقیر سے لینا چاہتے ہیں ان کا اظہار فرمائیں انشاء اللہ بندہ کو معتمد پائیں گے بھلا بھلائی کون نہیں چاہتا بسم اللہ کیجیے۔ اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے بہرکیف خیر اندیش اپنے مقام پر مطمئن ہے اسے یقین محکم حاصل ہے کہ وہ بمطابق اتباع خدا اور رسولؐ شیعہ علیؓ بن کر نجات یافتہ ہے۔

پھر جب ہم نے پابندی کے ۱۰ اصول و شرائط حسب حکم لکھ بھیجے اور ان سے اپنے مایہ ناز اختیار کردہ موضوع "نجات شیعہ" پر دلائل دینے کی درخواست کی تو تیسرے شیعی جواب میں پینترے بدل کر یہ ارشاد فرمایا "آپ نے پابندی کے قابل جو بارہ (نہیں ۱۰) مسلمہ اصول تحریر کیے ہیں مجھے انہیں قبول کرنے میں کوئی عذر مانع نظر نہیں آتا مگر آپ کی تحریر یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ کا حقیقی مقصد اپنی کہنا ہے میری سننا نہیں ہے اس لیے قبل اس کے کہ آپ نجات شیعہ کے موضوع پر میرے دلائل پر اپنا داپسی اظہار خیال فرمائیں۔

اپنے مذہب کی حقانیت درج ذیل استفسار کی روشنی میں پایہ ثبوت تک پہنچائیں"۔

بحمد اللہ چوتھے سنی خط میں ہم نے مطلوبہ استفسار پورا کر دیا اپنے دلائل بھی دیدیئے۔ مدت تک جواب سے خاموشی پاکر اطلاع دے کر شائع بھی کر دیئے تو موصوف نے ان کے لایعنی جواب میں یہ حقیقت تسلیم کر لی۔ "میرا خیال تھا یہ صاحب ذوق و مخلص و نیک نیت انسان محض اخروی نجات اور عاقبت اندیشی کے پیش نظر تبادلہ خیالات کر کے صراط مستقیم کی تلاش میں ہے کیونکہ مجھے ایسا یقین دلایا گیا تھا" ص ۹۳ شیعہ مذہب سچا ہے (انگور کھٹے ہیں)

اب میں ذی شعور اور صاحب امانت و دیانت قارئین سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہی انصاف سے فرمائیں کہ موضوع خود اس نے تجویز کیا یا میں نے؟ شرائط و اصول خود اس نے مجھ سے لکھوائے۔ یا خود میں نے یہ شوق پورا کیا۔ پھر مشتاق صاحب سنی سائل کو اپنا شکار اور شیعہ بنانے کے لیے میدان تحریر میں اترے یا نہیں۔ پھر خود ہی موضوع سے انحراف و فرار فرما کر۔ غیر فرار حضرت علی المرتضیٰؓ کے نام کو بٹہ لگایا یا نہیں اپنی امنگ و خواہش میں ناکام ہو کر سنی سائل کے "انگور" کو کھٹا تسلیم کیا یا نہیں؟ کہ اس لومڑی کے غیظ و غضب کے دانت گالی گلوچ والی لعنت باز زبان مقربین خدا اور رسولؐ کی عزتوں کو مجروح کرنے والی قلم کی نابیں اور کچلیاں ان انگوروں کو نہ پاسکیں اور یہ لومڑی ساز و ثعلب شعار مشتاق گھبرا اور چھپتا کر اپنے تحریری پنجوں اور دانتوں سے خود اپنے مذہب اور اپنے وجود کو ہی زخمی کر بیٹھا اور اسم بامسمیٰ کا مصداق بن گیا۔ وللہ الحمد۔

یہ تو جواب آں غزل کے طور پر تھا اگر اس لومڑی اور تمثیل سے یہ استہزاء کرنا مقصود ہو کہ "مہرجی مشتاق کو سنی بنانے میں" ہار کھا گئے" تو گزارش یہ ہے کہ ہم نے بر ممکن موعظہ حسنہ کے تحت ایک مشتاق راہ کو خدا اور رسولؐ کے صراط مستقیم کی راہنمائی کر کے انبیاء ہادیین علیہم السلام کی سنت کو اپنایا۔ مگر مشتاق بے اشتیاق ہدایت نے نفرت، انکار اور تشنیع بن کا مظاہرہ کر کے اپنے قدیم شیعوں کا کردار ادا کیا جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے شیعوں میں بہت سے رسول بھیجے۔ ان کے پاس جو بھی رسول آتا وہ اس کے ساتھ ٹھٹھا و استہزاء کیا کرتے تھے مجرموں کے دلوں میں ہم (تشنیع و استہزاء

ہم ڈال دیتے ہیں (پ۱۸ ع۱) تو ہم میں سے ہر فریق نے اپنے آبائی متوارث مذہب پر عمل کیا لکم دینکم ولی دین

نعرۂ تکبیر، ختم نبوت و حق چاریار

مشتاق صاحب! دلائل کا جواب دینے کے بجائے غلط مبحث میں کھو گئے کہ ہمارے ایک تنظیمی اشتہار جو کتاب کے ٹائٹل پر طبع ہوتا ہے کی اس عبارت کو نوچا ہے "مسلم کی حیثیت سے آپ کا نعرہ اللہ اکبر اور ختم نبوت زندہ باد ہے سنی کی حیثیت سے حق چاریار ہے براہ کرم ان پر اکتفا کر کے اپنی وحدت برقرار رکھیں" موصوف لکھتے ہیں صدیوں سے رائج نعرہ رسالت یا رسول اللہ اسلامی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری نہیں ہے۔ رسولؐ کی رسالت کے اقرار کی ضرورت نہیں چاریاری ضروری ہے .... سچا مذہب وہی ہوگا ..... جو نعرہ رسالت کو بھی ضروری سمجھے گا اور نعرہ حیدری یا علی لگا کر باطل کے پیر اکھاڑے گا ص۱۳

الجواب۔ بندہ کریم کی خدمت میں گزارش ہے کہ نبی و رسول ایک ہی ہستی کے اوصاف ہیں۔ جب ہم نعرہ ختم نبوت زندہ باد لگاتے ہیں تو نعرہ رسالت بھی مفہوم میں آجاتا ہے جیسے نعرہ تکبیر سے نعرہ توحید خود بخود ادا ہو جاتا ہے تو رسول اللہ کے منکر ہونے کا ہم پر بہتان ایک محروم از ایمان کی شان ہے۔ ہیں ہم سنی کیوں ہیں میں مروجہ نعرہ کے نام میں فرقہ وارانہ شعار اور رسالت کی توہین پر مشتمل لفظ ہونے پر یہ حاصل بحث کر چکا ہوں نعرہ رسالت کا صحیح جواب پورا جملہ خبریہ محمد رسول اللہ (محمد اللہ کے رسول ہیں) ہے جیسے نعرہ تکبیر کا جواب اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑے ہیں) پورا جملہ خبریہ ہے اور یا رسول اللہ (اے اللہ کے رسول) ایک ناقص فقرہ ندائیہ ہے کہ عرب ندا میں کسی کو بلا کر متوجہ کرتے کچھ نہ کہا جائے تو بے ادبی اور گستاخی ہے نیز رسول اللہ کو اپنے کام اور خدمت کے لیے بلانا آپ کی انتہائی توہین ہے کیونکہ خدا کے سوا کسی مخلوق سے غائبانہ مدد مانگنا یا شرک ہے اور ایاک نستعین کی مخالفت ہے یا حضرت کو اپنا خادم اور نوکر ماننا ہے معاذ اللہ۔

ایمان بالرسولؐ میں سنی شیعہ کا فرق۔

بے شک آپ کے کلیہ کے مطابق سچا مذہب تو وہی ہے کہ ہم محمد رسول اللہ کے کلمہ رسالت کو ضروری سمجھتے ہیں ہم یہی نعرہ لگاتے ہیں مگر بدعتی اور فرقہ پرست اسے نہیں اپناتے

کہ ان کی اجارہ داری اور فرقہ وارانہ تشخص معدوم ہو جاتا ہے ہم رسول اللہ کو سب سے افضل ہادی اور کامیاب ترین پیغمبر مانتے ہیں۔ مشکوٰۃ ص۵۱۱ پر حدیث نبویؐ ہے قیامت کے دن میں تمام انبیاء سے زیادہ اپنے پیروکار لاؤں گا کسی نبی کی اتنی زیادہ تصدیق نہ کی گئی جتنی میری ہوئی (مسلم) ہم حضورؐ کی رشتہ داری، عقیدت اور قرابت و مصاہرت کو باعثِ فضیلت اور قابلِ احترام مانتے ہیں جبکہ" اور عقیدت یا

رسولؐ سے رشتہ داری معقول دلیل نہیں ہے۔" دوسرے خط کا شیعی جواب ص۳۸، کہہ کر آپ نہیں مانتے۔

ہم سوا لاکھ شاگردان رسولؐ اور صحابہ کرامؓ کو آفتاب نبوت کی کرنیں اور ہدایت کی روشنی مانتے ہیں۔ جب کہ آپ لوگ حضرت علیؓ کے دو چار ساتھیوں کے سوا آفتاب نبوت کو بالکل بے نور کرنوں سے محروم اور چمکنے سے معرا مانتے ہیں کہ دس بیس نفوس پر بھی ہدایت و ایمان کی روشنی نہیں پڑی ہم آپ پر اتری ہوئی کتاب کو رسول اللہ کی ترجمان، قرآن ناطق اور معیار حق و باطل مانتے ہیں جبکہ آپ اسے قرآن صامت کہتے، نقلی غیر اصلی مانتے، اسے اکیلا بے یار و مددگار کہتے ہیں اور اس پر ایمان لانے کا انکار کرتے ہیں کہ بقول تمہارا ایمان کا تعلق ہمیشہ اصل سے ہوا کرتا ہے نقل پر نہیں پس ہمارا اصلی ہے اور تمہارا نقلی (معاذ اللہ) ذکاء الاذہان ص۲۴۹

(از مشتاق) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی طرف منسوب ہر ہر چیز کو منصب رسالت کی وجہ و لحاظ سے عزیز و محترم مانتے ہیں جبکہ آپ کے ہاں معیار تعظیم حضرت علیؓ کی طرف نسبت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیوں امہات المومنین، خسروں، دامادوں، بیٹیوں، صحابیوں، قرابتداروں، مکہ و مدینہ جیسے مقدس شہروں اور آپ کی سنت و دین اور امت محمدیہ سے تو نفرت و تبرا ہے مگر ان میں سے حضرت علیؓ کی طرف کسی بھی نوع کی نسبت قابل احترام اور مدار ایمان ہے۔ ذرا اس کی خلاف ورزی پر شیعی دارالافتاء سے فتویٰ پوچھ لیجیے۔ اب فرمائیے کہ محمد رسول اللہ کا نعرہ اور اس پر ایمان ہمارا ہے یا آپ کا ہے؟ حق چار یار کا نعرہ بھی رسول اللہ کی طرف نسبت اور ہماری رسول کی وجہ سے ہے اگر آپ نہ ہوتے یا ان کی نصرت

رسول اور خدماتِ نبوت تاریخی حقیقت نہ ہوتیں تو ان کا نعرہ کوئی نہ لگاتا۔ آخر ان چاروں کے ا... بھی بھائی اور آباء تک تھے! ان کو یہ نیک نامی اور رفعت شان حاصل نہ ہوتی۔ یہ نعرہ جدید نہیں قدیم ہے کہ رسول اللہ نے مکہ و مدینہ میں سفر وحضر میں خلوت وجلوت میں غار و مزار میں عالم دنیا و برزخ میں ان کو اپنے ساتھ رکھا اپنی رفاقت وصحبت سے ان کو جلا بخشی۔ ان کو وزیر و مشیر اور اہم عہدیدار بنایا امت کو ان کی تابعداری کا حکم دیا اور چاروں کا نام لے لے کر فضائل خاصہ بیان فرمائے۔ (ترمذی)

امت نے اتباع رسول میں ان کو اپنے سینے میں بٹھایا کہ خدا و رسول کی حمد و نعت کے بعد ہر خطبہ و بیان اور تصنیف و تالیف میں نظم و نثر میں ان کا نام گرامی آتا ہے اور اس پر ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے مسلمانوں کی نظم و نثر میں درسی کتب اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں الغرض نعرہ خلافت راشدہ حق چار یار اپنے وجود اور حقیقت کے اعتبار سے قدیم ہے جدید نہیں۔ ہاں ایک تنظیم کے تحت اس کا خاص استعمال جدید محسوس ہوتا ہے جیسے عقیدہ ختم نبوت قدیم ہے مگر حادث فرقہ مرزائیہ کے مقابل ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ و استعمال جدید ہے اسی طرح حق چار یار کا نعرہ مخالفین نبی و قرآن شیعوں کے جلوسوں کو منتشر کرنے کے لیے صحیح کیا ہے۔

یا فلاں مدد کا نعرہ مشرکین کی ایجاد ہے۔

نعرہ حیدری یا علی مدد یہ صرف شیعوں کی ایجاد ہے۔ عہد ختم نبوت اور مابعد صدیوں تک حالت امن و جنگ میں نعرہ تکبیر ہی استعمال ہوتا تھا۔ ہاں مشرکین سب سے پہلے شہید مظلوم ہابیل بن آدمؑ کی یادگار بت ہبل کی جے اور روح کو پکار کر جنگوں میں کہتے تھے اعل ہبل وانصر "یا ہبل مدد" تیری شان بلند۔ احد میں ابو سفیان نے یہی نعرہ لگایا تھا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عمرؓ سے کہلوایا تھا۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ ہمارا ناصر و مشکل کشا اللہ ہے تمہارا کوئی نہیں (بخاری غزوہ احد) اگر حضرت علیؓ کی یا کسی اور ہستی کی یہ پوزیشن ہوتی تو آپ ان کے نام کا نعرہ لگا چلا دیتے مگر آپ تو ان مشرکانہ نعروں کو مٹانے آئے تھے اور صرف خدا کو مولیٰ و ناصر و مشکل کشا منواتے

تھے اب اگر شیعوں نے یا علی مدد کا نعرہ چلا دیا ہے تو ابو سفیان کی نقالی کی ہے رسول اللہ ﷺ نے ہرگز نہیں کی ہے۔ غزوات نبیؐ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنگوں میں مسلمان تکبیر کا نعرہ ... اپنے لشکریوں کی پہچان کے لیے بطور شعار بشیتر اللہ تعالیٰ اور کبھی فوجیوں یا کمانڈر کا نام لیتے تھے۔ حیات القلوب جلد ۲ ص ۵۲۷ ملاحظہ کریں۔

"گزارش احوال واقعی پر تبصرہ" کا جواب۔

مشتاق صاحب کو اسلام اور مسلمانوں کی تعمیر و ترقی سے چونکہ شدید د... اس پہلے جملے پر آگ بگولا ہو گئے ہیں "اسلام دین فطرت ہے اور اقوام عالم کی دار... کا نام ہے" چنانچہ زہر اگلتے ہوئے فرماتے ہیں "نقادین پوچھتے ہیں کہ ڈیڑھ ہزار ... نے سائنس کے میدان میں کیا کارنامے سرانجام دیئے کیا ایجادیں کیں کونسی دریا... کو روشناس کرایا کون سے فن میں نام پیدا کیا بسرعت فتوحات ارضی کے باو... یا سیاسی نظام حکومت روشناس کرایا جو آئندہ نسلوں کے لیے لائق اتباع ہو ... سو سالوں میں کچھ نہ کر سکی وہ عالمگیری فلاح و بہبود کی دعویدار کس منہ سے بنتی ہے کہ عامۃ المسلمین کے پاس ان سوالات کا کوئی جواب نہیں محض عقیدت د... دنیا مرعوب نہیں ہوتی۔ ص ۱۹۔

الجواب۔ ہمارے حریف صاحب مسلمان دشمنی میں جنون کی حد تک پہنچے ہو... انگریزوں کے کیمپ سے مسلمانوں کو دنیوی تہذیب و تمدن میں کمی کا طعنہ ... مسلمانوں کی فتوحات کو نشانہ بنا کر کفار کی بولی میں کہتے ہیں "مسلمانوں نے تلوار ... اسلام پھیلایا" اور ذکاء اللہ زمان میں حضورؐ کے ہاتھ فتح مکہ ہو چکنے پر اسلام ... کو یہی طعنہ دیا ہے۔ متعدد ازواج النبیؐ سے خاص چڑ ہے تو ان کی بلکہ خود حضور... کی کردار کشی میں واصل جہنم راجپال ہندو کی "رنگیلا رسول" سے متفق ہو کر مسلما... غرضیکہ کفار نے آج تک اسلام اور مسلمانوں پر دشمنی کا جو تیر چلایا مشتاق صا...

نوک بوسی ضروری ہے۔

مسلمانوں کی سائنسی خدمات۔

سائنس اور مادی ترقی میں مسلمانوں کی خدمات اس رسالہ کا موضوع نہیں ہے اس پر بیسیوں ضخیم عربی انگریزی اردو میں کتب موجود ہیں عہد خلافت راشدہ بنوامیہ بنوعباس اور آل عثمان کی تمدنی ترقیات اور سائنسی ایجادات عمرانی علوم فلکیات علم ریاضی طبعیات حیاتیات علم جغرافیہ علم کیمیا فن تعمیر خطاطی علم طب وجراحت تاریخ نویسی وغیرہا میں کمال تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے اور مغربی اقوام نے خود مسلمانوں اور عربوں سے یہ علوم حاصل کر کے فنی مہارت کا ثبوت دیا ہے چنانچہ میڈرڈ یونیورسٹی کے پروفیسر ہیدا نے اعتراف کیا ہے کہ یورپ پر عربی تمدن کا احسان ہے جس سے مسلمان عیسائی اور یہودی یکساں مستفید ہوتے تھے انہوں نے بتایا کہ لوگ اب اس حقیقت کو سمجھنے گئے ہیں کہ یورپ میں سائنسی اور عمرانی علوم کا سرچشمہ عربی تمدن ہی تھا جس کا اثر موجودہ تہذیب میں بھی پایا جاتا ہے "مورخ ہٹی فرانسیسی لغت اور ادب کی تاریخ میں لکھتا ہے" کہ ہمارے تمام علوم فلسفہ ریاضی ہیئت جہاز رانی آتش گیر مادوں کی ترکیب طب کیمیا اور طباحی کے سلسلے ہی عربوں کے ہم پر احسانات ہیں بہت سی چیزوں کے اصل عربی نام تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ اب بھی محفوظ ہیں اور ان کی تعداد اتنی ہے کہ فرانسیسی زبان میں ان کا ایک بڑا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے (بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ ۱۴ صدیاں نمبر صفحہ ۱۳۴) میں مسلمانوں کی مادی کمی کے بارے میں یہ ضرور کہوں گا کہ مسلمان کا اصل مطمح نظر آخرت ہے اور کفار کا صرف ترقی دنیا ہے۔ فرعون وہامان اور نمرود و شداد ان باتوں میں ہوشیار اور ترقی یافتہ تھے (وکانو مستبصرین) اور مومنین ضرورۃً ان کو حاصل کرتے رہے۔ پھر ایک ملعون رافضی کی انگیخت پر ہلاکو خاں تاتاری کے بغداد پر حملے نے مسلمانوں کو مفلوج کر دیا کہ دریائے دجلہ انکے خون سے امڈ کر ہر قسم کی دینی ادبی اور عمرانی علوم کی کتب کو بہا لے گیا۔ پھر عہد صفوی میں جب چالیس لاکھ سنی مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے ایران و عراق کو شیعہ اسٹیٹ بنا دیا گیا تو ان کی توجہ عمرانی اور سائنسی ترقی سے ہٹا کر رونے پیٹنے سلف کے کارناموں اور کردار کو مسخ کرنے اور لعن و تبرا میں لگا دی گئی۔

اور عسکری قوت ترکی، عرب افغانستان اور متحدہ ہند کے خلاف صرف ہونے لگی جب گھر میں جنگ چھڑ گئی تو مسلمانوں کی تمدنی ترقی رک گئی اور مغربی اقوام ان سے آگے بڑھ گئیں اور ایران ایشیا کا متمدن اور متمول خطہ ہو کر اس سے زیادہ کچھ ترقی نہ کر سکا کہ لیڈروں کے بت چوکوں میں نصب کر دیئے گئے صبح و شام ان کو رکوع و سلامی کر دی جاتی ہے اور اب قومیت اور لیڈر پرستی کے بت نے ان کو عراق سے لڑا کر تباہ و برباد کر دیا ہے۔ فقہ جعفریہ کی مذہبی تعلیم بھی" تقیہ و کتمان حق صحابہ کرامؓ پر لعن طعن، متعہ اور سنی مسلمانوں سے نبرد آزما رہنے" سے بڑھ کر تہذیب و تمدن میں ترقی امن کی بحالی اور غیر اقوام کو قرآن و سنت نبوی والے اسلام سے روشناس کرانے میں راہنما نہیں ہے لہٰذا اس کی قلیل تخصیص کا دعویٰ محض خوش فہمی ہے اور لباس کی طرح ان کے سب اوراق کالے ہی نظر آتے ہیں اور بغض سے بھرپور دلوں کی کالی حالت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے لہٰذا میرے خیال میں بارہ صدیوں کے بعد اگر مسلمانوں میں مادی تمدنی و ترقی کا ضعف آیا تو اسکی ذمہ داری تشیع کی اشاعت اور ترک تقیہ پر ہے۔

خاتم المعصومین۔ موصوف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت "خاتم المعصومین" استعمال کرنے پر بہت ناراض ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ بقول آپ کے "صاحب شریعت منبع سنت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیینؐ اور آخری رسول ہونے پر تمام مسلمان فرقے عملاً و اعتقاداً متفق ہیں" تو تمام فرقے آپ کو معصوم بھی مانتے ہیں اور صاحب شریعت اور منبع سنت کی طرح معصوم ہونا بھی آپ کا خاصہ ہے تو خاتم کی خاصہ کی طرف نسبت کر کے حصر کرنا عقلاً اور عرفاً درست ہے جیسے خاتم الشریعت، خاتم السنت، خاتم القرآن خاتم الامۃ خاتم الوحی، خاتم الکتاب کہنے کو آپ بھی بدعت اور من گھڑت نہ کہیں گے گو احادیث سے یہ لفظ ثابت نہ بھی ہوں کیونکہ یہ خاتم النبیین ہی کی تشریح ہیں اسی طرح خاتم المعصومین کا لقب سمجھیے۔ رہا آپ کے آئمہ اثنا عشر کا اس کی زد میں آنا اور آپ کا چلانا بجا ہے مگر یہ صرف آپ کا مبتدعانہ من گھڑت عقیدہ ہے۔ مسلمانوں پر حجت نہیں، حضرت باقر و جعفر کے شاگرد،

مومن بھی آپ کو نیکوکار عالم تو مانتے تھے مگر معصوم نہ جانتے تھے (حق الیقین) پھر وہ خود اپنے
معصوم ہونے کی صراحت یا دعویٰ نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے خلاف خود کو غیر معصوم کہتے ہیں
حضرت علیؓ نے صفین کے مجمع عام میں خطبہ دیکر فرمایا "مجھے ٹھیک اور حق بات سے نہ رکنا اور منصفانہ
مشورہ دینے سے پہلو تہی کرنا کیونکہ میں اپنے نفس میں غلطی کرنے سے بالا نہیں ہوں اور نہ مجھے اپنے
کاموں پر بھروسہ ہے بجز اس کے کہ مالک درست کر دے الخ (نہج البلاغہ جلد ا صـ۴۳۶ وروضہ
کافی صـ۵۳) جبکہ حضور علیہ السلام ایسی باتوں سے مغفور اور پاک ہیں عالم اہل بیت حضرت عبداللہ
بن عباسؓ حضورؐ کے خصائص میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کے حق میں فرمایا ہے "ہم نے آپ
کو فتح مبین عطا فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی اور پچھلی لغزشیں معاف فرمادے (مشکوٰۃ صـ۵۱۵)
جب آئمہ اثنا عشر کے لیے ایسی کوئی حدیث اور آیت نہیں ہے تو حضورؐ کو خاتم المعصومین کہنا
- اظہار حقیقت ہے آپ نے مطالبہ پورا ہونے پر کبھی کسی کو انعام نہیں دیا کیونکہ ضیق معاش
کا شکار ہیں تو ہمارا انعام بھی ہدیہ قبول فرمایئے کچھ بچ جاتے تو متعہ جیسے کار خیر میں صرف کیجیے

اثبات خلافت :-

" حضورؐ نے اپنا خلیفہ کتاب و سنت کو بنایا" ہمارا یہ قول ثقلین کی تعبیر ہے اور ہمارے
خلفائے راشدین اسی کے پیروکار تھے۔ کیونکہ تا قیامت دنیا میں ساتھ رہ کر پھر حضورؐ سے
ملاقات کرنے والی یہ دو چیزیں ہیں جبکہ خلفاء طبعی زندگی گزار کر حضورؐ سے جلدی جا ملے۔ اردو
نہج البلاغہ صـ۷۷ کے خطبہ دوم میں ہے" اور رسول اللہ نے تم میں رب کی کتاب خلیفہ چھوڑی
جیسے انبیاءؑ اپنی امتوں میں چھوڑتے تھے" اس حدیث اور تعبیر سے ان کی خلافت اور نظام حکومت
کو بدعت نہیں کہا جائے گا کیونکہ قرآن و سنت کا نفاذ و ابلاغ ان کے دست حق پرست پر ہوا۔
پھر جب حضورؐ نے" اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر (ترمذی) فرما کر ابوبکرؓ و عمرؓ
کو خلیفہ و امام بنا دیا اور تم پر لازم ہے کہ "میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلو" (ابوداؤد)
فرما کر ان کی خلافت حقہ کا اعلان کر دیا تو اس کے خلاف تنگڑ بنانے کی ضرورت نہیں۔ بیشک ہم

اپنے ممدوحین کی سیرتوں کو سنت نبیؐ کے مطابق پاتے ہیں اور بادشاہ کونینؐ کے سچے بادشاہ خلفاء
اعتقاد کرتے ہیں۔ سنت نبی اقتدار و حکومت سے محروم اور غار و تقیہ میں مستور خیالی امام نہیں مانتے
ہم نے وجود منافقین کا انکار نہیں کیا کیونکہ حضورؐ کے مشن کی ترقی اور جماعت رسولؐ کی کثرت کا
دشمن ابن ابی کا ٹولہ اور مدینہ سے صحابہؓ کو ذلیل کہہ کر نکالنے کا اعلان کرنے والا گروہ۔ دنیائے شیعیت کا
بیج موجود تھا۔ مگر چند اشخاص کے سوا واقعی ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ ہاں انہی کا ذوالخویصرہ بچ رہا
تو وہ حضرت عثمانؓ کا مخالف ہوا۔ شیعہ بنا مسلمانوں سے جنگ کی ابن سبا یہودی کی تعلیم سے خلافت
منصوصہ کا اعتقاد رکھتا تھا۔ جب حضرت علیؓ نے پنچایت اور حکمین کو قبول کیا تو اسے اپنے "عقیدہ
امامت" کے خلاف پاکر حضرت علیؓ کا بھی دشمن ہو گیا اور خارجی ہو کر آپ کے ہاتھوں قتل ہوا۔
(دیکھیے ذکام الاذہان صـ۲۳۲) ایسے منافقوں کی بدگوئی اور نشانہ ہی ہم کرتے ہی رہتے ہیں۔ ناراض کیوں ہوں۔
منافق کی پہچان سورت منافقون کے پڑھنے سے ہو جاتی ہے کہ "وہ توحید و رسالت کا زبانی اقرار کرتے
مگر عملاً و اعتقاداً اسے نجات میں غیر معتبر مانتے ہیں فدائیت کی جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں خوبصورت
روپ میں آکر باتیں پسندیدہ سناتے ہیں مگر رسول اللہ کی سنت اور اتباع سے سر پھیرتے اور تکبر
کرتے ہیں۔ اصحاب رسول اللہ کے کٹر دشمن ہیں ان کے لیے چندہ بند کراتے ان کو تتر بتر کرتے
اور شہر بدر کرنے کی سکیم بناتے ہیں" تو قرآن پاک ہوتے ہوئے جھوٹی روایات اور جھوٹے لوگوں
کے خود ساختہ "نعرہ حیدری" سے شناخت مومن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں مسلم و کافر کی شناخت
ہو جاتی ہے کہ یا ہبل مدد کی طرح یہ نعرہ لگانے والا کفار کے کیمپ سے بولتا ہے اور اسے ناپسند
کرکے اللہ مولنا ولا مولیٰ لکم کا نعرہ لگانے والا حضرت رسول اللہ کے کیمپ کا مجاہد عمرؓ ہوتا ہے
نعرہ حیدری سے توحید میں خلل اور متعلقہ بحث آگے آئے گی۔

ہم مسلمانوں کی کثرت خدا کا انعام ہے۔

ہم کفار کے مقابلے میں تکثیر مسلمین کے دعویدار نہیں ہوتے البتہ فی نفسہ مسلمانوں کی کثرت
پر نازاں اور خوش ہیں کیونکہ اللہ نے کثرت و قوت کو اپنا احسان بتایا ہے۔ انفال ع ۳ کی ایک

آیت کا تفسیری ترجمہ طبرسی سے ملاحظہ ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پہلی کمزوری اور قلت کا ذکر فرما کر اپنی مدد تائید اور تکثیر کے انعام کا ذکر فرمایا تو کہا اے مہاجرین! یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے۔ ابتداءِ اسلام میں ہجرت سے پہلے اسی طرح تھے کہ زمین مکہ میں کمزور سمجھے جاتے تھے تمہیں ڈر تھا کہ عرب کے لوگ تمہیں اچک لیں اگر تم مکہ سے نکلے۔ پس اللہ نے تمہارا ٹھکانہ دار الہجرت مدینہ منورہ بنایا اور تمہاری مدد و تائید کی یعنی (عددی) قوت بخشی اور پاکیزہ رزق دیئے کہ غنیمت حلال کر دی جبکہ اور کسی کے لیے حلال نہ تھی تاکہ تم شکر کرو (مجمع البیان جلد ۲ ص ۵۲۵) سوادِ اعظم کا معنی گمراہ فرقوں کے مقابل کثرت عدد سے حق کا پیرو جب خود حضرت علیؓ نے کیا ہے تو انوار اللغتہ کا حوالہ بے جا ہوگا۔ نہج البلاغہ قسم اول ص ۲۶۱ ط مصر میں ہے "میرے متعلق عقیدت رکھنے والے سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو معتدل راہ چلیں گے تو ان کا دامن تھام لو۔ واتبعوا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ اور اس کثیر بڑی جماعت کی پیروی کرو بلاشبہ اللہ کا دست (نصرت) جماعت پر ہوتا ہے۔ مشتاق کا یہ کہنا" لہٰذا سوا لاکھ ہو یا ایک دو تین ہمیں تعداد سے کوئی بحث نہیں ہے" صحابہ دشمنی کی اہم ترین دلیل ہے! ورجہاں ہزاروں مومنین کا دعویٰ کیا ہے وہ ہم سے مرعوب ہو کر اور جال میں پھنس کر کیا ہے۔ بہر حال ہم تو کلام الٰہی اور فرمان علوی سے بحث کر کے سوادِ اعظم ناجی اور برحق تمام صحابہ نبوی اور مسلمانان اہل سنت والجماعت کو مانتے ہیں

نفاذ فقہ جعفریہ اور انقلاب ایران۔

موصوف اس پر ہمارے تبصرہ کے رد میں فرماتے ہیں" حالانکہ اخلاقی قانونی اور سیاسی اعتبار سے ان کو کسی دوسرے برادر اسلامی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا ہرگز حق نہیں پہنچتا ہے۔" تو محترم! خمینی حکومت نے انقلاب کے بعد عراق میں حکومت کے خلاف عوام کو کیوں اکسایا اور ایسی مداخلت کا حق ان کو کہاں سے ملا۔ پھر جب عراقی حکومت نے ایکشن لیا اور چند نفوس کام آئے تو یہ ان کا اندرونی معاملہ تھا۔ آپ نے عراق کی کمیونسٹ حکومت

سنی کہہ کر پاکستان میں عراق کے خلاف مہم کیوں چلائی" شہیدوں کا خون رنگ لائے گا اور اسلام آباد چلو اسلام آباد چلو جیسے پمفلٹ گھر گھر تقسیم اور پوسٹر ہر جگہ آویزاں کیوں کیئے۔ پھر عراقی سفارتخانے سے احتجاج کے نام پر ہزاروں شیعہ نے اسلام آباد کا گھیراؤ کیا۔ آخر ایک چھوٹے سے واقعہ پر دو کروڑ روپیہ کے خرچ سے اتنی اشتعال بازی اور دارالحکومت پاکستان کی دنیا بھر میں رسوائی اور فوج پر حملہ کے لیے وجہ جواز کیا تھی خمینی حکومت کے ہزاروں سنی کرد شہید کر چکنے کے بعد حافظ الاسد رافضی کمیونسٹ کی شامی حکومت مسلمانان اہل سنت پر چند سالوں سے جو جارحانہ مظالم ڈھا رہی ہے اور ان کا قتل عام ہو رہا ہے کیا اہل سنت نے ملکی سلامتی خطرے میں ڈال کر شیعہ یا ایرانی یا شامی حکومت کے خلاف ایسا اشتعال انگیز مظاہرہ کیا؟ پھر لطف یہ ہے کہ عراقی سفارتخانہ سے احتجاج کے نام کی یہ یلغار پاک سیکرٹریٹ سے فقہ جعفری نافذ کرانے جا ٹکرائی اور تصادم سے لاقانونیت کا بدترین مظاہرہ کیا۔ سنی حکومت نے بھی تحمل تدبر اور دانشمندی کا جو ثبوت دیا وہ ایک تاریخی مثال ہے مگر شیعوں کی روایتی مقصد میں ناکامی اب بھی ساتھ ہے۔ محترم اب کہیئے کہ "باب مدینۃ العلم کے بھکاری" اور "در بتول کے گداگر" اسی علم و عرفان اور تہذیب و شرافت کے دائرے میں اپنا مدعا بیان کرتے ہیں؟ کیا یہی آپ کا مذہب کھلی کتاب کی طرح واضح ہے" اور آپ کے اس انتشار، نفرت، نفاق اور فساد کی تحریک و اشتعال انگیزی سے حکومت پاکستان کی خارجہ پالیسی کو مجروح کرنے کی شرمناک سازش تو نہیں ہوئی؟ اب ایسا دباؤ تشدد و جارحیت لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد کونسے جہلا کا شیوہ ہوا کہ "تھوتھا چنا باجے گھنا" کا مصداق ہو۔ اپنے پیپر پر اپنے معیار سے نمبر لگا کر فیل پاس ہونے کا فیصلہ کر دیں کیونکہ ہم نے فیصلہ دیا تو بائیکاٹ کا طعنہ آپ ہمیں سنائیں گے۔ آپ کا یہ فرمانا کہ موصوف دینیات میں نہ ہی امین صفت ہیں اور نہ سچے بلکہ جھوٹ ان کی عادت محسوس ہوئی۔ آئینہ میں خود اپنا چہرہ دیکھنا ہے۔ کیونکہ ہم نے آپ کے اس فرمان" شیعہ مذہب حق ہے کا مطالعہ فرمانے کے بعد آپ کے جذبات کو جو ٹھیس پہنچی ہے اس پر معذرت خواہ ہوں۔ لہٰذا آپ میری جہالت اور اپنی علمی ذکاوت کا طبعی ٹکراؤ خیال فرما سکتے ہیں" سے جو حقانیت اہل سنت کا عملاً اقرار اور مخالف کی شکست کا عملاً اعتراف برآمد کیا ہے۔ ہر منصف و دانا یہی نتیجہ

نکالے گا "ہم انگور کھٹے ہیں" کے عنوان میں اس کی وضاحت کر چکے ہیں آپ سنی و شیعہ چار قارئین سے تمام

خطوط پڑھوا کر فیصلہ پر نظر ثانی کرالیں مجھے منظور ہے

تقیہ کے الزام سے معرکۃ الآرا فتح کا دعویٰ:-

مذہب شیعہ کی معرکۃ الآراء فتح کے عنوان سے موصوف نے سوا دو صفحے سیاہ کیے ہیں صرف اس جملہ کی آڑ میں "مگر تقیہ بازوں سے ان کی بولی اخفاء و کتمان میں گفتگو کرنا مناسب سمجھا نام ظاہر نہ کیا اور ہر خط میں خالی جگہ نقطے ڈال دیئے مع ہذا اپنے قارئین اور حریف سے نام چھپانے کے عذر میں کہتے ہیں کہ شاید اظہار کی صورت میں یہ مفصل تحریر اور فیصلہ آپ کے سامنے نہ آتا۔ ہمیں توقع تھی کہ "گزارش احوال واقعی میں صرف اسی پر موصوف ٹے دے کریں گے تو ہم نے اس کا جواب پہلے ہی دے دیا اور وہ بالکل سچا نکلا کیونکہ ہمارا گمان تھا کہ مرسل الیہ کو شاید میرے رسالوں کا علم ہو گا تو وہ اپنی کتی باتیں مجھ سے ظاہر نہ کریں گے گم نامی کی صورت میں آزادی سے مافی الضمیر بیان کریں گے۔ ہمارا گمان کسی حد تک درست نکلا کہ موصوف کو میرے مولفہ رسائل کا علم تھا جیسے انہوں نے غلام مصطفیٰ اڈھڈیال کو بھی خط میں اسی سوال کے جواب میں لکھا ہے مگر پورا تعارف نہ تھا اسلئے اگر میرا نام بھی لکھا ہوتا تو جواب میں کچھ فرق نہ ہوتا جیسے وہ خود لکھتے ہیں "اگر آپ تقیہ نہ بھی کرتے تو یہی جوابات آپ کی خدمت میں پیش کیے جاتے کیونکہ یہ میرا اخلاقی فریضہ تھا" اس ذو وجہین حقیقت سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ موصوف نے خطوط کا جواب ذمہ داری سے لکھا غلط فہمی یا دھوکہ و سازش کا شکار ہو کر نہیں لکھا کہ اب اس سے معذرت کریں۔ بہرحال میں نے اپنے گمان پر عمل کیا اور مصلحت سے نام ظاہر نہیں کیا۔ یہ شیعہ کا تقیہ خاص نہیں ہے کیونکہ وہ جھوٹ کے ہم معنیٰ ہے جیسے "ہم سنی کیوں ہیں" میں مفصل بیان کر چکے ہیں اخفا و کتمان ضرور ہے مگر یہ رازداری سے تبلیغ کے ذیل میں آئے گا جو مشتاق صاحب (گویا میری طرف سے) جواب خود دے چکے ہیں "گو کہ تقیہ کی حالت بھی مانع تبلیغ نہیں ہے اور تبلیغ رازداری سے بھی کی جا سکتی ہے ...... یہ بھی ایک خوبی ہے۔

درجلاء الاذہان ص۱۰۲ پر لکھتے ہیں۔ باقی اخفاء اور تبلیغ بے شک ایک دوسرے کی ضد

مگر ایسی ضد نہیں جو یکجا نہ ہو سکیں ہو سکتا ہے کہ تبلیغ رازداری کے ساتھ ہو"۔

بس اسی کو ہم نے تقیہ بازوں کی بولی اخفا و کتمان کہا اور رازداری کے ساتھ تبلیغ کی۔ اور نقل کفر کفر نہ باشد۔ ہم نے کوئی گناہ کا کام نہیں کیا نہ شیعہ کا متعارف تقیہ کر کے خلافِ مافی الضمیر کہا اور جھوٹ بولا۔ ہاں نام صیغہ راز میں رکھا اور اس کے فوائد خوب حاصل ہوتے جو اظہار نام سے حاصل نہ ہو سکتے تھے۔ آخر تعارف کے بعد اپنے نام سے جو "سنی سائل کا چھٹا خط" بھیجا ہے اس میں کئی مسائل پوچھے ہیں اس کا جواب نہیں آیا اور نہیں آئے گا۔ اور میرا علیٰ وجہ البصیرت یہ دعویٰ ہے کہ کوئی شیعہ باقاعدہ اصول و ضوابط کے تحت مذہبی مسائل پر بحث و گفتگو نہیں کر سکتا خطوط میں ان کو یہی الجھن نظر آئی تو خاموش رہے اور معذرتیں لکھتے رہے مگر خطوط شائع ہونے پر بے اصول چلنے میں تیزی اور فنکاری دکھا دی اس طرز سے مذہب شیعہ کو کوئی فتح نہ ہوئی۔ بحمد اللہ سنی سائل مشن تبلیغ میں بامراد ہوا کہ باب مدینۃ العلم اور در بتول کا یہ گداگر ان کے خادم کی حکمت عملی سے اپنی خوراک حیات اور متاع ایمان کھو بیٹھا اور پریشانی سے مارا مارا پھر رہا ہے کیونکہ بقول خود "جیب کترا" بیٹھا ہم ان شاء اللہ اس تقیہ کی ضرور مذمت کریں گے جو جان و مال کے خوف کے بغیر بصورت جھوٹ کیا جاتا ہے اور اس فرض تقیہ کو اپنانے کی شیعہ سے بار بار گذارش کریں گے جس کے تحت تعلیم جعفری اور شیعہ مذہب کو غیر شیعہ سے چھپانا فرض ہے ظاہر کرنا حرام ہے اس پر کتب شائع کرنا جرم ہے اس کی تبلیغ کرنا برائی ہے اس کا ناشر و مبلغ منکر دین ہے اس کا تارک بے ایمان ہے۔

وہ یہ کہ شیعہ مذہب اور عقیدہ امامت آئمہ ایسا سربستہ راز ہے جو خدا نے صرف جبرئیل کو بتایا۔ انہوں نے صرف حضورؐ کو بطور راز بتلایا حضورؐ نے مخفی طور پر علیؓ کو بتایا (نہ کہ غدیر خم پر مجمع عام میں اعلان کیا) پھر علیؓ نے بطور راز ہی حضرت حسنینؓ کو بتایا تا آنکہ امام باقر کے شیعوں نے اسے سن لیا تو پھیلانا شروع کیا تو امام باقر نے ڈانٹ پلائی کہ تم اس راز کو کیوں پھیلاتے پھرتے ہو۔ ہماری احادیث مت پھیلاؤ (اصول کافی باب کتمان) یہ مذہب و عقیدہ آج بھی ایک راز ہے اور تا ظہور مہدی یہ تقیہ ہی میں رہے گا کیونکہ فرمان صادق ہے "جوں جوں مہدی کے خروج کا زمانہ

قریب آئے گا تقیہ (اور اخفاءِ مذہب انتہائی سخت کرنا ہوگا (کافی باب تقیہ)

باغی مومن ہیں :-

بے اصول رائٹر کتاب کے مضمون کا جواب بناتے ہوئے پیچھے پڑے اور سرورق پر آیت وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ (مشرکوں سے نہ ہو یعنی جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے کر دیا اور شیعہ شیعہ ہو گئے روم) کیخلاف ہو گئے فرماتے ہیں لیکن ہم اس کی تردید یوں کرتے ہیں کہ یہ استعمال عظمت شیعہ کے لیے ہرگز مضر نہیں کیونکہ مومنین کا لفظ بھی قرآن میں باغیوں کے لیے استعمال ہوا ہے جیسا کہ "وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا .. فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۔"

الجواب :۔ لفظ شیعہ قرآن میں دس جگہ پر مذموم معنیٰ میں کفار و مشرکین پر ہی بولا گیا ہے صرف ایک جگہ محض لغوی غیر مذموم معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ تو مومنین سے اس لفظ کا کوئی جوڑ د تناسب نہیں۔ رہا مومن کا باغی ہو جانا، یہ استعمال شیعہ مذہب کی بیخ کنی کرتا ہے اور قدرت نے سچی بات اور سچی دلیل مشتاق کے قلم کذب رقم سے لکھوا ہی دی "اور تو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا" کا مصداق بن گیا۔ یہی تو ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو حضرت علیؓ کی زبان سے ان کا باغی بتلایا جاتا ہے وہ قرآن کی رو سے بھی مومن اور نہج البلاغہ میں فرمانِ مرتضوی کی رو سے مومن ہیں کافر و مرتد نہیں گو وہ بغاوت کے گناہ گار ہیں مگر ان کے مومن و ناجی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اگر آپ ان کو مومن و ناجی مان لیں تو سنی و شیعہ کا قضیہ کافی حد تک کم ہو جائے گا۔

اسی آیت سے دوسرا استدلال آپ کے خلاف یوں ہے کہ قاتلینِ عثمانؓ کو آپ مومن کہتے ہیں وہ اس جرم سے توبہ کیے بغیر نئی حکومت کی اوٹ میں جانے بچانے لگے۔ فقاتلوا التی تبغی کے تحت ان سے جنگ واجب تھی اور مطالبہ قصاص برحق تھا حکومت تو خاص حالات کی بنا پر معذور ہو گئی مگر جمہور مسلمانوں نے جو ان کے خلاف علم قتال بلند کیا اور ان کو امر اللہ قصاص کی طرف بلانا چاہا، ان کا اقدام از روئے قرآن درست تھا۔ اور وہ اس سلسلے میں ان سے

لڑتے ہوئے شہید ہونے کہ مومن و برحق تھے۔ تو حضرات طالبین قصاص کے خلاف زبان درازی اس آیت سے اعراض ہے۔

ذاتی کوائف شائع کرنے پر شکایت کا ازالہ :-

مشتاق صاحب سنی سائل کا پہلا خط مع شیعہ جواب نقل کر کے فرماتے ہیں "اور کسی بھی پاکستانی شہری کے ذاتی کوائف کو اس کی اجازت و آمدگی کے بغیر شائع کرنا نہ صرف شہری حقوق کی پاسداری کو نظر انداز کرنا ہے بلکہ ملکی قوانین کے خلاف ہے۔ الخ"

جواب ۔ یہ کوائف جاسوسی کے طور پر غیروں سے اخذ کر کے ہم نے شائع نہیں کیے بلکہ موصوف سے حاصل کر کے اطلاع دے کر شائع کیے ہیں۔ یہ کوئی جرم اور توہین شخصی والی بات نہیں۔ پھر اس میں والد کا نام اساتذہ کے نام تعلیمی ڈگری پوچھ کر شائع کی ہے اس پر ناراضی کیوں؟ جناب ناراض تب ہوتے کہ "ہم متعہ کیوں کرتے ہیں" کے قائل کی صداقت واقعات متعہ کے ضمن میں ہم پیش کرتے اور راز ہائے دروں سے پردہ اٹھاتے مگر توبہ توبہ ہم اس بیہودہ مسئلے اور مذہب کے نہ قائل ہیں نہ کسی کی ایسی نجی ذاتی سیرت کی جستجو کرتے ہیں

دوسرے خط پر اضافی تبصرہ کا جواب :-

موصوف نے ہمارے اس لفظ پر "مہر صاحب منہ پھٹ" کہہ کر غصہ نکالا ہے۔ "بار خدایا تیرا ایک بندہ .... اس (رسولؐ) کی جماعت مومنین مہاجرین و انصارؓ کے طریقے سے منحرف ہو کر اس گروہ میں شامل ہو گیا جو امت رسولؐ کے عین مد مقابل اور اپوزیشن شیعہ علی کہلاتا تھا" پھر امام احمد سیوطی، ابن حجر زمخشری، نسائی ابن کثیرؒ کا نام لے کر فرمایا۔ کہ انہوں نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلام حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کرتے تھے اے علی تم اور تمہارے شیعہ قیامت کے دن رستگار ہوں گے" حضور علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ نہ لفظ حضرت نہ صیغہ سلام مگر حضرت علیؓ کیساتھ دونوں کا استعمال تو شیعہ شعار رہی ہے ہم یوں شکایت کریں کہ ان کو حضرت علیؓ سے بہ نسبت حضور کے زیادہ محبت ہے تاہم یہ حوالہ انتہائی مبہم و مجہول ہے یہ نہیں بتایا کہ ان علماء نے کس کس

کتاب میں یہ حدیث لکھی ہے پھر باقاعدہ سند صحیح اور توثیق و معتبر ہونا بھی لکھا ہے یا نہیں ہمیں مختلف کتب کی ورق گردانی سے یہ حدیث نہیں ملی شیعہ نام کی صراحت کے ساتھ کچھ اور حدیثیں ملی ہیں مگر وہ سب موضوع اور ضعیف ہیں. یہاں ہم مشتاق کا اپنا کلیہ اور جواب لوٹانا کافی جانتے ہیں وہ اپنی ایک حدیث کے متعلق کہتے ہیں

"اُس کی سند و ثقاہت بھی واضح نہیں کی گئی ہے اس سے دلیل قائم کرنا جہالت ہے۔ (ذکا الاذہان ص۳۱۳") اور علامہ مجلسی نے کسی بھی جگہ اس کے صحیح ہونے کی تائید نہیں کی. اگر صرف غلط واقعات (بلا سند و توثیق روایات بھی م) کو نقل کر دینا دلیل سمجھ لیا جائے تو پھر کوئی بھی ایسا امر فریقین کے درمیان نہ ملے گا جس کو اس غلط طریقہ کار سے ثابت نہ کر دیا گیا ہو (ذکار الاذہان ص۲۹۴) مشتاق صاحب کا یہ دعویٰ کرنا بالکل غلط ہے کہ عہد نبوی میں صحابہ کرامؓ کا ایک گروہ جناب امیرؑ سے والبتہ ہو جاتا تھا بلکہ اس جماعت کا ہر فرد حضرت علیؓ کو اپنا روحانی پیشوا تعلیمات اسلامیہ کا استاد علم حقیقی کا مبلغ اور احکام اسرارِ نبوت کا واقعی شارح و مفسر تسلیم کرتا تھا اور شیعہ کہلا کر شہرت پاتا تھا" ص۴۳

کیونکہ شیعہ علی کی کوئی اصطلاح اور پارٹی بازی عہد نبوی میں نہیں تھی. یہ اصطلاح تو سیاسی مناقشات کے دور عہد مرتضوی میں پیدا ہوئی. شیعہ راکٹ نے کس چالاکی سے نبوت کا انکار کر کے حضرت علیؓ کو آپؐ کی سیٹ پر زندگی میں ہی بٹھایا اور اپنے اسلاف کی یہ شہرہ آفاق بات سچ کر دکھائی کہ شیعہ اعتقاد میں حضرت جبریل نے وحی و قرآن حضرت علیؓ پر لانا تھا مگر بھول کر محمدؐ کے پاس چلے گئے" او پیش محمد شد و مقصود علی بود. جب حضرت علیؓ ہی صحابہ کرامؓ کے روحانی پیشوا تعلیمات اسلامیہ کے استاد، علم کے حقیقی مبلغ بن گئے گویا نبوت کا جامہ خود پہن لیا تو خود حضورؐ کا منصب کیا رہا. کیا معاذ اللہ آپؐ اس "باب العلم" کی چوکیداری کرنے آتے تھے؟ ایک گروہ کے روحانی پیشوا اور استاد علم حضرت علیؓ بنے تو دوسرے کا کون تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ خود حضورؐ ہی ہوں گے. پھر حضورؐ کے شاگردوں کو تو فیل غیر مومن اور منافق کہا جائے مگر شیعہ علیؓ کو

سب کچھ مانا جائے کیا نبوت کی توہین نہیں ہے؟ اس وضاحت کے بعد بھی کیا شیعہ کو قائل نبوت کہا جائے گا اور ختم نبوت کا منکر و مؤول نہ کہا جائے گا؟ مسلمانو! ہوش کرو. ان کے محبت اہل بیت کے خوش نما اور بلند بانگ دعاوی سے دھوکہ مت کھاؤ. قرآن کریم اور نبوت محمدیؐ کے یہ بدترین منکر ہیں. حضور علیہ الصلاۃ والسلام مدینہ طیبہ کے ماحول و معاشرہ میں کیا اپنے احکام و اسرار کی خود تفسیر و تشریح نہ کرتے تھے کہ آپؐ سے نفی کر کے زندگی میں ہی یہ حق حضرت علیؓ المرتضیٰ کو دے دیا جاتے. پھر امتِ محمدیہؐ ہونے اور اصحابؓ رسولؐ کہلانے سے شہرت و عزت نہیں ملتی تھی شیعہ کہلوا کر عزت پائی جاتی تھی. ؎ بریں عقل و ہمت بباید گریست۔

واقعات سیرت اور ہمارے اعتقاد کی روشنی میں" شیعہ فلاں" کی کوئی تفریق عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں نہ تھی جہاں سب مسلمان حضرت علیؓ کو اپنے دل کی دھڑکن آنکھوں کا نور ایمان کی روشنی، اپنا محبوب خدا کا مقرب بندہ اور رسولؐ اللہ کا محترم داماد و صحابیؓ جانتے تھے وہاں حضرت ابوبکر عمر عثمان طلحہ زبیر وغیرہمؓ تمام اکابر صحابہ رسولؐ کو اسی عزت و احترام اور ایمان و عرفان کی نگاہ سے دیکھتے تھے اس کے متعلق احادیث لاتعداد ہیں کہ تمام مہاجرین و انصار صحابہؓ چار یار اور عشرہ مبشرہ کو افضل ترین مانتے تھے. ابوداؤد شریف میں صحابہ کرامؓ کا بیان ہے "ہم رسول اللہ کی زندگی میں کہتے تھے کہ حضور علیہ السلام کے بعد امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ ہیں پھر عثمانؓ ہیں (مشکوۃ ص۵۵۵)

بارہ ہزار صحابہؓ کو مومن مان لیا :-

بے اصول مذہب شیعہ کی کوئی کل سمجھ نہیں آتی کہ یوں تو صحابہؓ کی کثرت اور اہل سنت کی کثرت پر ہر وقت طعن و تشنیع کرتے رہتے ہیں پھر جب اپنے شیعہ گروہ کی حمایت میں اٹھتے تو بہت سے "صحابہ کرامؓ کو اور شیخ صدوق کی تحقیق نقل کر کے "بارہ ہزار اصحاب بدری عقبی مہاجرین و انصار کو" گروہ علی و مومن" ہونے کی سند عنایت فرما دیتے ہیں ص۴۳. میں اپنے مولیٰ کا شکر کس زبان سے بجا لاؤں کہ میرا تیر نشانے پر پہنچا یا اور میری ضرب بر شیعہ کو کاری بنایا. اور

مذہب اہل سنت کو معرکۃ الآرا فتح دی کہ درجنوں رسائل میں صحابہ کرامؓ کی بدگوئی کرنیوالا بےلگام منشی اب بارہ ہزار اور بہت سے صحابہ کرامؓ کو مومن اور محب علیؓ ہونے کی سند دے رہا ہے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ بارہ ہزار صحابہؓ رسولؐ اللہ کی تعلیم و تربیت سے مومن ہوتے یا حضرت علیؓ کے فیض صحبت و اتباع سے ہوتے. اگر حضرت علی کے طفیل ہوتے تو آپ رسول اللہ کے منکر ہوتے اور اگر حضورؐ نے ان کو مومن بنا کر یادگار چھوڑا تو فرمایئے انہوں نے حضرت علیؓ کے حق کی تائید کیوں نہ کی. ابوبکر و عمر و عثمانؓ کی کیوں بیعت کی غصب خلافت و فدک پر خاموش کیوں رہے. آخر کس جرم کی پاداش میں حضرت باقر و جعفر اور آپ کے ذمہ دار علماء نے ان کو مرتد، منافق اور حق کو چھوڑنے والا کہا. رجال کشی ص۸ اصول کافی جلد ۲ ص۲۴۴ اور مجالس المومنین ومنتہی الامال میں یہ روایت ہے کہ امام باقر نے فرمایا تین نفر سلمان ابوذر اور مقداد کے سوا صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے. راوی نے پوچھا کہ عمار کا کیا بنا؟ فرمایا وہ بھی حق سے پھر گیا تھا پھر لوٹ آیا پھر فرمایا اگر تم ایسا شخص پوچھتے ہو جس نے شک نہیں کیا اور (اس کے ایمان میں) کچھ خلل نہ آیا تو وہ مقداد ہیں. واللفظ للکشی ص۸ اور روضہ کافی جلد ۸ ص۲۴۲ طبع ایران حدیث ارتداد میں یہ بھی ہے کہ یہ تین حضرات ہی ارتداد سے بچے ان پر آزمائش کی چکی پھری اور انہوں نے (ابوبکرؓ کی) بیعت کرنے سے انکار کیا یہاں تک کہ لوگ حضرت امیرالمومنین کو لے آئے اور آپ نے (ابوبکر کی) بیعت کر لی (تو انہوں نے بھی کر لی) ان حوالہ جات صادقہ قطعیہ سے ثابت ہوا کہ تمام بدری عقبی ۱۲ ہزار صحابہ مہاجرین و انصارؓ نے ابوبکرؓ کی بیعت کی تھی تبھی تو ان کو مرتد کہا گیا تین خواص نے اولاً انکار کیا مگر جب حضرت علیؓ نے کر لی تو انہوں نے بھی کر لی یعنی تمام مہاجرین و انصارؓ نے ہاشمی و غیر ہاشمی حضرات نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت خلافت کی مگر آج شیعہ گروہ صحابہؓ کے اس عمل کی حقانیت اور خلفاء راشدین کی راشدہ خلافت کا منکر ہے بس اسی کو میں اپوزیشن اور نام نہاد شیعہ علی کہہ رہا ہوں اور یہی جماعت مومنین مہاجرین و انصارؓ کی سبیل سے انحراف ہے جس پر جہنم کی وعید قرآن پ۵ میں موجود ہے. ورنہ معاذ اللہ اصحاب رسول اللہ کو میں اپوزیشن شیعہ علی نہیں کہہ رہا کیونکہ وہ تو سبھی بالترتیب حضرت ابوبکر، عمر، عثمان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی اپنے اپنے دور میں بیعت خلافت کرتے رہے جبکہ حضرت علیؓ کے لئے صرف

بارہ ۱۲ ہزار صحابہ کرامؓ کی حمایت کا اقرار شیعہ دوست کر رہے ہیں (کہ وہ جمل و صفین میں حضرت علیؓ کیساتھ رہے) واضح ہے کہ کسی صحابی کے "اصطلاحی معنوں میں شیعہ" ہونے کا معیار جمل و صفین میں شرکت اور شہادت نہیں بلکہ بعد از رسولؐ اللہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کا انکار کر کے حضرت علی کی بیعت کرنا ہے جو شیعہ عقیدہ ہے جب ایسا کسی ایک صحابی سے بھی ثبوت نہیں ہو سکتا بلکہ تمام نے حضرات ثلاثہؓ کی بیعت کی اور حضرت علیؓ کی بیعت نہ کی. کہ حضرت علیؓ نے دعویٰ خلافت اور مطالبہ بیعت بھی نہیں کیا تھا تو ان کو محبت علیؓ کے جرم میں شیعہ باور کرانا ایک رافضی تکنیک ہے. کوئی دیانتدار مسلمان یہ فریب و خیانت نہیں کر سکتا کیونکہ حب علیؓ کے اعتبار سے سب مسلمان آپ کو مانتے ہیں

تیسرے خط کے جواب اور ضمیمہ پر گذارش

اس پر موصوف نے آٹھ صفحے لکھے ہیں. صفحہ ۵۵ پر یہ شکایت ہے کہ "مہر محمد نے مشتاق کی کتابت کی سہواً غلطیوں پر غل غپاڑا کیا ہے. جبکہ بیسیوں اغلاط - سچا مذہب کیا ہے کی کتابت میں اس کتاب (انگور کھٹے ہیں) کے فٹ نوٹس میں نشان کروائی ہیں اگر رتی بھر بھی ایمان رکھتے ہیں تو خود ندامت محسوس کریں ص۵۶ - گزارش یہ ہے کہ میں نے جو غلطیاں پکڑی ہیں وہ مشتاق صاحب کے اپنے دستی خطوط کی ہیں بطور نمونہ ایک خط کا فوٹو آپ دیکھ چکے ہیں اہل علم ایسی غلطیاں پکڑتے رہتے ہیں اسی سے اصلاح علم میں جلا اور تحقیق کو ضیاء ملتی ہے. میرے چوتھے خط میں انہوں نے مسلیس کی بجائے مثلیس لکھنے کی میری غلطی پکڑی ہے میں بھی ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں مگر اس نشاندہی کو محتاج اصلاح "خطا کا پتلا غل غپاڑے سے تعبیر کرے تہذیب کے خلاف ہے. رہیں سچا مذہب کیا ہے؟ کی بیسیوں اغلاط ہیں تو واقعی میں نادم اور معذرت خواہ ہوں کہ اس سے بھی زیادہ اس میں کاتب سے غلطیاں رہ گئیں ہیں. وجہ یہ ہے کہ خطوط کے مسودات کی نقل صاف نہ تھی کاتب صاحب بھی نوآموز اور عربی سے نابلد تھے جلدی پریس پہنچانے کی بھی دھن تھی چھ دن پاس بیٹھ کر اغلاط کی اصلاح کرانے کے باوجود بھی بیسیوں اغلاط رہ کر چھپ گئیں. یہی کچھ مشتاق صاحب سے "انگور کھٹے ہیں" میں ہوا کہ تیزی میں پروف ریڈنگ مکمل نہ ہوتی بیسیوں غلطیاں چھپ بھی گئی ہیں.

طبع شدہ مواد میں دونوں قصور وار اور نادم ہیں. مابہ النزاع صرف دستی خطوط کی املاء اور سپیلنگ کی غلطیاں ہیں۔

تضاد بیانی کا ازالہ :-

موصوف کو ہم سے تضاد بیانی کی شکایت ہے کہ "میں مناظرہ بازی یا علمیت جتانے کے لیے یہ کاوش نہیں کر رہا" کے خلاف "اگلے صفحے پر شرائط مناظرہ مرتب کر دی ہیں" گزارش یہ ہے کہ پہلا جملہ اپنے زعم کے مطابق بالکل درست لکھا ہے کیونکہ اس وقت یہ کوئی پتہ نہ تھا کہ ہدایت و تبلیغ کے جذبے سے لکھے جانے والے یہ خطوط کس نتیجے پر ختم ہوں گے مگر جب پانچ پانچ ہو گئے اور مزید سلسلہ بند ہو گیا تو یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مرسل الیہ نے ہمارے دلائل کو تو ماناہی نہیں فی الجملہ کچھ رد کر کے گلوخلاصی کرائی ہے تو فن تصنیف کے اعتبار سے جب ان پر نظر ثانی کی تو عنوانات اور بغلی سرخیوں کے علاوہ یہاں "شرائط مناظرہ" کا صرف حاشیہ پر عنوان دیا اب میں نے یہ فنی جرم کیا ہے جسے آپ تضاد بیانی کہہ رہے ہیں. بچہ پیدا ہونے کے بعد نام رکھا جاتا ہے ذہن کا مضمون کاغذ پر منقش ہونے کے بعد اپنا مناسب نام پاتا ہے. مشتاق صاحب پرانے مصنف ہیں ان کو اس کا تجربہ ضرور ہو گا۔

خطوط کی اشاعت کو "پراسرار اشتہار بازی اور شور غوغا" کہہ کر فرماتے ہیں کہ اس پروپیگنڈہ سے فائدہ ادنیٰ مشتاق کو ہو گا اور جہالت انکی کیونکہ ایک بے علم رافضی کو شہرت ملیگی اور خود نما علامہ دیوبندی کی اپنے ہاتھوں مٹی پلید ہو گی۔ ص ۵۶

جہاں تک شہرت کا تعلق ہے صحابہ دشمنی میں آپ خاصے مشہور ہیں ابوجہل، ابولہب اور ابن ابی کو بھی شہرت سنت رسول اور اصحاب نبی کی دشمنی سے ملی ہمیں آپ باد صبا سمجھ کر یہ شعر پڑھا کریں۔

تندی باد صبا سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیئے۔

رہی مٹی پلید ہونے کی بات تو اس میں شیعہ کا ثانی کوئی نہیں ہے ان کے سارے لٹریچر میں شرک اور متعہ کے سوا تیسرا مسئلہ یہی مٹی پلید کرنے اور مقربین خدا و رسول پر کیچڑ اچھالنے کا

تو ہے جب آپ نے کلمہ توحید و رسالت پر کیچڑ اچھالا، قرآن کو ناپاک اور پلید ہاتھوں والا کہا، دیکھئے سنی سائل کا پانچواں خط حضور علیہ السلام کو آپ کے امام خمینی نے اپنے مشن ہدایت میں ناکام کہا اصحاب رسول کی بدگوئی اور مٹی پلید کر کے ہی کچھ آپ لکھ چھاپ رہے ہیں. بنات رسول اور ازواج مطہرات کی عظمت و ایمان اور نسب و شان پر آپ کے ملعون حملے ذکاء الاذہان کے ہر باب میں عیاں ہیں. علی شیر خدا کو آپ تقیہ باز ڈرپوک اور اصلی قرآن کو چھپالے جانے والا کہتے ہیں. سیدہ بتول جنت سلام اللہ علیہا کی شرافت اور مومنانہ اخلاق پر بدترین حملے کرتے ہیں ہمارے خیال میں صرف خدا کی ذات آپ کے حملے سے بچی ہوئی تھی مگر آپ نے خدا کو بھی گالیاں دے ڈالیں۔ چنانچہ جلاء الاذہان ص ۳۵۵ پر لکھا ہے "مگر مجازی معنوں میں خود خدا نے اپنے کو مکار، جبار، قہار وغیرہ کہا ہے حالانکہ یہ خدا پر افتراء ہے کہ اس نے خود کو مکار کہا ہے. رہا خدا کا اپنے کو جبار و قہار کہنا یہ برے معنوں میں ہے ہی نہیں تاکہ استعمال کو مجازی معنی کہہ کر تاویل کی جائے حالانکہ جبر کا حقیقی معنی بھی شکستگی جوڑنا اور تلافی کرنا ہے تو حقیقی معنی کے اعتبار سے خدا، خراب کی اصلاح اور نقصان کی تلافی کرنے والا ہے. قہر کا معنی غلبہ اور طاقت ہے. وھو القاھر فوق عبادہٖ - تو یہ ہر کسی پر غالب و طاقتور کے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے اسے "قہر و ظلم" سے تعبیر کرنا پھر خدا سے نفی کر کے گویا اس پر تاویلی احسان کرنا، بدفہمی کی دلیل ہے۔

خط نمبر ۳ میں ہماری پیش کردہ دس شرائط میں سے صرف پہلی پر جناب مشتاق کو یہ اعتراض ہے "کہ گفتگو میں تہذیب و شرافت لابدی ہے براہ کرم آئندہ زبان و قلم کو محتاط رکھیئے" کی اپیل ان سے کیوں کی گئی یعنی وہ جواز تنقید کی آڑ میں جس بزرگ کی چاہیں گستاخی کرتے رہیں. پھر مجھے "چور کی داڑھی میں تنکا" کا مصداق بتا کر کہتے ہیں "خطوط سب کے سامنے ہیں بتایا جائے میں نے کس بزرگ کو گالی دی ہے کس حضرت کی شان میں گستاخی کی ہے" ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی میں مشتاق صاحب بے مثال ہیں اسی شرط نمبر ا میں ص ۲۱ پر پانچ مثالیں میں نے ان کے خط نمبر ۲ سے گنی ہیں" آپ نے بھی ابولہب سے پتھر کے بتوں سے تشبیہ دی ہے ان کو موذی رسول اور جنازہ

رسولؐ چھوڑنے والا جن پر اللہ کا غضب ہوا بتایا ہے" معاذ اللہ) کیا یہ شیخین رضؓ کو آپ کے زعم میں گالیاں گستاخیاں نہیں ہیں صرف ابولہب کی نقیض کی تشبیہ سامری سے بالفرض والمحال خوارج کے قول سے کردی جائے تو آپ سر آسمان پر اٹھا لیتے ہیں ظرف میں ذرا وسعت نہیں بلکہ خلفاء راشدینؓ کو جو بھی آپ فحش گالیاں دیں ہم زبان و قلم محتاط رکھنے کی اپیل بھی نہ کریں۔ سبحان اللہ یہی "عدلیہ کہلانے والوں" کا انصاف ہے ہماری دعا ہے کہ خدا آپ کو یہ پانچوں القاب نصیب کرے۔

عقل سلیم قرآن وسنت کے تابع ہو گی :۔

سچا مذہب کیا ہے کے صـ۲۳ پر ہم نے کہا تھا دینی تحقیقات میں قرآن وسنت کے بعد آپ عقل سلیم استعمال کریں ورنہ قرآن وسنت کے مقابل کفر ہوگا" ہمارے مشتاق بھائی کو اس سے بھی گرمی چڑھ گئی اور "ہمیں مغز ماری کا طعنہ دے دیا" ہم اہل سنت عقل کو قرآن وسنت کے تابع رکھتے ہیں اس پر حاکم نہیں بناتے لہٰذا ہماری اصح الکتب باب بدء الوحی سے شروع ہوتی ہے جبکہ شیعہ قرآن وسنت سے بھی پہلے عقل کو درجہ دیتے ہیں لہٰذا ان کی کافی کتاب العقل سے شروع ہوتی ہے مگر اب عقل سلیم وہی ہوگی جو قرآن سنت کے مطابق و تابع چلے اگر اس کے خلاف چلے اور خدا کے فرمان کو بھی اپنا محکوم بنا لے جیسے شیطان نے عقل کے بل خدا کے حکم کو ٹھکرایا کہ میں تو نار سے بنا ہوں بہتر ہوں مٹی سے بنے ہوئے گھٹیا آدمی کو سجدہ کیوں کروں سنی وشیعہ میں بنیادی فرق ایک یہ ہے کہ وہ ہر بات میں عقل کا ڈھکوسلا اور فلسفہ چلاتے ہیں اور قرآن وسنت کی واضح نصوص کی تکذیب یا تاویل سے نہیں چوکتے حالانکہ اگر عقل میں اتنی یاوری ہوتی کہ وہ حسن و قبیح اور خدا کی معرفت احکام کو کما حقہ سمجھ سکے تو وحی وانبیاؑ کے سلسلہ کی ضرورت ہی کیا تھی بے شک موضوع احادیث کو پرکھنے کا ایک معیار قرآن کے بعد عقل سلیم بھی ہے مگر کیا عقل کو پرکھنے کی بھی کوئی کسوٹی ہے؟ ہاں قرآن وسنت متوارثہ اجماع امت ہی عقل کو پرکھنے کی کسوٹی ہیں اگر عقل کا فیصلہ ان تینوں کے خلاف ہوگا مردود ہوگا کیونکہ معتزلہ جہمیہ مرزائیہ نیچری اور منکرین حدیث اور شیعہ فرقے عقل پرستی کے گھمنڈ میں گمراہ ہوئے اور قرآن وسنت واجماع امت کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ہماری اس گزارش سے یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ ہم عقل و فہم کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔

حالانکہ قرآن تعقل تدبر اور تفقہ کی بار بار دعوت دیتا ہے یعنی قرآن پاک میں غور و فکر کر کے معانی و مسائل نکالو اور قرآن وسنت کو عقل کی سڑک پر چلا کر زندگی کا سفر طے کرو بہر حال ہماری عقل قرآن وسنت کے تابع رہے گی

۲۔ حدیث لانورث پر تحفہ امامیہ میں ہم نے بحث کر دی ہے

۳۔ بغض علیؓ کے بہتان کی ناپاکی مشتاق کا ظرف بغض چھلک جانے سے ہم پر پڑی ہے کہ اس نے معاذ اللہ حضرت ابوبکرؓ کی رشتہ داری کو عدم خیر خواہی میں ابولہب سے تشبیہ دی دلیل کی نقیض نہ کرنے پر ہم کو عاجز ٹھہرایا جاتا۔ مجبوراً ہم نے نقل کفر کفر نہ باشد اور معاذ اللہ خدا اندھی دشمنی سے بچائے کہہ کر خوارج کے حوالہ سے آنجنابؐ کی تشبیہ دی تاکہ دلیل کا نقض ہو مگر مشتاق صاحب کو اپنی بدلہ میں ملی ہوئی بات ایسی چبھی کہ ہر صفحہ پر اس کا واویلا ہو رہا ہے دہائی دی جا رہی ہے سادہ لوح شیعوں کو بھڑکایا جا رہا ہے بد دیانتی کا یہ عالم ہے کہ قضیہ فرضیہ کو حقیقیہ سمجھ لیا ہے۔ منطقی لفظ "دلیل کی نقیض" تو کہیں سے سن لیا مگر اس کی تعریف کا پتہ نہیں اپنے علماء سے، ابوبکرؓ و ابولہب میں تشبیہ کی نقیض اپنے گھر سے مثال دینے کے لیے پوچھ لیں اور خجالت سے سر جھکا لیں کیونکہ کسی کے ماں باپ کو گالی دینے والا جب جواب میں ایسا سنے تو اس نے خود ہی اپنے والدین کو گالی دی ہم یہ واہیات بحث یہ آیت کریمہ پڑھ کر ختم کرتے ہیں "اے پیغمبر آپؐ (عیسائیوں کو) کہئے۔ اگر رحمن کا لڑکا ہو تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوں (پ۲۵ ع ۱۳) اب کہئے کیا خدا نے اپنا بیٹا مان لیا؟ اور رسول اللہ بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے؟ اگر یہ فرضی کلام سچا ہے تو اسی طرح ہمارا کلام جانیں مقصد یہ ہے کہ نہ حضرت علیؓ قارون وسامری ہیں۔ نہ ابوبکرؓ ابولہب ہیں۔ کافر برا اور دوزخی ہے گو وہ رشتہ دار پیغمبر کیوں نہ ہو اور مومن و مسلمان اچھا اور جنتی ہے گو وہ غیر رشتہ دار ہو یا وہ دور کا رشتہ رکھتا ہو۔

۴۔ ہم اپنے سے بڑے بزرگ پر نہ تنقید کے قائل ہیں نہ کسی دشمن کو کرنے دیتے ہیں کیونکہ خود خدا نے برے کو برا مشہور کرنا غیبت قرار دیا ہے اور صالح کو برا بتانا تو بہتان عظیم ہے۔ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ (اللہ بری بات کو مشہور کرنا پسند نہیں فرماتا۔

بجز مظلوم سے) پڑھیے۔ آپ نہ جج ہیں نہ گواہ ہیں نہ مشیر ہیں نہ مظلوم ہیں نہ خدا و رسول کی اتھارٹی رکھتے ہیں تو پھر آپ کو کوئی حق نہیں کہ جس کو چاہیں برا بتاتے پھریں واقعی آپ کا بدگوئی اور غیبتِ صالحین والا مذہب کھلی کتاب کی طرح واضح ہے لیکن کاش کہ آپ اصحاب رسول اور ان کے پاسبانوں کے علاوہ کسی اور قوم کو شیعہ قوم کے برے افراد کو، کفار و مشرکین کو بھی اس خدمت سے نوازتے اور کتاب غیبت کا جز بناتے کیا وہ سب اچھے ہیں یا عدلیہ سے خدا نے دیانت و انصاف چھین کر گالی گلوچ و بدتمیزی بغضِ اصحاب کے عوض دے دی ہے۔ ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند   میل او را در دلش انداختند

۵۔ واقعہ قرطاس، کردار عمرؓ، اور کفر مشتاق ہم نے بھی تحفہ امامیہ میں واضح کر دیا ہے

۶۔ ہم نے اصحاب رسول اللہ کی تعریف میں عرش معلیٰ سے اتری ہوئی بارہ آیات کے سنہری جملے لکھے تھے موصوف فرماتے ہیں ہم جن لوگوں سے بے زاری اختیار کیے ہوتے ہیں ان کو رفقاء رسول تسلیم ہی نہیں کرتے اور جو فضائل اصحاب النبی سنی سائل نے نشان کراتے ہیں ہم ان کے منکر نہیں ہیں لیکن یہ قرآنی فضائل و مدح ان لوگوں پر منطبق نہیں ہوتے جن کو ہم اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ یہ مقدس پوشاکیں ان کو پوری آتی نظر نہیں آتی ہیں ص۶

سبحان اللہ! بل ہم قوم خصمون (یہ قریشی کفار جھگڑالو قوم ہے پ۲۵ ع۷) کی یادگار مشتاق صاحب بھی خوب ہیں اصحاب رسول اللہ سے بغض و انکار میں قرآن و سنت نبوی، اقوال آئمہ اور تصریحات امت کو معیار نہیں مانتے بلکہ صرف اپنی عقل و فہم ہی کو حرف آخر درجت مانتے ہیں تبھی تو عقل کی بحث میں ہم سے لڑتے ہیں کیونکہ ہمارے قرآن پڑھ سنانے سے ان کے عقل کا خیالی بت پاش پاش ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں "کیا تم نے اسے دیکھا جو اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا لے تو کیا تم اس کے نگہبان ہو سکتے ہو یا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ ان سے بھی (گئے گزرے اور) زیادہ گمراہ ہیں (ترجمہ مقبول ص۴۳۵ پ۱۹ ع۲) کتنے تعجب کی بات ہے

خدا تو سینکڑوں آیات میں جمع مذکر سالم معرف باللام جو نحو کے لحاظ سے الی غیر النہایہ کثرت کے لیے بولا جاتا ہے اور ضمائر جمع منفصلہ کے ساتھ ان کی شان بیان کرے مگر پانچ بنات صحابہ کرامؓ کو بھی مومن و ہدایت یافتہ نہ ماننے والے ان کو رفقاء رسول تسلیم نہ کریں جن کو ہم اچھا نہیں سمجھتے کہہ کر جان چھڑائیں ان حجاموں کے ہاتھوں خدا کی بنائی ہوئی مقدس پوشاکیں محمدی دولہوں کو پوری نہ آئیں۔ یعنی خدا کی بات کا مصداق کوئی نہ ہو۔ خدا اور رسول کی ساری اسکیم ناکام ہو جائے ہم سنی خدا اور رسول کو سچا کہیں یا ان دشمنان اصحاب کو؟ اس انکار حقیقت کے باوجود یہ دعویٰ کہ ہم ان فضائل کے منکر نہیں ہیں بالکل ایسا ہے جیسے کوئی سورج مانے اس کی کرنیں اور دھوپ نہ مانے بلب درست کہہ کر روشنی ہونے کا قائل نہ ہو باپ کہہ کر اس کی اولاد ہونا ہی تسلیم نہ کرے خاوند کہہ کر منکوحہ بیوی کا وجود تسلیم نہ کرے خدا اور رسول کو سچا کہہ کر ان کی کسی بات کی حقیقت کو تسلیم نہ کرے۔ ایسے ہی لوگ قرآن کی رو سے ملحد کوڑ مغز، منافق معرض اور کتاب اللہ کو پس پشت ڈالنے والے ہیں ہم ان سے کیا مغز کھپائیں صرف یہ مشورہ دیں گے کہ خدا اور رسول کے انکار پر مبنی تصنیف و تالیف کے دھندے سے بہتر اور کامیاب ذریعہ معاش ہے کہ کالے جھنڈے مکان پر گاڑھ کر دار المتعہ بنائیں اور شیعہ مرد و زن کی یہ خدمت کر کے اپنی قوم کا نام روشن کریں کیونکہ مذہبی مباحث میں آپ دیانت صفت نہیں ہے ورنہ مخالف مثال سے آپ پھر بھڑک اٹھیں گے مگر مثال دیئے بغیر آپ کے مغز میں بات آئے گی بھی نہیں کہ اپنے ممدوح کی تائید میں آپ آیات و احادیث پیش کریں اور مخالف یہ کہہ کر رد کر دے کہ "ہم ان کو مومن مخلص اور رفقاء رسول تسلیم نہیں کرتے ہم ان کو اچھا نہیں سمجھتے ہیں یہ مقدس پوشاکیں ان پر فٹ نظر نہیں آتیں" تو آپ کے پاس کیا جواب ہو گا ذہن کی کیفیت کیا ہو گی۔ خدارا جس بات کا جواب نہ بنے چپ رہا کیجیے۔ خدا اور رسول کی تکذیب نہ کیجیے

۷۔ جنازے والی بات کا پھر طعن دہرایا ہے حالانکہ کافی کے حوالہ سے ہم تمام مہاجرین و انصارؓ مرد و زن مدینہ مضافات کا شریک جنازہ ہونا بتا چکے ہیں مگر پھر بھی آپ بغض شیخین میں اپنے

امام صادقؑ کی تکذیب کر رہے ہیں قاضی صاحب ہوں یا کوئی اور عالم ایک حاکم شرعی اور ... ضرورت کے تحت جانا اور پھر واپس آ کر جنازہ پڑھنا لکھتے ہیں اعذار شرعیہ کے لیے حضرت علیؓ کا جنازہ چھوڑنا آپ بھی مان رہے ہیں صث ۶۲ پر حضرت علیؓ کا جنازہ چھوڑنا آپ کا مفروضہ مبنی بر عذرات شرعیہ ہے جو قابل اعتراض نہیں ہے لیکن دو سروں کا سقیفہ بنی ساعدہ جا کر مجمع کرنا کم سے کم کسی بھی شرعی عذر سے معذور نہیں ہوتا صث ۶۲ گذارش یہ ہے کہ جب بعد از رسولؐ امیر و منتظم ہونیکی اہمیت واضح اور مسلم بات ہے تو اگر صحابہؓ رسولؐ نے دفن پر اسے ترجیح دے دی تو کسی غیر کو دخل در معقولات اور ناک بھوں چڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ نیز ہم با حوالہ احادیث اور تاریخ "ہم سنی کیوں ہیں" میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر و ابو عبیدہ کو سقیفہ کے اجتماع کی خبر نہ تھی نہ اپنا کوئی پروگرام تھا انصارؓ ہی کے ایک صاحب ان کو اختلافات رفع کرانے کیلئے لے گئے تھے اور یہ تھوڑی دیر میں سب کچھ درست کر کے واپس آ گئے دعوت کے باوجود اب کیا ان کا جانا۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (تم نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو پ۶) کے تحت شرعی عذر بلکہ شرعی فرض نہ تھا پھر اعتراض اور بدگوئی کیوں؟ رہا انصارؓ کا معاملہ تو ان کو حب رسولؐ خدمات خاصہ مدینہ کے کثیر مقامی باشندے ہونے کے لحاظ سے اپنے میں سے خلیفہ بنانے کا خیال پیدا ہو گیا جیسے آپ کے خیال میں حضرت علیؓ اپنے کو مستحق ترین جانتے تھے اور بقول شما بیت فاطمہ میں اکٹھے ہو کر کوشش بھی کی مگر یہ تاج خلافت اللہ نے اس بزرگ کو پہنا دیا جس نے کوئی کوشش و خواہش خدا سے تمنا کی دعا میں بھی نہ کی تھی (تاریخ الخلفاء)

حدیث نبوی کے مطابق انصارؓ سے محبت علامت ایمان اور بغض علامت نفاق ہے جس کا اظہار آپ نے صث ۶۱، ۶۲ پر کر کے اپنے نفاق کی سند حاصل کر لی ہے۔ ذرا شیخ صدوق کی تعریف میں ۱۲ ہزار عقبی بدری انصار و مہاجرینؓ مومنین کو یاد کیجئے کیا وہ یہی نہیں؟ اب ان کا دفاع کرنے یا ان پر معترض ہونے کی آپ کی اور ہماری پوزیشن یکساں ہے ذرا ہوش کے ناخن لیں اس نازک بحث میں اپنے ایمان کا ستیاناس نہ کریں آپ جتنی اس پر بحث کریں گے اتنا ہی

ہے بغض و نفاق کا دھبہ نمایاں ہوگا آپ مشاق رسولؐ و آل رسولؐ ہرگز نہیں ہیں ورنہ آل رسولؐ ... ابوبکرؓ کو بلا چون و چرا خلیفہ مان لیا (طبری) حضرت رسولؐ نے ابوبکر و عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی بشارت دی (تفسیر قمی جلد ۲ صث ۳۶۵) اور انصار کو یہ تمغہ محبت و وفا عطا فرمایا غزوہ حنین کے غنائم کی تقسیم کے وقت انصارؓ کی شکر رنجی کے ازالہ میں فرمایا اے انصار کی جماعت کیا میں جب تمہارے پاس آیا تو تم گمراہ نہ تھے؟ پس اللہ نے تم کو ہدایت دی تم تنگ دست تھے پھر تم کو غنی کیا تم دشمن تھے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی کہنے لگے جی ہاں یا رسول اللہ پھر فرمایا اے انصار تم مجھے یوں جواب کیوں نہیں دیتے اے اللہ کے رسول آپؐ بھاگے ہوئے ہمارے پاس آئے ہم نے آپؐ کو ٹھکانہ دیا آپؐ تنگ دست تھے ہم نے آپؐ کی غمخواری کی، آپ ڈرتے تھے ہم نے آپؐ کو مطمئن و مامون کیا آپ بے یار و مددگار آئے ہم نے آپؐ کی مدد کی۔ وہ کہنے لگے سب اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے انصار تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اپنے گھر اونٹ لے کر جائیں تم اللہ کا رسول لے کر جاؤ اللہ کی قسم اگر سب لوگ انصار سے جدا رستے پر چلیں تو میں انصارؓ کے ساتھ چلوں گا اگر ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصار کا ہی فرد تھا اے اللہ انصار پر رحمت فرما انصار کے بیٹوں پر رحمت فرما انصار کے پوتوں پر رحمت فرما۔ الخ (مجمع البیان جلد ۳ پ۱ صث ۱۹) ہاں آپؐ کو اگر معمولی سا بھی شبہ ہوتا ہے کہ یہ موذی شیعہ یعنی محب شیخینؓ تھا تو بس بتقاضائے بغض اس سے بلکہ قرآن رسولؐ، اہل بیتؓ صحابہ اور پوری امت سے آپ بیزار ہو جاتے ہیں آپ کا مذہب آپ کو مبارک ہو۔

چوتھے خط اور اس کے جواب پر وضاحتی گزارش صث ۸۹ کے عنوان سے مشتاق صاحب نے میری طرف سے ان کی اغلاط کی نشاندہی کا زور شور سے شکوہ کیا ہے مجھے ضدی شخص قصوروار علمی تکبر کا بھینٹ چڑھانے والا وغیرہ کہا ہے میں نے تیسرے شیعی اصل خط کا عکس صث ۲۶ پر دے دیا ہے آپ خود ہی فیصلہ فرما لیں کہ تنبیہ کے بعد بھی "بقاعدہ" کو غلط لکھا اور "اصرار" کو درست لکھا۔ "فی لاحضرہ الفقیہ" اور "نقص" ان کے اپنے ہاتھ کی لکھائی ہے۔

اپنے مذہب کی جڑ کاٹ دی

شیعہ بھائی اپنی کتابوں کے متعلق فرماتے ہیں "ہم چار کتابوں

[illegible]

کو معتبر و مستند ضرور سمجھتے ہیں لیکن ہمارا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ ان کتابوں میں تمام مندرجات صحیح ہیں یہی وجہ ہے کہ ان چاروں کتابوں میں کسی ایک بھی کتاب کے ساتھ ہم لفظ صحیح استعمال نہیں کرتے جب کہ اہل سنت حضرات اپنی چھ کتابوں کے ساتھ صحیح کی صفت لگاتے ہیں اور اس کی جمع صحاح کو اصطلاحاً استعمال کرتے ہیں ص۸۹ ۔ ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ اگر یہ سچ ہے تو شیعہ مذہب کا خدا حافظ ہے خود شیعوں نے تو اسے باطل باور کرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ۔ غور کا مقام ہے کہ مذہب کی سب سے بڑی بنیاد آسمانی کتاب ہوتی ہے ۔ شیعہ اسے محرف اور صامت مانتے ہیں اور اصلی کو کہیں غائب چھپا ہوا مانتے ہیں ۔ جس سے کوئی فرد شیعہ ہدایت نہیں پا سکتا دوسری بنیاد رسول اللہ کی تعلیمات ہوتی ہیں جنہیں سنت نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے شیعہ سنت نبوی کو ہرگز ثقل دوم اور ماخذ دین نہیں مانتے اپنے آئمہ کو عالم لدنی اور علم شریعت و عرفان میں حضور کا غیر محتاج مانتے ہیں جن لوگوں کو آپؐ نے دین پڑھایا سکھایا ان سب کو شیعہ یا گناہ گار خاطی ناقابل روایت کہتے ہیں یا علانیہ غاصب و منافق اور بے دین کہتے ہیں معاذ اللہ ۔ تو سنت نبوی ہرگز ان کے پاس نہیں مل سکتی ہاں وہ اپنے لیے سب سے بڑی حجت امامت کو مانتے ہیں مگر ان کے اعتقاد میں بارہ امام ہر دور میں اعلانیہ تعلیم و تبلیغ سے محروم اور پردہ تقیہ میں مستور رہے چند چند افراد جو ان سے خفیہ مذہب کے راوی بنے ان پر کتب رجال شیعہ میں سخت ترین تنقید آئمہ کی زبانی موجود ہے ۔ آخری سہارا بارہویں تاجدار امامت کا تھا وہ اپنے شیعوں کے خوف سے ۲۵۰ھ سے کہیں ایسے چھپے کہ آج تک ان کا نام و نشان نہ مل سکا نہ ان سے ملاقات اور دین کا حصول ممکن ہے اب لے دے کر سب لٹریچر سے صرف معتبر و مستند چار کتابیں تھیں اب ان کو بھی عصر حاضر کے شیعہ صحیح نہیں مانتے بلکہ وہ سچ اور جھوٹ اور حق و باطل کا ایسا مکس مجموعہ ہے کہ صحیح مسئلہ معلوم کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ایک خاطی مجتہد اگر کسی روایت کو درست کہہ دے تو دوسرا غلط اور موضوع یا مبنی بر تقیہ کہہ دے گا اجماع کے یہ ویسے قائل نہیں کہ سب یا اکثر علماء کسی روایت کو سچا یا جھوٹا بتا دیں تو وہی معتبر سمجھا جائے ۔ نتیجہ واضح ہے کہ ایک امامی اثنا عشری دین کا

سب آثار ضائع کر کے نام کا در بتول کا گداگر اور باب مدینۃ العلم کا بھکاری تو بن جاتا ہے مگر نہ اسے ان دروازوں تک رسائی ہوتی ہے نہ کہیں سے حق و صداقت کی بھیک مل سکتی ہے ۔

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے ۔ رب مہربان کا بندہ مہر محمد اس ایک دلیل کو لاکھ دلیل مدعی پر بھاری سمجھتا ہے جب تک اس کا توڑ نہ ہو شیعہ مذہب کے کسی مسئلہ پر بحث ممکن نہیں ۔ سنی سائل کی یہ ایک زبردست کامیابی اور مذہب شیعہ کی ایسی عبرت ناک شکست ہے کہ تاریخی یادگار رہے گی ۔ فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین ۔

سنی سائل کے چوتھے خط کا جواب الجواب

احقر نے اصول مباحثہ کے تحت نجات شیعہ کے دعویدار سے اولاً دلائل مانگے اور اپنی کوئی دلیل نہ دی ، موصوف جھلا کر فرماتے ہیں " آپ نے کوئی دلیل نہیں دی تو میں نے ہرگز آپ کو ایسا کرنے کی درخواست نہیں کی حقیقت یہ ہے کہ آپ کے پاس دلیل نام کی شے ہے ہی نہیں ص۹۴

الجواب ۔ جی غلط مت کہیے آپ ہی نے کہا تھا بھلا بھلائی کون نہیں چاہتا بسم اللہ کیجیے اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے " یہ تو مہر محمد کی آپ پر مہربانی ہوئی کہ حملہ کرنے کا اولاً فراخدلی سے آپ کو موقع دیا جسے آپ سات لاکھ روپے کے بنگلوں سے تعبیر کر رہے ہیں مگر آپ کی بے نصیبی کہ ان میں رہائش نہیں کر سکتے اس کے لیے ضمیر مطمئن درکار ہے اگر میرے پاس دلیل نام کی کوئی شے نہ تھی اور آپ کے مذہب کو دلیل سے کچھ نقصان نہ پہنچا تو یہ شیعی بیڑا موج طیش کی تھپیڑوں میں کیوں آگیا اور ایک سو ۱۴۴ چوالیس صفحے کا رسالہ سیاہ کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی ؟

فرماتے ہیں نجات شیعہ میرا شروع کردہ موضوع تو نہیں ہے کیونکہ آغاز آپ کی جانب سے ہوا تاہم میں اس موضوع کو مایہ ناز ضرور سمجھتا ہوں ص۹۴ ۔

الجواب ۔ جی خدا سے ڈریئے جھوٹ مت بولیے پہلے ہی خط میں آپ نے دعویٰ کیا شیعہ مذہب چاہے کیسا بھی ہو بہرحال نجات کی ضمانت مہیا کرتا ہے کوئی ممکنہ صورت ایسی

باقی نہیں رہتی کہ شیعہ کی نجات یقینی نہ ہو شیعہ مذہب صحیح ہو یا غلط (گویا خود شک میں ہیں مگر ہٹ دھرمی سے بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستوں کی طرح اپنی نجات کا فیصلہ کر رکھا ہے) ہر حالت میں شیعہ کا روز محشر مغفور ہونا یقینی ہے۔ شرطیہ ہے اور نجات ہی کے لیے مذہب ضروری ہوتا ہے (آنگور کھٹے ہیں ص ۲۹) محترم آپ سے بدظنی کا سبب پہلے بھی لکھا ہے کہ مغالطہ دہی فضولیات کا بار بار تکرار حوالہ جات میں کتر بیونت اور جذباتیت کا مظاہرہ ہے اب پھر آپ نے یہ لکھ کر اس میں اضافہ کر دیا ہے کہ "سفید نقاب سیاہ چہرے" اہل سنت کے تولا اور محبت اہل بیت کم دکھانے کے لیے لکھے ہیں جب سفید نقاب ان پر خدا اور رسول نے ڈالے تو آپ کون ہیں ان کی سیاہی تاکنے والے ؟

جھوٹے مذہب کے جھوٹے الزامات :-

موصوف ص ۹۵ پر لکھتے ہیں "محبت وحق و باطل کا فیصلہ تو اسی بات پر کیا جا سکتا ہے کہ شیعہ محمد وآل محمد علیہم السلام سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ اگر ان کو کسی پر شبہ یا گمان بھی ہو جائے کہ وہ ان ہستیوں کا مخلص دوست نہ تھا اسے چھوڑ دیتے ہیں جبکہ غیر شیعہ موذیوں کی اذیت رساں کارروائیوں کو بھی اپنی خود ساختہ تاویلوں سے چھپاتے ہیں اور دشمنوں کو بھی دوست سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ رسول و اہل بیت رسول پر اتہام باندھتے ہیں ان کے کرداروں کو مسخ کرتے ہیں ان کی بلند شانی سے حسد کر کے ان کی مرتبت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علی کو قارون و سامری سے تشبیہ دیتے ہیں حسن پر کثرت ازواج کا الزام لگا کر شہوت ران بیان کرتے ہیں حسین کو باغی قرار دیتے ہیں۔ فاطمہ کو حریص ٹھہراتے ہیں، نعرہ رسالت کو پسند نہیں کرتے مگر ان کے مخالفین معاویہ و یزید کو ناجی و مغفور اور راشد خلیفے مانتے ہیں شمر سے روایات قبول کر لیتے ہیں تاج سلطانی اور تاج شاہی کی تکریم کرتے ہیں مگر ولایت و امامت کے منکر ہیں لہذا حق و باطل کا فیصلہ تو ہو گیا رسول برحق نے فرمایا کہ علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ یا اللہ پھیر دے حق کو ادھر جدھر علی پھر جائے پس حق شیعہ علی ہوا اور اس کا مخالف باطل۔ ص ۹۶

تبصرہ :- اثنا عشری بھائی جب اپنے مذہب کی صداقت و نجات پر قرآن و حدیث اور اقوال آئمہ سے کوئی نقلی دلیل پیش نہ کر سکا تو بارہ جھوٹے الزامات تراش لیے ضرب المثل کی طرح رٹی ہوئی جھوٹے الزامات کی گردان ہی ان کے شیعہ اثنا عشری ہونے کی دلیل ہے ورنہ یہ الزامات ان کی زبان کی پیداوار، ہاتھ سے کاتا ہوا سوت اور اپنے عمل کا بنا ہوا اپنے بدن کا لباس ہے جن سے اہل سنت کا دامن پاک ہے

۱۔ حضرت محمد و آل محمد کے مخلص دوست نہ ہونے کا شبہ ان کو حضور علیہ السلام کا لباس اطہر بیویوں بیٹیوں دامادوں خسران ماموں یاروں خلیفوں ہر دم ساتھ رہنے والے صحابہ کرام جانثاروں پر ہے جنہوں نے حضرت محمد و آل محمد کو رشتے دیئے اور رشتے لیے حسنین کو گود میں پالا بیش بہا وظیفے دیئے حضرت امیر کو قاضی القضاہ، وزیر، مشیر اور قائم مقام بنایا شیعوں کے لعنتی وظیفے بھی ان دوستان محمد و آل محمد پر ہیں مگر ان لوگوں پر شبہ ولعن ہرگز نہیں کرتے۔ جنہوں نے داماد رسول ذوالنورین کو شہید کیا۔ پھوپھی زاد حواری رسول زبیر کو شہید کیا شیعہ بن کر حضرت علی کو سیاست و حکومت میں ناکام کیا کہ بجز حجاز و عراق کے عظیم الشان سلطنت آپ سے نکلوا دی وہ غدار بن کر آپ کو ستاتے رہے آپ ان سے نجات کی دعائیں مانگتے رہے تاآنکہ ایک محب نے آپ کو شہید کر دیا مگر شیعہ ہرگز اس پر بعد از نماز لعنتیں نہیں پڑھتے جنہوں نے حضرت حسن سے غداری کی تھی حتیٰ کہ آپ نے معاویہ کو اپنے لیے بہتر کہا ان مومنوں نے آپ کی صلح پر ناراضی کی آپ کو مذل المومنین مسود المسلمین کہا پھر حسین کو بلا کر غداری سے شہید کیا پھر قافلہ اہل بیت سے بددعائیں لے کر "توابین" بھی بن گئے۔ مختار بن عبید ثقفی جیسے ظالم جھوٹے نبوت کے دعویدار اور کذاب بھی آل محمد کے مخلص دوستوں میں شمار ہو گئے۔ دو تا پانچ جھوٹے الزامات ہیں بار ہا رد ہو چکا ہے اعادہ بے سود ہے۔ حضرت حسن کے متعلق ہم نے نہیں شیعہ کے خاتم المحدثین باقر علی مجلسی نے یہ لکھا ہے کہ آپ نے دو سو پچاس یا تین سو شادیاں کیں تھیں۔ (جلاء العیون ص ۲۷۷ حالات حسن) حضرت حسین کو ہم باغی نہیں کہتے کوفی شیعوں کے ہاتھوں گھر میں بلا کر قتل کیا ہوا شہید مظلوم کہتے ہیں۔ فاطمہ کو ہم نے حریص نہیں کہا شیعہ کہتے ہیں کہ جند

روزہ زندگی کے لیے کافی اخراجات سے زائد بطور جائیداد فدک حضرت صدیقؓ نا بانٹنے پہ دیا اور حدیث پیغمبر سنائی تو حضرت فاطمہؓ ناراض ہو گئیں (معاذ اللہ) نعرہ رسالت کی وضاحت ہو چکی ہے حضرت معاویہؓ کی نجات و مغفرت و خلافت دلائل شرعیہ سے ہے۔ یزید کو جمہور امت راشد ناجی مغفور نہیں مانتی۔ شمر سے کوئی روایت صحاح ستہ میں نہیں شمر نام کے ایک اور ابن عطیۃ الاسدیؒ کا بھی کوئی ہیں جو صدوق و طبقہ سادسہ کے ہیں (تقریب ص ۱۴۷) تاج سلطانی جب علی منہاج النبوۃ ہو تو تکریم و تسلیم جزو ایمان ہے حضرت داؤد و سلیمان بھی ایسے بادشاہ تھے پیش کردہ روایت کی صحت و ضعف سے قطع نظر ہم حضرت علیؓ کو برحق کہتے ہیں کہ آپ نے قتل عثمان سے بیزاری کی قاتلوں پر لعنت کی۔ ان سے قصاص لینا واجب جانا گو تاخیر کے قائل تھے جنہوں نے آپ پر قتل میں شرکت یا عمداً قصاص میں تاخیر کا الزام لگایا وہ خطا پر تھے۔ حضرت عائشہؓ کو باقاعدہ عزت سے رخصت کرنا ان کو آخرت میں بھی حضورؐ کی بیوی فرمانا خلفاء ثلاثہؓ کی بار بار تعریف کرنا حضرت امیر معاویہؓ کی اپنے بعد امارت کو ناپسند کرنے سے روکنا اور خود آخری سالوں میں ان سے صلح کر لینا سب برحق باتیں ہیں ہمارا سب پر ایمان ہے۔ رضی اللہ عنہ ورزقنا حبہ باتباعہ

اہل بیتؓ کے سوا پورے دین کا انکار۔

موصوف لکھتے ہیں "اگر اخلاص و حق پرستی کی بات کی جائے تو ایمان سے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر علانیہ کہتا ہوں کہ خدانخواستہ اسلام سے اہل بیت رسولؐ کو جدا کر لیا جائے تو پھر باطل کی سب راہیں اسلام سے بہتر ہیں اہل بیت نبوی کے سوا فی الحقیقت اسلام کے دامن میں کچھ نہیں ص ۹۴"

آپ کو حق گوئی کی داد دیتا ہوں کہ اپنے بارے ہمارے تمام نظریات والزامات کو آپ نے درست قرار دیا۔ واقعی آپ توحید قرآن، رسولؐ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تمام صحابہؓ رسولؐ و امت رسولؐ کے منکر ہیں آپ اسے باطل کی راہیں کہتے ہیں یہ شعر آپ ہی پڑھا کرتے ہیں

اسلام کے دامن میں بس دو ہی تو چیزیں ہیں ۔۔۔ اک ضرب یداللّٰہی اک سجدہ شبیری۔

جب ہم اہل بیتؓ کے سوا آپ کو توحید قرآن کلمہ شہادتین کلمہ رسولؐ کی سنت کا منکر بتلاتے ہیں تو برا منایا کریں کیونکہ اب آپ ان سے بیزاری کا دریا میں حق تر ہونے کا اعلان کر چکے ہیں جب آپ کو علی و حسنین کے سوا باقی دس اماموں سے بھی کچھ نہ ملا تو اثنا عشری کیوں کہلاتے ہو اور سنیوں سے محمدیوں سے لڑتے ہو۔ یہ وضاحت آپ نے نہیں کی کہ جب آپ کے سرمایہ اہل بیت کے ایک ایک امام بجز مہدی کے باعتراف خمینی حق و انصاف کا پیغام نہ پہنچا سکے کہ تقیہ میں روپوش رہے تو پھر آپ کے اس اسلام میں حق کہاں رہا جب حضرت مہدی سے بھی دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے" کے سوا آپ کو تا ہنوز کچھ حاصل نہ ہو سکا آپ میں اور ان میں مکمل انقطاع اور جدائی ہے تو آپ کا مذہب کیسے سچا ہوا اب آپ کھل کر عیسائیت یا ہندو مت قبول کر لیں کیونکہ جن کو آپ مانتے ہیں مہدیؒ اور ان کا چھپایا ہوا اصلی قرآن۔ وہ آپ سے جدا و بیزار ہیں۔ اور جو قرآن و سنت نبوی جماعت صحابہؓ آپ کو نجات کی طرف بلاتے ہیں آپ ان سے بیزار بلکہ ان کو مٹانے کے درپے ہیں (معاذ اللہ) بجز ناکام عاشق کے کوئی عقل مند یہ بے وقوفی نہیں کر سکتا کہ اپنے چاہنے بلانے والے مہربانوں سے قطع تعلق کر لے اور بھاگ کر چھوڑ جانے والوں سے محبت رچائے۔

مطاعن کی آڑ میں قرآن کا انکار

ہم نے "مطاعن کا تشفی بخش جواب" کے عنوان سے پہلی بات کے ضمن میں سات آیات پیش کی تھیں دیکھیئے "سچا مذہب کیا ہے" کا ص ۲۹ تا ۳۲ موصوف کو ان آیات کی حقیقت اور مراد پر ایمان لانے سے انکار ہے وہ کٹ حجتی سے فرماتے ہیں اسلام کے عادلانہ نظام میں نہ ہی پیغمبر اسلام سے رشتہ داری معیار فضیلت ہے نہ صحبت نبوی شرط افضلیت و شرافت ہے اگر ایسا ہوتا تو عرب و عجم اور گورے کالے کا فرق اسلام میں موجود رہتا ص ۹۷۔

گزارش یہ ہے کہ اگر آپ اسے واقعی اصول و کلیہ مانتے ہیں تو پھر اسے عام ہونا چاہیئے۔ پھر اپنے ان تمام علماء اور مصنفین کو کم از کم گمراہ اور غلط کار تو کہیئے جنہوں نے رشتہ داری کے معیار سے اہل بیتؓ کو منوایا اور حجتیں کی ہیں اور آج کے ہر مقرر و مبلغ کے پاس یہی آپ کے بقول غلط دلیل ہے۔ پہلے گھر کی اس گمراہی کے خلاف جہاد یا صدائے احتجاج بلند کریں پھر مطاعن کی بات

کریں ہمارے ہاں ایمان وتقویٰ کے بعد پیغمبر سے رشتہ داری بھی معیار فضیلت ہے اور صحبت نبوی بھی شرطاً فضیلت وشرافت ہے ورنہ ایسی بیسیوں آیات ان کے حق میں کیوں اتریں۔ عرب وعجم اور کالے گورے میں حقوق کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں مگر مراتب ایمان نسبت رسول صحبت واطاعت رسول کے لحاظ سے ضرور بڑا فرق ہے ؎ فرق مراتب گر نہ کنی زندیقی۔

دفتر پیغمبرؐ سے حقوق میں عدم رعایت کی مثال آپ نے درست دی اسی پر تو ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تقسیم اموال میں مساوات کا لحاظ رکھا۔ جائیداد فدک بیت المال اور فقراء کے نام لگائی تاکہ اسلام کا یہ قانون پہلے خلیفے سے شاکی نہ رہے۔ گواہی کے معیار میں یہی قرآنی اصول اپنایا۔ کاش کہ آپ بھی اسے تشیع اور پارٹی بازی کے بجائے عام اصول سے اپناتے۔ موصوف فرماتے ہیں" ہم کسی بھی غیر معصوم کو تنقید سے بالا نہیں سمجھتے ہمارا یہ مختار دراصل قرآن وحدیث پر مدار رکھتا ہے قرآن مجید میں سینکڑوں آیات ان لوگوں کی مذمت میں وارد ہیں جو بظاہر اپنے کو مسلمان کہلواتے تھے اور جماعت مسلمین میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح احادیث میں بھی ان لوگوں کا الٹے پیروں پھر جانا اور ان کے اعمال کا محبوط ہو جانا حتیٰ کہ جہنم میں جانا مرقوم ہے لہٰذا ہم تصویر کے دونوں رخ دیکھتے ہیں۔

الجواب :۔ آپ کی تنقید صرف غیر معصوم جماعت رسولؐ پر ہے۔ اپنے برادران، شیعہ والدین علماء مجتہدین غیر معصوم اہل بیت حتیٰ کہ غیر معصوم اصحاب حسینؓ وعلیؓ پر ہرگز نہیں ہوتی حالانکہ نہج البلاغہ ان کی بدگوئی سے بھری پڑی ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ کی تنقید محض تشیع و جانبداری اور نسبت الی الرسول سے دشمنی کی بنا پر ہوتی ہے جو کفر ہو سکتی ہے مگر اسلام نہیں۔ قرآن میں مذمت شدہ لوگ جن کے نفاق یا کفر کی خدا نے صراحت کی ہے کوئی بھی مسلمان ان کو صحابی نہیں کہتا جھوٹا الزام مت لگائیں۔ صحابی کی تعریف میں لعداز اسلام وایمان، اسلام پر خاتمہ شرط ہے۔ جو لوگ مرتد ہوتے منکر زکوٰۃ ہوتے یا مسیلمہ کے پیروکار ہوتے اور الٹے پیر پھر کر ان کے اعمال برباد ہوتے ان کو کوئی صحابی نہیں کہتا۔ تاریخ سامنے رکھ کر ان مرتدوں یا منافقوں کی

لسٹ بنائیے جائیے ہم دستخط کریں گے ایسی فہرست آپ کے ذمے قرض ہے۔

"بے شک گزشتہ واقعات کو دہرانا ان سے سبق وعبرت حاصل کرنا مشاہیر کی خامیوں یا خوبیوں کا تجزیہ کر کے مستقبل کے لیے لائحہ عمل تیار کرنا دنیا کے کسی ضابطہ حیات میں ممنوع نہیں" مگر یہ تجزیہ اور دہرانا بھی عدل وانصاف اور غیر جانبدارانہ طرز سے چاہیئے۔ جو شخص نسبت الی اہل بیتؓ کر کے شیعہ علیؓ وحسینؓ کہلائے اس کی سب برائیاں خوبیوں میں بدل جائیں اور جو نسبت الی الرسولؐ کرے یا ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ یا تمام صحابہؓ واہل بیتؓ کی حمایت کرے اس کی تمام نیکیاں بھی برباد ہو جائیں یہ عدلیہ کہلانے والوں کی شان نہیں۔ بلکہ شیعہ پارٹی باز اور جانبدار لوگوں کا شیوہ ہے۔ جو دنیا کے ہر ضابطہ حیات میں ملعون اور ناپسندیدہ شمار ہے۔ سورت حشر کی آیت ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین اٰمنوا۔ "اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان والوں کا کینہ نہ رکھ"۔ کے جواب میں فرماتے ہیں تمام افراد مہاجرین اور انصار سے عقیدت ومحبت واجب ہے محتاج ثبوت ہے اگر یہ الفاظ آپ سورۃ حشر میں دکھا دیں تو آپ کو منہ مانگا انعام دیا جائے گا ص ۹۹۔

جواب۔ خدا کی شان ہے کہ ایسے منکر قرآن بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ بھائی ہم تو مہاجرین وانصارؓ فتح مکہ سے پہلے مسلمانوں کے علاوہ فتح مکہ کے بعد والے مسلمانوں سمیت بھی حشر سے دو سورتیں پہلے حدید میں وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی (جنت) کا وعدہ کیا ہے) اعلان خداوندی سنا چکے ہیں۔ کیا کل کا ترجمہ سب نہیں ہے اب حشر میں وہ مراد نہیں رہا کیا گرامر کے اتنے کلیے سے بھی آپ ناواقف ہیں کہ موصول صلہ کی روشنی میں جب عام ہو تو ہر فرد کو شامل ہو گا استغراق کا فائدہ دے گا بجز اس کے کہ حرف استثناء سے کسی فرد کو نکالا جائے مثلاً یوں کہا جائے کہ اس گاڑی کے جو مسافر ہیں ان کو فلاں اسٹیشن پر ریلوے کی طرف سے فری کھانا دیا جائے گا تو ہر مسافر کو یہ حق مل گیا بغیر استثناء کے کسی مسافر کو خارج نہیں کیا جا سکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ پاکستان میں ہجرت کر کے آنے والے افغان باشندوں کی تمام ضروریات کا بندوبست حکومت پاکستان کے ذمے ہے تو اب سب افغانی مہاجر اس رعایت کے حق دار ہیں اسی طرح

جب اللہ نے فرمادیا کہ جو لوگ مسلمان ہوتے جنہوں نے ہجرت کی جنہوں نے نصرت کی جنہوں نے جہاد کیا ان کو یہ یہ انعام ملے گا تو اب یہ انعام سب افراد کو شامل ہوگا بجز اس کے کہ خدا اور رسول کسی فرد کی تخصیص و استثناء کردیں۔ زیر بحث آیت میں بھی ضمیر موصول "الذین آمنوا۔ المہاجرین والانصارؓ کی طرف راجع ہے الف لام بمعنی الذین موصول ہے ہجرت اور نصرت صلہ ہے معنی یہ ہے کہ جو مہاجرین ہیں اور انصار ہیں وہ مومن ہیں ان کے متعلق ہمارے دل میں اے اللہ کینہ نہ رکھ، تو اب اس میں استغراق کا مفہوم ہوگا اور سب مراد ہوں گے! اس جمعیت اور کلیت پر یہ قرینہ بھی ہے کہ تفسیر مجمع البیان جلد ۵ ص ۲۶۲ پر ہے۔

والذین جاء وا من بعدھم یعنی من المھاجرین والانصار وھم جمیع التابعین لھم الی یوم القیامۃ عن الحسن وقیل ھم کل من اسلم بعد انقطاع الھجرۃ وبعد ایمان الانصار الخ

وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یعنی مہاجرین وانصارؓ کے بعد اور وہ قیامت تک ان کی تابعداری کرنے والے سب لوگ ہیں حسن کا قول ہے ایک تفسیر یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان مراد ہے جو ہجرت ختم ہونے اور انصارؓ کے ایمان لاچکنے کے بعد اسلام لایا۔

جب تابعین سب مراد ہیں حالانکہ وہ کثیر اور کروڑوں (اہل سنت) افراد ہوں گے۔ تو مہاجرین وانصارؓ جو ہزاروں تھے) بدرجہ اولی سب مراد ہوں گے۔ خدا رسول اور آئمہ کی تکذیب میں بے نظیر آپ کی کتاب ذکاء الاذہان پر مزید تبصرہ کسی اور موقع پر ہوگا۔

صحابہؓ سے محبت مان لی۔

آیات قرآنیہ سے مبرہن پہلی بات کتاب کی تکذیب کے بعد دوسری بات کہ اہل بیتؓ نے بھی صحابہ کرامؓ کی تعریف فرمائی ہے۔ کے متعلق فرماتے ہیں "صحیفہ کاملہ میں ہمارے امام سید الساجدینؓ کی ادعیہ موجود ہیں جو اس بات کا شافی ثبوت ہیں کہ ہم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے گہری عقیدت و محبت رکھتے ہیں ص۱۰۱۔ شکر ہے کہ خدا کی تکذیب کے بعد اپنے امام کی بات تو آپ

مان لی۔ اب سنیوں کی زبان سے صحابہؓ کی تعریف سن کر جلا نہ کیجئے رضی اللہ عنہم کا ورد کیا کیجئے۔ یہاں سنی و امامی مصافحہ کرکے گلے مل لیں کیونکہ ان کا یہ مشترکہ امام تمام مسلمان صحابہؓ اور تابعین کے حق میں اچھا نظریہ رکھتا تھا اس نے دعاؤں میں ایسی کچھ استثناء نہیں کی جس کا اظہار آپ نے بعد کی چار سطروں میں کیا۔ امام کی بات حجت ہے۔ آپ کی جعلی استثناء حجت نہیں سنگین الزامات آپ لگاتے ہیں امام نے نہیں لگائے۔ بھلا جو امام یزید کے خلاف بغاوت تک میں حصہ لینا گناہ اور بیکار بات جانتا ہے۔ وہ کسی صحابیؓ رسولؐ کے متعلق شیعوں والی بدزبانی کہاں کریگا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ تیسری بات کہ قرآن نے ان کی غلطیوں سے سکوت کیا ہے۔ کے متعلق موصوف فرماتے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے قرآن میں جگہ جگہ ان کی کارستانیاں بیان ہوئی ہیں کہیں جہاد سے فراریاں بیان ہوئی ہیں کہیں خفیہ سازش کا تذکرہ ہے کہیں رسولؐ سے آواز بلند کرنے کی سرزنش ہے کہیں شدت جہالت نفاق وکفر کو ظاہر کیا گیا ہے ص۱۰۰

الجواب۔ جہالت ونفاق وکفر والی آیت توبہ کی ہے یہ بدوؤں کی ایک جماعت کے متعلق ہے کسی نے علی التعیین انکو صحابہؓ میں شمار نہیں کیا۔ حضورؐ کے آگے بلند آوازی سے روکنے والی ادب کی تعلیم دے رہی ہے اور یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے ان کو ملقب کیا گیا ہے ایسی تعلیم و تربیت پر معترض ہونا خبث باطن کی دلیل ہے اور یہی ان کی وکالت صفاتی ہے کیونکہ اللہ نہیں چاہتے کہ غیر شعوری طور پر کسی مومن کے اعمال حبط ہو جائیں۔ خفیہ سازش والی آیت مجادلہ بھی خاص منافقوں کے متعلق ہے ان کی صحابیت کا کوئی قائل نہیں مسلمانوں کو الگ سے خطاب کیا گیا ہے "کہ اے ایمان والو جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور سرکشی اور نافرمانی رسول کی سرگوشی مت کرو ہاں نیکی اور تقوی کی کرو پ۲۸۔ جہاد سے فرار والی آیت صرف احد وحنین سے متعلق ہے دونوں جگہ ان کو مومن، اصحاب سکینہ کہا اور معاف فرمادیا حضورؐ کو بھی معاف کرنے کا حکم دیا ایسی آیات کی نشاندہی اور صحیح مطلب ہم نے اس موضوع پر اپنی بے مثال کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ میں بیان کردیا ہے۔

ذکاء الاذہان کا تعارف :-

اس بحث میں موصوف اپنی کتاب ذکاء الاذہان المعروف ہزار تمہاری دس ہماری کا حوالہ دیتے ہیں جو عاشق سنت نبوی، ولی ربانی حضرت مولانا دوست محمد قریشی کی شیعہ پر ہزار اعتراضات کا جواب ہے موصوف اپنی ایسی بوگس کتابوں کا حوالہ دے کر خود ہمیں دعوت دیتے ہیں آ بیل مجھے مار چنانچہ ہم نے مجبوراً یہ کتاب منگوائی اور بڑے جگر گردے سے اس کا لفظ بہ لفظ مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ ابولہب و ابن ابی سے لے کر تا ہنوز کلام اللہ اور دلائل شرعیہ کے انکار، تردید، اعراض تحریف اور استہزار کے جتنے ریکارڈ تھے موصوف نے تمام کومات کر دیا ہے اگر اللہ نے زندگی اور توفیق دے کر "جلاء الاذہان" ہماری نگرانی میں چھپوائی تو ان تمام کفریات کا خوب تعارف کرایا جائے گا۔ سردست تکذیب و تحریف اور بے اصولی کی چند مثالیں کافی ہیں۔

۱- اعتراض ۳۸۷۔ صدیقؓ و فاروقؓ جب والسابقون الاولون من المھاجرین کی فہرست میں آچکے ہیں تو پھر اس سے انحراف کیوں؟ جواب ۳۸۷ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ حضرات سابقون اولون مہاجرین کی فہرست میں شمار کیے جائیں پھر انحراف کرنے میں کونسی غلطی ہے پہلے ایمان تو ثابت کرو پھر سبقت و اولیت کی بات کرنا ص ۲۴۱ یعنی خدا اپنے رسولؐ کے ساتھ ان کی ہجرت کرائے اور اسے اپنی نصرت سے تعبیر کرے۔ یہ خدائی شمار معتبر نہیں شیعہ شمار چاہیئے پھر انحراف بھی ہو سکتا ہے۔ چلیئے ہجرت پر یہاں جنت و رضوان کا وعدہ ہے مگر ہم شیعہ ان کو مومن ہرگز نہ مانیں گے گو خدا آمنوا وھاجروا کی گردان سنائے۔ کفر و ضد کی اس سے بڑی مثال کیا ہو گی۔

۲- حضرت عمرؓ سے اتنی دشمنی ہے کہ اپنے مجلسی سے کفر کے فتوے نقل کرتے ہیں مگر جب احادیث نبوی و روایات ائمہ سے ان کے دور میں دین کے غلبہ و نشر و اشاعت کا ثبوت پیش ہوا تو جھٹلا کر کہتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ کی پرورش فرعون ہی سے کروا کر اللہ نے اپنے دین کو غالب

کیا اسی طرح مخالفین سے حدود سلطنت کو وسعت دلا کر فاجر اشخاص سے اپنے دین کی تائید کرا دی ص ۲۴۰ یعنی فتوحات عمری کو برحق تسلیم کر لیا۔

۳- حضرت عمرؓ کے دور کو حضرت علیؓ نے نہج البلاغہ میں غلبہ دین کا دور کہا تو جواب میں فرماتے ہیں اس سے مراد دین کا غلبہ ہے نہ کہ اس فرمان میں حضرت عمرؓ کی کوئی تعریف ہے اللہ کا دین ہر دور میں غالب ہے خواہ وہ دور عمرؓ ہو یا دور یزید دین کا مغلوب ہونا امر محال ہے ص ۳۶۲ جب یزیدؒ کے دور میں بھی (بقول شیعہ) دین غالب تھا تو حضرت حسینؓ نے سنت مرتضوی کے مطابق حکومت سے تعاون کیوں نہ کیا۔ کیا جنگ اقتدار کے لیے کی ؟ -

۴- حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی تعریف میں فرمایا ہے" فلاں کے شہروں کو اللہ آباد رکھے کجی کو درست کیا، کمزوری کا علاج کیا سنت قائم کی اور بدعت کو پس پشت پھینکا۔ رحلت فرما گیا تو لوگ اس حالت میں مختلف راستوں میں بٹ گئے۔ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے، نہ راست رو کو یقین ہوتا ہے (یعنی جیسے سورج ڈوب جائے تو رات کی تاریکی میں لوگوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے) موصوف فرمان علیؓ کو جھٹلا کر یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ "عمرؓ نے بدعت کو پیچھے چھوڑا اور سنت کو اٹھایا معاذ اللہ ص ۳۰ "

۵- پھر اسی عمرؓ نے ایران کو فتح کیا تو موصوف نے مذہب نوازی اور قوم پرستی کے جذبے سے حضرت عمرؓ و فاتحین کو سند ایمان تھما دی پھر پچھتا کر منکر ہو گئے چنانچہ روضہ کافی ص ۱۲۷ کے فرمان امامؑ کہ مسلمان حضرت عمرؓ کے دور میں فارس (ایران) پر غالب ہوئے۔ کی تائید کرتے ہیں۔ "بے شک حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمان ایران پر قابض ہوئے المومنون کو ایران پر خصوصاً غلبہ ہوا اور اسی غلبہ کی وجہ ہے کہ آج بھی ایران میں مومنین کو غلبہ حاصل ہے ...... رہی بات فاتحین کے ایمان کی تو یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتا ہے تمام حملہ آور کامل الایمان تھے یا حاکم وقت مومن کامل تھا ص ۱۹۱" فرمایئے موصوف ان الذین امنوا ثم کفروا الآیۃ کا مصداق ہوئے یا نہ؟

۶- موصوف بد دیانتی اور صحابہ دشمنی میں بقرہ ع ۵ ان الذین یکتمون سے شقاق بعید تک ترجمہ کر کے کہتے ہیں ہم ان صحابیوں کے شقاق میں ہیں جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ بے شک جو لوگ ان باتوں کو الخ ۔ حالانکہ باتفاق مفسرین سنی و شیعہ یہ آیات اور اس سے دو رکوع پہلے کتمان حق کرنے اور ملعون ہونے کی آیات اور آل عمران ع ۸ کی ایسی ہی آیات یہودیوں کے بارے میں ہیں چنانچہ شیعہ تفسیر مجمع البیان میں جلد ا ص ۲۵۸ پر ہے ۔

تمام مفسرین کے اتفاق سے یہاں اہل کتاب مراد ہیں مگر اکثر اقوال میں یہودیوں کی چھوٹی سی جماعت یعنی ان کے علماء مراد ہیں ۔ کعب بن اشرف اور حی بن اخطب اور کعب بن اسد کہ یہ لوگ ہدایا لیتے تھے کہ نبی ہم سے ہوگا پھر جب قریش سے آگیا تو آپ کی شان کو بدلا ۔ جب اللہ نے یہ آیت اتاری اور آل عمران ع ۸ کی آیت کے بارے میں ہے یہ یہودی علماء کے بارے میں نازل ہوئی ص ۲۶۳ مجمع البیان جلد ا ۔ انفال پ ۱۰ ع ۲ کی اس آیت کا ترجمہ کیا" اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اکڑتے ہوئے لوگوں کو دکھاوے کی خاطر اپنے دیار سے خارج ہوئے اور لوگوں کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور جو کچھ بھی وہ لوگ کرتے ہیں خدا اس پر احاطہ کیے ہوئے ہے" پھر اسے صحابہ مہاجرینؓ پر فٹ کر کے کہتے ہیں پس چونکہ کچھ لوگ ایسے بھی مہاجر تھے جو سبیل خدا سے روکتے تھے لہٰذا ہم ان مہاجرین کو مراعات آیت سے خارج سمجھتے ہیں ۔ ذکاء الاذہان ص ۱۷۴ حالانکہ کھلی بات ہے کہ یہ آیت ابوجہل کے ایک ہزار لشکر مشرکین کے بارے میں ہے جو بدر کی جنگ میں مسلمانوں کو مٹانے آتے تھے ۔ چنانچہ مفسر طبرسی لکھتے ہیں" یعنی اکڑتے ہوئے قریش مکہ سے نکلے تاکہ اپنے قافلے کی حفاظت کریں تو اپنے ساتھ گانے والی لونڈیوں اور ناچ رنگ کے آلات لے کر نکلے شرابیں پیتے تھے اور باندیاں ان کو گانا سنا کر مست کرتی تھیں" مجمع البیان جلد ۲ ص ۵۴۸ غرضیکہ پوری کتاب میں یہی تحریف معنوی اور بیان مطلب میں خیانت کار فرما ہے ۔

نہیں صحابہ کرامؓ کے تمام اوصاف حسنہ کا انکار کر کے فرماتے ہیں نہیں ان اصحاب پر کیے گئے مظالم کی گواہی تاریخ سے نہیں ملتی ہے جن پر ہم تنقید کرتے ہیں جناب بلال رضی اللہ عنہ پر مظالم ہوئے تاریخ میں محفوظ ہیں اسی طرح ہمیں دکھایا جائے کہ حضرات ثلاثہ پر کیا ظلم ہوا حضورؐ کو شعب ابی طالب میں بند کیا گیا تبلائیے ثلاثہ میں سے کوئی ایک بھی اس نظر بندی میں شامل تھے نہ ہی فقر نہ ہی اخراج دیار و مظالم ثابت ہیں" ص ۱۹۵ ۔

تاریخ اسلام اور سیرۃ نبوی کی یہ بدترین تکذیب ہے ۔ رفاقت و اتباع پیغمبر کے جرم میں حضرت ابوبکرؓ کا نوفل اور عقبہ بن معیط کے ہاتھوں پٹنا لہولہان ہو کر بے ہوش ہو جانا، قرآن پاک کی تلاوت کے جرم میں شہر بدر کیا جانا حضرت عمرؓ کا کعبہ میں نماز پڑھوانے کے جرم میں کافروں سے مار پٹائی کرنا اور زخمی ہونا ، پھر حضورؐ کے ساتھ قید شعب میں شریک ہونا پھر ہجرت کی رات حضورؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے قتل کے بھی سو اونٹ انعام مقرر ہونا پھر قتل کے لیے تمام شہر کا منصوبہ بنانا اور گھر میں نظر بند ہو جانا، چچا ابو الحکم سے مار کھا کر حضرت عثمانؓ کا رقیہ بنت پیغمبرؐ کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کر جانا سب روشن تاریخی حقائق ہیں جن کا ضدی دشمن منکر ہے ۔ حضرت حضرت بلالؓ مظلوم تھے تو ابوبکرؓ نے ہی اپنے مال سے خرید کر ظلم سے چھڑایا ۔ چالیس ہزار درہم فی سبیل اللہ خرچ کر کے وہ فقیر بنے ۔ پھر بلالؓ سے شیعوں کو کیا ملا وہ تو بعد از رسولؐ شام میں یزید بن ابوسفیانؓ اور معاویہؓ کی زیر نگرانی جہاد میں مصروف رہے جو شیعہ کے نزدیک کار کفر تھا پھر کیا بلالؓ کی سی مظلومیت حضرت علیؓ کی بھی تاریخ میں محفوظ ہے ۔ کیا تو آپ کو بھی مظلوم مہاجرینؓ کی فہرست سے نکال دو گے ؟ ۔

منافقوں کی فہرست :-

ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ کم از کم دو سنی دو شیعہ معتبر مفسرین و محدثین کی صراحت سے آپ منافقوں کی فہرست تیار کریں ہم دستخط کریں گے دشمنان صحابہؓ کے پاس اس کا جواب تو ہے نہیں کیونکہ وہ سنت الٰہی ماکان اللہ تعالیٰ خبیث کو طیب سے جدا کر دے" پ ۴ ع ۹) پر عمل نہیں کر

سکتے۔ ہاں اس اختلاط کو وہ چار نفوس کے سوا تمام صحابہ کرام کو گالیاں دیں لعن طعن کرنے کا بہانہ
بنا رکھا ہے موصوف نے یہ مطالبہ تو پورا نہیں کیا ہاں حدیث کا حوالہ دے دیا کہ علیؓ کو مومن دوست
رکھے گا اور منافق دشمن رکھے گا تو ہم یا صحابہ رسولؐ علیؓ کی دوستی کے کب منکر ہیں۔ انصار سے
بغض رکھنے والا بھی حدیث رسول میں منافق ہے اور خدا کا دشمن ہے (بخاری و مسلم و مشکوۃ
ص ۵۷۶) جبکہ آج ہر شیعہ انصارؓ سے بغض رکھتا ہے کیونکہ سب سے پہلے انھوں نے خلافت
کا مسئلہ کھڑا کر کے علیؓ کو (بقول شیعہ) ان کے حق سے محروم کیا۔ پھر محبت بھی شرعی سنت کے مطابق
معیار ایمان ہے ورنہ علیؓ کو الٰہ ماننے والے غالی سبائی۔ شیعہ کہاں مومن ہوئے۔ نہج البلاغہ میں حضرت
علیؓ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ایسے دوستوں کی ہلاکت اور دوزخی ہونے کی خبر کیوں دی ہم سنی
حضرت علیؓ کو خدا کا نیک بندہ اور بزرگ صحابی مان کر دوست رکھتے ہیں جبکہ شیعہ ان کو خدا کا
شریک بناتا ہے تو وہ یا علی مدد یا علی، علی علی علیؓ کہہ کر منافق کے چہرے کو نہیں پہچانتا بلکہ
اپنے مشرک اور منکر رسولؐ ہونے کا اعلان کرتا ہے کیونکہ مافوق الاسباب مدد کرنا خدا کا خاصہ
اور نام کا ایسا ورد و ذکر بھی خدا کا حق ہے جبکہ مشرک یہی حق حضرت ہابیل ابراہیمؑ اسماعیلؑ لات
منات اور حضرت علیؓ و حسینؓ کو دیتے ہیں اور ان کے نام کے اونچے نعرے اور ورد بنا کر حضرت
رسولؐ و اہل سنت رسولؐ کا منہ چڑاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ (جہنم) اس جرم
کے بدلے میں ہے کہ جب صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور جب
اس کے ساتھ (پکار و حقوق میں) اوروں کو بھی شریک کیا جاتا تھا تو تم ایمان کا دعویٰ کرتے
تھے تو اب صرف اللہ کو پکارو خالص اسی کی عبادت (اور یقین) کرتے ہوئے اگرچہ کافروں
کو یہ عمل ناپسند آئے (مومن ع ۲ پ ۲۴)

سنی مسلمان کی نماز میں یا علی مدد کے نعرے لگا کر خلل ڈالنا کافروں کی تابعداری ہے۔

واقعی آج سنی و شیعہ میں اسلام و کفر کا فرق واضح ہو چکا ہے۔

اخلاقی تصویر کی تائید مزید:۔ ہم نے اخلاقی تصویر کے عنوان سے شیعوں کے تمام

...ت سے گالی گلوچ کی شکایت کی موصوف اپنی صفائی میں فرماتے ہیں
...اگر مجھے ایک بھی ایسا جملہ دکھا دیں تو میں غیر مشروط معافی طلب کروں گا" عرض یہ ہے
...ی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ کسی کو ذاتی طور پر برا بھلا کہنا۔ ۲۔ کسی کے محبوب اور متعلق
...لاف بدگوئی کر کے مخاطب کو اشتعال دلانا جیسے بالعموم ماں بہن کی گالی بالواسطہ ہوتی ہے۔
...ت سمجھی جاتی ہے اسی طرح کسی کے پیغمبر امام بزرگ کو واقعی برا کہہ کر اشتعال دلانا بھی سخت
...ہے۔ آپ کے خط نمبر ۲ کا حوالہ دے کر پہلی شرط میں یہی اپیل تو کی تھی آخر مغضوب علیہم موذی
...ل جنازہ چھوڑنے والا وغیرہ کن کو کہا ہے؟ بس یہی بالواسطہ میری شان میں سب و شتم ہے
...ی مانگئے ورنہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے ساتھ لعنۃ اللہ علی الکافرین کا ورد بھی اپنے اوپر
...یے کہ آپ کی قوم و مذہب کا تانا بانا ان دو کے درمیان ہی تنا جاتا ہے۔ ائمہ کی زبانی گالی
...رح کے حوالہ جات اور الزام کو آپ نے اکثر تسلیم کیا ہے اور ہمارا مدعا حاصل ہو گیا ہے بالترتیب
...ب الجواب میں چند اشارات کافی ہوں گے۔

نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کی طرف منسوب غیر مہذب کلام کو آپ تاریخ بتاتے ہیں چلیے
...پ نے مان لیا کہ یہ کوئی حدیث تفسیر فقہ کی مذہبی کتاب نہیں تاریخی کتاب ہے رطب و
...یابس سب کچھ اس میں ہے کہ تیسری چوتھی صدی کے راویوں کی بنائی ہوئی یہ تاریخ کسی سے
...روایت نہیں کیا کرتی۔ آپ نے علم ہوتے ہوئے ان عبارتوں پر خاموشی سے حیا کا ثبوت دیا
...تو ہم بھی گندی نالی میں قدم نہیں رکھتے۔

۲۔ ظالموں کی فتوحات شرعی نہیں جب ان سے وظائف و ہدایا لینا جائز ہیں تو وہ امام کا حق اد...
...ہے ہو گئے؟ اور اگر وہ جائز تھے تو خفانیت یا ان سے دوستانہ تعلق کا نتیجہ تھے۔ پھر کسی کے گھر جا کر کھانا
...شکریہ میں چلی بھنی سنانا" واقعی شیعوں کے امام وقت ہی کے برمحل کام ہیں۔"

شیعہ جب خود کو مومن کہتے ہیں باقی سب کو غیر مومن و منافق کہتے ہیں پھر اہل سنت
...و ناصبی کہتے ہیں ان کے شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ جو شخص حضرت علیؓ
...خلفاء ثلاثہ کو فضیلت دے وہ ناصبی ہے اب سنی پر بد دعا کا جنازہ پڑھنے کا مسئلہ حل

ایک منافق کا جنازہ پڑھا تو اس کے لیے رسوائی آگ اور بدترین عذاب کی خوب بد دعائی [illegible]
مشتاق صاحب اگر اہل سنت کو مومن اور محب اہل بیتؓ مانتے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد [illegible]
کا جنازہ پڑھیں ہم اپنی بات واپس لے لیں گے۔ اور اگر وہ ہمیں مومن و محب نہیں مانتے تو ناصبی
جان کر لعنتیں ہی کریں گے اور کافی کی حدیث یہی بتا رہی ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہے کہ یہ سنی [illegible]
بد دعا کرتے ہیں یہ شرارت نہیں ہے اظہار حقیقت ہے۔ لایئے انعام! اگر ذرہ غیرت ہے۔
یہاں میں سنی مسلمانوں سے گزارش کروں گا کہ کئی شیعہ ذاتی مفاد اور دنیاداری کی خاطر اہل سنت کے
جنازہ میں شریک ہو جاتے ہیں مگر وہ ہمیں مومن و محب نہ جان کر بد دعا ہی کرتے ہوں گے خدارا
ایسے لوگوں کو صف سے نکال دیا کرو۔ کیونکہ جب وہ آپ کے کلمہ توحید و رسالت کو غیر معتبر کہیں
نبی کو اپنے مشن و ہدایت میں ناکام کہیں، قرآن کو ناقص اور پلید ہاتھوں والا کہیں خود تمہیں
دشمن اہل بیت اور نجس جانیں تمہارے تمام بزرگوں کو لعن طعن کریں تو جنازہ میں دعا کیسے کریں
گے؟ سنی مذہب چونکہ تقیہ ڈھونگ بازی سے پاک ہے لہذا اس میں غیر مذہب والے پر جنازہ جائز نہیں۔
اللہ کا یہی فرمان ہے۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ
(توبہ) ان منافقوں میں سے کسی کی آپ کبھی جنازہ نہ پڑھیں اور ان کی قبر پر (دعا کے لیے) کھڑے
نہ ہوں۔ اگر شیعہ کے ائمہ سنیوں یا ناصبیوں منافقوں کا جنازہ پڑھتے رہے تو خدا کے حکم کی نافرمانی
کرتے رہے۔

۴۔ حضرت زینبؓ کا واقعہ تاریخ کے علاوہ کتب حدیث تک میں ہے ملاحظہ ہو (مجمع الزوائد
جلد ۹ ص۲۳۵) کہ عروہ بن زبیرؓ نے حضورؐ کی یہ حدیث بیان کی۔ زینبؓ میری سب سے بہتر صاحب
زادی ہے جس کو میری طرف ہجرت میں سخت تکلیف پہنچی۔ حضرت علی بن الحسینؓ نے آکر روک دیا کہ
اس حدیث سے کیا آپ فاطمہؓ کی شان کم کرتے ہیں؟ عروہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم مجھے مشرق و مغرب
کی سب دنیا ملے تو میں نہیں چاہتا کہ فاطمہؓ کا حق کم کر دوں تو اس کے بعد یہ حدیث بیان کروں گا
عروہ کی رواداری اور قدر شناسی فاطمہؓ بے مثال ہے مگر وہ اپنی دادی کا ذکر تو نہیں کر رہے تھے

[illegible] حضرت زین العابدینؒ کی دادی تھی مگر آپ ان کے ذکر خیر کو بھی برداشت نہ کرسکے۔
جب شیعہ اماموں نے امت سے الگ اپنے شیعہ بنا لیے تو وہ ان کو ملعون کہیں ان کو یہ حق نہیں
[illegible] اپنے نبی کی امت کو، جو بڑی قربانیوں کے بعد تیار ہوتی ملعون وغیرہ کہیں۔ غیر کی ملک میں مداخلت
[illegible] ہے۔ جبکہ خدا اپنے نمازیوں کے لیے ویل کہہ کر اپنی ملک میں تصرف کرتا ہے
اولاد البغایا کا حوالہ دینے اور ترجمہ کرنے میں ہم نے تہذیب و شرافت اور اخلاق کا جنازہ نہیں
[illegible] آپ کے امام نے نکالا ہے اور پھر آپ نے انکار کرکے صریح ظلم اور بد دیانتی کا ارتکاب کیا ہے۔
[illegible] کافی سے پوری حدیث ملاحظہ ہو۔

[illegible] ابی حمزة عن ابی جعفر علیه [illegible]لام قال قلت له ان بعض اصحابنا [illegible]ترون ویقذفون من خالفهم فقال [illegible] الکف عنهم اجمل ثم قال والله [illegible]باحمزة ان الناس کلهم اولاد [illegible]یا ما خلا شیعتنا۔

(روضہ کافی جلد ۸ ص۲۸۵ طبع ایران جدید)

ابوحمزہ کہتے ہیں میں نے امام باقر سے کہا کہ ہمارے (شیعہ) ساتھی اپنے مخالفین پر بہتان باندھتے ہیں اور تہمت قذف (ولد الزنا ہونے کی) لگاتے ہیں تو آپ نے مجھے کہا کہ ان سے زبان روکنا اچھی بات ہے پھر (خود چھپا کر) فرمایا اے ابوحمزہ اللہ کی قسم سب لوگ بجز ہمارے شیعوں کے بدکار عورتوں کی اولاد ہیں۔

یہیں حاشیہ پر ہے یقذفون ای بالزنا کہ شیعہ اپنے مخالفین پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔
[illegible] کہ چور دوسرے کو بھی چور سمجھتا ہے) فیروز اللغات ص۱۵۴ پر ہے بغی۔ ۲۔ زانیہ۔ زانی بدکار
[illegible]رت۔ مصباح اللغات جلد ا ص۶۷ پر ہے البغی بدکار و زناکار عورت ج بغایا، بغت الامۃ
[illegible]کرنا تو لغت نے اور حدیث میں امام و راوی کی صراحت کے قرینہ نے اولاد بغایا کا معنی بدکار
[illegible]توں کی اولاد متعین کر دیا ہے یہی وہ بدترین گالی ہے جس پر ۸۰ درے حد قذف لگتی ہے
[illegible]س کے علاوہ کیا کہیں کہ اس حمام میں شیعہ امام راوی مصنف سبھی ننگے ہیں (معاذ اللہ)
[illegible]اجی آوارہ لڑکیاں (برائے متعہ) آپ کو مبارک۔ آپ برابر بھی اپنی قسمت پر کھیے کہ تین دو نے

چھ سمتوں سے اللہ آپ کو اس سے نوازے۔ اب بہتری اسی میں ہے کہ یہ مناظرانہ گالی گلوچ
کو مثبت رنگ میں ۳۱۳ مومن تیار کریں کہ ۱۴۰۰ سال سے آپ کے ذمہ امام کا قرض ہے۔

۸۔ اہل شام و اہل مکہ کو حقائق دہرانے کے نام سے گالیاں آپ نے صحیح تسلیم کر لی ہیں یہی تو کہتے ہیں کہ آپ کی ساری تاریخ انفرادی تمام قصص و روایات گالیوں اور فحش بیانیوں کا ملغوبہ ہیں تبھی تو ہم آپ سے الگ قرآن و سنت صحابہ اہل بیتؓ اور امت کے اجماع کی جرنیلی سڑک پر رواں دواں ہیں۔ صفحہ پر آپ کا جوابی مضمون بے کار ہے کیونکہ ہم شاگردوں کے ساتھ تمام گھر والوں بیویوں چار بیٹیوں تین دامادوں سب پر اعتماد کرتے ہیں اور سب کی تعظیم کرتے ہیں دختر اور نواسہ کو ہم نے کچہریوں میں نہیں بلایا۔ رسول اللہ کے حلال کو کوئی امتی حرام نہیں کرتا یہ صرف شیعہ اماموں کا پیشہ ہے کہ ہر دور میں نئے حلال و حرام حسب چاہت دیتے ہیں (کافی)

صحاح میں جن لوگوں پر حضورؐ کی لعنت کا ذکر ہے خاص وہ کفار و مشرکین دشمن صحابہؓ تھے یا بیر معونہ ۷۰ اصحاب رسولؐ کے قاتل تھے پھر اللہ نے اس سے بھی روک دیا کہ آپ کو (ان کے معاملے میں کوئی اختیار نہیں یا ان کو اللہ توبہ کی توفیق دے یا ان کو سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ (پ ۴ ع ۴) قرآن میں لعنت ظالموں کافروں اور جھوٹوں، حق چھپانے والوں اور منزل قرآن کو مستور کرنے والوں پر آئی ہے۔ ذرا اپنے عقائد و اعمال اور ائمہ کا قرآن چھپا لینے کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجئے کہ لعنت کریں یا نہ۔ لعنتی ایک منسوب مصدر ہے جو کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے جیسے حلوائی حلوا پکانے والا رافضی عقیدت صحابہؓ اور نصرت اہل بیتؓ کو چھوڑنے والا حرامی (جدید عربی اصطلاح میں) چور اور ڈاکو (یعنی حرام کام کرنے والا۔ اسی طرح آپ کو لعنتی بمعنی ملعون (مبنی للمفعول) ہونا ناپسند ہے تو فاعل والا معنی لعنت باز (لعنی) ہونے پر فخر کیجئے۔ جی ہم بار بار حضور علیہ السلام کے یاروں خسروں دامادوں بیویوں بیٹیوں اور بعض اولاد کو موضوع سخن صرف ان کی مدح و ستائش اور ان سے جعلی مطاعن و معائب کا دفاع کرنے کے لیے بناتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ راضی ہو جائیں اور آپ سے خدا اور رسول ناراض ہی اس لیے ہیں کہ آپ ان تمام قرابت داران پیغمبر کو لعنت و بدگوئی کا (باقرار خود) نشانہ بناتے ہیں

لڑکی بیوی کی مثال میاں ان فٹ ہے کیونکہ وہاں کفر و اسلام کا فرق تھا اور اس وقت مومن و کافرہ میں نکاح جائز تھا جبکہ اس امت میں حرام ہے تمام کلمہ شہادتین پڑھنے والوں کو مسلمان کے احکام حاصل ہوں گے تو ان کی غیبت حرام ہو گی ایسے سچ صداقت اور حقیقت و انصاف سے خدا نے خود دامن، چھڑانے کنی کترانے اور منہ موڑنے کا حکم دیا ہے اور تعمیل قرآن ہی بہترین اخلاق ہے پس چودہ سو سال سے غدا شیعوں کو اسی لیے تو رُلا پیٹا رہا ہے کہ ان کے اپنے ہاتھوں کے کرتوت سے اہل بیتؓ رسول کو مصائب اٹھانے پڑے ان سے بد دعائیں لیں اور کفار سے بڑھ کر جرائم کے مرتکب ہو گئے۔

جانب داری کیوں؟:۔

اگر آپ تحصیل علم کی خاطر پوچھتے ہیں شکوک و تنازعات کو سامنے لاتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کے نظریات کھل کر سامنے آجائیں تو کیا وجہ ہے کہ یہ شکوک و تنازعات پر بحث آپ اصحابؓ رسولؐ میں منحصر سمجھتے ہیں خود شیعوں کے کئی فرقوں کے بارے میں نہیں کرتے۔ سادات کے آپس میں تنازعات ہاشمیوں کے اختلافات۔ کہ ہر بات تاریخ اور کتب شیعہ میں موجود ہے کو سامنے نہیں لاتے۔ اگر اسے اپنی ملی و قومی کمزوری پر منتج مانیں گے تو پوری مسلمان برادری کو اسی نگاہ سے دیکھیے۔ "نہ غیبت کیجئے نہ جسد ملی کے پرانے زخم ہرے کیجئے" زکوٰۃ ایک شرعی فریضہ تھا نماز کی طرح اس کے منکروں کا یہی انجام ہونا چاہیے تھا جو مسیلمہ کذاب کا ہوا مگر ابو بکرؓ دشمنی میں آپ ان کو مسلمان بتانے لگے تو کیا ہاشمی صحابہؓ حضرت علیؓ و اہل بیت نے بھی ابو بکر کا ساتھ دیا تھا یا ان منکرین زکوٰۃ کے ساتھ مل گئے تھے؟ ابن زیاد کو شیعہ گنوانے میں آپ ہمیں تاریخ دانی کا طعنہ دیتے ہیں تو وضاحت یہ ہے کہ زیاد بن ابو سفیانؓ حضرت علی المرتضیٰؓ کی وفات تک کٹر شیعہ تھا حضرت علیؓ نے (بقول شیعہ اس بن باپ کو) فارس کا گورنر بنا رکھا تھا اس کا بیٹا اپنے باپ شیعہ ہی کی پرورش میں جوان ہوا۔ اور انتظامی لیاقت کی تربیت پائی۔ پھر باپ بیٹے کی سیاسی وفاداریاں حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو گئیں یہی تو ہم کہتے ہیں کہ دشمن کو دشمن جاننے کے جذبے سے جو بھی شیعہ اہل بیت بنا بالآخر وہ غدار ہو کر اہل بیت کا ہی دشمن و قاتل ثابت ہوا۔ سکندر مرزا یحییٰ کا تشیع اور سیاہ کارنامے ہر کسی کو معلوم ہیں بھٹو صاحب نے

اہل تشیع کیلئے کلمہ طیبہ اور نصاب دینیات کی علیحدگی سے لے کر ذرائع ابلاغ میں ماتم نوازی تک کیا کچھ نہیں کیا پھر تحریک قومی اتحاد کے آخری عروج کے دور میں تمام شیعہ نے بھٹو کا ساتھ دیا پھر جعلی الیکشن میں ان کی کامیابی پر یوں شادیانے بجائے، ملت شیعہ نے پورے ملک میں قائد عوام جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت پر بھرپور اظہار اعتماد کیا اور خدا نے ہم کو تاریخی فتح سے ہمکنار فرمایا (سید نصیر الاجتہادی رکن مرکزی تنظیم عزا کراچی) بحوالہ جنگ کراچی ۱۱ مارچ ۱۹۷۷ء اب بھی ہمدردیاں پی پی پی کے ساتھ ہیں۔

کیا مذہب شیعہ ضامن نجات ہے۔؟

ہم نجات شیعہ کے منکر ہیں مجیب سے مثبت موضوع پر دلائل نہ پانے کے بعد ہم نے قرآنی عقلی اور مشاہدہ پر مبنی منفی دلائل دیئے۔ یہ دنش شرائط مجوزہ کے خلاف ہرگز نہ تھے مگر ان کی روشنی میں مفصل بھی لہٰذا تھے کہ ان کا استعمال اولاً مدعی کو پھر مدعا علیہ مجیب کو کرنا تھا جب شرط نہیں تو جرا کیسے۔ موصوف نے ہمارے پیش کردہ دلائل کا جواب اور توڑ تو نہیں کیا ہاں ان الزامات کو اپنی تائید سے مبرھن کر دیا اور ہمارا مدعا بخوبی حاصل ہو گیا۔ اب ہم مختصراً ان کے ارشادات مع تبصرہ آپ کو سناتے ہیں۔

شیعہ کی توحید دشمنی :-

ہم نے اسلامی توحید کے نکات اور خدائی مخصوص صفات پ۲۰ ص۱ کے حوالے سے سپرد قلم کیں جہاں اللہ نے چھ مرتبہ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ (کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے دیکھیئے ترجمہ مقبول) فرمایا ہے اور غیر خدا سے ان تمام صفات کی بصورت استفہام انکاری نفی کی ہے۔ شیعہ مولف کا چونکہ قرآن پر ایمان ہے ہی نہیں لہٰذا وہ اسے میری تشریح کہہ کر فرماتے ہیں "آپ جناب کی یہ تشریح میرے نزدیک خدائے لم یزل کی ذات لا محدود کو محدود ظاہر کرتی ہے لیکن شیعہ توحید یہ ہے کہ یہ صفات خدا نے اپنی مخلوق میں بھی پیدا کی ہیں آج زمانہ سائنس کا ہے .... وہ سائنس دان مصنوعی بارش برسا سکتا ہے فصل اگا سکتا ہے آسمانی ہواؤں کا رخ موڑ سکتا ہے الغرض مذکورہ بالا سب باتیں کر سکتا ہے ص۱۱۱ نیز اگلے صفحے پر ہے کہ جو امور آپ اپنے خدا کے لیے اس کے اِلٰہ ہونے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں یہ سب شیعہ کے اعتقاد کردہ خدا کی مخلوق کے ہاتھوں ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا نتیجہ

یہ نکلا کہ سنی نظریہ سے اللہ شیعہ کے مخلوق کے برابر ہے اور شیعہ اپنے اللہ تعالیٰ کو ایسا عظیم ترین خالق مانتے ہیں کہ اس کی مخلوق یہ سب کام کر سکتی ہے کہ خالق نے ان کو اس کی قوت بخشی ہے پس شیعہ توحید سنی توحید سے قوی ترین ہے ص۱۱۳۔

جواب ۔ شیعوں کا ایک فرقہ غالیہ اور مفوضہ کا ہے جو حضرت علی رضؓ و ائمہ کو خدا کی صفات و کارنامے سونپتا ہے کہ خدا ان کو پیدا کر کے فارغ ہو گیا اب کائنات کی سب خلق و تکوین اور نظم و تدبیر ان کے سپرد ہے حلال و حرام میں وہ خود مختار ہیں اس فرقے پر ائمہ نے لعنتیں کی ہیں رجال کشی اور من لا یحضرہ الفقیہ وغیرہ میں اس کی تفصیل ہے۔ ہمارے مشتاق صاحب چونکہ یہی عقیدہ رکھتے ہیں لہٰذا وہ کھل کر خدا اور مخلوق کی برابری کے قائل ہیں اور شرک عطائی کرتے ہیں حالانکہ سارا قرآن اس کی تردید میں اترا ہے کیونکہ مشرکین خدا کو خالق السماء والارض، مدبر، رازق، آنکھ، کان، دل کا مالک، محی، ممیت (پ۱۱ ع ۹ پ۱۸ ع ۵) وغیرہ مان کر پھر بزعم خود خدا کو "سخی بتاتے ہوئے" یہ صفات مخلوق کو دینے کے قائل ہو گئے تھے پھر ان سے حاجات مانگتے اور ان کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے تھے ان کو عالم الغیب مختار کل مانتے اور ان کی یادگار انسانی مجسموں کے آگے جھکتے، منتیں مانتے اور ان کے نام کے نعرے و ورد کماتے تھے جس میں شیعہ اور جاہل مسلمان منہمک ہیں۔ مشتاق صاحب ولی بمعنی صاحب اختیار لے کر حضرت علی رضؓ کو مختار و قادر بتلاتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے "کہ کفار نے اللہ کے سوا ولیلو بتلیئے حالانکہ صرف اللہ ہی ولی (مختار و قادر و مددگار ہے) وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے پ۲۵ ع ۲) سائنس کا خاصہ مادہ یا کسی چیز کو پیدا کرنا نہیں بلکہ مختلف مخلوق مادوں کی ترکیب اور جوڑ توڑ سے نئے منافع معلوم کرنا ہے۔ اور یہ علم و فن کی ترقی عالم اسباب کے تحت جاری ہے مصنوعی بارش برسانے پر یہ لطیفہ یاد آ گیا کہ فرعون سے لوگوں نے کہا تھا آپ جب ہمارے خدا ہیں تو بارش برسا دیجیئے وہ حیران رہ گیا اپنے وزیر شیطان سے مشورہ کیا تو اس نے کہا گھبراؤ مت میں اپنے تمام شیطانوں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اس علاقے میں اکٹھے پیشاب کریں گے تو ان کے قطروں سے بارش بن جائے گی ابھی تک تو ایسی سائنسی بارش نہیں برسی۔ فرض کیجئے کہ کسی ساحل سمندر پر ایسا

کر بھی دکھایا جائے تو کیا واقعی حقیقی بارش کے اثرات و فوائد اس سے حاصل ہو جائیں گے اور
کا فرق نہ ہوگا شکر ہے کہ پودوں پر چھاننی سے چھڑکاؤ کرنے والے مالی کو موصوف نے بارش برسانے
والا خدا نہیں کہہ دیا اگر کہہ دیتے تو ہم کونسی آیت سے اس کا منہ بند کرتے۔ میں منکرِ توحید قرآنی شاتی
سے کہوں گا کہ وہ نہج البلاغہ کا پہلا خطبہ دیکھ کر ہی اس ژاژ خائی سے توبہ کرلیں۔

۲۔ میں نے مکی زندگی میں تیرہ ۱۳ سال تبلیغ توحید کی وضاحت پوچھی تھی کہ صرف ایک گھنٹہ کی تقریر میں اس کا مفہوم خلاصہ بتا دو۔ چونکہ اس نکے صاف منکر ہیں فرماتے ہیں "تو میں کہتا ہوں توحید پر تقریر کی ضرورت تب محسوس ہو جب کوئی منکر توحید ہو۔ ہمیں ایسا کوئی خدشہ نہیں بحمد اللہ ہم خالص موحد ہیں" یعنی آپ پر جب منکر ہونے کا الزام ہے تو ہمیں بھی وہ توحید کی تقریر سنا دو جو قرآن کے معارض نہیں۔ شیعہ تفسیر مجمع البیان جلد ۴ ص ۲۶۹ سورۃ قصص کے آخر میں ہے وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ۔ یعنی اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو اور اللہ کے سوا اپنی حاجتیں کسی اور طرف سے مت مانگو" اب یا علی مدد کہہ کر آپ سے مدد و حاجت چاہنا آپ کو خدا ماننا اور توحید کا انکار کرنا ہے۔ جب آپ بتوں کی حقیقت کا بیان اور ان کی تعظیم سے انکار نہیں کر سکتے تو آپ میں اور بت پرستوں میں فرق کیا رہا؟ خیر الرازقین اور احسن الخالقین سے آپ کے شبہ کا جواب مفسر طبرسی نے یہ دیا ہے۔

اس میں دلیل ہے کہ اسم خلق کبھی غیر اللہ پر بولا جاتا ہے مگر حقیقۃً خلق کرنا صرف اللہ وحدہ کا خاصہ ہے کیونکہ خلق سے مراد کسی چیز کی بنی تلی ایجاد ہے کہ اس میں تفاوت نہ ہو تو یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہو سکتا ہے اس کی دلیل للہ کا یہ ارشاد ہے سنو! مخلوق بنانا اور اختیار والا ہونا صرف اللہ کا کام ہے (مجمع البیان جلد ۳ ص ۱۰۱ پ ۱۸)

۳۔ ہم نے شیعوں کے دراصل منکر نبوت ہونے پر ص ۴۱ تا ۴۳ سچا مذہب کیا ہے پر جو مشاہداتی دلائل دیئے ہیں موصوف نے ان کو سچا جانا ہے تبھی تو ان کا توڑ نہیں کیا۔ ہاں خود کو مسلمان باور کرانے کے لیے عقیدہ و عمل سے تہی یہ زبانی دعویٰ کیا ہے" ان (رسولؐ) کی اتباع کو دراصل خدا کی اتباع سمجھتے

ہیں ان کے اصحاب اخیار کی دل و جان سے عزت و تکریم کرتے ہیں ان کے مشن کو کامیاب سمجھتے ہیں" اس بات کو سچا سمجھ کر جس دن آپ نے عمل کر دکھایا تو سنی و شیعہ کا فرق مٹ جائے گا۔

نمبر ۴۔ کا کوئی جواب نہیں۔ صرف مفسدانہ انداز اور شاطرانہ چال کا ہم کو طعنہ مل گیا۔

۵۔ تحریف قرآن کی بحث بھی لاجواب ہے۔ شیعہ کا ۳۰ پارے قرآن پر اعتماد ممکن ہی نہیں کہ یہ نقلی ہے اور ایمان ہمیشہ اصل پر ہوتا ہے اور وہ امام مہدی غائب کے پاس محفوظ ہے۔ اجماع اور قیاس کا انکار کرنے والوں نے اہل سنت کی طرح اب فقہ کے چار ماخذ تسلیم کر لیے ہیں (الحمد للہ) قرآن مجید، سنت رسول، اجماع علماء اور عقل سلیم" غیر منصوص مسائل میں قرآن و سنت سے عقل سلیم کی روشنی میں راہنمائی ہی قیاس کہلاتی ہے جسے شیعہ بھائی فقہ شیعہ معقول کہہ کر غیر شیعہ کو قیاسی کا طعنہ دے رہے ہیں۔

۶۔ کے حقائق کو ہڑپ کر گئے یعنی تسلیم کر لیا کہ شیعہ کا عملاً قرآن و سنت پر ایمان نہیں ہے اپنا خیال ذاکر کا فتویٰ روایت امام کافی ہادی ہے۔

ختم نبوت کا انکار:۔

۷۔ میں نے عقیدہ امامت کو ختم نبوت کا انکار کہا تھا موصوف نے نبوت کے تمام خصائص کے ساتھ اجراء امامت مان کر ہمارا دعویٰ تسلیم کر لیا ہے پھر کتاب و سنت نبوی کے ہادی نہ ہونے پر یہ دلیل بھی دے دی ہے" ہم کتاب اللہ کو خاموش کتاب اور ائمہ اطہار کو ناطق کتاب مان کر کتاب و معلم دونوں سے فیض حاصل کرتے ہیں" مگر جب غیر نبی یہ معلم بھی کتاب بغل میں لے کر چھپ جائے اور بارہ سو سال سے دنیا اس کی راہ تکتی رہے تو فیض کس معلم سے پائے اور پھر تعلیمی پیریڈ میں غائب معلم کے بارے میں کیا رائے ہو گی۔ بے شک جس قوم و ملت کی مرکزیت ایک نہ ہو وہ کمزور ہوتی ہے مگر یہ بھی اہل سنت کی دلیل ہے کیونکہ ان کا خدا حاجت روا و مشکل کشا ایک، تا قیامت نبی و معصوم ایک کتاب ایک اور امت ایک ہے جبکہ شیعہ کے حاجت روا اور معصوم ہادی ایک کے بجائے بارہ ہیں، ہر زمانے کا الگ الگ ہے اور اماموں کی نسبت سے بننے والے

فرقے بھی الگ الگ ہیں اور کتاب و سنت کی مرکزیت تو ہرگز حاصل نہیں ہے کہ کتاب کو جانو کما سنت کو بھلا دیا امام کو غائب کر دیا۔ "امامت منصوصہ معصومہ" کا دعویٰ درحقیقت نبوت کا دعویٰ ہے صرف نام کا فرق ہے اصول کافی میں باب ہے ائمہ گزشتہ انبیاء کی طرح ہیں ان کو نبی کہنا مکروہ ہے اور مجلسی نے حق الیقین میں لکھا ہے کہ امام حکمی نبی ہوتا ہے شیعوں میں بھی جھوٹے متنبی بہت ہوئے ہیں دو گواہ کافی ہیں حسن بن صباح اسماعیلی باطنی اور مختار بن عبید ثقفی جسے امام زین العابدینؒ وغیرہ نے تو جھوٹا اور ملعون کہا مگر موجودہ شیعہ اسے اپنی بڑی سرکار مانتے ہیں کہ انتقام حسین کے بہانے ستر ہزار مسلمانوں کا خون پیا اور محمد علی باب کا بہائی مذہب اب بھی ایران میں موجود ہے وہ اسماعیلی شیعہ تھا

۸۔ حضرت عیسیٰؑ کے بعد حجت خدا انجیل تھی اور اب حجت کتاب اللہ و سنت نبوی ہے۔ دنیا کو وجود امام کی بدولت قائم ماننا شیعی تخیل ہے۔ آپ نے سورت قدر کی تحریف کی ہے کہ جبرائیل کل امر لے کر ایک ہستی (مہدی غائب) کے پاس آتے ہیں اپنی تفسیر مجمع البیان جلد ۵ ص۵۲۰ دیکھیے۔ تنزل الملائکہ یعنی فرشتے اترتے ہیں اور روح یعنی جبرائیل لیلۃ القدر میں زمین تک تاکہ اللہ کی تعریف اور تلاوت قرآن وغیرہ اذکار (مسلمانوں سے) سنیں۔ ایک قول یہ ہے تاکہ وہ اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو سلام کہیں ..... پھر آگے ص۵۲۱ پر ہے کہ سلام کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں اور عبادت گزاروں پر سلام ہو کہ اس رات میں جب بھی فرشتے ان کو ملیں تو ان کو اللہ کی طرف سے سلام پہنچائیں" اس میں زمانے کے اولیاء اللہ اور عابد مراد ہیں حضرت مہدی کی صراحت کہیں نہیں ہے۔

حق و باطل کا معیار :۔

۹۔ کثرت و قلت کی بات ہم شروع میں کر چکے ہیں یہ آپ نے درست کہا "کہ حق و باطل کیلئے تعلیمات معیار ہوتی ہیں" تو ان کی اتباع کر کے سچے ہونے کا ثبوت دیں اشخاص پرستی اور امامت کے جھگڑوں کو چھوڑیں۔ سنی تعلیمات محمدی پیش کرتے ہیں اور بحمد اللہ اس پر عامل ہیں جبکہ آپ

نے تعلیمات ائمہ کا نام لے کر ان کے خلاف اپنی خصوصیت اور لڑنے مرنے کا معیار بدعات، عزاء نعرہ بازی اور طعن و بدگوئی کو بنا رکھا ہے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر آپ تعلیمات ائمہ کو ہی ٹھیک اپنا لیں تو سنی شیعہ آویزش بہت کم ہو جائے گی۔ سچی اور معقول تعلیمات اپنے پیروکاروں میں صداقت کی تاثیر پیدا کرتی ہیں ان کی کثرت اور معیاریت سے تعلیم و معلم کی صداقت پر استدلال درست ہوتا ہے جیسے مصنوع کی خوبی سے صانع کی لیاقت پر استدلال اور شاگردوں کی قابلیت سے استاذ کی عظمت پر استدلال فطری و معقول ہے۔ نام نہاد شیعہ اماموں کی گواہی سے فیل ثابت ہوں اور جماعت صحابہ کی کامیابی پر خدا و رسول کی شہادت کے علاوہ سب دنیا گواہی دے یہ اس بات کی کافی دلیل ہے کہ شیعوں کا مذہب خود ساختہ ہے اور صحابہ کرامؓ کا تعلیم اور تزکیہ نبوی کا نتیجہ ہے۔

آپ کا مصدقہ امام کا قول "شیعہ فیل ہیں" اور خدا کا فرمان "بجز ایمان و اعمال صالحہ والوں کے سب انسان خسارے میں ہیں زمانہ گواہ ہے"۔ آپس میں مخالف نہیں ہے یہی تو میری دلیل بن گئی ہے۔ کہ خدا و امام کے فیصلے کے مطابق ایمان و اعمال صالحہ سے محروم شیعہ فیل و ناکام ہیں۔ فرمان امام "شیعہ علیؓ وہ ہے جو اپنے قول و فعل کو سچ کر دکھائے" کی تصدیق میں آپ فرماتے ہیں پس یہی شیعہ کی تعریف ہے اور وہ ناجی ہے" ص۱۱۶۔

محترم! آپ کا یہ مجھ پر بڑا احسان ہے کہ یہ مان کر آپ نے اپنی ساری محنت پر پانی پھیر دیا میرے مدعا اور محنت کو بار آور کر دیا کیونکہ شیعہ کی یہ تعریف آپ کے خاص فرقہ کی نہ رہی۔ ہر متبع مسلمان اس میں شامل ہو گیا پس جہاں کہیں شیعہ کی مدح احادیث میں آئی ہے اس سے مراد تابعدار و محب مسلمان ہیں نام نہاد رافضی فرقہ نہیں جیسے اہل قرآن اہل حدیث کی تعریف قرآن و حدیث میں آئے تو اس سے یہ مسمیٰ فرقے مراد نہ ہوں گے بلکہ قرآن و حدیث پر عمل کرنے والے تمام مسلمان مراد ہوں گے نا جیسے ہیں وہ قرآن و حدیث اور اپنی کتب میں سنت اور اہل سنت کی تعریف دیکھ کر آپ بھی اس کا مصداق بننے کی کوشش کرتے ہیں اس سے ان

ہیں (غیر معلوم الصحۃ) روایات کا جواب ہو گیا جو آپ نے شیعہ کے فائز ناجی اور جنتی ہونے پر لکھی ہیں کہ اس سے مراد خاص نام نہاد شیعہ فرقہ نہیں بلکہ سب تابعدار مسلمان مراد ہیں کہ تعریف لغت اور مصداق کے لحاظ سے ہے تسمیہ و شہرت کے لحاظ سے نہیں ہے۔

۱۰۔ حضرت مہدیؒ کے علامت قیامت اور خلیفہ عادل ہونے سے ہم منکر نہیں جب آپ تسلیم کرتے ہیں" اور ابھی تک ۳۱۳ معیاری مومن نہیں ہوتے" تو یہی بات شیعہ کے غیر ناجی اور فاسد المذہب ہونے کی دلیل ہے آخر غیر مومن اور غیر معیاری مسلمان کو تو آپ ناجی نہیں مانتے تو جس قوم میں ۳۱۳ مومن تاہنوز پورے نہ ہوئے اس کو شرم کے مارے ڈوب مرنا چاہیئے۔ جب وہ اپنے سچے ناجی اور مومن ہونے کا دعویٰ کرے، اب جبکہ مصلحت خداوندی سے ہم اصدیوں میں ایک فی لاکھ بلکہ فی کروڑ بھی مومن و ناجی نہ نکلا تو "شیعہ ضرور ناجی ہے" پر آپ کا زور دینا چوری اور سینہ زوری ہی ہے۔ جس نصاب کو پڑھ کر سبھی طلباً فیل ہو جائیں وہ نصاب درست یعنی مذہب شیعہ سچا ہرگز نہیں ہو سکتا ہاں" اپنے منہ سے اپنی لسی کو کھٹا کوئی نہیں کہتا" سچی بات ہے۔ ازالۂ شبہ کے جواب میں آپ کا یہ استدلال" کہ گناہ گار ترین طبقہ مذہب شیعہ کیطرف مائل ہوتا ہے تو یہی مذہب سچا ہوا" خام خیالی ہے کیونکہ گناہ گار ہو کر توبہ و نجات کے لیے کوئی مذہب اپنانا اور بات ہے۔ اور ایک مذہب اپنا کر نجات کے بھروسے گناہوں پر جری اور ڈٹے رہنا" کچھ بھی ہو پرواہ نہیں عاقبت فاطمہ کے لال کے صدقہ میں سنوری ہوئی ہے" اور بات ہے پہلی بات مسلمان ہونے والے مومن و تائب کی نشانی اور مذہب کی سچائی کی دلیل ہے اور دوسری یہود و نصاریٰ کے عقیدہ کفارہ کا عکس ہے۔ اگر کوئی برا فاسق شیعہ بن کر صالح بن جاتا جیسے آج کل تبلیغی جماعت میں شامل ہونے سے بالعموم یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے تو یہ قابل نجات سچا مذہب سمجھا جاتا لیکن جب اس میں قاری قرآن نمازی، باریش درود خواں جیسا نیک داخل ہو کر مبغض قرآن مرثیہ خواں بے نماز قاطع اللحیہ اور لاعن بن جاتا ہے تو یہ جھوٹے مذہب کے اثر سے ہی بنتا ہے۔ خود مشتاق صاحب اپنی اگلی اور پچھلی حالت

کا عمل سے موازنہ کریں ہماری تصدیق کریں گے۔

"نجات شیعہ کی چند روایات پر ایک نظر"

آخر میں آپ نے (درمنثور) کے حوالہ سے جابر بن عبداللہ کی ایک حدیث پیش کی ہے آپؐ نے فرمایا یہ (علی) اور اس کے شیعہ (تابعدار) جنت تک پہنچنے والے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا یہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور تم سب سے زیادہ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔" گزارش یہ ہے کہ ہم نے اصل کتاب میں یہ روایت دیکھی ہے اس کی سند موجود نہیں مخرج عنہ کتاب (ابن مردویہ) غالباً دنیا میں چھپی نہیں ہے تو خود آپ کے بقول بے سند اور غیر معلوم الصحۃ روایت سے استدلال درست نہیں ہے علاوہ ازیں یہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (بینہ پ۳۰) کی تفسیر میں ہے آیت کے الفاظ اور حضورؐ کا حضرت علیؓ کی مدح میں ایمان اور اس کی پابندی کا ذکر اس کا قرینہ ہے کہ حضرت علیؓ کے پیروکار اور مومنین صالحین مراد ہیں نام نہاد شیعہ فرقہ مراد نہیں ہے حالانکہ ان کے اہم فرقوں کا ہر فرد شیعہ ہونے کا مدعی ہے مگر کوئی دوسرا فرقہ اسے یہاں سے استدلال اور جنتی کہلانے کا حق نہیں دیتا۔ اسی طرح اہل سنت کہتے ہیں کہ یہاں سے مراد شیعہ امامیہ ہرگز نہیں بلکہ لغت و مصداق کے لحاظ سے تمام مسلمان تابعدار مراد ہیں۔ ان کا پہلا طائفہ صحابہ کرامؓ کا ہے کہ دیگر سینکڑوں مقامات کی طرح یہاں بھی ان کو رضی اللہ عنہم کے تاج اور جنتی ہونے کے لباس سے نوازا گیا ہے۔ پھر بشمول حضرت علیؓ و اہل بیتؓ تمام صحابہؓ رضوان کو ماننے والے اہل سنت والجماعت مسلمان ہیں ۳۱۳ امام مہدی کے پیروکار بھی ان میں شامل ہیں جبکہ شیعہ ان میں سے کسی جماعت میں شامل نہیں ہو سکے۔ دوسری روایت یہ پیش کی ہے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جو چار شخص سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے وہ میں (محمدؐ) اور تو (علیؓ) حسنؓ اور حسینؓ ہیں اور ہماری اولاد ہمارے پیچھے اور ہمارے ازواج ان کے بعد اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے (طبرانی فی المعجم الکبیر)۔

یہ روایت بھی بلاسند اور بلا توثیق و صحت نقل کی ہے خود مشتاق کے اصول کے مطابق جواب کے قابل نہیں پھر اس حدیث کا مفاد شیعہ کے خلاف ہے اہل سنت کے نہیں کیونکہ چاروں حضرات ان کی اولادیں اور ان کی بیویاں یعنی حضور علیہ السلام کی گیارہ بیویوں کے جنت میں ہونے کے ہم قائل ہیں۔ پھر ان کی پارٹی والے اور طرفدار ہم ہی ہوتے اور انشاء اللہ جنت میں جائیں گے۔ شیعہ حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کو جنتی اور مومنات نہیں مانتے۔ حضرت حسنؓ کی بعض بیویوں کو بھی نہیں مانتے کہ ایک ان میں ابوبکرؓ صدیق کی بھانجی تھیں حضرت حسینؓ کی بھی نہیں مانتے۔

لہذا جب وہ اس حدیث کے مطابق ان کی بیویوں کی نجات کے قائل اور طرفدار و شیعہ بن ہی نہ سکے تو استدلال کیسا۔ یہاں شیعہ سے مراد تابعدار رسولؐ و اہل بیتؓ و ازواجؓ ہیں رافضی فرقہ اثنا عشریہ نہیں ورنہ ان کی کوئی خاص علامت یا عقیدہ کی بات مذکورہ ہوتی۔ سب سے آخر میں مشتاق نے ایک یہ روایت پیش کی ہے۔ "کہ رسولؐ نے فرمایا۔ یا علی انت و شیعتک فی الجنۃ۔ مناقب صحابہ صـ۶۵۹ علامہ مرندی"۔

ہمیں اپنے محدود علم کے مطابق علامہ مرندی کی ثقاہت یا ضعف کا تو علم نہیں کہ ان کی کتاب کے معتبر و غیر معتبر ہونے کی رائے دیں البتہ کتب موضوعات میں اس روایت کا سراغ ملا ہے ابو نعیم کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے شعبی نے صرف عصام سے لکھی ابن جوزی کہتے ہیں اس کی روایت میں سوار ہے۔ اسے امام احمد، یحییٰ بن معین اور نسائی نے متروک کیا ہے (العلل المتناہیہ لابن الجوزی صـ۱۵۸) اگر شیعہ بھائی کو اس کی صحت پر اصرار ہو تو اس کا اگلا حصہ یہ ہے" وسیاتی قوم لہم نبز یقال لہم الرافضۃ فاذا لقیتموہم فاقتلوہم فانہم مشرکون"۔ اے علیؓ جلدی ایک قوم (بنام شیعہ) پیدا ہوگی ان کو رافضی کے برے لقب سے یاد کیا جائے گا، تو جب ان سے ملے ان سے جنگ کرنا کہ وہ مشرک ہوں گے۔ تو پوری حدیث تابعداران علیؓ (اہل سنت والجماعت) کی تعریف میں ہے شیعہ رافضہ کی تو اس نے جڑیں کاٹ دیں۔ تمام مباحث کا اصلی مقصد درد "نجات شیعہ" کے موضوع پر شیعہ مولف صرف یہ تین غیر

بڑا شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا۔

اور لطف یہ کہ تینوں روایات شرائط مسلمۃ الطرفین (خط نمبر ۳) کے خلاف ہیں۔ کیونکہ "شرط نمبر ... میں تھا آپ بخاری مسلم ابوداؤد، ترمذی کی صحاح اربعہ سے استدلال کے پابند ہوں گے" اور یہ روایتیں صحاح اربعہ تو کجا مرویات کی سب سے کمزور کتابیں "طبقہ چہارم" کی غیر معلوم السند والصحۃ ہیں۔ شرط نمبر ۸ میں تھا لفظ شیعہ کا لغوی معنیٰ گروہ جانبدار متبع وغیرہ جو کسی بھی جماعت پر صادق آسکتا ہے محل نزاع سے خارج ہے۔ موضوع مناظرہ صرف وہ شیعہ ہیں جن کی طرف انبیاء کرامؑ مبعوث ہوتے، یا شیعہ اثنا عشری اپنے عقائد و خصوصیات کے ساتھ (سنی سائل کا تیسرا خط) اور ظاہر ہے کہ روایات بالا میں "شیعہ" لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اصطلاحی شیعہ اثنا عشری کے معنوں میں ہرگز نہیں ہوا ورنہ ان کی کسی خصوصیت یا عقیدے کا ذکر ہوتا جس کے اہل سنت منکر ہیں۔ بیشک اہل سنت ہی محب علیؓ اور تابعدار (پارٹی) ہیں کیونکہ آپؐ کا فرمان ہے۔ من مات علی حب آل محمد مات علی السنۃ والجماعت۔ جو شخص بھی آل و پیروان محمدؐ کی محبت پر فوت ہوا وہ اہل سنت والجماعت کے مذہب (ناجی) پر فوت ہوا (کشف الغمہ صـ۱۴۱)

ناجی مسلمان بننے کے لیے سنی عقائد کا اقرار کیا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس مہربان نے اپنے بندہ مہر محمد کو "رحماء بینہم" کے مصداق مہربانان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دفاع کی توفیق دی۔ مشتاق گو ان خطوط کی تاثیر سے بقول خود محروم رہا کیونکہ مسلسل ضد و عناد اور قرآن و حدیث کے انکار کی وجہ سے خدا نے اس کے دل، آنکھ کان پر مہر لگا دی تاہم اس سے دلائل کا جواب نہ بن سکا اور خدا نے ایک جارح اشداء علی اصحاب الرسول کے خلاف مجھے کامیاب کیا اور وہ لچر پوچ رسالہ جواب میں لکھ کر بھی کامیاب نہ ہو سکا اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس نے صـ۱۲۰، ۱۲۱ پر پانچ نمبروں میں "اپنے ناجی و مسلمان" ہونے پر جو عبارات لکھی ہیں وہ مذہب اہل سنت ہی کی ترجمان ہیں۔ مذہب شیعہ کی خصوصیت ایک

بھی نہیں۔ اب یا تو یہ الفاظ مسلمانی جتانے کے لیے منافقانہ ہیں جیسے وہ حضور کی [illegible]
دیتے تھے اور حقیقت میں نہ ماننے کی وجہ سے جھوٹے تھے یا پھر ان سے تشیع [illegible]
الحاد و تحریف سے کام لینا ہوگا میں شیعہ بھائی کے "خدا اور رسول خلفاء راشدین صحابہ [illegible]
ازواج النبی" کے واسطہ کو مانتے ہوئے کچھ ان کے الحاد نشان کراتا ہوں اگر وہ ان کے قائل [illegible]
تو بے شک وہ ناجی اور مسلم ہیں۔ علانیہ اہل سنت کے مذہب میں واپس آجائیں ان کی قدر
کی جائے گی ورنہ وہ خود اپنے قول میں جھوٹے غیر مسلم اور غیر ناجی متصور ہوں گے۔

۱۔ "علی علیہ السلام اللہ کے ولی ہیں اور اس کے رسول کے نائب و جانشین ہیں" اگر ولی سے مراد
دوست ہیں تو درست ہے اگر مختار کل و مددگار آپ مراد لیتے ہیں تو یہ باطل اور شرک ہے پ ۲۵ ع
کا حوالہ لکھ چکا ہوں چوتھے نمبر پر جانشین مراد ہیں تو درست ہے بلا فصل مراد لیں تو جھوٹ او
خلاف واقعہ ہے۔"

۲۔ "نماز روزہ حج زکوٰۃ جہاد عبادات ہیں" فرض جانیں تو درست ہے اگر محض نفلی و مستحب
مانیں نجات کے لیے پابندی ضروری نہ جانیں تو کفر و الحاد ہے۔"

۳۔ "نیکی باعث برکت و ثواب ہے" خدا اور رسول کی اتباع مراد ہو تو درست ہے۔ رونا پیٹنا
لعن طعن کرنا، بدعات نکالنا مراد لیں تو بے دینی ہے۔

۴۔ "برائی مذموم و ممنوع ہے غیبت جنسی تعلق بالرضا گانا بجانا خدا اور رسول کی نافرمانی مراد
ہو تو درست ہے اصحاب رسول کی تعریف اور صبر و عزا کی سنت نبوی مراد لیں تو کفر و فسق ہے

۵۔ "اللہ و رسول و آل رسول کے موذیوں" سے مراد کفار و مشرکین اور جھوٹے محب و پارٹی باز
مراد ہیں تو درست ہے اگر معاذ اللہ حضور کی بیویاں بیٹیاں، داماد، خسر، یار و اصحاب مراد ہیں
تو مذموم سوچ ہے۔

۶۔ اسلام عالمگیر ضابطہ حیات ہے تاجدار عرب خلفاء راشدین اور صحابہ فاتحین کے ہاتھوں
شرق و غرب میں پھیلا جو عملی تجربہ شدہ اسلام مراد ہے تو درست ہے اگر محض کاغذی ناد او

[illegible] عالمگیر کہنا جھوٹ ہے

کتاب اللہ کلام برحق ہے جو اس وقت مسلمانوں کے لیے حجت ہے اس میں تحریف کی گنجائش
نہیں ہے۔ اگر از الحمد تا والناس ۶۶۶۶ آیات والا مسلمانوں کے پاس موجود ۳۰ پارے قرآن مراد ہے
تو درست ہے اگر اس سے بہت کچھ مختلف غار والا اصلی قرآن ناقابل تحریف مراد ہے تو یہ
بدترین تلبیس ہے۔

۸۔ "حضور کے دور میں تکمیل شریعت اور تغیر و تبدل روا نہ ہونے سے مراد قرآن و سنت
نبوی اور بحکم قرآن اتباع مہاجرین و انصار و اتباع "سبیل المومنین" کی پابندی اور بدعات کی مخالفت
ہے تو درست ہے اور اگر نبی کے غیر شاگرد حلال و حرام میں مختار صاحبان وحی و کتاب و معصوم
صاحبان امت (بنام شیعہ) ائمہ اثنا عشر کی اپنی بنائی ہوئی شریعت جعفریہ کو بھی ماننے پر اصرار ہے
تو پہلی بات بالکل جھوٹ ہے۔ براہ کرم ہر اقتباس سے شق اول مراد ہو تو مسلمان و ناجی بن کر ہم
سے معانقہ کر لیں۔ اگر دوسری مراد ہوں تو ان باتوں کو جھوٹا کہہ کر بے شک شیعہ کہلائیں۔

اہل سنت کی وجہ تسمیہ اور صداقت پر بیس احادیث :۔

آخر میں آپ نے پھر وہی لقمہ چبایا ہے کہ اہل سنت والجماعت کا نام قرآن و حدیث سے ثابت
کرو ہم اس کا پورا ثبوت "ہم سنی کیوں ہیں" میں دے چکے ہیں۔ مشکوٰۃ سے احادیث نبوی کی روشنی
میں اہل سنت کی صداقت پر بطور "مشتے از گلزارے" چند دلائل یہ ہیں

۱۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں تو
افطار بھی کرتا ہوں رات کو نماز پڑھتا ہوں تو سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں
فمن رغب عن سنتی فلیس منی۔ جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں
ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ میری سب امت جنت میں جائے گی بجز اس کے جو انکار کرے کہا گیا کون انکار کرتا ہے
فرمایا جو میری حدیث و سنت مانے وہ جنت میں جائے گا اور جو میری نافرمانی کرے وہ منکر ہے
(بخاری)

۳- فرشتوں نے کہا کہ جنت ہے اور اس کی دعوت دینے والے ...
کی پیروی کی اس نے اللہ کی پیروی کی اور جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ کی نا...
ہی لوگوں میں (کفر و اسلام کی) تفریق کرنے والے ہیں۔ (بخاری)

۴- سب سے بہتر کلام کتاب اللہ ہے سب سے بہتر سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے
سب سے بری کلام بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (مسلم)

۵- جس نے میری سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد (کبھی) مردہ ہو چکی تھی تو اسے ثواب
سنت پر عمل کرنے والے جتنا ملے گا۔ (ترمذی ابن ماجہ)

۶- اے بیٹے اگر تجھے قدرت ہو کہ تو صبح شام اس حالت میں کرے کہ تیرے دل میں کسی
کے خلاف کینہ اور بغض نہ ہو تو ایسا کرنا۔ اے بیٹے یہی میری سنت ہے اور جو میری سنت کو
پسند کرے تو وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ترمذی)

۷- جس نے میری سنت کو میری امت کے بگاڑ کے وقت اپنایا تو اس کو ایک سو شہید
کا ثواب ملے گا (مشکوٰۃ ص ۳۰)

۸- جس نے حلال کھایا میری سنت کے مطابق عمل کیا لوگ اس کی تکلیفوں سے محفوظ
ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ترمذی)

۹- میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے اللہ کی
کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت (موطا امام مالک)

۱۰- کسی قوم نے بدعت نہیں نکالی مگر اتنی سنت سے وہ محروم ہو گئی تو سنت کو پکڑے رکھنا
بدعت نکالنے سے بہتر ہے۔ (احمد مشکوٰۃ ص ۳۱)۔ ان تمام احادیث میں حضورؐ نے سنت
کو اپنانے بدعت کو چھوڑنے کا حکم دیا اور مسلمانوں کے کینے سے صاف دل رہنے کو اپنی سنت
بتایا۔ پس اس کو ماننے والے ہی اہل سنت کہلائے یعنی اہل سنت بننے کا خود حضورؐ نے ہم کو
حکم فرمایا ہے۔ اور اہل بدعت و تشیع بننے سے روکا ہے۔

جو شخص میرے بعد زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت کو پکڑنا اور میرے
...ت یافتہ خلفاء راشدینؓ کے طریقے پر چلنا۔ ان دو سنتوں کو مضبوط تھامنا اور نئی باتوں سے بچنا۔
...کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

...- بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹے۔ میری امت ۷۳ میں بٹے گی۔ سوائے ایک کے سب
...زخی ہوں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا وہ ناجی فرقہ کون ہے۔
...ل ما انا علیہ واصحابی (ترمذی) فرمایا اس مذہب کا پیروکار جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

۱...- ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جو سنت پر چلنا چاہے تو وہ فوت شدہ بزرگوں کی سنت پر چلے اس
...ہے کہ زندہ پر آزمائش کا خطرہ رہتا ہے۔ یہ (قابل اتباع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
...صحابہؓ تھے وہ اس امت کے افضل ترین لوگ تھے سب سے نیک دل والے سب سے
...گہرے علم والے سب سے کم تکلف والے تھے۔ اللہ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لیے اور
...نے دین کی سربلندی کے لیے چن لیا۔ لوگو! ان کی شان پہچانو، ان کے نقش قدم کی پیروی کرو
...کی عادات و اخلاق کو حتی الامکان اپناؤ اس لیے کہ وہ (بلاشبہ) صراط مستقیم پر تھے (رزین
مشکوٰۃ ص ۳۲) ان احادیث میں حضورؐ کی سنت کے ساتھ خلفاء راشدینؓ کی سنت اور
...تمام صحابہؓ کی سنت کو اپنانے کا حکم ہے انہی کا پیرو فرقہ ناجی ہے جو الحمد للہ تمام
اہل سنت و الجماعت ہیں۔

۱...- دین اسلام غربت کی حالت میں غریبوں سے ظاہر ہوا تھا اور پھر اسی طرح (غریب)
ہو جائے گا غریبوں کو مبارکباد دو اور یہ وہ لوگ ہیں جو میرے بعد لوگوں کی بگاڑی ہوئی میری
سنت کو درست کریں گے (ترمذی)

۱...- حضرت معاویہؓ مرفوعاً راوی ہیں کہ بہتر فرقے دوزخ میں ہوں گے ایک جنت میں ہوگا
اور وہ (بڑی) جماعت والا ہے۔

۱...- میری امت کو یا امتِ محمدؐ کو اللہ تعالیٰ گمراہی پر جمع نہیں کریں گے اللہ کا ہاتھ جماعت

پہنچے جو جماعت سے الگ ہوا دوزخ میں پھینکا گیا۔ (ترمذی)

۱۷۔ شیطان انسانوں کو ایسے شکار بناتا ہے جیسے بھیڑیا بکری کو جو (ریوڑ سے) ایک طرف کر چلے۔ تم الگ گھاٹیوں سے بچ کر رہو جماعت کا دامن پکڑو عام لوگوں سے ملے رہو۔

۱۸۔ جو شخص جماعت کے مذہب سے ایک بالشت الگ ہوا اس نے اسلام کا پٹا گلے سے نکال دیا۔ (احمد ابوداود) اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۰۳۔

۱۹۔ تم بڑی اکثریت کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں گر گیا (ابن ماجہ)

۲۰۔ جو جماعت مسلمین کا مذہب چھوڑ دے اور امام مسلمین کی بیعت توڑ دے تو وہ خدا کے پاس کوڑھی شکل میں آئے گا۔ (اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۰۳) یہ تمام احادیث اہل سنت کے ساتھ والجماعت بننے کی تاکید کرتی ہیں تو اہل سنت والجماعت سچے ہوئے ان کا نام قرآنی اور حدیثی ہوا۔

شرائط مجوزہ کے تحت مذہب شیعہ کے غیر ناجی ہونے پر چودہ قطعی دلائل

۱۔ حضرت علیؓ نہج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۶ میں فرماتے ہیں

وسیھلك فی صنفان تا ولو كان تحت عمامتی ھذہ۔ ترجمہ، اور عنقریب میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہونگے ایک وہ جو محبت میں غلو رکھتا ہو کہ محبت اس کو خلاف حق راستہ پر لے جاتے اور ایک وہ جو عداوت میں غلو رکھتا ہو کہ عداوت اس کو خلاف حق کی طرف لے جائے۔ میرے متعلق سب سے اچھے وہ لوگ ہونگے جو درمیانی راہ اختیار کرینگے لہٰذا تم درمیانی راہ کو لازم سمجھو اور سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کو لازم سمجھو کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ خبردار جماعت سے علیحدہ نہ ہونا۔ جماعت سے علیحدہ ہونے والا شیطان کا شکار ہے جس طرح وہ بکری جو ریوڑ سے الگ ہو جاتے بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص تم کو جماعت سے علیحدہ ہونے کی ترغیب دے اس کو قتل کر دو اگرچہ وہ میرے اسی عمامہ کے نیچے ہو (یعنی وہ میں ہوں یا میرے نام اور نسبت کی آڑ میں جماعت مسلمہ سے

اہل تشیع کا مذہب نکالے

تاریخ کا ذرہ ذرہ بتاتا ہے کہ اصولی طور پر تین بڑے گروہ ہر دور میں چلے آرہے ہیں سنی، شیعہ، خارجی۔ شیعہ حضرت امیرؓ کے متعلق غالی محبت رکھتے ہیں کہ ان کو عطائی طور پر الٰہ، حاجت روا، مشکل کشا اور تمام خدائی صفات سے موصوف مانتے ہیں نیز نبوت کے نام کے سوا آپ کو رسول اللہؐ کی تمام صفات، کمالات اور حقوق میں شریک اور جزء نبوت مانتے ہیں بلکہ ائمہ کو تمام انبیاءؑ سے افضل مانتے ہیں۔ یہی محبت میں غلو اور افراط ہے حضرت علیؓ نے ان کے ہلاک (اور دوزخی) ہونے کا فتویٰ دیدیا ہے اس کے برعکس خارجی آپ سے دشمنی رکھتے ہیں کہ مومنانہ صفات بھی آپ میں نہیں مانتے۔ ان کی ہلاکت بھی واضح ہے آپ کے بارے میں معتدل عقیدے والا اکثیر اہل جماعت گروہ اہل سنت والجماعت کا ہے جن کو آپ نے خیر اور افضل فرما کر گویا برحق اور جنتی بتادیا ہے اور اس سواد اعظم کی پیروی لازم کردی ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی اس کی تائید میں سن لیں۔

"آپؐ نے فرمایا میری امت کے تہتر فرقے ہوں گے اکثر ہلاک ہوں گے ایک بچے گا جنت میں جائے گا تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا وہ کونسا گروہ ہوگا۔ قال الجماعۃ الجماعۃ الجماعۃ۔ (خصال ابن بابویہ صفحہ ۱۴۱) تو آپؐ نے فرمایا جماعت جماعت جماعت۔ (یعنی چھوٹے فرقوں کے مقابل بڑا حق پرست گروہ"

۲۔ حضرت علیؓ نے فرمایا "میری بیعت ان (مہاجرین والانصارؓ) لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت کی تھی اسی شرط پر جس شرط پر ان سے بیعت کی تھی اب نہ کسی حاضر کو یہ جائز ہے کہ اور کو خلیفہ چنے اور نہ غائب کو یہ اختیار ہے کہ اس کو رد کرے۔ اور بلاشبہ شورائی انتخاب صرف مہاجرین و انصارؓ کا حق ہے پس اگر وہ متفق ہو کر کسی کو امام مقرر کر دیں تو وہی اللہ کی رضامندی ہے پھر اگر کوئی شخص طعن کرکے یا بدعت اختیار کرکے ان کے فیصلے سے نکلے تو وہ اسے بیعت کی طرف لوٹائیں گے اور اگر انکار کرے تو اس سے جنگ کریں گے اس بنا پر

کہ اس نے مومنین کے راستے کو چھوڑ دیا اور اللہ نے اس کو حق سے پھیر دیا (نہج البلاغہ)

حضرت امیر رضؓ نے اپنی حقانیت کو خلفاء ثلاثہ رضؓ کی بیعت سے وابستہ کر دیا۔ اگر آپ کی خلافت مہاجرین و انصارؓ کے انتخاب کیوجہ سے درست ہے تو خلفاء ثلاثہ رضؓ کی یقیناً درست ہے اور اگر بقول شیعہ ان کی درست نہیں تو حضرت علی رضؓ کی بھی درست نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ حضرت علی رضؓ کی خلافت کو برائے نام مانتے اور احکام شرعیہ کے اجراء سے محروم کہتے ہیں اور اس کلام کو الزامی کہتے ہیں حالانکہ یہ الزامی نہیں ہے متفقۃ الطرفین ہے کہ اِنّما حصر کے صیغے سے بیان کیا ہے پھر پ۵ ع ۱۴ کی آیت کا بھی حوالہ دیا ہے کہ مومنین کی اتفاقی راہ کو چھوڑ کر جدا چلنے والا مخالف رسول اور جہنمی ہے۔ حضرت علی رضؓ کے اس فرمان ذخیرہ ایمان سے شیعہ کی ہلاکت واضح ہے اہل سنت کی صداقت اور مذہب شیعہ کے بطلان پر علی رضؓ کا یہ اٹل برہانی فیصلہ ہے

۳۔ شیعہ کا عقیدہ بدا بھی ان کو غیر ناجی اور مذہب کو جھوٹا بتاتا ہے۔ کیونکہ بدا کا معنیٰ ایسی چیز کا معلوم ہونا جو پہلے علم میں نہ ہو۔ کتب لغت میں ہے

یعنی اسے وہ بات معلوم ہوئی جو پہلے علم میں نہ آئی تھی۔ یہی معنیٰ قرآن میں بہت جگہ استعمال ہوا ہے مثلاً۔ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ‘‘اور ان کی کمائی ہوئی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی’’ وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ۔ (پ۲۴ ع ۲)’’ اور اللہ کیطرف سے وہ (عذاب) ان پر ظاہر ہوگا جس کا گمان نہ کر سکتے تھے‘‘۔ شیعہ خدا کو اس عقیدہ کیوجہ سے مستقبل سے جاہل بتاتے ہیں اور اصول کافی میں مستقل ’’باب البدا‘‘ موجود ہے پھر اسے اتنا مقدس کہتے ہیں کہ جب تک یہ عقیدہ پیغمبروں سے نہ منوایا گیا ان کو نبوت بھی نہیں دی گئی۔ پھر مثالیں یہ لکھی ہیں۔

۱۔ کہ اسماعیل بن جعفرؒ کے متعلق خدا کو بدا ہوا تھا یعنی پہلے ان کی امامت کا اعلان کرایا تھا مگر جب وہ امام جعفرؒ کی زندگی میں ہی فوت ہوگیا تو اللہ نے موسیٰ کاظمؒ کی امامت کا اعلان کیا (یعنی اسماعیلؒ کی موت کا علم نہ تھا اگر پہلے سے علم ہوتا تو ان کی امامت کا اعلان نہ کرتا۔)

۲۔ امام مہدیؒ کے خروج کا وقت ۷۰ھ بتایا تھا جب امام حسینؓ کو شہید کر دیا گیا تو خدا کو بدا ہوا اور غصہ سخت آیا تو ان کا خروج لیٹ کر دیا۔ ۱۴۰ھ کی خبر دی۔ جب شیعوں نے اس کو مشہور کیا تو پھر خدا کو یوں بدا ہوا کہ نامعلوم مدت تک ان کا نکالنا بند کر دیا اور خود ائمہ کو بھی صحیح وقت نہ بتایا (کافی باب کراہیۃ التوقیت۔) یہی وجہ ہے کہ مذہب شیعہ کا چوتھا رکن محقق طوسی صاحب تہذیب واستبصار اس کا منکر ہے اور مجتہد دلدار علی بھی لکھتے ہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ بداء کا قائل کسی کو نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اس سے خدا کا جاہل ہونا لازم آتا ہے جیسے کہ مخفی نہیں ہے۔ (اساس الاصول ص۲۱۹)

۴۔ خدا پر تقیہ اور ڈرنے کا الزام بھی شیعہ مذہب کو باطل قرار دیتا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ خدا بھی حضورؐ کے صحابہؓ سے ڈرتا تھا اس لیے کئی کام ان سے چھپا کر کرتا تھا۔ کئی آئتیں ان کے ڈر سے لوح محفوظ سے قرآن میں نہیں اتاریں کہ صحابہؓ ان کو نکال دیں گے۔ چنانچہ کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا خدا نے اپنے نبی کا نام یٰس رکھا ہے اور سلام علی آل یٰس اس لیے فرمایا کہ اگر صاف صاف سلام علی آل محمد فرماتا تو خدا کو معلوم تھا کہ صحابہؓ اس کو قرآن میں نہ رہنے دیں گے نکال دیں گے۔ آخری فقرہ یہ ہے۔

لعلمہ بانہم یقطعون قولہ سلام علی آل محمد کما اسقطوا غیرہ۔

(تنبیہ الحائرین) حالانکہ سلام علی آل یٰس کا لفظ بھی قرآن میں کہیں نہیں البتہ سورت صافات میں حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، ہارون کے ذکر کے بعد حضرت الیاس کے تذکرہ میں سلام علی الیاسین آیا ہے جیسے پہلے متذکرہ پیغمبروں پر یہی سلام فرمایا ہے۔ ہاتھ سے چھینے جھپٹنے والوں کی طرح شیعہ قرآن کے بلا اعراب الفاظ میں بھی کیسی تحریف و بد دیانتی کر کے ائمہ کے ذمے لگا دیتے ہیں۔

۵۔ شیعوں کے نزدیک خدا پر واجب ہے کہ وہ عدل کرے اور بندوں کے لیے اصلح کام کرے یہ عقیدہ ان کی ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر یہ درحقیقت خدا کو بندوں کی عقل کا محتاج اور محکوم بنا

دنیا ہے شیعوں کا تجویز کردہ نظام عدل دنیا میں نہیں پایا جاتا۔ کہ خدا نے عادل اماموں کو بند کر کے تقیہ و اخفاء کے حوالے کر دیا اور دنیا ظلم سے بھر گئی۔ ظلم سے چھٹکارے کا خدا نے کوئی انتظام نہیں کیا حالانکہ اس پر واجب تھا۔ آج کل صدیوں سے خدا ترک واجب کا مرتکب ہے کہ اس نے عدل لانے والا کوئی امام معصوم دنیا میں قائم نہیں کیا ایک بزرگ ہیں تو ان پر خوف اس قدر طاری کر رکھا ہے کہ وہ غار میں چھپے ہوئے ہیں ۳۱۳ مومن ہونے سے پہلے باہر نکلنے کا نام نہیں لیتے لیکن معلوم نہیں خدا کے لیے ترک واجب کی کیا سزا ہے اور یہ سزا دینے والا کون ہے۔ خدا کی توہین پر مشتمل یہی ایک عقیدہ بھی مذہب شیعہ کو جھوٹا اور غیر ناجی باور کرانے کے لیے کافی ہے۔

اہل سنت کے ہاں خدا خود مختار ہے وہ بندوں کی ہدایت و بہتری کے لیے جو کرتا ہے سب اس کی مہربانی ہے۔ بندے جو ظلم و گناہ کرتے ہیں وہ خود ذمہ دار ہیں خدا نے ان کو یہ حکم نہیں دیا۔ ہاں جبر سے ظلم کو روکنا اس پر واجب نہیں ہے۔ مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ

۶۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کا خالق اللہ ہے زمر) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا (فرقان) ہر چیز کو خدا نے پیدا کیا اور اس کی تقدیر لکھ دی) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔ (صافات) (اور اللہ نے تم کو اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا) اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (بے شک ہر چیز کو ہم نے اندازے سے بنایا ہے) (قمر) اس قسم کی سینکڑوں آیات بتاتی ہیں کہ کائنات کی تمام چیزوں (جواہر و اعراض افعال و ذوات) کا خدا ہی خالق ہے۔ تمام خیر و شر اسی کی مخلوق ہے اہل سنت کا ان آیات کے مطابق عقیدہ ہے مگر شیعہ لاتعداد خالق مانتے ہیں کہ ان کے غالی اور مفوضہ کہتے ہیں کہ خدا نے بارہ امام پیدا کیے باقی کائنات کی خلق و تکوین ان کے سپرد کر دی۔ (وفوض امورھا الیھم) (کافی) محتاط شیعہ یہ کہتے ہیں کہ سب خیر کا خالق تو خدا ہے مگر شر اور بندوں کے افعال کا وہ خالق خود نہیں خود بندے ہیں ان کا یہ عقیدہ مجوسیوں سے بھی بدتر ہے کیونکہ وہ خالق خیر (خدا) اور خالق شر (شیطان) دو خالق مانتے ہیں اور یہ کروڑوں اربوں مانتے ہیں جو قرآن کے بالکل خلاف ہے۔ اہل سنت کے ہاں سانپ بچھو کتے کی طرح انسانی اعمال (افعال)

کا بھی خالق خدا ہے اس میں اس کی توہین نہیں ہے۔ البتہ کسب و ارادہ بندے کا ہوتا ہے تبھی تو اس کو نیک و بد اجر دیا جاتا ہے جیسے گولی چلانا قاتل کا کسب ہے مگر نشانے پر لگا کر بندہ قتل کرا دینا خدا کا فعل اور تقدیر ہے

۷۔ یہ تو عقائد کی ایک جھلک تھی۔ شیعہ مذہب کے ثبوت اور نقل ہونے پر غور کرو تو اس کا بے ہدایت اور غیر ناجی ہونا بدیہی ہے کیونکہ جب صاحب دین رسول اللہ سے گنتی کے ۵ صحابیوں نے بھی بقول شیعہ یہ دین نقل نہیں کیا کہ سوائے تین کے معاذ اللہ سب مرتد ہو گئے تھے پھر وہ تین عمر بھر تقیہ کرتے رہے۔ امام صادقؒ بھی تقیہ کرتے رہے اور دلیل یہی کہ تقیہ کرنا (سچا مذہب چھپانا اور جھوٹ ظاہر کرنا) میرا دین ہے۔ یہی میرے باپ دادا کا دین ہے جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین (اور بے ایمان) ہے۔ اصول کافی باب تقیہ۔ اب بڑے سے بڑا شیعہ مجتہد یہ نہیں بتا سکتا کہ اماموں کا مذہب کیا تھا۔ صاحب نبوت علیہ السلام کیا دین لائے تھے اور آج وہ کن معصوم اور معتبر لوگوں سے حاصل کیا جائے۔

۸۔ کہا جاتا ہے کہ ائمہ کے با تمکین اصحاب سے یہ دین حاصل ہوا کہ انہوں نے عن ابی جعفر علیہ السلام عن ابی عبد اللہ علیہ السلام کہہ کر اس دین کی ہزاروں احادیث روایت کیں مگر صاحبان بصیرت و ایمان پوچھتے ہیں کہ جب کافۃ الناس کے خاتم الرسل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دین بصورت تواتر و یقین نقل نہیں ہوا نہ آپ کے صحابہؓ (بقول شیعہ) با تمکین و ثقہ تھے تو پھر حضرت باقر و جعفر صادقؒ کو یہ اتھارٹی کیسے حاصل ہو گئی۔ کیا مصدر دین اور ختم نبوت کا تاج ان کو پہنا دیا گیا؟۔ پھر ان سے مرکزی راوی چند ہیں ان پر بڑے سخت الزامات ہیں مثلاً زرارہ کے متعلق امام جعفرؒ نے فرمایا۔ کذب علی اس نے مجھ پر جھوٹ بولا۔ لعن اللہ زرارۃ (رجال کشی ترجمہ زرارہ) ابو بصیر کے حال میں لکھا ہے کہ اس نے امام پر لالچ اور بد دیانتی کا الزام لگایا "اگر میں جلوے کا تھال امام کے لیے لاتا تو مجھے اپنے سے ملنے کی اجازت دیتے پھر اس گستاخی کے صلہ میں کتے نے اس کے منہ میں پیشاب کر دیا۔ (رجال کشی) اسی طرح محمد بن مسلم اور

بریدبن معاویہ (کثیر الروایۃ حضرات) پر سخت جرح امام نے کی ہے۔

۹۔ مذہب کے بانیوں اور داعیوں میں امانت دیانت سچائی اور وفاداری کا ہونا لازمی ہے ورنہ ایسا مذہب سچا نہیں ہوسکتا مگر شیعہ مذہب کے راویوں اور اصحاب ائمہ کو یہ دولت حاصل نہ تھی۔ اصول کافی ص۲۳۷ میں عبداللہ بن یعفور سے روایت ہے "میں نے امام جعفر صادق سے کہا کہ میں لوگوں سے ملتا ہوں تو بہت تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ آپ کی ولایت کے قائل نہیں اور فلاں فلاں (ابوبکر و عمرؓ) کو مانتے ہیں ان میں امانت سچائی اور وفا موجود ہے اور جو آپ کو امام مانتے ہیں ان میں وہ امانت سچائی اور وفا نہیں ہے تو امام صاحب غصے سے سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا جو خدا کے نہ بنلائے ہوئے امام کو مانے اس کا کوئی دین نہیں اور جو خدا کے بھیجے ہوئے امام (یعنی ہم کو) مانے اس پر (یہ صفات نہ ہونے کی وجہ سے) کوئی گرفت نہیں۔ سبحان اللہ باطل مذہب و امامت پرستی بھی خوب ہے کہ مومنانہ صفات اہل سنت میں مان کر اور اپنوں سے نفی کرکے بھی اپنی صداقت فخریہ جتلاتے ہیں ~ رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا۔

۱۰۔ پھر ائمہ سے اصحاب نے یہ دین قطعیت اور یقین کے ساتھ حاصل نہیں کیا ہے۔ شیخ مرتضیٰ فرائد الاصول ص۸۶ پر اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ آنکھ کے مشاہدہ اور نقل سے معلوم ہوا ہے کہ ائمہ کے اصحاب اصول و فروع میں باہم مختلف تھے اور اسی وجہ سے بہت سے اصحاب ائمہ نے ائمہ سے شکایت کی تو ائمہ نے کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف ہم نے خود ڈالا ہے راویوں کی جان بچانے کے لیے جیسے حریز وزرارہ اور ابوایوب جزار کی روایت میں یہی منقول ہے اور کبھی یہ جواب دیا کہ یہ اختلاف جھوٹ بولنے والوں کے سبب سے پیدا ہو گیا ہے جیسے فیض بن مختار کی روایت میں ہے (بحوالہ تنبیہ الحائرین ص۱۳۵)

۱۱۔ خود ائمہ حضرات بھی دین کی تبلیغ میں ہیر پھیر کرتے، وقت کی ہوا دیکھ کر متضاد مسئلے بتلاتے۔ تو راویوں اور شیعوں کو یقین و نجات کیسے حاصل ہو چنانچہ ابوبصیر سے امام صادقؒ نے کہا شیعہ میرے باپ کے پاس ہدایت حاصل کرنے آتے تو میرے والد ان کو صحیح مسئلہ بتاتے

پیروں سے بیان تنگ کرتے ہوئے ہیں تو میں ان کو طہرے سے فتویٰ دیتا ہوں (الاستبصار باب الصلوٰۃ) نیز اصول کافی میں ص۳۷ طا لکھنؤ پر ہے کہ امام نے ایک شخص کو ایک فتویٰ دیا۔ دوسرے کو اسی سوال پر اور فتویٰ دیا اور تیسرے کو اسی کا جواب اور کچھ بتایا۔ پاس بیٹھنے والے زرارہ شاگرد نے پوچھا کہ ایک ہی سوال کے مختلف جواب کیوں دیئے تو فرمایا ہماری اور تمہاری زندگی کا بقا اسی میں ہے۔ اور ایک ایسی روایت میں ہے کہ میں ہر بات کے ستر پہلو رکھتا ہوں۔ (گویا اختلاف و پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو کی پالیسی اسی سے چلی ہے۔)

۱۲۔ ائمہ برسرعام شیعہ مذہب کی نفی کرتے اپنی امامت کا انکار کرتے۔ اور چالاک لوگ خفیہ طور پر آپ سے منسوب کرکے چلاتے۔ بھلا ایسا مذہب کیسے سچا اور ناجی ہوسکتا ہے چنانچہ فروع کافی جلد۳ ص۲ ۵ طا لکھنؤ میں زرارہ صاحب سے منقول ہے کہ میں امام باقر سے تنہائی میں مسائل پوچھتا تھا کہ وہ مجمع عام میں تقیہ کرتے تھے" نیز اصول کافی ص۴۸۵ میں ہے کہ امام صادق نے شیعوں سے کہا تم اس دین پر ہو جو اسے چھپائے گا خدا اسے عزت دے گا اور جو اسے ظاہر کرے گا خدا اسے ذلیل کرے گا۔ نیز مجالس المومنین مجلس پنجم ص۱۶۶ میں ہے کہ امام صادق محفل احباب میں بیٹھے تھے۔ دو باہر سے آدمی آئے اور انہوں نے پوچھا کہ آیا تم میں کوئی امام ہے جس کی اطاعت (نبیوں کی طرح) فرض ہو حضرت نے کہا ایسا ہم میں کوئی نہیں ہے۔ وہ کہنے لگے کوفہ میں ایک جماعت کہتی ہے کہ تم میں امام مفترض الطاعۃ موجود ہے۔ وہ جھوٹ نہیں کہتے کیونکہ وہ (بظاہر) پرہیزگار اور مجتہد ہیں ان میں عبداللہ بن یعفور اور فلاں فلاں ہیں پس آنحضرت فرمود کہ من ایشاں را بایں اعتقاد امر نکردم گناہ من دراں چیست حضرت صادقؒ نے فرمایا میں نے یہ عقیدہ رکھنے کا ان کو حکم نہیں دیا میرا اس میں گناہ کیا ہے

۱۳۔ سچے مذہب کا سب سے پہلا طبقہ صدق و عمل میں معیاری اور افضل ترین ہوتا ہے۔ مگر تاریخ اور شیعہ لٹریچر گواہ ہے کہ شیعان علیؓ امت محمدیہ حکومت اسلامیہ بلکہ خود آپ کے لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوئے کہ ان پر آپ نے نفرین کرکے نجات کی دعا مانگی" اگر میں

تم میں سے کسی کے پاس لکڑی کا پیالہ امانت رکھوں تو مجھ کو یہ ڈر ہوتا ہے کہ [illegible]
لے اڑے، الٰہی میں ان سے تنگ آگیا ہوں اور یہ مجھ سے، میں ان سے گھبرا گیا اور یہ مجھ سے
پس ان سے بہتر مجھ کو بدل دے اور مجھ سے بدتر میرے عوض ان کو دے دے، الٰہی ان کے
دل گھلا دے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ جلد ۱ ص۸۱) اور ایک خطبہ
میں ہے "تم کو اللہ تباہ کرے تم نے بیشک میرا دل پیپ اور سینہ غصہ سے بھر دیا ہے۔ ایسے
خطاب پانیوالا شیعہ گروہ اور ان کا مذہب سچا اور ناجی ہرگز نہیں ہو سکتا۔

۱۴۔ اللہ کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۔ (مریم ع ۴) ترجمہ۔ پھر ہم ہر گروہ شیعہ کو گھسیٹیں گے کہ کون ان میں سے رحمان پر سرکشی میں زیادہ سخت تھا۔) لفظ کل شیعہ کا تقاضا ہے کہ تمام کفار و مشرکین شیعوں کے ساتھ اس امت کے نام نہاد ہر شیعہ کو یہی سزا ملے کیونکہ وہ اپنی لئے ذاکر و مجتہد کے فتوی اور روایت منسوب الی الامام کے مقابلے میں رحمان و قرآن کی ایک بات بھی نہیں سنتے۔ خوب تکبر و سرکشی کرتے ہیں مشاہدہ سب سے بڑی گواہی ہے۔ اللّٰھم لا تجعلنا منھم۔ شیعہ کے غیر ناجی ہونے پر ان ۱۴ قطعی دلائل میں صرف دو حوالے بطور تائید و وضاحت شرائط سے خارج ہیں تاہم یہ ۱۲ اثنا عشریوں پر حجت تامہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ ان کو حق و ہدایت اور قرآن و سنت و صحابہؓ و اہل بیت کی اتباع نصیب کرے۔ آمین۔

الوداعی مُلاقات

محترم مشتاق صاحب! آپ کا مطالبہ پورا ہوا اور خامہ فرسائی کا جواب اپنی محدود بساط کے مطابق دے دیا۔ ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

میری آپ سے کوئی "ذاتی عداوت و رقابت نہیں" اسلامی جذبہ سے موعظہ حسنہ کے طور پر آپ کو دعوت الی اللہ والرسول دی گئی تھی جو آپ کو ناگوار گزری۔

"قتل و پھانسی کی دھمکی" کا جلی عنوان لگا کر آپ نے خدشہ ظاہر کیا اور شیعوں کو ابھارا ہے حالانکہ قرآن مجید سے متعلق اپنی گستاخیوں پر مشتمل آپ میرا پورا اقتباس لکھتے تو اس واویلا کی ضرورت نہ تھی کیونکہ میں نے ناصحانہ و دوستانہ مشورہ سے یہ بات لکھی تھی۔ اب اتنا عرض کروں گا کہ آپ اس موضوع اور دلآزار نگارش سے پرہیز کریں تو قوم و ملک کا مفاد اسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خدا و رسول اور گھرانہ و جماعتِ رسولؐ کے نقشِ قدم پر چلائے ——— آخر میں آپ نے نادِ علی کے وظیفہ کی تاثیر آزمانے کی اپیل کی ہے اہل سنت کے بعض تعویذوں میں بطور توسل و تبرک خلفاء راشدینؓ کے نام استعمال ہوتے ہیں۔ اعتقاد رکھنے سے ان میں بھی تاثیر صحت آزمودہ ہے اعتقاد کے ساتھ کسی بھی عمل و تعویذ سے فائدے کا انکار نہیں آخر مشرکین مکہ بھی ۳۶۰ سال تک بتوں سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کراتے رہے اور انکے کام حسب اعتقاد ہوا کرتا رہا بات صرف جائز و ناجائز کی ہے غیر اللہ سے امداد والا تعویذ اور دم شریعت میں ناجائز ہے گو اس سے فائدہ ہوتا ہو جیسے حرام ذریعہ سے کما کر کھانا گناہ ہے گو وہ رزق بھی ہے اور بھوک مٹا دیتا ہے۔

آخر میں آپ کی چٹپٹی کتابوں کا اشتہار ہے یعنی ان میں لعن طعن، الزامات، فحش گوئی، لطیفے چٹکلے ضرور ہیں مگر حق و صداقت اور دیانت و انصاف کی حلاوت و شیرینی نہیں ہے آپ کی اور میری کتابوں میں بس یہی فرق ہے الوداعی ملاقات "یار زندہ صحبت باقی" کہہ کر درود و سلام پر ختم کرتا ہوں۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین۔

الاحقر مہر محمد گوجرانوالہ ۲۵/۹/۸۱

صداقتِ اہل السنۃ والجماعۃ اور دشمنانِ اسلام کے مکائد سے خبردار رہنے کے لئے مصنف کی علمی و تحقیقی اہم کتابیں

۱۔ الکوفۃ وعلم الحدیث (عربی) جس میں مرکزِ علوم شہر کوفہ میں ہزاروں صحابہ کرام رضؓ تابعینؒ اتبع تابعینؒ کی آمد و رفت احادیثِ نبویہ کی نشر و اشاعت میں انکی خدمات پر سیر حاصل بحث۔

۲۔ الامام الاعظم ابو حنیفہؒ (عربی) مجتہدین و فقہا کے سرتاج اور تین چوتھائی اُمتِ محمدیہ کے واحد امام و پیشوا حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تمام علمی خدمات کا تعارف اور مخالفین کے تمام بے سود مطاعن کا جائزہ و تجزیہ۔

۳۔ الثقات العدول فی روایۃ کلام الرسولؐ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ وغیرہ چھ صد محدثین حضرات کا تذکرہ مبارک۔

۴۔ علم مصطلح الحدیث علم حدیث کی پچاس سے زائد اقسام کا تعارف مشاہیر محدثین کا تذکرہ، ان کی خدماتِ جلیلہ معتبر کتبِ حدیث کی تفصیل وغیرھا امور پر بڑی علمی ابحاث۔

۵۔ عدالت حضرات صحابہ کرامؓ عظمت صحابہ کرامؓ اور ان کے متعلق اسلامی عقیدہ پر لاجواب علمی و تحقیقی کتاب۔ قیمت ۱۵ روپے۔

۶۔ احکام رمضان و مسائل صیام اسم بامسمیٰ ہر مسلمان کے لیے دلچسپ رسالہ۔ ۳

۷۔ تحفۃ امامیہ: سنی و شیعہ کے تمام متنازعہ فیہ مسائل پر نئے اور اچھوتے اسلوب میں سیر حاصل بحث۔ تحفہ اثنا عشریہ کے بعد رد تشیع میں واحد کتاب۔ ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحات۔ زیر طبع۔

۸۔ تحفۃ الاخیار: شیعہ کے تمام اعتراضات کا کتب فریقین کی روشنی میں مدلل جواب قیمت ۲۵ء۲۔

۹۔ مسئلہ عزاداری اور تعلیمات اہل بیتؓ مخرب اسلام رسم عزا پر قرآن و سنت، عقل سلیم، احادیث آئمہ کے پونے دو صد دلائل سے فیصلہ کن بحث قیمت ۵۰ء۔

۱۰۔ شیعہ حضرات سے یکصد سوالات رسالہ ہذا میں انکے اعمال اور کتب کی روشنی میں ایسے قوی سوالات کیے گئے ہیں جن کا واقعی جواب ناممکن ہے۔ علماً، خطباً، مناظرین اور محبانِ صحابہؓ کے لیے لاجواب ہتھیار۔ قیمت ۳ روپے۔

مکتبہ عثمانیہ
نور باوا را گوجرانوالہ

عدالت حضرات صحابہ کرامؓ

تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی
فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل تخصص فی علوم الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

جس میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ سیرت، اعلیٰ و ارفع کردار فضائل و مناقب کو واضح کیا گیا ہے اور اُن پر طعن و تنقید کی حرمت قرآن و سنت، اجماع اُمت اور مسلمہ کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے اور اُن پر قدیماً و حدیثاً جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں علمی و تحقیقی پر اُن کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں، مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت کا مسلک معتبر بیسیوں کتب سے مبرہن کیا گیا ہے۔ الغرض اس کتاب کا ہر سنی کے گھر عموماً اور علماء و طلبہ کے پاس ہونا ضروری ہے یہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے آج ہی منگوا کر صحابہ کرامؓ کے مقام کو جہیں اس مسئلہ پر اتنا کثیر و قیمتی مواد کبھی آپ کو کسی کتاب میں نہیں ملے گا۔ اکابر علماء نے اس کو بہت پسند کیا ہے۔

نوٹ: - اہل سنت والجماعت کے مخیر حضرات اسکو غریب و نادار طلبہ اور دینی لائبریریوں میں تقسیم کر کے صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور اس سے مسلک اہل سنت کی تبلیغ کریں۔ ایسے حضرات کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

ضخامت ۸۰ صفحات ۳۶۸ کاغذ عمدہ گلیز۔ رنگین ٹائٹل قیمت

مکتبہ عثمانیہ نور باوا را بازار خراداں گوجرانوالہ

سُنّی و شیعہ تمام مسائل پر اچھوتے محققانہ انداز میں عصر حاضر کی بے نظیر تالیف

تحفہ امامیہ

مصنف : مولینا مہر محمد میانوالوی

جس میں قرآن کریم، فریقین کی معتبر احادیث، عقلِ سلیم اور تاریخ اہل بیت رض کی روشنی میں حضرت علیؓ کے خلفاء ثلاثہ سے بہترین تعلقات، باغِ فدک، خلافت، حادثہ جمل و صفین، تحریف قرآن، فضائل خلفاء راشدین، امامت اور ختم نبوت میں دلچسپ تقابلی مطالعہ، ۱۲ خلفاء کی بحث، مذہب شیعہ کی تصویر، کلمہ طیبہ اور دیگر متنازعہ فیہ مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ بات افراط و تفریط سے پاک اور دلکش تحریر کا آئینہ ہے۔

عکسی طباعت۔ سائز ۲۳ x ۱۸ / ۸ صفحات تقریباً ۵۰۰ زیر طبع

ہم سنی کیوں ہیں؟

مؤلف مذکور کی مایۂ ناز عقلی، نقلی دلائل سے لبریز کتاب شیعہ کے سُنّیوں پر ۱۰۰ سوال کا مسکت جواب ہے جس میں سُنّی، شیعہ کے نام، توحید رسالت، قرآن کریم کی صحت اور امامت اور دیگر بیسیوں کلامی فقہی تاریخی مسائل پر شاندار محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔ تحفہ امامیہ اور کتاب ہٰذا کے مباحث جدا جدا ہیں۔ مرض رفض کے لیے نسخہ اکسیر ہے۔ عکسی طباعت۔ صفحات ۳۲۰ قیمت چھبیس روپے

مکتبہ عثمانیہ نور باوا بازار خراداں گوجرانوالہ